دفتر سوم

مثنوی مولانا روم

رحمۃ اللہ علیہ

بشنو از نے چوں حکایت می کند
در جدائی ہا شکایت می کند

باسمہٖ سبحانہٗ

دفتر سوم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

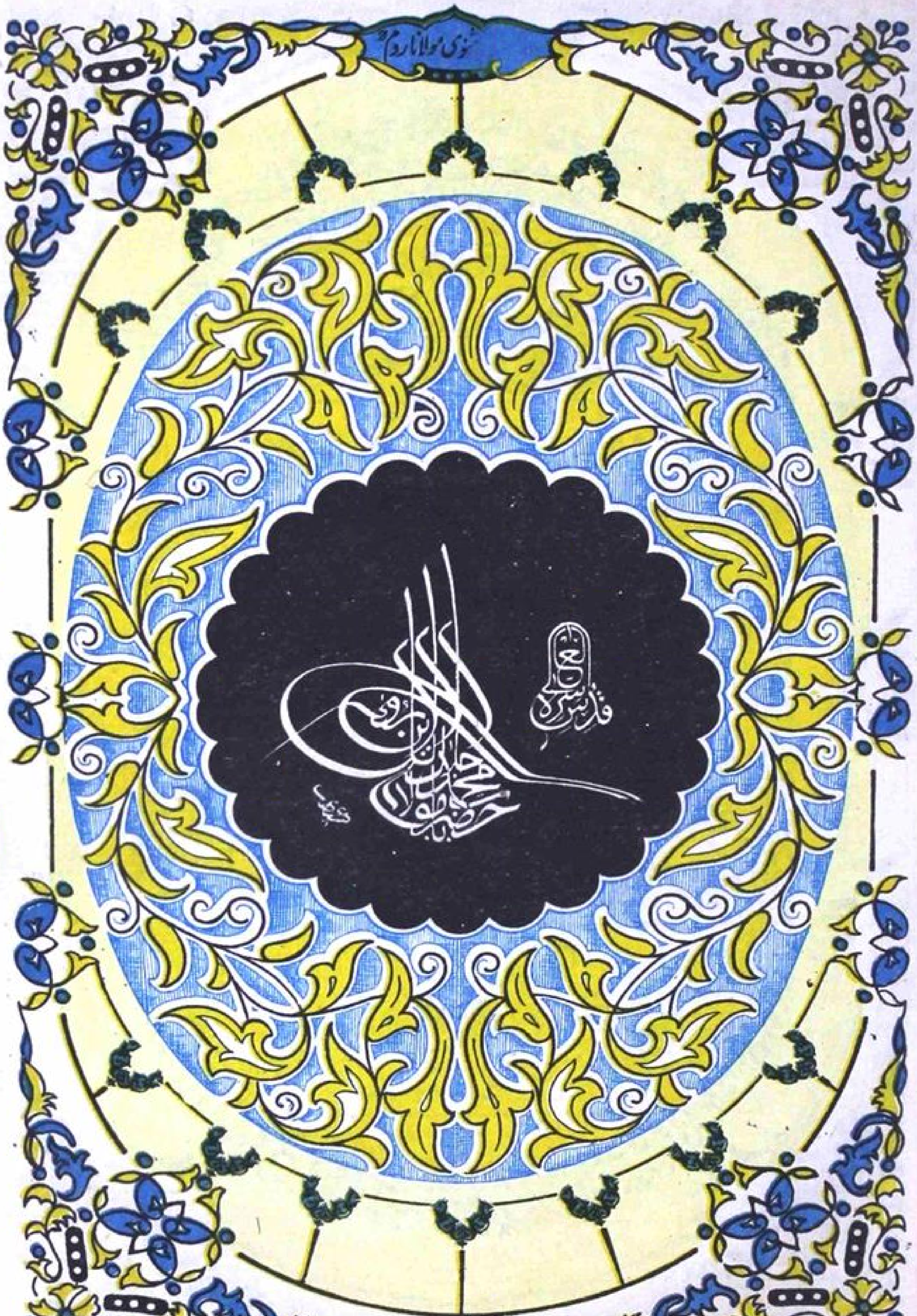
بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

سب رنگ کتاب گھر دہلی


مثنوی مولانا رومؒ
حضرت مولانا محمد جلال الدین رومی
قدس سرہ

ہدیۂ تبریک بہ تقریب سفر قونیہ و عراق مولانا سجاد حسین صاحب اکبرآبادی

١٩ ٦ ٧٦

دورۂ تہران و ترکی مصر و بغداد و عرب
ہو مبارک صاحبِ عزّ و شرف یہ فضلِ رب
مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا
"مولوی سجّاد بحرِ علم صدر رشکِ عرب"

١٣ ھ ٩٦

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

١٩ ٦ ٧٦

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

دفترِ دوم کی اشاعت

۲۸ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفترِ دوم کی رسمِ اجرا عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدین دہلی میں زیرِ صدارت جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اِس میں شریک تھے۔ تلاوتِ قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی امبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائرکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اِس کے بعد جناب پروفیسر سید نور الحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومتِ ہند کے ہاتھوں دفترِ دوم کا اجرا عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفترِ دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفترِ دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اِس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اِسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اُس نے بھی اِس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اردو کا کوئی موقر اخبار ہوگا جس نے دفترِ دوم اور اِس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اِس کے بعد سے ہندوستان کے اہلِ قلم اور علمی رسائل دفترِ دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفترِ دوم کے مقدمہ میں اِس کام کے سلسلہ میں وزارتِ تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد

تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل ہی رہی ہے۔ مزید برآں وزارتِ تعلیم نے دفترِ دوم کی بھی ایک بڑی مقدار ہیں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید مشکر گذار ہوں۔

دفترِ دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اُس کے اجرار سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفترِ سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اُس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفترِ چہارم میں مشغول ہوں اور اُس کا بیشتر حصّہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق اور فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اُس کی اشاعت عمل میں آجائیگی۔

تصوّف کی چند اصطلاحیں

تصوّف کی اُن اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں، دفترِ اوّل اور دوم کے مقدّمہ میں کی جا چکی ہے اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اِس دفترِ سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، اُن کی تشریح پیش کی جاتی ہے:-

حیرت۔ سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلّیاتِ ربّ کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجّہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اِس مقام پر پہنچ کر سالک کو اُن چیزوں سے اِستغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے۔ "اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا" اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
ایں خواب کارِ دولتِ بیداری کند

مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے
یہ خواب، بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اِس مقام کی ابتدار سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اِس کی تکمیل میدانِ حشر میں اُس وقت ہو گی جبکہ

حضرتِ حق ارشاد فرمائے گا۔ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ اَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ مقامِ رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اُس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ اِذَا سَرَّتْہُ الْمُصِیْبَۃُ کَمَا سَرَّتْہُ النِّعْمَۃُ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اُس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضا، بالقضا کی بحث مولانائے رومؒ نے مفصل کی ہے اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔

اَبدال۔ مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے

کیست ابدال؟ آنکہ اُو مُبدل شود	خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے	اللہ کے تبدیل کر دینے سے اسکی شراب سرکہ بنجائے

یعنی اُس میں جس قدر اخلاقِ ردیہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ کَانُوْا اَوْتَادَ الْاَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّۃُ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَھُمْ اَقْوِیَاءَ مِنْ اُمَّۃِ اَحْمَدَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَھُمُ الْاَبْدَالُ لَمْ یَفْضُلُوا النَّاسَ بِکَثْرَۃِ صَوْمٍ وَّلَا صَلٰوۃٍ وَّلٰکِنْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَصِدْقِ النِّیَّۃِ وَسَلَامَۃِ الْقُلُوْبِ لِجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت میں سے قوی لوگوں کو اُن کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو اَبدال کہا جاتا ہے۔ اُن کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں اُن میں حسنِ خلق اور نیت کی سچائی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اَعیانِ ثابتہ۔ وہ تمام اشیاء جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالمِ شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس

ہو رہی ہیں وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرت حق تعالےٰ کے علم میں
موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثانیہ کہلاتا ہے۔
خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ اُن اعیانِ ثانیہ کا عکس اور ظل ہیں اور اُن اعیانِ ثابتہ کی اصل اسمارِ الٰہی، اور اسمارِ الٰہی کی اصل حقیقتِ الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسمارِ الٰہی کو سرِّ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سرِّ سرِّ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات و سرّ سرّ آں　　پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیانِ ثابتہ اور اُن کا سرّ اسمارِ الٰہی اور اُس سرّ کا سرّ یعنی حقیقتِ الٰہیہ کاملوں کے مشاہد میں ہوتی ہے اسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ۔ ہم نے اشیار کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقلِ معاش۔ وہ عقل جو دنیادی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقل معاش ہے اسی کو مثنوی میں عقلِ جزوی اور عقلِ ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اُخروی معاملات میں تیز ہو اُس کو عقلِ معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال۔ بعض اولیار اللہ ایسے ہیں جن کو اَبدال تک بھی نہیں پہچان سکتے ہیں ایسے اولیار اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالیٰ اَوْلِیَاءَ اَخْفِیَاءَ شُعْثَۃً رُؤُسُہُمْ مُغْبَرَّۃً وُجُوْہُہُمْ اِذَا اسْتَاذَنُوْا عَلَی الْاَمْرِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَاِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَاِنْ مَاتُوْا لَمْ یُشْہَدُوْا وَھُمْ مَجْہُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْہُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیار ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں اُن کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں اُنکو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو اُن کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو اُنکو پکارا نہیں جاتا ہے اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو اُنکی عبادت نہیں کیجاتی ہے اور اگر وہ مرجائیں تو لوگ اُنکے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک

بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اسمیں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں اِس پر اُن بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو اُنھوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیاء کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں ہی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

اِلہام۔ اسی کو حکمت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اُس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اسکی اگر تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اُس کی تلاوت نہ ہو تو اُسکو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحیِ خداوندی، خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اِسی لئے بسا اوقات انسان القاءِ شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہیئے اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنیوالا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اُس سے اُس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

اِنَّ لِلشَّیْطَانِ لَمَّۃً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَکِ لَمَّۃً فَاَمَّا لَمَّۃُ الشَّیْطَانِ فَاِیْعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَکْذِیْبٌ بِالْحَقِّ وَاَمَّا لَمَّۃُ الْمَلَکِ فَاِیْعَادٌ بِالْخَیْرِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِکَ فَلْیَعْلَمْ اَنَّہٗ مِنَ اللہِ تَعَالٰی وَمَنْ وَجَدَ الْاُخْرٰی فَلْیَتَعَوَّذْ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات بُرائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

اور فرشتے کا ڈالنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے، اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادّے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادّہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے ؎

از جمادی مُردم و نامی شدم — وز نما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کے ز مردن کم شوم

اِن مذکورہ بالا اشعار میں مادّی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

جُملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال وپَر
وز ملک ہم بایدم جُستن ز جُو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

جسمِ مثالی اہلِ شرع اور اہلِ تصوّف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالمِ شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اِس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، یہاں تمام اَجسام مادّہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک عالمِ مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالمِ شہود میں ہے اُس عالم میں بھی ہے لیکن اِس عالم میں مادّہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اُس کا جسم ہے وہ جسمِ عنصری نہیں بلکہ جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلحِ حدیبیہ۔ ۶ھ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکۂ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکۂ معظمہ سے چھ میل ورے مقامِ حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہلِ مکّہ بزورِ شمشیر مکّہ میں داخلہ سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہلِ مکّہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس ہو جائینگے۔ ہمارا مقصد اہلِ مکّہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہلِ مکّہ نے مکّہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ میں مکّہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو اُن کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کیلئے ذلّت آمیز، یہ طے ہوا کہ مسلمان مکّہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں، اگر کوئی مسلمان مُرتد ہو کر مدینہ طیّبہ سے بھاگ کر مکّہ میں پناہ لے گا تو مکّہ والے اُس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکّہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اُس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہؓ کو ناگوار بھی گذریں لیکن آنحضورؐ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضورؐ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا یعنی ہم نے یہ تمھیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اس صلح کے نتیجہ میں مکّہ معظّمہ بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضورؐ کے زیرِ نگیں آگیا۔

بنی نضیر۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ اُنھوں نے مخفی طور پر آنحضورؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضورؐ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں اُن کو مدینہ کے اطراف سے ۳ھ میں جلا وطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضورؐ نے اُن سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رُو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضورؐ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورؐ نے اُن لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباحؓ حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مُشرّف باسلام ہو گئے تھے۔ اُنھوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری۔ اُن کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لاسکے اور مُلکِ شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں سنہ ۲۰ ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ اُن کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عُذر پیش کرنے کے باوجود تعمیلِ حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا اِس کی بادشاہت پیغمبرِ وقت شموئیلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دَوران اُس کو ایک سخت قومی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دَورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اُس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاؤدُ جَالُوْتَ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا۔"

حضرت مریم علیہا السّلام۔ حضرت مریمؑ کنوارپن ہی میں بحکمِ خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دُعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اِس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے اُن کو تسلی دی پھر جب اُن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اُن کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے اُن کو ملامت شروع کر دی اِس پر اُنھوں نے لوگوں سے کہا تم اِسی بچہ سے اِس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچّے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اُٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اُس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اُس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اِس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مِٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہلِ سبا۔ یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے۔ قرآن نے اہلِ سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسٰكِنِهِمْ اٰیَةٌ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ۔ بیشک سبا والوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی دائیں اور بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور مالک بخشنے والا۔ تو انھوں نے رُوگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا اور دو عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے۔ ان کی ناشکری کی ہم نے اُن کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ یہ مالک کے بیٹے تھے اور اُن کی ماں کی کنیت اُم سلیم تھی۔ مالک کے بعد اُم سلیم رضؓ نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے شادی کرلی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابوطلحہؓ نے کی۔ جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ اُن کو اُن کی ماں اور حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضورؐ کی خدمت پر مامور کر دیا انھوں نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت کی اور خادمِ خاص کا رتبہ پایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُن سے بہت خوش تھے اور اُن کو بہت دُعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے اُن کو صحابہ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انھوں نے [illegible] وفات پائی اور اُن کی وفات بصرہ میں [illegible] صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ۔ بورن فیل [illegible] بے عشق میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس اور مقید رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو ملک شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کرلے

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انھیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اُس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور اُن کو اُس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح کو سو کر اُٹھتے تو اپنے آپ کو اُسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس - یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ اُن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا، چونکہ اُن کی والدہ اُن کی خدمت کی محتاج اور ضرورتمند تھیں لہٰذا اُن کی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور اُن کو آنحضورؐ کا دیدار میسر نہ آیا اسی لئے اُن کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے نسبتِ اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اُس کی بیوی

ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اُس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت اُم جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اُس کی بیوی آنحضورؐ کو تکلیف پہنچاتے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے آنحضورؐ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورؐ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۂ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰؑ

اِس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اس لئے اُس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اُس کے واقعات قرآنِ پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

سجاد حسین
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

۲۱ شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

فہرست مضامین دفترِ سوم مثنوی مولانائے رومؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے ضیاء[1] الحق حسام الدین یار
اے ضیاء الحق حسام الدین ، لا

ایں سوم دفتر کہ سنّت شد سہ[3] بار
یہ تیسرا دفتر ، کیونکہ تہرانا سنت ہے

بر کُشا گنجینۂ اسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے

در سوم دفتر بہل اعذار را
تیسرے دفتر میں ، عذروں کو چھوڑ دے

قوّتت[2] از قوّتِ حق می زہد
تیری طاقت ، اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے

نز عروقے کز حرارت می جہد
نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

ایں چراغِ شمس کو روشن بُود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے

نز فتیلہ و پنبہ و روغن بُود
بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

سقفِ[3] گردوں کو چنیں دائم بُود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے

نز طناب و استنے قائم بُود
رسّے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

قوّتِ جبریلؑ از مطبخ نبُود
حضرت ، جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی

بُود از دیدارِ خلّاقِ وجود
وجود کو پیدا کرنے والے (اللہ) کے دیدار کی وجہ سے تھی

[1] ضیاء الحق چلپی مولانا کے دینی خلیفہ اور مُرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ ایں سوم طہارتِ ظاہری وضو اور غسل میں تین بار دھونا مسنون ہے لہٰذا طہارتِ باطنی جو کہ مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اسکے لئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اسرار ، سِتر کی جمع ، راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے بلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار یعنی وہ عذر جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

[2] قوّتت یعنی جسمانی کمزوری کا عذر نہ کر کیونکہ تیری قوتِ جسم اور رگوں کی پیداوار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے حق زہد۔ زہیدن نشوونما پانا۔ ایں چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر میں نہیں ہے اسی طرح تمہاری طاقت اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔

[3] سقفِ گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسبابِ ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوّتِ جبریلؑ حضرت جبرئیل کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

ہمچنیںؔ[1] ایں قُوّتِ اَبدالِ حق — ہم زِحق داں نَز طعام و نَز طبق

اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے اَبدال کی قوت — اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسمِ شاں را ہم زِ نور اَسرشتہ اند — تا زِ روح و از مَلَک بگذشتہ اند

اُن کے اجسام کو بھی نُور سے بنایا ہے — یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل — زِ آتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ

چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے — حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گردد آتش بر تو ہم بَرد و سلام — اے عناصر مر مزاجت را غلام

آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بنجائیگی — اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست — ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست

عناصر، ہر مزاج کا سرمایہ ہیں — اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

ایںؔ[2] مزاجت در جہانِ مُنبَسِط — وصفِ وحدت راکنوں شُد مُلتَقِط

وسیع عالَم میں تیرا یہ مزاج — اب وحدت کی صفت کو چُننے والا ہوگیا ہے

اے دریغا عرصۂ اَفہامِ خلق — سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق

ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان — بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو — حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے — تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلّی حلق یافت — تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت

کوہِ طور نے تجلی میں حلق پالیا — یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کرسکا

صَارَ دَکًّا مِّنْہُ وَانْشَقَّ الْجَبَل — ہَل رَأَیْتُمْ مِنْ جَبَلٍ رَقْصَ الْجَمَل

وہ ٹکڑے ہوگیا اور پہاڑ پھٹ گیا — کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہؔ[3] بخشی آید از ہر کس بکس — حلق بخشی کارِ یزداں است و بس

لُقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہوسکتا ہے — حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

حلق بخشد جسم ہا و رُوح را — حلق بخشد بہرِ ہر عضوت جُدا

وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے — تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

[1] ہمچنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادّی نہیں ہوتی ہے۔ جسمِ شاں۔ اَبدال کے اَجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور تمام فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ۔ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتشِ نمرود یعنی نفسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصر اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔ ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصر اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

[2] ایں مزاجت یعنی آپ چونکہ اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہوگیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اُترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اُتار سکتا ہے۔ کوہِ طور۔ مضامینِ معرفت کو کوہِ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے تسار دکا۔ کوہِ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا۔

[3] لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

ایں[1] گہے بخشد کہ اجلالی شوی
یہ اُس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے

از دغا و از دغل خالی شوی
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تا نگوئی سرِّ سلطاں را بکس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے

تا نریزی قند را پیشِ مگس
تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوشِ آں کس نوشد اسرارِ جلال
اللہ کے راز اُس شخص کا کان سُنتا ہے

کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے

تا خورد خاک آب و روید صد گیا
یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اُگاتی ہے

باز[2] حیواں را بہ بخشد حلق و لب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے

تا گیاہش را خورد اندر طلب
یہاں تک کہ وہ تلاش کرکے اُس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت زفت
جب اُس (حیوان) نے اُس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا

گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت
حیوان، انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

باز خاک آمد شد اکالِ بشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی

چوں جدا شد از بشر روح و بصر
جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

ذرہا[3] دیدم دہاں شاں جملہ باز
میں نے ذرّے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے

گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز
اگر میں اُن کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائیگی

برگہا را برگ از انعامِ اُو
پتّوں کو ساز و سامان اُس (اللہ) کے انعام سے ہے

دایگاں را دایہ لطفِ عامِ اُو
پرورش کرنیوالوں کی دایہ اُس کی عام مہربانی ہے

رزقہا را رزقہا اُو میدہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے

زانکہ گندم بے غذائے چوں بہد
کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا
اِس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے

پارہ گفتم بداں زاں پارہا
میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اُس سے (اور) ٹکڑوں کو سمجھ لے

جملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ

باقیاں را مقبل و مقبول داں
باقی رہنے والوں کو مقبول اور با اقبال سمجھ

اِمکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف اُن کو حاصل ہے جو مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔

---

[1] ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو اور روح کو حلق اُس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کرلے۔ تا نگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطا تمہیں حاصل ہو جائے تو نا اہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارفِ الٰہیہ اُس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں اُن کے اِخفاء کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نا اہلوں کے سامنے اُن کو ظاہر نہ کرنے پر اُس کو قدرت حاصل ہو جائے۔ حلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی حلق عنایت فرمایا۔

[2] باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ چوں گیاہش۔ حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اُس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔

[3] ذرہا۔ کائنات میں باہمی تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا۔ پتّے جو حیوانات کی خوراک ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں اُن کی خدا پرورش کرتا ہے۔ رزقہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اُس کو رزق میسر نہ آئے تو اُس کی پرورش نہ ہو۔ جملہ عالم۔ عالم

ایں[1] جہان و ساکنانش منتشر — واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ عالم اور اُس کے باشندے جُدا ہونے والے ہیں — وہ عالم اور اُس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش منقطع — اہلِ آں عالم مخلّد مجتمع
یہ عالم اور اُس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں — اُس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد — آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو بھلا دے — آبِ حیات، تاکہ ہمیشہ رہے

باقیات[2] الصالحات آمد کریم — رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے — جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

گر ہزار انند یک کس بیش نیست — چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں (تو بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں — تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

آکل و ماکول را حلق ست و نائے — غالب و مغلوب را عقل ست و رائے
کھانیوالے اور کھائے جانیوالے کا حلق اور گلا ہوتا ہے — غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

حلق بخشید اُو عصائے عدل را — خورد اُو چنداں عصا و حبل را
اُس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا — وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

واندرو افزوں نشد زاں جملہ اکل — زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
اُس سب کچھ کھانے سے اُس میں اضافہ نہ ہوا — کیونکہ اُس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

مر یقیں[3] را چوں عصا حق حلق داد — تا بخورد اُو ہر خیالے را کہ زاد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو بھی حلق دیا ہے — یہاں تک کہ اُس نے ہر اُس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست — رازقِ حلقِ معانی ہم خداست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں — معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

پس زماہی تا بہ مہ از خلق نیست — کہ بجذب مایہ اُو را حلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے — مادہ کو جذب کرنے کیلئے جس کے حلق نہ ہو

حلقِ نفس از وسوسہ خالی شود — میہمانِ وحیِ اجلالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے — تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

حلقِ جاں کز فکرِ تن خالی شود — وانگہاں روزیش اجلالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے — تب اُس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

[1] ایں جہاں۔ عالمِ امکان۔ منتشر، چونکہ عالمِ امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ آبِ حیواں یعنی معارفِ الٰہیہ۔

[2] باقیات۔ بزرگ جبکہ مجموعۂ فضائل بن گیا تو وہ مجسّم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گر ہزاراں۔ اولیاء اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں اُن کا تو صرف حلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحبِ عقل و رائے ہیں۔ حلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو حلق عنایت فرمایا وہ جادوگر کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ زانکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اُس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

[3] مر یقیں را جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے حلق تھا یقین کے بھی حلق ہے جو وساوس کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی جس طرح خارجی اشیاء کا حلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی حلق ہے۔ زماہی یعنی تحت الثریٰ سے۔ حلقِ نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کرلے۔ حلقِ جان یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرلے۔

خلقِ عقل و دل چو شُد خالی زفکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہوگیا

یافت اُو بے ہضمِ معدہ رزقِ بِکر
تو اُس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پالیا

شرطِ تبدیلِ مزاج آمد بداں
سمجھ لے، مزاج کو بدل لینا شرط ہے

کز مزاجِ بد بُوَد مرگِ بداں
اسلئے کہ بُروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گلخوار شُد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہوجائے

زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شُد
(تو وہ) زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہوجاتا ہے

چوں مزاجِ زشتِ اُو تبدیل یافت
جب اُس کا بُرا مزاج بدل گیا

رفت زشتی و آں رُخش چوں شمع تافت
بُرائی جاتی رہی اور اُس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اُٹھا

دایۂ کو طفلِ شیر آموز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو

تا بہ نعمت خوش کُند بدفوز را
نعمت کے ذریعہ خوش کردے، بدذوق کو

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟

تا ز نعمتہا کُند اُو را غذا
جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

گر بہ بند د راہِ یک پستاں برو
اگر اُس پر ایک پستان کا راستہ بند کریگی

برکشاید راہِ صد بُستاں برو
سیکڑوں باغوں کا راستہ اُس پر کھول دیگی

زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بنگیا

از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف
ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے

اندک اندک جہد کُن تمّ الکلام
بہ تدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بُود آدمی خوں بُد غذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی

از نجس پاکی برد مومن کذا
مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بُود آدمی خونخوار بود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانیوالا تھا

بُود اُو را بُود از خوں تار و پود
اُس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد
خون چھڑانے سے اُس کی خوراک دودھ ہوئی

وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد
اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہوگیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہوجاتا ہے

طالبِ مطلوبِ پنہانے شود
ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بنجاتا ہے

۱ے حلقِ عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادی ضروریات سے پاک کرلے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارفِ الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

۲ے چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان انوارِ الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ فوز۔ پوز یعنی مُنہ۔ دایہ۔ یعنی دایۂ قدرت بُری عادتیں چھڑادے۔ گر بہ بندد۔ دایۂ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے میوے کھلاتی ہے۔

۳ے زانکہ پستان۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے۔ پس۔ دنیاوی لذتوں کا دودھ چھوڑنے پر اُخروی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہوجاتی ہے۔ جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر لذاتِ جسمانی ترک کروگے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہونگی۔ وز فطام جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہونگی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحبِ حکمت۔

گر جنیں را کس بگفتے در رحم[1] | هست بیروں عالمے بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا | باہر ایک بڑی منتظم دنیا ہے

یک زمینِ خرّمی با عرض و طول | اندروں بس نعمت و بس کالکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے | اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا | بوستانہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں | گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پُر ضیا | آفتاب و ماہتاب و صد سُہا[2]
بہت اونچا آسمان ہے اور منوّر | آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سُہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و از دبور | باغہا دارد عروسیہا و سُور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے | باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں | تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں | تو اِس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخِ تنگنا | درمیانِ حبس و انجاس و عنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے | بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے[3] | زیں رسالت معرض و کافر شُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا | اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور | زانکہ وہمِ کور زیں معنیٰ ست دور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے | کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او | نشنود ادراکِ منکرناکِ او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی | اسکا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں | زاں جہاں ابدال می گویند شاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق | ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ | ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے | (اس) سے باہر ایک بے بُو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے ایشاں نرفت | کایں طمع آمد حجابِ ژرف و زفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہونچی | کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

[1] گر جنین۔ یہ شعر ساتویں شعر تک شرط ہے، آٹھواں شعر "او بحکم" جواب شرط ہے۔ خرّم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

[2] سُہا۔ بنات النعش کا باریک پہلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تنگنائے۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ عنا۔ مشقت۔

[3] او بحکم۔ یہ شرط کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔ منکرناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں۔ یعنی جس طرح ماں کے پیٹ کا بچہ اِس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالمِ آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالمِ آخرت۔ ہیچ۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ طمع۔ یعنی دنیاوی لالچ۔

گوش را بندد طمع از استماع[1]　　چشم را بندد غرض از اطلاع
لالچ، کان کو سُننے سے روک دیتا ہے　　غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمعِ خوں　　کاں غذائے اوست در اوطانِ دُوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اُس پیٹ کے بچے کو　　جو کہ کم درجہ وطنوں میں اُس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں محجوب کرد　　خونِ تن را در دلش محبوب کرد
اِس عالم کی بات سے محروم کر دیا　　اُس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[2] ہمہ انواعِ نعمت ماند فرد　　غیرِ خوں اُو می نداند چاشت خورد
نعمت کی اِن تمام قسموں سے محروم رہا　　خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں　　شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
تجھ پر بھی اِس دنیا کی خوشی کا لالچ　　اُس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پُر غرور　　از حیاتِ راستینت کرد کور
دھوکے سے پُر اِس زندگی کے لالچ اور ذوق نے　　سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں　　بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے، لالچ تجھے اندھا بناتا ہے　　یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع　　در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے، تجھے حق باطل نظر آتا ہے　　لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

از طمع بیزار شو چوں راستاں[3]　　تا نہی پا بر سرِ آں آستاں
سچّوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن　　تاکہ اُس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں در چوں در آئی وارہی　　از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اِس درگاہ میں پہنچ جائیگا نجات پائیگا　　(دنیا کے) غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود　　بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بنجائیگی　　دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہوجائیگا

پندِ مرداں را پذیرا شو بجاں　　تا رہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کر　　تاکہ تو خوف سے نجات پاجائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں　　تا بیابی در حقیقت نورِ جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سُن لے　　تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہوجائے

[1] اِستماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ وطن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں یعنی عالمِ آخرت۔ محجوب۔ پوشیدہ۔

[2] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی اُن لذیذ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ بر تو۔ انسان دنیاوی لالچ کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

[3] راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔

قصہ خورندگانِ پیل بچگان از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

لالچ کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنیوالوں کی نصیحت کو ترک کرنا

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں ۔۔۔ دید دانائے گروہِ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ۔۔۔ ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عُور ۔۔۔ می رسیدند از سفر و ز راہِ دُور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے ۔۔۔ سفر سے اور دراز راستہ سے آرہے تھے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت ۔۔۔ خوش سلامے شاں و چوں گلبن شگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور ۔۔۔ ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوّع[۲] واز خلا ۔۔۔ جمع آمد رنجتاں زیں کربلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے ۔۔۔ (اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل ۔۔۔ تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو! ۔۔۔ تم ہاتھی کے بچے کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید ۔۔۔ پندِ من از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جارہے ہو ہاتھی ہے ۔۔۔ دل و جان سے میری نصیحت سن لو

پیل بچگانند اندر راہتاں ۔۔۔ صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہتاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں ۔۔۔ جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف[۳] اند و لطیف اند و سمیں ۔۔۔ لیک مادرشاں بُود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں ۔۔۔ لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ ۔۔۔ او بگردد در حنین و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستہ سے ۔۔۔ وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

آتش و دُود آید از خرطومِ او ۔۔۔ الحذر زاں بچۂ مرحومِ او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے ۔۔۔ اس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر ۔۔۔ در حضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں ۔۔۔ وہ (انکی) موجودگی اور غیر حاضری میں (انکے) باخبر

غائبی مندیش از نقصانِ شاں ۔۔۔ کو کشد کیں از برائے جانِ شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ ۔۔۔ کیونکہ وہ انکی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے۔

---

۱ قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح ابدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ عور۔ برہنہ۔

۲ تجوّع۔ بھوکا ہونا۔ خلا۔ یعنی معدہ کا خالی ہونا۔ کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے، مصیبت ناک مقام۔ خورد۔ خوراک۔

۳ ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء
اُس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں

در غریبی فرد از کار و کیا[1]
غیر حاضری میں (بھی)، کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و یتیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں

لیک اندر سِر منم یار و ندیم
لیکن در پردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پُشت دارِ جملہ عصمتہائے من
میری تمام حفاظتوں پر اُن کا بھروسہ ہے

گوئیا ہستند خود اجزائے من
گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں[2] و ہاں ایں دلق پوشانِ من اند
خبردار، خبردار، یہ گدڑی پوش میرے ہیں

صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب کر سکتے؟

موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر
(حضرت) موسیٰؑ فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد
ورنہ ایک بد دُعا سے کب کر سکتے

نوحؑ شرق و غرب را غرقاب خود
(حضرت) نوحؑ مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دُعائے لوطِ راد
جوانمرد لوطؑ کی ایک دُعا نہ اکھاڑ سکتی

شہرہائے کافراں را المراد
کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستاں چوں فردوس نشاں
اُن کا جنّت جیسا شہر ہو گیا

دجلۂ آب سیاہ رو بیں نشاں
سیاہ پانی کا دریا، جا نشان دیکھ لے

سوئے[3] شام ست ایں نشان و ایں خبر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے

در رہِ قدسش بہ بینی بر گذر
بیت المقدس کے راستہ میں سرِ راہ تو دیکھ لیگا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)

خود بہر قرنے سیاستہا بدست
(اور) ہر دَور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائیگا

خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائیگا

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد
پہاڑ خون بنجاتے ہیں، اور پھر وہ جم جاتے ہیں

تو نہ بینی خوں شدن کوری رد
تو (انکا) خون بنا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

طرفہ کوری دُور بین و تیز چشم
تو عجیب اندھا ہے کہ دُور بیں اور تیز نگاہ ہے

لیک از اُشتر نہ بیند غیر پشم
لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

---

[1] کار و کیا۔ یعنی کیائے کار، خداوندِ کار رہا۔ از برائے۔ یعنی یہ اولیاء بظاہر بے سہارا اسلئے بنائے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے۔ ندیم ہم مجلس۔ اجزائے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

[2] ہاں۔ تمام اولیاء سیرت کے اعتبار سے ایک ہیں۔ ورنہ۔ یعنی اگر اولیاء کو تائیدِ خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوبِ ہنر۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ راد۔ سخی، جوانمرد۔ المراد یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے۔ دجلہ۔ بغداد کا مشہور دریا، مطلقاً دریا۔

[3] سوئے۔ قومِ لوطؑ کی بستیاں شام کے علاقے میں ہیں۔ سیاستہا یعنی انبیاء کی نافرمانی سزا کا سبب بنی ہے۔ گر بگویم۔ اِن واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے۔ خوں شود۔ یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی۔ انسان اُنکو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے۔ طرفہ کوری۔ انسان کا اندھاپن بھی عجیب ہے۔

مُو بمُو بیند ز صرفہ حرصِ اِنس[1] — رقصِ بے مقصود دانَد ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے — (اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

مُو بمُو بیند ز حرصِ خود بشر — رقصِ اُو خالی ز خیر و پُر ز شر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے — اُس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی — پنبہ را از ریشِ شہوت بر کَنی
اُس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے — شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص[2] و جولاں بر سَرِ میداں کنند — رقص اندر خونِ خود مَرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدانِ (جنگ) میں دکھاتے ہیں — بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند — چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں — جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

مُطرباں شاں از دروں دف می زنند — بحرہا در شورِ شاں کف می زنند
اُن کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں — سمندر اُن کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا بر شاخہا — کف زناں قصاں ز تحریکِ صَبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے — بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

تو نہ بینی[3] لیک بہرِ گوشِ شاں — برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن اُن کے کان کے لئے — کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا را کف زدن — گوشِ دل باید نہ این گوشِ بَدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے — (اسکے لئے) دل کا کان چاہئے نہ کہ بدن کا کان

گوشِ سَر بر بند از ہزل و دروغ — تا بہ بینی شہرِ جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کرلے — تاکہ تو جان کے شہر کو بارونق دیکھے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو — جُز حدیثِ رُوئے اُو چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کرلے — اُس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

سر کشد گوشِ محمدؐ در سخن — کش بگوید در نُبے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کرلیتا ہے — اُن کو اللہ (تعالےٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

سَر بسَر گوش ست و چشم ست این نبی — رحمتِ اُو مُرضع ست و ما صَبی
یہ نبی مجسّم کان اور آنکھ ہیں — ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

[1] مُو بمُو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے۔ رقص۔ دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے۔ رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا کو دنا مناسب نہیں انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانیکا موقع ہے۔

[2] رقص و جولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپکو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ چوں رہند۔ جب اپنے بُرے اخلاق حسد و کبر وغیرہ سے نجات پاجاتے، اور نقص سے بری ہوجاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطرباں۔ قدرت کی طرف سے اُنکے رقص کے اسباب مہیا کردیئے جاتے ہیں۔ مطرباں۔ گانا سُنانے والے۔ کف می زنند۔ سمندر کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی۔ شاخوں ہواؤں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے۔

[3] تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے ہیں لیکن خواص اُنکی آواز و دولاب مستی کُنند۔ شہرِ جاں۔ روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل۔ مذاق۔ سر کشد۔ آنحضورؐ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے اُذُنُ خَیرٍ لَّکُم۔ یعنی آنحضورؐ نیکی سننے والے کان ہیں۔ نُبے۔ قرآن۔ سر بسر۔ یعنی آنحضورؐ ہماری بھلائی کے لئے مجسّم کان اور آنکھ ہیں اور آپکی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں ۔ سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل ۔ ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیۂ قصۂ متعرضانِ پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں کے درپے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند ۔ گردِ معدہ ہر بشر بر می تند
ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے ۔ ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے

تا کجا یابد کبابِ پورِ خویش ۔ تا زند اندر جزا صد زخم نیش
تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے ۔ تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کجا بوئے کبابِ بچہ را ۔ یابد و زخمش زند اندر جزا
تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو ۔ پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری ۔ غیبتِ ایشاں کُنی کیفر بری
تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے ۔ اُن کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بویائے دہانہا خالق ست ۔ کے برد جاں غیرِ آں کو صادق ست
خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے ۔ سوائے اُس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر ۔ باشد اندر گور منکر یا نکیر
اُس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے ۔ قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں دزدیدن امکاں زاں مہاں ۔ نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
اُن بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے ۔ نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و روغن نیست مر روپوش را ۔ راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں ۔ عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرزِشان ۔ بر سرِ ہر ژاژخا و مرزِشان
اُن کے گرز نے بہت زخم لگائے ہیں ۔ ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

گرزِ عزرائیل را بنگر اثر ۔ گر نہ بینی چوب و آہن در صور
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے ۔ اگر تو لکڑی اور لوہا صورۃً نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہ گہے ۔ زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
کبھی کبھی صورۃً بھی نظر آجاتا ہے ۔ اُن سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

ف۱ ایں سخن۔ یہ جسمانی کانوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا۔ تا کجا۔ ہاتھی منہ کو اسلئے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے لحمہائے۔ غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ ہاں۔ غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالٰے سونگھے گا۔ افسوس تمسخر، مذاق۔ منکر یا نکیر۔ یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب کرینگے۔

ف۲ نے دہاں۔ اُن سے منہ نہ چھپایا جا سکے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے نہ بچا جا سکے گا۔ ژاژخا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے مقعد۔ سرین۔

ف۳ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اُسکے آثار دیکھ لے۔ ہم بصورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم — چیست ایں شمشیر بر فرقِ[1] سرم

بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست ! — میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بیند کس از یارانِ او — در جواب آیند ہر یک اے عمو

جبکہ اُسکے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے — ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

مانمی بینیم باشد ایں خیال — چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال

ہمیں نظر نہیں آتا یہ وہم ہو گا — کیسا وہم ، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں — از نہیب ایں خیالے شد کنوں

یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان — اِس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

گرز ہا و تیغہا محسوس شد — پیشِ بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں — بیمار کو، اور اُس کا سر اوندھا ہو گیا

او ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست — چشمِ دشمن بستہ زان و چشمِ دوست

وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اُس کے لئے ہیں — دوست اور دشمن کی آنکھ اُس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و چشمش تیز شد — چشمِ او روشن گہِ خونریز شد

دنیا کا لالچ گیا اور اُس کی آنکھ تیز ہوئی — اُس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مرغِ[2] بے ہنگام شد آں چشمِ او — از نتیجہ کبرِ او و خشمِ او

اُس کی آنکھ بے وقت کا مرغا ہو گئی — اُس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بریدن واجب آید مرغ را — کہ بغیرِ وقت جنباند درا

(اُس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے — جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں[3] نزعے ست جزوِ جانت را — بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را

تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے — جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست — روز و شب مانندِ دینار اشمرست

تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے — دن اور رات اشرفیاں شمار کرنیوالے کیطرح ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف — تاکہ خالی گردد و آید خسوف

بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں — یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

گر زکہ بستانی و نہی بجائے — اندر آید کوہ زاں دادن بپائے

اگر تو پہاڑ سے لیتا ہے اور اسکی جگہ (کچھ) نہ رکھے — اُس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

---

[1] فرق. سر کی مانگ. ایں ارتحال. یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کیلئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے. چہ خیال یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اُسکے اثر سے زمین و آسمان وہم نظر آتے ہیں. نہیب. خوف. منکوس. اوندھا. او ہمی بیند. وہ گرز صرف بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا. حرص. صرف اُسکے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اُسکی آنکھ حرصِ دنیا سے خالی ہو چکی ہے.

[2] مرغ. اگر پہلے سے حرص ختم ہو جاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آجاتی تو نیک اعمال کر سکتا اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کر دیا جاتا ہو.

[3] ہر زماں. ہر آن انسان کے جسم کے اُجزار فنا ہوتے رہتے ہیں اور انکی جگہ دوسرے اُجزار لیتے رہتے ہیں. دینار اشمر. شمار کنندۂ دینار. خسوف. یعنی عمر کے چاند کو گرہن لگ جاتا ہے. گر زکہ. اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہوگے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہو جائیگا.

باگیاہ[1] و برگہا قانع شوید — در شکارِ پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتّوں پر قناعت کرلو — ہاتھی کے بچّوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم زگردن وام نصح — جز سعادت کے بود انجام نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اُتار دیا — نصیحت کا نتیجہ، نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مر شمارا از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تاکہ تمھیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

ہیں[2] مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمع برگ از بیخہاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بنجائے — خوراک کا لالچ تمھیں جڑسے اکھاڑ دیے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادہٗ — پور فیلے فربہے نوزادہٗ
ایک راستہ پر انھوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نو عمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فرو شستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑے — اُس کو چٹ کرگئے (اور) اُنھوں نے ہاتھ دھولئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند[3] داد — کہ حدیث آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اُس کو اُس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو بخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اُس کے لئے اُس کے کباب سے مانع بنی — پُرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید — اوّلاً آمد سوئے حارس دوید
اُس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آپہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اُس کے مُنہ کو اُس نے تین دفعہ سُونگھا — اُس کو کوئی ناگوار بُو نہ آئی

چند بارے گردِ او گشت و برفت — مرورا نازرد آں شہ پیل زفت
چند بار اُس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اُس بڑے موٹے ہاتھی نے اُس کو نہ ستایا

[1] باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھالینا ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ من بروں ناصح نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کردیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

[2] ہیں۔ لالچ کیوجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بٹیا۔ دست۔ یعنی اسکے کباب کھاکر ہاتھ دھولئے۔

[3] پند داد۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیث۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اُس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ گلۂ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اُسکے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پس لبِ ہر خفتہ را بُوئے کرد — بُوئے می آمد وُرا[1] زاں خفتہ مرد

پھر اُس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سُونگھے — اُس کو اُس سوئے ہوئے آدمی سے بُو آتی تھی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بُود — بر درانید و بکُشتنش پیل زُود

کیونکہ اُس نے ہاتھی کے بچّہ کے کباب کھائے تھے — ہاتھی نے اُس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں اُو یک بیک را زاں گروہ — می درانید و نبودش زاں شکوہ

اُس نے فوراً اُس گروہ میں سے ایک ایک کو — پھاڑ ڈالا اور اُس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف — تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف

وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالتا — یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد — تا نیارد خونِ ایشانت نبرد

اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ — تاکہ اُن کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں — زانکہ مال از زور آید در یمیں

یقینی طور پر اُن کے مال کو اُن کا خون سمجھ — اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرِ آں فیل بچگاں کیں کشد — فیل بچّہ خوارہ را کیفر کشد

ہاتھی کے بچّوں کی ماں بدلہ لیتی ہے — ہاتھی کے بچّے کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

فیل بچّہ می خوری اے پارہ خوار — ہم برآرد خصمِ فیل از تو دمار

اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچّہ کھاتا ہے — ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بُوئے[2] رُسوا کرد مکر اندیش را — پیل داند بُوئے بچّہ خویش را

مکر کرنے والے کو بُو نے رُسوا کیا — ہاتھی اپنے بچّہ کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بُوئے حق را از یمن — چوں نیابد بُوئے باطل را ز من

وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سُونگھ لے — وہ میرے باطل کی بُو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مُصطفیٰ چوں بوئے بُرد از راہِ دُور — چوں نیابد از دہانِ ما بخور

مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستہ سے بُو محسوس کر لی — ہمارے مُنہ کی بو کیوں نہ محسوس کریں گے

ہم[3] بیابد لیک پوشاند زما — بُوئے نیک و بد برآید بر سما

وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں — اچھی اور بُری بو آسمان پر پہنچتی ہے

تو ہمی خُسپی و بُوئے آں حرام — می زند بر آسمانِ سبز فام

تو سو جاتا ہے اور اُس حرام کی بُو — نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

---

[1] وُرا۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ۔ خوف، ڈر۔ بر ہوا۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں نبرد معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصمِ فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔

[2] بوئے۔ مکار کو اُس کے مکر کی بُو رسوا کر دیتی ہے۔ آنکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے، اِس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بخور۔ بُو۔

[3] ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود — تا بہ بُو گیرانِ[1] گردوں می رود
وہ تیرے بُرے سانسوں کے ساتھ ہوجاتی ہے — یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بُوئے کبر و بُوئے خشم و بُوئے آز — در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
تکبر کی بُو، غصہ کی بُو، حرص کی بُو — پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہوجاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام — از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے — پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کند — بر دماغ ہمنشیناں بر زند
اُس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی — (اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس[2] دُعا ہا رد شود از بُوئے آں — آں دلِ کژ می نماید در زباں
اُس بُو کی وجہ سے دُعائیں مردود ہوں گی — وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہوجاتی ہے

اِخسئوا آید جواب آں دُعا — چوب رد باشد جزائے ہر دغا
اُس دعا کا جواب، اِخسئوا آتا ہے — ہر دغا (بازی) کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثے کژ بود معنیست راست — آں کژیِ لفظ مقبولِ خداست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں، اور معنی سیدھے ہوں — وہ لفظوں کی ٹیڑھ، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بود معنی کژ و لفظت نکو — آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
اور اگر معنی ٹیڑھے، اور تیرے الفاظ اچھے ہوں — وہ اچھے لفظ، دمڑی کے قابل بھی نہیں

در بیانِ خطائے محبّان کہ بہتر از صوابِ بیگانگاں ست نزدِ محبوب

دوستوں کی اُس غلطی کے بیان میں جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ[3] صدق در بانگِ نماز — حیّ را ہی خواند از روئے نیاز
وہ سچے بلالؓ اذان میں — (لفظ) حیّ کو عاجزی سے ہیّ پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست — ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہاں تک کہ اُن (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے — یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار — یک مؤذّن کو بود افصح بیار
اے اللہ کے رسول اور نبیؐ — ایک زیادہ فصیح مؤذّن لے آئیے

عیب باشد اوّلِ دین و صلاح — لحن خواندن لفظِ حیَّ علَی الفلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہوگا — لفظ حیَّ علَی الفلاح کو غلط پڑھنا

---

[1] بُو گیراں۔ وہ فرشتے جو بدکار کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بوئے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو اسکی بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی چغلی کھانا۔

[2] پس دعاہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہوجاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اِخسئوا۔ دور ہو، دا فرِیَہ کا فرد کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب رد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے۔ یعنی اخلاص کیساتھ نامناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ ور بود۔ اگر دعا میں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ در بیاں۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

[3] بلال۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور مؤذّن حیّ را ہی۔ یعنی لفظ حیّ علی الصلوٰۃ میں حاء حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند۔ منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذّن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کرسکے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشمِ پیغمبر[1] بجوشید و بگفت | یک دو رمزے از عنایاتِ نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے | ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلالؓ | بہتر از صد حیّ حیّ و قیل وقال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا ہیّ | شور وغل کے سیکڑوں حیّ اور حیّ سے بہتر ہے

وامشورانید تا من رازِتاں | وا نگویم زآخر و آغازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز | اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گر نداری تو دمِ خوش در دُعا | رو دعا می خواہ ز اخوانِ صفا
اگر تو دُعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے | جا صفائی والوں سے دعا کرالے

امر کردنِ[2] حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بدہانے خواں مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اُس مُنہ سے پکار جس مُنہ سے تونے گناہ نہ کیا ہو

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا | وقتِ حاجت خواستن اندر دُعا
اِس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰؑ سے فرمایا | دعا میں مراد مانگتے وقت

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ | با دہانے کہ نکردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ | اُس مُنہ سے جس سے تونے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں | گفت مارا از دہانِ غیر خواں
موسیٰؑ نے عرض کیا میرا وہ مُنہ نہیں ہے | فرمایا ہمیں دوسرے کے مُنہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ | از دہانِ غیر بر خواں کاے اِلٰہ
دوسرے کے مُنہ سے تونے کب گناہ کیا ہے | دوسرے کے مُنہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کُن کاں دہانہا مر ترا | در شب و در روزہا آرد دُعا
ایسا کر کہ وہ مُنہ تیرے لئے | رات اور دن دُعائیں کریں

از دہانے کہ نکردستی گناہ[3] | آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ
اُس مُنہ سے جس سے تونے کبھی گناہ نہیں کیا | وہ دوسرے کا مُنہ تیرا عذر خواہ ہوگا

یا دہانِ خویشتن را پاک کُن | روحِ خود را چابک و چالاک کُن
یا اپنے مُنہ کو پاک کر | (اور) اپنی روح کو چُست وچالاک بنا

---

[1] خشم۔ منافقوں کے اعتراض سے آنحضورؐ کو غصہ آیا۔ عنایات۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ ہیّ بلالؓ یعنی بلالؓ کا لفظ حیّ کی بجائے ہیّ کہنا اُس حیّ کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ گر نداری یعنی کہ دعا کی قبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے اگر خود میں اخلاص نہو تو مخلص سے دعا کرالے۔

[2] امر کردن۔ اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ مُنہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ مُنہ گنہگار بھی ہو تو تم نے تو اُس مُنہ کے ذریعہ گناہ نہیں کیا۔ آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے مُنہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا مُنہ تیری اِس مجبوری کیلئے عذر خواہ ہو جائیگا۔ یا دہاں۔ اپنے مُنہ سے دعا کرنی ہے تو اُس کو اور روح کو پاک کرلینا چاہیے۔

ذکرِ حق[1] پاکست چوں پاکی رسید — رخت بر بندد بروں آید پلید

اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی — ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہوجاتی ہے

می گریزد ضدّہا از ضدّہا — شب گریزد چوں برافروزد ضیا

ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں — رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں درآید نامِ پاک اندر دہاں — نے پلیدی ماند و نے آں دہاں

جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام مُنہ میں آتا ہے — نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ مُنہ رہتا ہے

دربیانِ آنکہ اللہ گفتنِ نیازمند عینِ لبیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیازمند کا اللہ کہنا، اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے[2] اللہ می گفتے شباں — تاکہ شیریں می شد از ذکرش لباں

ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا — یہاں تک کہ ذکر سے اسکے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خمُش اے سخت رُو — چند گوئی آخر اے بسیار گو

شیطان نے اُس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ — اے بَک بَک! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو — خود یکے اللہ را لبیک کو

یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے — اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیشِ تخت — چند اللہ می زنی بارُوئے سخت

بیٹھکگاہِ (خداوندی) سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے — تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

اُو شکستہ دل شد و بنہاد سر — دید در خواب اُو خضر را در خضر

وہ دل شکستہ ہوگیا اور لیٹ گیا — اُسنے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ — چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ

انھوں نے کہا ہائیں! تو ذکر سے کیوں رُک گیا — تو اُس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اُس کو پکارتا تھا

گفت لبیکم[3] نمی آید جواب — زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب

اُس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے — اِس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن — کہ برو با اُو بگو اے مُمتحن

اُس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے — کہ جا، اُس سے کہو، اے آزمائش میں پڑنیوالے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست — آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست

وہ تیرا اللہ کہنا ہی، ہماری لبیک ہے — وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

[1] ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اُس میں داخل کردو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

[2] آں یکے۔ یعنی شب کو ذکرِ خداوندی کرتا تھا۔ لبیک۔ یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت۔ یعنی عرشِ باری۔ خضر۔ حضرت خضر کو اسوجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ اُن کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اُگ جاتا ہے۔

[3] لبیکم۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اِس سے مجھے یہ خیال ہوگیا ہے کہ میں مردودِ بارگاہ ہوں۔ ممتحن مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اُس کی جانب سے لبیک ہے۔

۱ نے ترا در کار من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے

نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا و چارہ جوئیہاے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذب ما بود و کشاد ایں پائے تو
ہماری کشش اسے انھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترس و عشق تو کمند لطف ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیر ہر یارب تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

۲ بر دہان و بر دلش قفل ست و بند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تا ننالد با خدا وقت گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

داد مر فرعون را صد ملک و مال
فرعون کو سیکڑوں ملک اور مال دیئے

تا کہ کرد او دعویٰ عزّ و جلال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او درد سر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تا ننالد سوئے حق آں بدگہر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

۳ داد او را جملہ ملک ایں جہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق ندادش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از ملک جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مر خدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ در دو رنج و بار اندہاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

شد نصیب دوستانش در جہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندن بے درد از افسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندن با درد از دل بردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیر لب آواز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شدہ آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کاے خدا اے مستغاث و اے معیں
اے خدا، اے مددگار، اے معین!

---

۱ نے ترا۔ کسی شخص کو عبادت کی توفیق ہونا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی یاد میں لگا دے۔ جذب۔ کشش۔ ترس۔ اللہ کا عشق اُسکی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالےٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا بنجاتا ہے۔

۲ بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اسکو کبھی بھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ درد سر اللہ نے اسکو درد سر سے بھی محروم رکھا ورنہ دعا کا سبب بنجاتا۔

۳ داد او را۔ بیماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسکی عاجزی کو سُنے۔ اندھاں۔ اندوہ کی جمع ہے غم۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا افسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا عشق کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے آں شدہ۔ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اسمیں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ[۵۱] سگ در رہش بے جذبہ نیست
اُسکے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے
زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
اِس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہزن کا قیدی ہے

چوں سگِ کہفے کہ از مُردار رست
اصحابِ کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے نجات حاصل کرلی
بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد او پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے
آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کورا نام نیست
اے مخاطب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جنکا ذکر بھی نہیں ہے
لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن در پردہ وہ اُس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں[۵۲] بدہ از بہرِ آں جام اے پسر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے
بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

زیں کمیں بے حزم و صبرے کس نجست
اِس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا
حزم را خود صبر آمد پا و دست
احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

حزم کن از خور کہ ایں زہریں گیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے
حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

کاہ[۵۳] باشد کو بہر بادے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے
کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے
کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار یہ آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا
من قلاووزم دریں راہِ دقیق
میں اِس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

نے قلاووز ست و نے رہ داند او
وہ نہ رہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے
یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو
اے یوسف! اِس بھیڑیا صفت کیطرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں
چرب و نوشِ دامہائے ایں سرا
اِس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

۵۱ نالہ سگ۔ جب جذبۂ الٰہی طاری ہوتا ہے تب ہی انسان درد کے ساتھ گریہ کرتا ہے۔ چوں سگ۔ اصحابِ کہف کے کتے میں جذب پیدا ہوگیا تھا۔ تا قیامت۔ قطمیر برابر مے وحدت پی رہا ہے۔ اے بسا بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

۵۲ جاں بدہ۔ جامِ محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہیئے۔ صبر کردن۔ مجاہد مجاہدات میں صبر سے کام لیتا ہے تو فتحیاب ہوتا ہے اور جامِ محبت حاصل ہوجاتا ہے۔ کمیں۔ گھات۔ حزم۔ احتیاط، دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو منزل سے بہت دور کر دیتی ہے۔

۵۳ کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا تابع تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہِ گراں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف۔ شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوز۔ راہنما۔ یوسفا۔ حضرت یوسف کے ساتھ بھیڑیے کا تصور عام شاعرانہ تخیل ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

کہ نہ چربے دار دونے نوش او
نہ اُن میں چکنائی ہے، نہ مٹھاس

سحر خواند می دمد در گوش او
وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی[1]
کہ آجا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی

خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہدے میں بدہضمی میں ہوں

یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
یا (کہدے) کیں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سرم درد ست در دِ سر ببر
یا (کہدے) میرے سر میں درد ہے درد سر دور کردے

یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا (کہدے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ[2] یک نوشت دہد با نیشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کے ساتھ دیگا

کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
اُس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کردے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصتت دہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے

ماہیا او گوشت در شستت نہد
اے مچھلی! وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

گر دہد خود کے دہد آں پُر حِیَل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے

جوزِ پوسید ست و گفتار دغل
(اسکے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

زغ زغ زر مغز و عقلت را برد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کردیتی ہے

صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یارِ[3] تو خرجینِ تست و کیسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے

گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تُست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے

ویں برونیہا ہمہ آفاتِ تست
اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں

تو نگوئی مست و خواہانِ من اند
تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ دان
اُن کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ

کہ کند صیاد در مکمن نہاں
جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغ مُردہ پیش بنہادہ کہ ایں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ دیا ہے کہ یہ

می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

---

[1] اے روشنی۔ یعنی اے گھر کی روشنی۔ تخمہ ام۔ یعنی شیطان کے لالچ میں نہ آئے اور مختلف بہانے کرکے اُس کے دام فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔

[2] زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سینکڑوں مضرتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اگر وہ اُس کی عطا بھی پُر فریب ہے۔ زر و غیرہ دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کردیتی ہے۔

[3] یارِ تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اُس پر قناعت کرے۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ خارجی عوامل کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکا سمجھے۔ مکمن۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔

مُرغ پندارد[1] کہ جنسِ اوست آں — جمع آید بر درد شاں پوست آں

پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اُنکی کھال اُدھیڑ دیتا ہے

جُز مگر مُرغے کہ حَزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق

سوائے اُس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہے — تاکہ اُس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حَزمی پشیمانی یقیں — حَزم رامگزار و محکم کُن تو ایں

بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اِس کو مضبوط کرلے

زانکہ بے حَزمی شقاوت بَر دہد — دیں رَوَد از دست و دردِ سَر دہد

اِس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردِ سر پیدا کر دیتا ہے

بشنو[2] ایں افسانہ را در شرحِ ایں — تا شوی حازِم برائے حِفظِ دیں

اِس کی تشریح میں یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بنجائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد

خواندن بہ لابہ و اِلحاح

اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضیٰ — شہری با روستائی آشنا

اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

دیہاتی جب شہر میں آتا — اُس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شُدے — بر دکانِ اُو و بر خوانش بُدے

دو تین مہینے اُس کا مہمان ہوتا — اُس کی دُکان اور اُس کے دسترخوان پر رہتا

ہر حوائج[3] را کہ بودش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں

اُس کی اُس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مُہیا کرتا

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

وہ (دیہاتی) شہری کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لئے آپ کبھی گانوں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار

خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے — کیونکہ یہ موسم، باغ اور نوبہار کا ہے

---

۱ مُرغ پندارد۔ شکاری مُردہ جانور سامنے رکھکر اُسکی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرند اُس سے دھوکا کھا جاتے ہیں گیج۔ احمق ملق۔ چاپلوسی۔

۲ بشنو۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر پریشان ہوا۔ لابہ۔ خوشامد۔ اِلحاح۔ اصرار۔ ما مضیٰ۔ جو کہ گذرا۔ روستائی۔ دیہاتی خرگہ۔ خیمہ۔ بُدے۔ دکان پر ٹھہرتا اور اُسکے یہاں کھانا کھاتا۔

۳ حوائج۔ ضروریات۔ رائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔

یا بتابستاں[1] بیا وقتِ ثمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے

تا بہ بندم خدمتت را من کمر
تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے

در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دہ خوش بُوَد
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے

کشت زار و لالۂ دلکش بُوَد
کھیتیاں اور دلکش لالہ ہوتا ہے

وعدہ دادے شہری او را دفعِ حال
ٹالنے کے لئے شہری اُس سے وعدہ کر لیتا

تا بر آمد بعدِ وعدہ ہشت سال
یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے
وہ (دیہاتی) ہر سال کہتا کہ کب

عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے
آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آگیا

او بہانہ ساختے کامسال ماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اِس سال ہمارے

از فلاں خطہ بیاید[2] میہماں
فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا

از مہمات آں طرف خواہم دوید
ضروریات سے، اُدھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر
اُس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں

بہرِ فرزندانِ تو اے اہلِ بر
آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لکلک آمدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آجاتا

تا مقیمِ قُبّۂ شہری شدے
شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے ز زر و مالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ

خرج او کردے کشادے بالِ خویش
اُس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں
آخری مرتبہ اُس سخی نے تین مہینے

خواں نہادش بامدادان و شباں
صبح اور شام اُس کے لئے دسترخوان بچھایا!

از خجالت باز گفت او خواجہ را
اُس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا

چند وعدہ چند بفریبی مرا
آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

گفت خواجہ جسمم و جانم وصل جوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں

لیک ہر تحویل[3] اندر حکمِ اوست
لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

---

[1] تابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر۔ پھل۔ خیل۔ قبیلہ، گروہ۔ دفعِ حال۔ دفع الوقتی۔ دے۔ یعنی موسم بہار گذر کر موسم خزاں آگیا۔

[2] بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد کی مجبوری ہے لہذا سفر نہ کرسکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات۔ بر۔ نیکی۔ لکلک۔ لقلق آبی پرندہ جس کی ہر ملک میں آمد و رفت مقررہ مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال۔ بازو، دل۔ پہلوان۔ بہادر، سخی۔

[3] تحویل۔ بدلنا، نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے
تا کہ آرد باد را آں بادِ راں[1]
(دیکھو) وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگنداں بدادش کاے کریم
اُس (دیہاتی) نے اُس (شہری) کو پھر قسم دی
گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجئے، آیئے، مزے دیکھئے

دستِ اُو بگرفت سہ کرّت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اُس کا ہاتھ پکڑا
کاللہ اللہ زود آ بنمائی جہد
کہ خدا کے لئے جلد آیئے، کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہر سالے چنیں
دس سال بعد، اور ہر سال اسی طرح کی
لابہا و وعدہائے شکّریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا' اے ابا جان!
ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقہا[2] بر وے تو ثابت کردہ
آپ نے اُس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں
رنجہا در کارِ اُو بس بُردہ
اُس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

اُو ہمی خواہد کہ بعضے حقِ آں
وہ چاہتا ہے کہ اُن میں سے بعض حق
واگزارد چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد مارا اُو نہاں
اُس (دیہاتی) نے ہم سے درپردہ بہت اصرار کیا ہے
کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کہ اُس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں ولے اے سیبویہ
اُس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ
اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[3] تخمِ دمِ آخر بُوَد
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے
ترسم از وحشت کہ آں فاسد شَوَد
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ جائے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل ملاپ بُرّاں تلوار کی طرح ہوتا ہے
ہمچو دَے در بوستان و در زروع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نوبہار
ایک میل ملاپ نوبہار فصل کی طرح ہوتا ہے
زو عمارتہا و دخلِ بے شُمار
جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

حزم آں باشد کہ ظنِّ بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے
تا گریزی و شوی از بد بری
تاکہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

---

[1] بادِ راں۔ ہوا چلانیوالا یعنی اللہ تعالےٰ۔ کرّت۔ بار، مرتبہ۔ لابہا خوشامدیں۔ ماہ و ابر یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔

[2] حقہا۔ چونکہ تو نے اسکی بہت خدمت کی ہے وہ اُسکا بدلہ دینا چاہتا ہے۔ بس وصیت۔ ہم سے چپکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اُس کے گاؤں میں لے آئیں۔ سیبویہ۔ مشہور نحوی گذرا ہے یہاں مطلقاً عقلمند مراد ہے۔

[3] دوستی۔ یعنی دوستی بھی اُن نیکیوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ وحشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ صحبتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ دخل۔ آمدنی۔ ظنِ بد۔ یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حَزم سوءُ[١] الظّن فرمود آں رسول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

ہر قدم را دام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

رُوئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے

ہر قدم دامے ست کم راں گوستاخ
(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

آں بزِ کوہی دَوَد کہ دام کُو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

چوں بتازد دامش اُفتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اُسکے گلے میں پھنس جاتا ہے

آنکہ می گفتی کہ کُو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے! یہ ہے دیکھ

دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا گھات کو نہ دیکھا

بے کمین و دام و صیّاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

آنکہ[٢] گُستاخ آمدند اندر زمیں
جو لوگ اِس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

اُستخوان و کَلّہاشاں را ببیں
اُن کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

چوں بگورستاں روی اے مُرتضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

استخواں شاں را بپرس از ماضیٰ
اُن کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت کے بدمست

چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

چشم[٣] اگر داری تو کورانہ مَیا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

آں عصائے حَزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

ور عصائے حَزم و استدلال نیست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

بے عصا کش در سرِ ہر رہ مایست
لاٹھی پکڑنیوالے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اِس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے

تاکہ پائے از سنگ و از چہ وارہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پاجائے

١ سوء الظن۔ بدگمانی۔ گستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبانِ حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دُنبہ۔ چکدی، مجازاً خاص قسم کا بکرا جس کے چکدی ہوتی ہے۔

٢ آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا۔ اُن سرکشوں کا انجام اُن کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کرلو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ ماضی۔ گذشتہ۔ تا بظاہر۔ قبرستان جاکر کھلم کھلا غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لوگے۔

٣ چشم اگر داری۔ غلطی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ عصا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ می کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

کور لرزاں و بترس و احتیاط — می نہد پا تا نیفتد در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے، تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اے ۱ زدودے جستہ در نارے شدہ — لقمہ جُستہ لقمۂ مارے شدہ
اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گِرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں را و رسیدن بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلتِ شکر و نعمت حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا اُن کو سرکش بنا دینا اور اُن میں کفر اور سرکشی کی
بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا
کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اُسکو صرف صدائے (بازگشت) سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنیٔ ہوش کہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کیلئے راستہ نہیں ہے

او ہمی بانگے کُند بے گوش و ہوش — چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چُپ ہو گیا وہ بھی چُپ ہو گیا

داد ۲ حق اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذاردند آں بدرگاں — در وفا بودند کمتر از سگاں
اُن بدطینتوں نے اُس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفاداری میں کتّوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اُس در پر کمربستہ ہو جاتا ہے

پاسبان و حارسِ در می شود — گرچہ بر وے جور و سختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اُس پر ظلم اور سختی ہو

ہم براں در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے را اختیار
اُسی دروازے پر اُس کی بود و باش ہو جاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

ور ۳ سگے آید غریبے روز و شب — آں سگانش می کنند آں دم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے رات یا دن (میں)، — وہ کُتّے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

ف۱ اے زدودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اُس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا۔ یعنی اس قصہ کو سُنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

ف۲ دادِ حق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور اُنکی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حقِ آں۔ یعنی اُن نعمتوں کا شکریہ۔ حارِس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام۔

ف۳ ور سگے۔ اجنبی کتّے پر مقامی کتّوں کا بھونکنا گویا کہ اُس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔

کہ بروآنجا کہ اوّل منزل ست — حقّ آں نعمت گروگانِ دل ست[1]

کر وہاں جا، جہاں پہلا گھر ہے — اُس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش کہ برو بر جائے خویش — حقّ آں نعمت فرو مگذار پیش

وہ اُس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا — اُس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل واہلِ دل آبِ حیات — چند نوشیدی و وا شد چشمہات

دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات — تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی — از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی

سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا — دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کر دی ہے

باز ایں در را رہا کردی زحرص — گردِ ہر دُکّاں ہمی گردی زحرص

پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا — حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں مُنعمانِ چرب دیگ — میدوی بہرِ ثرید اے مُردہ ریگ

چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر — اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

چربِش[3] آنجا داں کہ جاں فربہ شود — کارِ نا اُمید آنجا بہ شود

چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے — مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰؑ ست خوانِ اہلِ دل — ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل

اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰؑ کا گرجا گھر ہے — خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرتِ عیسیٰ علیہ السّلام جہتِ طلبِ شفا بدعائے اُو

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر پر ہر صبح کو ان کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔

جمع گشتندے زہر اطراف خلق — از ضریر و لنگ و شل و اہلِ دلق

مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی — اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰؑ صباح — تا بدم شاں وارہاند از جناح

صبح کو (حضرت) عیسیٰؑ کے گرجا گھر کے دروازے پر — تاکہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

اُو چو گشتے فارغ از اورادِ خویش — چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش

جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے — وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

[1] گروگاں۔ گروی۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح گھر کا پہلے مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اُسکو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس غذا۔ مرید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ مُنعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ گرجا گھر حضرت عیسیٰؑ کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شفاخانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل۔ اپاہج۔ دلق۔ گدڑی۔ جناح۔ گناہ یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ انسان کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوق[1] جوقِ مبتلا دیدے نزار — نشستہ بر در در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے — امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دعا کردے و گفتے از خدا — حاجت و مقصود جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے — تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہوگئی ہے

گفتے اے اصحابِ آفت از خدا — حاجتِ این جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے — تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا — سوئے غفاری و اکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے — اللہ کی خطابخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں[2] چوں اشتران بستہ پائے — کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح — جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھول دیا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رواں — از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہوگئے — فوراً (حضرت) عیسیٰؑ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل — زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی — خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے توقف[3] جملہ شاداں دراماں — از دعائے او شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف — اُن کی دعا سے دوڑتے چلتے جاتے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم — تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے — تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں — از دمِ میمونِ آں صاحب قراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے — اُس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش — یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے — مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحتیاب ہوا ہے

چنداں لنگی تو رہوار شد — چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے — کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہوگئی ہو

اے مغفل رشتہ بر پائے بند — تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسّی باندھ لے — تاکہ اے خودرائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

[1] جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ بشستہ۔ نشست۔ گفتے۔ حضرت عیسیٰؑ دعا کے بعد فرما دیتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرمادی ہے۔

[2] جملگاں۔ تمام مریض مرضوں کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔

[3] بے توقف۔ فوراً۔ پادواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دم میمون۔ با برکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہو اُس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مغفل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند۔

ناسپاسی و فراموشیِ تو — یاد ناورد آں عسلِ[1] نوشیِ تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے — تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شُد — چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شُد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہوگیا — جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کُن — ہمچو ابرے گریہائے زار کُن
جلد اُن کے پاس پہنچ جا اور توبہ کرلے — ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد — میوہائے پُختہ بر خود وا کفد
تاکہ اُن کا باغ تیری جانب کھلے — پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد و کم از سگ مباش — باسگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اُسی در کا چکر کاٹ، کُتے سے کم نہ ہو — اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کُتے کا ساتھی ہوگیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند — کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کُتے، کُتوں کے لئے ناصح ہیں — کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اوّل کہ خوردی استخواں — سخت گیر و حق گذاری را مماں
وہ پہلا دروازہ جس پر تونے ہڈی کھائی ہے — سخت پکڑلے اور حق گذاری سے نہ مُڑ

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود — وز مقامِ اوّلیں مُفلح شود
وہ اُس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے — اور پہلے مقام پر کامیاب ہوجائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو — با ولیِ نعمتت باغی مشو
اُس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کُتے جا — اپنے مُحسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش — پاسبان و چابک و بر جستہ باش
اُسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ — محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش — بیوفائی را مکُن بیہودہ فاش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن — بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار — رَو سگاں را ننگ و بدنامی میار
وفاداری جبکہ کُتوں کا شعار ہے — جا کُتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بیوفائی چوں سگاں را عار بود — بیوفائی چوں رَوا داری نمود
جبکہ بیوفائی کُتوں کیلئے ذلت ہے — تونے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

۱۔ عسل نوشی۔ یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کرلے۔ کفد۔ کفیدن بمعنی پھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہوگیا ہے تب بھی اُس در کو نہ چھوڑ۔ مماں۔ نہ رک۔

۲۔ می گزندش۔ دوسرے کُتوں کا اُس کُتے کو کاٹنا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مُفلح۔ کامیاب۔

۳۔ طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کُتوں کی وفاداری مشہور ہے لہذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بیوفائی۔ بے وفائی کُتوں کے لئے عار و ذلت ہے تونے اپنے لئے اُسکو کیوں پسند کیا ہے۔

حق تعالیٰ[1] فخر آورد از وفا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے

گفت مَن اَوفیٰ بِعَهدِ غیرُنا
فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

بیوفائی داں وفا با رَدِّ حق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ

بر حقوقِ حق ندارد کس سبق
اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے

نور را ہم نور شو با نار نار
نور کے لئے نور بن، آگ کے لئے آگ

جائے گُل گُل باش و جائے خار خار
پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

حقِّ مادر[2] بعد ازاں شُد کاں کریم
ماں کا حق اُس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے

کرد او را از جنینِ تو غریم
تیرے حمل کا اُس کو مقروض بنایا

صورتے کردت درونِ جسمِ او
اُس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی

داد در حملش ترا آرام و خُو
(اور) اُس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

ہمچو جُزوِ مُتّصل دید او تُرا
اُس نے تجھے اپنا ملا ہوا جُزو سمجھا

مُتّصل را کرد تدبیرش جُدا
اُس (اللہ) کی تدبیر نے جُڑے ہوئے کو جدا کر دیا

حق ہزاراں صَنعت و فن ساختت
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے

تا کہ مادر بر تو مہر انداختت
اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

پس[3] حقِ حق سابق از مادر بُوَد
تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا

ہر کہ آں حق را نداند خر بُوَد
جو اُس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ (پیدا کیا)

با پدر کردش قریں آں خود مگیر
اُس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے

آنکہ دانم وانکہ نے ہم آنِ تو
جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

تو بفرمودی کہ حق را یاد کُن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر

زانکہ حقِّ من نمیگردد کہن
کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یاد کُن لُطفے کہ کردم آں صبوح
(تو نے فرمایا) اُس مہربانی کو یاد کر جو اُس صبح کو میں نے کی

با شما از حفظ در کشتیِ نوحؑ
تمہارے ساتھ نوحؑ کی کشتی میں حفاظت کر کے

اصل و اجدادِ شما را آں زماں
اُس وقت تمہاری اصل اور باوا دادا کو

دادم از طوفان و از موجش اماں
میں نے طوفان اور اُس کی موج سے امن دی

---

[1] حق تعالیٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے۔ ردِّ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہِ الٰہی ہیں اُن سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بُروں سے بُرائی کرنی چاہیئے۔

[2] حقِّ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اُس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فعل سے ثابت ہوا ہے۔ صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔ جُدا۔ یعنی تیری پیدائش ہوئی۔ حق ہزاران۔ ماں کی محبت سے قبل اللہ کے حقوق ثابت ہو چکے ہیں۔

[3] پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوند۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کُن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اُس احسان کو یاد کرو کہ نوحؑ کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آب آتش خو زمیں بگرفتہ بود — موجِ او بر اوجِ کہ رامی ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی — اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

حفظ کردم من نہ کردم ردِّ تاں — در وجودِ جدِّ جدِّ جدِّ تاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں برد ود نہ بنایا — تمہارے دادا، پردادا، سگڑدادا کے وجود میں

چوں شُدی سر رشتہ یا چوں زنم — کار گاہِ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہوگیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟ — اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی — از گمانِ بد بداں سو می روی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟ — بدگمانی کی وجہ سے اُس جانب جا رہا ہے

منؔ ز سہو و بیوفائیہا بری — سوئے منؔ آئی گمانِ بد بری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں — تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد بر آنجا بر کہ تو — می شوی در پیش ہمچوں خود دو تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو — اپنے جیسے کے سامنے دُہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت — گر ترا پرسم کہ گو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے — اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بریں — یارِ فسقت رفت در قعرِ زمیں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا — تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی در میانہ آنچناں — بے مدد چوں آتشے از کارواں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح — بے مدد جیسے قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ او گیر اے یارِ دلیر — کو منزّہ باشد از بالا و زیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے — جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود — نے چو قاروں در زمیں اندر رود
نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے — نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لامکاں — چوں بمانی از سرا و از دکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہوگا — جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

او برآرد از کدورتہا صفا — مر جفا ہائے ترا گیرد وفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے — تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

لہ آب آتش۔ یعنی پانی آگ کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اُس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چوں شدی۔ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اس کو تباہ نہ کرے گا۔ چوں فدائے۔ اس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

لہ من ز سہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمانِ بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کیجا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو فانی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔ یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے۔ چوں آتشے۔ قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

لہ دامنِ او۔ اُس ذات سے تعلق پیدا کرو جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زیرِ زمین چلا جائے۔ با تو باشد۔ جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ رہے۔ او بر آرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتی ہے۔

چوں[1] جفا آری فرستد گوشمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے
تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال
تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وِردے ترک کردی در روش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے
بر تو قبضے آید از رنج و تپش
رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بُوَد یعنی مکُن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر
ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش[2] ازاں کایں قبض زنجیرے شود
اِس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے
ایں کہ دلگیر ست پاگیرے شود
جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا
تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش
خبردار! اِس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شُد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے
قبضہا بعد از اجل زنجیر شُد
موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعطِ مَن اَعرَضَ ھُنَا عَن ذِکرِنَا
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اُسکو دینگے
عِیشَۃً ضَنکًا وَ نَحشُر بِالعَمیٰ
تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

دزد[3] چوں مالِ کساں را می بَرد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے
قبض و دلتنگی دلش را می خلد
قبض اور دلتنگی اُس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے
قبضِ آں مظلوم کز شرت گریست
یہ قبض اُس مظلوم (کی دعا) کا (اثر) ہے جو تیرے شر سے روتا ہے

چوں بدیں قبض التفاتے کم کُند
جب وہ اِس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے
بادِ اصرار آتشش را دَم کند
اصرار کی ہوا اُس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا
گشت محسوس آں معانی زد عَلَم
وہ محسوس بن گیا، معنیٰ نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زنداں شُد ست و چار میخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے
قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اُتار دیتی ہے

بیخِ پنہاں بود ہم شُد آشکار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی
قبض و بسطِ خویش را بیخے شمار
اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

[1] چوں جفا۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کیطرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ ورد وے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں۔ ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنجِ معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بشکل زنجیر ہو جائے گی۔ نُعطِ۔ یعنی ترکِ عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھاپن اختیار کرے گی۔

[3] دزد۔ گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اِس معصیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اِس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو نتیجہ میں یہی دل تنگی ظاہری گرفت بنجاتی ہے۔ قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اور نیکی پر انشراحی کیفیت۔

چونکہ بیخِ بد بُوَد زودش بکَن — تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بُری ہو اُس کو جلد اُکھاڑ دے — تاکہ کوئی بُرا کانٹا چمن میں نہ اُگے

قبض[۱] دیدی چارۂ آں قبض کُن — زانکہ سرہا جملہ می روید زبُن
تونے قبض دیکھ لیا اُس قبض کی تدبیر کر — کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اُگتی ہیں

بسط دیدی بسطِ خود را آب دِہ — چوں برآید میوہ با اصحاب دِہ
تونے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر — جب پھل آجائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا — باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ — پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا
اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام — کارِ شاں کُفرانِ نعمت با کرام
وہ اہلِ سبا منجملہ بچّوں کے بے عقل تھے — ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کُفرانِ نعمت در مثال — کہ کُنی با مُحسنِ خود تو جدال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے — کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ نمی[۲] باید مرا ایں نیکوئی — من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیئے — تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لُطف کُن ایں نیکوئی را دُور کُن — من نخواہم چشم زودم کور کُن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دُور کر دے — میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں، مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند بَاعِدْ بَیْنَنَا — شَیْنُنَا خَیْرٌ لَّنَا خُذْ زَیْنَنَا
تو (اہل) سبا نے کہا ہمیں دُور دُور کر دے — ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے، ہماری زینت لے لے

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ — نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں — نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیکِ ہمدیگر بدست — آں بیابان ست خوش کانجا دد ست
ایک دوسرے سے قریب شہر بُرے ہیں — وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یَطْلُبُ[۳] الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَاءَ — فَاِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ اَنْکَرَ ذَا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے — جب جاڑا آتا ہے اُس کو بُرا سمجھتا ہے

---

۱ قبض دیدی۔ گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اُسکا علاج کرکے ازالہ کر لینا چاہیئے بسط دیدی۔ نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اُس میں اضافہ کی کوشش کرنی چاہیئے۔ چوں برآید۔ انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اُس سے فیض پہونچائے۔ ز اہلِ صبا یعنی وہ بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفراں۔ کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کیجائے۔

۲ کہ نمی باید۔ اہل سبا نے کفران کی یہ صورت اختیار کی کہ اُن نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اُسکے خلاف تمنا شروع کردی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا۔ اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ انکی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن اُنھوں نے اُن دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اُسکے خلاف تمنائیں شروع کردیں۔

۳ یطلب۔ انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کر دیتا ہے۔

فَهُوَ لَا یُرْضٰی بِحَالٍ اَبَدًا　　لَا بِضِیْقٍ لَا بِعَیْشٍ رَّغَدًا

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے　　نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ　　کُلَّمَا نَالَ الْھُدٰی اَنْکَرَہٗ

انسان غارت ہو، کس قدر ناشکرا ہے　　جب ہدایت پالیتا ہے اُس کا انکار کرتا ہے

نفس[1] زیں سان ست زاں شد کشتنی　　اُقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ گفت آں سنی

نفس ایسا ہی ہے اسوجہ سے وہ گردن زدنی ہے　　تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اُس بزرگ نے فرمایا

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی　　در خلد واز زخم او تو کے جہی

یہ گوکھرو ہے اُس کو جس جانب سے بھی رکھے گا　　وہ چبھے گا اُس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ[2] ترکِ ہوا در خار زن　　دست اندر یارِ نیکو کار زن

خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے　　نیکو کار، دوست کو پکڑ لے

چوں ز حد بردند اصحابِ سبا　　کہ بہ پیشِ ما وبا بہ از صبا

جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے　　کہ ہمارے لئے وبا، صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند　　از فسوق و کفر مانع می شدند

نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی　　بدمعاشی اور کفر سے انھوں نے روکا

قصدِ[3] خونِ ناصحاں می داشتند　　تخمِ فسق و کافری می کاشتند

تو نصیحت کرنیوالوں کو قتل کرنیکا ارادہ کرتے تھے　　بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں　　از قضا حلوا شود رنجِ دہاں

جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے　　قضا سے حلوا مُنہ کی کلفت بن جاتا ہے

گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَا　　تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذَا جَاءَ الْقَضَا

فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے　　(اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقتِ قضا　　تا نہ بیند چشم کحلِ چشم را

قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں　　تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکرِ آں فارس چو انگیزید گرد　　آں غبارت ز استعانت دور کرد

اُس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی　　(اور) اُس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار　　ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار

شہسوار کی طرف جا، غبار کی جانب نہ جا　　ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

---

[1] نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آن سنی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خار سہ پہلو۔ نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

[2] آتش۔ نفس کے خار کو پھونکنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کردے۔ وبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ وبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ از فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

[3] قصد۔ اہلِ سبا، نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہوئے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے۔ چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ چشم۔ سرمہ جو آنکھ کیلئے مفید ہے اُس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اسوقت اللہ سے مدد مانگنی چاہئے۔

گفت[1] حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اِس بھیڑیئے نے کھایا اُس کو خدا نے فرمایا
دید گردِ گرگ چوں زاری نکرد
جب اُس نے بھیڑیئے کی گرد دیکھی فریاد کیوں کی

اُو نمیدانست گردِ گرگ را
وہ بھیڑیئے کے غبار کو نہ پہچان سکا
با چنیں دانش چرا کرد اُو چَرا
اِس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

گوسفندان بوئے گرگِ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں بھیڑیئے کی بُو
می بدانند و بہر سُو می خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغزِ حیوانات بُوئے شیر را
حیوانات کا دماغ شیر کی بُو کو
می بداند ترک می گیرد چَرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیرِ خشم دیدی باز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس جا
با مُناجات و حَذر انبار گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

وا نگشتند آں گروہ از گردِ گرگ
وہ لوگ بھیڑئیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے
گرگِ محنت بعدِ گرد آمد سُترگ
گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آگیا

بر دَرید آں گوسفنداں را بخشم
اُس نے غصہ سے اُن بکریوں کو پھاڑ ڈالا
کہ زچوپانِ خرد بستند چشم
جنھوں نے عقل کے گڈریئے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

چند[2] چوپاں شان بخواند و نامدند
گڈریئے نے اُن کو بہت بُلایا، وہ نہ آئے
خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند
گڈریئے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

کہ برو ما از تو خود چوپاں تریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں
چوں تبع گردیم ہر یک سَروریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طعمہ گرگیم و آنِ یار نے
ہمیں بھیڑئیے کا لقمہ بننا منظور، ہم دوست کی ملک
ہیزمِ ناریم و آنِ عار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے ملوک نہیں ہیں

حمیتے بُد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی
بانگِ شومی بر دِمنشاں کرد زاغ
اُن کی کوڑی پر کوّے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہر[3] مظلوماں ہمی کندند چاہ
اُنھوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا
در چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنوئیں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستینِ یوسفاں بشگافتند
اُنھوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں
آنچہ می کردند یک یک یافتند
اُنھوں نے جو کچھ کیا ایک ایک کا بدلہ پایا

---

[1] گفت ۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے ۔ او نمیدانست ۔ بکری چرنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیے کی گرد کو نہیں دیکھتی ۔ گوسفند ۔ بکری اور حیوانات اپنی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ بوئے ۔ جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں ۔ وانگشتند ۔ غضب کے آثار کو دیکھکر بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب در مصائب میں گرفتار ہوگا۔

[2] چند چوپاں ۔ نصیحت کرنے والوں نے انکو نیکی کی دعوت دی لیکن انھوں نے نہ مانا اور انکو غلط کیا ۔ کہ برو ۔ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود اپنی بھلائی کو سمجھتے ہیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے ۔ طعمۂ گرگیم ۔ ہمیں ہلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے ۔ ہیزم ۔ ہلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے حمیتے ۔ انکے دماغ میں جاہلیت گھسی ہوئی اور اوپر الّو بول رہا تھا۔

[3] بہر مظلوماں ۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اُس ظلم میں پھنس گئے ۔ پوستین ۔ نصیحت کرنیوالوں کو ذلیل کیا اور اُس کی سزا انھوں نے بھگتی۔

کیست[1] یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل
چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر اُستن بستۂ
تو نے جبرئیل کو سُتون سے باندھا ہے
پرّ و بالش را بصد جا خستۂ
اُسکے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ اُو گوسالہ بریاں آوری
تو اُس کے سامنے بھُنا ہوا بچھڑا لاتا ہے
گہ کشی اُو را بکہداں آوری
کبھی اُس کو کھینچتا ہے اور چرے کے پاس لاتا ہے

کہ بخور اینست مارا لوت پوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے
نیست اُو را جز لقاء اللہ قوت
(حالانکہ) اُسکی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
وہ مصیبت زدہ اِس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے
میکند از تو شکایت با خدا
خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن
کہ اے خدا اِس بوڑھے بھیڑیئے سے فریاد ہے
گویدش نک وقت آمد صبر کن
وہ اُس سے کہتا ہے اب وقت آگیا ہے صبر کر

دادِ تو واخواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا
داد کہ دہد جز خدائے دادگر
سوائے مُنصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

او[2] ہمی گوید کہ صبرم شُد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا
در فراقِ روئے تو یا ربّنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم در ماندہ در دستِ یہود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں
صالحم افتادہ در حبسِ ثمود
میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے
یا بکُش یا باز خوانم یا بیا
یا مار ڈال یا مجھے واپس بُلالے یا تو آجا

با فراقت[3] کافراں را تاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے
کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے
ہر یکے یا لیتنی کُنتُ تُراب
ہر ایک، کاش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو اینست کو خود زاں سوست
جو اُس جانب کا ہے اُس کا یہ حال ہے
چوں بُود بے تو کسے کانِ توست
تیرے بغیر اُس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے

[1] کیست۔ اہلِ سبا کیلئے یوسف خود اُنکا وہ دل تھا جو طالبِ حق تھا۔ چوں اسیرے۔ اِس دل کو اُنھوں نے نفسِ امارہ کا قیدی بنا دیا تھا۔ جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم کے سُتون سے باندھ دیا ہے اور اُس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ او۔ اُس روح کو مادی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ کہ بخور۔ روح کی غذا مادی نہیں ہے اُس کی غذا ذکر اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روحِ انسانی، انسان کے اِس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفسِ امارہ۔ گویدش۔ خدا اُس روح سے فرماتا ہے۔

[2] او ہمی گوید۔ خدا کے صبر دلانے پر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے ہاتھوں مادی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضورؐ کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالحؑ کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکُش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کر دے یا مجھے اپنے پاس بلالے یا تو میرے پاس آجا۔

[3] با فراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کرسکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے۔ یا لیتنی۔ یعنی فراق کے وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔

حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ[۵۱] — لیک بشنو صبر آور صبر بہ
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل — لیکن سُن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم زن — کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح قریب ہے چُپ ہوجا سانس نہ لے — کہ باہر نکلنے کا وقت آپہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامُش کم خروش — من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش
صبح نزدیک ہے چُپ ہوجا شور نہ کر — میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو — داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے — تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

ہیں تحمل کن برو خاموش شو — کمترک جُنباں زباں رو گوش شو
ہاں برداشت کر، جا چُپ ہو جا — زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد ہیں باز گرد اے یار گرد — روستائی خواجہ را در خانہ برد
(بات) حد سے گذر گئی اے بہادر یار واپس چل — دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ — آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے — وہ بتا کہ خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

بقیۂ قصۂ رفتن خواجہ بدعوتِ روستائی بدہ
دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے گاؤں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملّق شیوہ کرد — تاکہ حزمِ خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا — کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیرہ شد — تا زلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہوگیا — یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہوگیا

ہم ازینجا کودکانش در پسند — نرتع[۵۲] و نلعب بشادی می زدند
ساتھ ہی ادھر سے اُس کے بچے خوشی میں — "ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

ہمچو یوسف کش ز تقدیرِ عجب — نرتع و نلعب ببُرد از ظلِّ اب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جنکو عجیب تقدیر کی وجہ سے — "ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" نے باپ کے سایہ سے محروم کردیا

آں[۵۳] نہ بازی بلکہ جانبازی ست آں — حیلہ و مکر و دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے — یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

۵۱ نزہ۔ منزہ، بزرگوار۔ صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے حضرت لوطؑ کی تسلی کے لئے کہا تھا اب صبح قریب ہے اِن بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیا جائیگا۔ تملق۔ خوشامد، چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ، عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔

۵۲ نرتع و نلعب۔ ہم کھائنگے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا۔ ظلّ اب۔ انہی جملوں نے حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے سایۂ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

۵۳ آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسفؑ کی جان لینے کی بازی تھی حیلہ اور مکر اور دغا بازی تھی۔

بر تحیہ[۱] از یارت جُدا انداز د آں
جو تجھے دوست سے دُور پھینک دے

مشنو آں را کاں زیاں وار دیاں
اُس کو نہ سُن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سُود صد در صد مگیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے

بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی

گفت اصحاب نبیؐ را گرم و سرد
نبیؐ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر

جمعہ[۲] را کردند باطل بے درنگ
بلا توقف انھوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تا نباید دیگراں ارزاں خرند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں

زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھالیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز
پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے

با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
اُن دو تین غریبوں کیساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

کوفت طبلِ لہو بازر گانیے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا

چوں شتاں برید از ربانیے
تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قَدْ فَضَضْتُمْ نَحْوَ قَمْحٍ هَائِمًا
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار

ثُمَّ خَلَّيْتُمْ نَبِيًّا قَائِمًا
پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہرِ گندم تخمِ باطل کاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا

واں رسولِ حق را بگذاشتید
اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ اُو خیر من لہو ست و مال
اُس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے

بیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
خبردار کس کو چھوڑا ہے، آنکھ مل

خود نشد حرصِ شمارا ایں یقیں
[۳] تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا

کہ منم رزاق خیر الرازقیں
کہ میں رازق، رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے

کے توکلہات را ضائع کند
وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں
تو گیہوں کے لئے اُس سے جدا ہوگیا

کہ فرستاد ست گندم زآسماں
جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

۱ بر تحیہ. تجارت بھی دوست سے جُدائی کا سبب ہے اُس کو نہ سننا چاہیے اگرچہ وہ معمولی فائدے کے لئے بڑا نقصان نہ گوارا کرنا چاہیئے۔ ایں شنو. سورۂ جمعہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا آنا فروخت کرنے کو قافلہ آیا، اُس وقت آنحضورؐ نماز جمعہ پڑھ رہے تھے۔ صحابہ آٹا خریدنے کے شوق میں آنحضورؐ کو نماز پڑھاتے چھوڑ کر چلے گئے اس پر صحابہؓ مورد عتاب ہے انھوں نے تھوڑے سے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دورانِ نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔

۲ جمعہ را یعنی نماز جمعہ۔ بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبۂ جمعہ مراد لیا جائے۔ جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جائے۔ دو سہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے۔ ربانی۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بہر گندم۔ قافلہ کے طبل پر گیہوں کا آٹا خریدنے چلے گئے تھے۔ چشمے بمال۔ آنکھ ملکر غور سے دیکھو۔ خود نشد۔ اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔

۳ آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ ازاں نبی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہونا تھا۔

کمتر[۵۱] از بطِ نیستی آخر در آب ‌‌ ‌ ‌ کو دہد مر بازِ داعی را جواب

آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے ‌ ‌ ‌ جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں

باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز ‌ ‌ ‌ تا ببینی دشتہا را قند ریز

باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل ‌ ‌ ‌ تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بطِ عاقل گویدش کاے باز دور ‌ ‌ ‌ آب ما را حصنِ امن ست و سرور

عقلمند بطخ اُس سے کہتی ہے کہ اے باز جا ‌ ‌ ‌ پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب ‌ ‌ ‌ ہیں بہ بیروں کم روید از حصنِ آب

اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو ‌ ‌ ‌ خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را[۵۲] گوئید رَو رَو باز گرد ‌ ‌ ‌ از سرِ ما دست دار اے پایمرد

باز سے کہہ دو، جاجا واپس ہوجا ‌ ‌ ‌ اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہوجا

ما بری از دعوتت دعوت ترا ‌ ‌ ‌ ما نہ نوشیم ایں دمِ تو کافرا

ہم تیری دعوت سے بری ہیں، تیری دعوت تجھے ‌ ‌ ‌ اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

حصن ما را قند و قندستاں ترا ‌ ‌ ‌ ما نخواہیم ہدیہات بستاں ترا

قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو) ‌ ‌ ‌ ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم ‌ ‌ ‌ چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی ‌ ‌ ‌ جبکہ لشکر ہے، جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ روستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید ‌ ‌ ‌ بس بہانہ کرد با دیوِ[۵۳] مرید

پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے ‌ ‌ ‌ سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کارہا دارم مُہم ‌ ‌ ‌ گر بیایم آں نگردد منتظم

کہا اِس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں ‌ ‌ ‌ اگر میں چلا جاؤں گا اُن کا انتظام نہ ہوسکیگا

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است ‌ ‌ ‌ ز انتظارم شاہ شب نغنودہ است

بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے ‌ ‌ ‌ میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

---

۵۱ کمتر از بط۔ بطخوں نے باز کی دعوت پر بڑے فائدے کو نہ چھوڑا انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ باز۔ باز خشکی کا پرند ہے اور بطخیں آبی ہیں باز نے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشتہا۔ جنگلوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کیلئے تھا۔

۵۲ بازرا جب شیطان لالچ دلائے اُسکو دھتکار دو۔ ایں دم تو۔ یہ تیرا دھوکا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے۔ چونکہ۔ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہئے۔ علم جھنڈا۔ حازم۔ پختہ کار، ہوشیار۔

۵۳ دیو مرید۔ سرکش شیطان یعنی دیہاتی۔ کارِ نازک۔ نازک کام۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد — من نتانم شد برِ شہ روئے[۵۱] زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا — میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگِ خاص — میرسد از من ہمی جوید مَناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی — آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو روا داری کہ آیم سوئے دِہ — تا در ابرو افکند سلطاں گِرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آ جاؤں — یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود را زیں مگر مدفون کنم
اس کے بعد اُس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟ — ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

زیں نمط اُو صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حکمِ حق نفتاد جُفت
اس طرح کے اُس نے سینکڑوں بہانے بنائے — (لیکن) حیلے حکمِ خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرّے حیلہ گری کریں — آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند اُو خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے — یہ اپنے آپ کو اُس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے — (اُس سے)، نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[۵۲] از خورشید می بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رُو
سورج سے اُس پر آگ برستی ہے — وہ اُس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو — شہر ہا را میکند ویراں برو
وہ اگر اُس پر بارش کا طوفان برسائے — اُس پر شہروں کو ویران کرے

او شدہ تسلیم اُو ایوبؑ وار — کہ اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
وہ (حضرت) ایوبؑ کی طرح اپنے آپ کو اُسکے سپرد کئے ہوئے ہے — کہ میں قید کی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سر مکش — چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
اے وہ کہ تو اِس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر — جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خلقناکم[۵۳] شنیدی من تراب — خاک باشی جست از تو رومتاب
جبکہ تو نے "ہم نے تمکو مٹی سے پیدا کیا ہے" سُن لیا ہے — اُس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے، روگردانی نہ کر

۵۱ روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کر سکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مَناص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفون۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ جُفت۔ یعنی اُس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور اُسکو گاؤں جانا پڑا۔ گر شود۔ قضا کے بالمقابل انسان مجبور ہے۔

۵۲ آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں لاچار ہے۔ ایوبؑ وار۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ اے کہ جزو۔ انسان مٹی سے بنا ہے۔

۵۳ خلقناکم۔ قرآن پاک میں ہے اے انسانو ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے۔

بیں[1] کہ اندر خاک تخمے کاشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بو دیا

گرد خاکی و مَنَش افراشتم
وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر

تا کُنم بر جُملہ میرانت امیر
تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رَوَد
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے

آنگہ از پستی ببالا بر رَوَد
تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم[2] از بالا بزیرِ خاک شُد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا

بعد ازاں اُو خوشہ چالاک شُد
اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے

بعد ازاں سرہا بر آرد از زمیں
اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

اصلِ نعمتہا ز گردوں تا بخاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک

زیر آمد شُد غذائے جانِ پاک
نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا

گشت جزوِ آدمی حیِّ دلیر
تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفاتِ آدمی شد آں جماد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے موصوف ہو گیا

بر فرازِ عرش پرّاں گشت شاد
خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

کز جہانِ[3] زندہ اوّل آمدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے

باز از پستی سوئے بالا شدیم
پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون
تمام اجزا حرکت اور سکون میں

ناطقاں کہ اِنّا اِلَیہِ راجِعُون
کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے

غلغلے افگند اندر آسماں
آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا

روستائی شہری را مات کرد
دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا

زاں سفر در معرضِ آفات شد
اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

---

[1] بیں۔ خاکساری کے بعد سُرخروئی حاصل ہوتی ہے بیج مٹی میں مل کر نشو ونما پاتا ہے حملۂ دیگر۔ انسانی خاکی پیکر اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔ ببالا۔ پانی پھر بھاپ بنکر بلندی کی طرف جاتا ہے یا کنویں سے اوپر نکالا جاتا ہے اور انسان کا جزو بنتا ہے۔

[2] گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بنکر ابھرتا ہے۔ اصلِ نعمتہا پانی آسمان سے برسا پھر زمین سے نکل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہونچا۔

[3] جہانِ زندہ۔ یعنی عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح۔ ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود | گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود
اُس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا | اگرچہ پہاڑ تھا اُس کو آدھا سیلاب بہالے گیا

چوں قضا بیروں کُند از چرخ سر | عاقلاں گردند جملہ کور و کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے | سب عقلمند اندھے بہرے ہوجاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دریا بروں | مرغِ پرّاں گردد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں | اُڑنے والا پرندا ایک جال سے عاجز آجاتا ہے

تا پری و دیو در شیشہ شود | بلکہ ہاروتے ببابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہوجاتے ہیں | بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت | خونِ اُو را ہیچ تربیعے نریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آگیا | کوئی تربیع اُس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا | ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے | کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحابِ ضرواں و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند

ضروان والوں کا قصہ اور اُن کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے بچ کر وہ باغوں کے پھل توڑ لیں

قصۂ اصحابِ ضرواں خواندۂ | پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے | پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند | کہ برند از روزیِ درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے | کہ چند فقیروں کی روزی ماریں

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر | روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے | آمنے سامنے ہوکر بہت سے عمرو بکر

خفیہ می گفتند سِرہا آں بداں | تا نباید کہ خدا دریا بد آں
اُن نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے | تاکہ خدا اُن کو نہ جان لے

با گِل اندایندہ اسگالید گِل | دست کارے می کُند پنہانِ دل
مٹی نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟ | ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

ا۔ اعتمادش۔ شہری کو اپنی عقل پر گھمنڈ تھا۔ در شیشہ۔ جن اور پری بوتل میں بند کرلینے کا ایک شاعرانہ اور عامیانہ تخیل ہے۔ جز کسے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا نحن نفرّ من قدر اللہ الی قدر اللہ۔ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تربیع۔ کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح جمع ہو کہ ایکدوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو۔ یہ صورت اس شخص پر منحوس اثرات ڈالتی ہے۔

۲۔ ضرواں۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردند۔ فقراء کو محروم کرنے کی تدبیر سوچی۔ خفیہ۔ آہستہ سرگوشی اس لئے کرتے تھے کہ خدا اُن کی سازش کو نہ سُن سکے۔

۳۔ گِل۔ کہگل، کہگل کرنے والے سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی نہ ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

کیفَ لَا یَعلَمُ ھَواکَ مَن خَلَق [1] | اِنَّ فِی نَجواکَ صِدقاً اَم مَلَق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانیگا جس نے پیدا کیا | تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

کیفَ یَغفُلُ عَن ظَعِینٍ [2] رَغَدا | مَن یُعایِن اَینَ مَثواہُ غَدا
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟ | جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

اَینَما قَد ھَبَطا اَو صَعَّدا | قَد تَوَلّاہُ وَ اَحصیٰ عَدَدا
کہاں وہ نشیب میں اُتری کہاں اونچائی پر چڑھی | وہ اُس کا نگراں ہے اور اُس نے شمار کر لیا ہے

گوش کُن اکنوں حدیثِ خواجہ را | کو سوئے دِہ چوں شُد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سُن | کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اُس نے سزا بھگتی

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کُن | استماعِ ہجرِ آں غمناک کُن
اب کان کو غفلت سے پاک کر لے | اُس غمناک کی، ہجرت (کا قصہ) سُن

تا چہا دید از بلا و از عنا | در رہِ دِہ چوں شُد از شہر او جُدا
اُس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی | گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جُدا ہوا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی | گوش را چوں پیشِ دستانش [3] نہی
اُس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے | جب تو کان اُس کی داستان پر دھرے

بشنوی غمہائے رنجوراں دِل | فاقۂ جانِ شریف از آب و گِل
دل کے بیماروں کا غم سُن لے | آب و گِل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

خانہ پُر دُود دارد پُر فنے | مر ورا بکشا ز اصغا روزنے
صاحبِ ہُنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے | اُس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

گوشِ تو اُو را چو راہِ دم شود | دُودِ تلخ از خانۂ اُو کم شود
جب تیرا کان اسکے سانس لینے کا راستہ بن جائے | کڑوا دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جائے

غمگساری کُن تو با ما اے رَوی | گر بسوئے ربِّ اعلیٰ می رَوی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر | اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

ایں تردُّد حبس و زندانی بُود | کو نہ بگذارد کہ جاں سُوئے رَوَد
یہ تردُّد قید اور قیدی ہے | جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ایں بدیں سُو آں بداں سُو می کشد | ہر یکے گوید منم راہِ رَشَد
یہ اِس جانب وہ اُس جانب کھینچتا ہے | ہر شخص کہتا ہے، میں ہدایت کا راستہ ہوں

---

[1] کیف۔ قرآن پاک میں ہے: اَلَا یَعلَمُ مَن خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیفُ الخَبِیرُ۔ بیشک وہ اللہ جانتا ہے اُن کو جن کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

[2] ظعین۔ ہودج نشین سواری مثنوی۔ ٹھکانا۔ عنا۔ مشقت۔ آں زکاتے۔ کسی غمناک کی داستان سُن لینا اُس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

[3] دستاں۔ داستان۔ خانہ۔ اُس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سُننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اُس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ رَوِی۔ سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔

این تردّد[۵۱] عقبهٔ راهِ حق ست | ای خنک آنکس که پایش مُطلق ست
یہ تردُّد، اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے | وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردُّد می رَوَد در راهِ راست | رَه نمیدانی بجو گامش کجاست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردّد جا رہا ہے | (اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اُس کا نشانِ قدم معلوم کرلے

گامِ آهو را بگیر و رو مُعاف | تا رسی از گامِ آهو تا بنافْ
تو ہرن کے (نشانِ) قدم پکڑلے اور عافیت سے چلدے | تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہونچ جائے

زین روش بر اوجِ انور می روی | اے برادر گر بر آذر می روی
اِس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے | اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف | چون شنیدی تو خطابِ لَاتَخَفْ
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے | جب تونے "نہ ڈر" کا خطاب سُن لیا ہے

لَاتَخَفْ دان چونکه خوفت داد حق | نان فرستد چون فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو اپنے آپکو (لَاتَخَفْ کا مصداق) سمجھ | وہ روٹی بھیجدے گا جبکہ اُس نے تجھے طباق دیا ہے

خوف آنکس راست[۵۲] کو را خوف نیست | غصّه آنکس راکش اینجا طوف نیست
ڈر اُس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے | غم اُس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

رَوان شدنِ خواجه بسُوئے دِه با عیالان
خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجه در کار آمد و تجهیز ساخت | مُرغِ عزمش سوئے ده اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا | اسکے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اهل و فرزندان سفر را ساختند | رخت را بر گاوِ عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کرلی | سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شادمانان و شتابان سوئے دِه | که بَرے خوردیم از ده مُژده دِه
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب | کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ ما را چراگاهِ[۵۳] خوش ست | یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے | اُس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

با هزاران آرزو ما خوانده است | بهرِ ما غرسِ کرم بنشانده است
اُس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے | اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

---

۵۱ تردد۔ تردد کی کیفیت عروج کیلئے مفر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور دشوار ہوتا ہے۔ پایش یعنی تردد کی کیفیت اسکو سلوک سے مانع نہیں ہے اُس کا اتباع کرے۔ گام۔ ہرن کا نافہ حاصل کرنا ہے تو اُسکے نقشِ قدم پکڑکر چلنے سے بالآخر اُس کا نافہ حاصل ہو جائے گا، آثار سے ہی ذات تک رسائی ہوگی۔ بر آذر یعنی مجاہدات کی سختی۔ لَاتَخَفْ۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہوگئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیے۔

۵۲ خوف۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لَاتَخَفْ کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اُس کی محرومی کی دلیل ہے۔ بَرِ۔ یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔

۵۳ چراگاہِ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا دیہاتی۔ غرس۔ پودا۔

ماذخیرہ[1] دہ زمستانِ دراز — از برِ او سوئے شہر آریم باز
ہم دیں لمبے جاڑوں کے لئے سامان — اُس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثار راہِ ما کند — درمیانِ جانِ خودماں جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کردے گا — اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِّلُوْا اَصْحَابَنَا کَے تَرْبَحُوْا — عقل می گفت از دروں لَا تَفْرَحُوْا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اُٹھاؤ — اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِّبَاحِ اللّٰهِ کُوْنُوْا رَابِحِیْن — اِنَّ رَبِّیْ لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو — بیشک میرا خدا خوش ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوْا هَوْنًا بِمَا آتَاکُمْ — کُلُّ آتٍ مُشْغِلٌ اَلْهَاکُمْ
اُس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے — ہر آنیوالی خبر مشغول کرنیوالی ہے جسنے تمہیں غافل بنایا

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے — کو بہار ست و دگرہا[2] ماہِ دے
اُس سے خوش ہو اُس کے غیر سے نہ ہو — کیونکہ وہ (موسم) بہار ہے، دوسرے ماگھ کا مہینہ

ہر چہ غیرِ اوست استدراجِ تست — گرچہ تخت و ملکِ تست و تاجِ تست
جو کچھ اُس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے — خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست — اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے — اِس راستہ میں پستی کی جانب جانا، بلند ہونا ہے

غم یکے گنج ست و رنجِ تو چو کاں — لیک کے درگیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے — لیکن اِس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں[3] چوں نامِ بازی بشنوند — جملہ با خرگور ہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں — سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گور ایں سو دامہاست — درکمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں — اِس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

تیرہا پنہاں نشد لیکن کماں — گشت پنہاں ز دو چشمِ مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان — انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیرہا پرّاں کماں پنہان و غیب — بر جوانے می رسد صد تیرِ شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے — ایک جوان پر بڑھاپے کے سَو تیر پہنچتے ہیں

[1] ماذخیرہ۔ یعنی اس گاؤں سے جاڑوں کیلئے بہت سے تحفے لیکر لوٹیں گے۔ عقل چونکہ گاؤں جاکر محرومی اور مایوسی ہوگی۔ لاتفرحوا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

[2] دگرہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں۔ استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ غم۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔

[3] کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کیطرف دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں سو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرہا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد — زانکہ در صحرائے[1] گل نبود کشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیئے — اسلئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد ست دل اے مردماں — حصنِ محکم موضعِ امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے — مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

گلشنِ خرم بکامِ دوستاں — چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے — چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُج اِلَی الْقَلْبِ وَسِرْ یَا سَارِیَہ — فِیْہِ اَشْجَارٌ وَعَیْنٌ جَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے — اُس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

دِہ مرو دِہ مرد را احمق کند — عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے — عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دِہ دہد — ایں نمیداند کہ روزی دِہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے — یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (رزق) دیتا ہے

قولِ[2] پیغمبر شنو اے مجتبیٰ — گورِ عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سُن لے — گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا — تا بماہے عقلِ اُو ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا — اُس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در رُستا کند روزے و شام — تا بماہے عقلِ اُو نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گذاریگا — ایک مہینہ تک اُس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تا بماہے احمقی با اُو بود — از حشیشِ دِہ جز اینہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اُس کے ساتھ ہوگی — گاؤں کی گھاس سے اسکے علاوہ اور کیا ہوگا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا — روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا — اُس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

دِہ[3] چہ باشد شیخِ کامل ناشدہ — دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ — جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں حواس — چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس — آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

[1] صحرائے گل۔ دنیا۔ کشاد۔ وسعت۔ ایمن آباد۔ دل کی دنیا، مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ دِہ۔ قلب کی دنیا بمنزلہ شہر اور خارجی دنیا بمنزلہ گاؤں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

[2] قولِ پیغمبر۔ حدیث ہے مَنْ سَکَنَ اَلْبَادِیَۃَ جَفٰی جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تا بماہے۔ گاؤں میں ایک دن گذارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہوجاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہیگا۔

[3] دِہ چہ باشد۔ یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اُتارتا ہے۔ پیشِ شہر۔ شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولہو کا بیل ہے۔

ایں رہا کن صورتِ افسانہ گیر ——— رو بہل دُرّدانہ[1] گندم دانہ گیر

اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر ——— جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے

گر بہ دُرّ رہ نیست ہین گُم می ستاں ——— گر بداں سُو نیست رہ ایں سو بِراں

اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے ——— اگر اُس طرف راستہ نہیں ہے اِس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود ——— عاقبت ظاہر سُوئے باطن برد

اُس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو ——— آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است ——— بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت است

آدمی کی ابتدا خود صورت ہے ——— اُس کے بعد جان ہے جو باطن کا حُسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کے ست ——— بعد ازاں لذت کہ معنیٰ ویست

ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے ——— اُس کے بعد لذت ہے جو اُس کے معنیٰ ہیں

اوّلا خرگاہ[2] سازند و خرند ——— تُرک را ازاں پس مہماں آورند

پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں ——— اُس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتت خرگاہ واں معنی ست تُرک ——— معنیت ملّاح واں صورت چو فلک

تیری صورت خیمہ ہے اور معنیٰ سردار ہیں ——— تیرے معنیٰ ملّاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتنِ خواجہ و قومش بسُوئے دِہ

خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس ——— تا خرِ خواجہ بجنباند جَرَس

خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کیلئے چھوڑ دے ——— تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند ——— بر ستوراں جانبِ دِہ تاختند

خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا ——— جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سُوئے صحرا راندند ——— سافروا کے تغنموا برخواندند

خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے ——— "سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو" پڑھنے لگے

کز سفرہا بندہ کیخسرو شود ——— بے سفرہا ماہ کے خُسرو[3] شود

سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے ——— بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیذق شود فرزینِ راد ——— از سفر یابید یوسف صد مُراد

پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے ——— سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے سیکڑوں مُرادیں پائیں

---

[1] دُرّدانہ۔ یعنی حکمت کی باتیں ، مگر یہ بعد اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیئے ، صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ الْحَقِیْقَةِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پُل ہے ۔ بعد ازاں ہر انسان پہلے پتلہ بنا پھر اُسمیں روح آئی ہے۔

بعد ازاں لذت۔ ابتداءً پھل کی صورت بنتی ہے پھر اسمیں لذت آتی ہے۔

[2] اوّلاً خرگاہ۔ اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے۔ جرس۔ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے۔ جہاز۔ سامان۔ ستوراں۔ ستور کی جمع ہے ، چوپایہ ۔ سافروا۔ مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَةُ الظَّفَرِ سفر کامیابی کا ذریعہ ہے۔ کیخسرو۔ ایران کا مشہور شہنشاہ گذرا ہے۔

[3] خسرو۔ چاند ابتداءً ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔ از سفر۔ شطرنج کی نردون میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بنجاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روزؔ[1] روی از تاب خور می سوختند
دن میں سورج کی گرمی سے مُنہ جلاتے تھے
شب ز اختر راہ می آموختند
رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت
بُرا راستہ اُن کے لئے اچھا بن گیا تھا
از نشاطِ دِہ شدہ رہ چوں بہشت
گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخؔ از شیریں لباں خوش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے
خار از گلزار دلکش می شود
چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

حنظل از معشوق خُرما می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بنجاتی ہے
خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

اے بسا از نازنیناں خارکش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چُننے والے ہیں
بر اُمیدِ گلعذارے ماہ وش
گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی اُمید پر

اے بسا حمّال گشتہ پشت ریش
بہت سے بوجھ اُٹھانے والے زخمی کمر ہیں
از برائے دلبرِ مہ روئے خویش
اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ
لوہار نے اپنا حُسن کالا کیا
تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
تاکہ رات آئے تو چاند جیسے مُنہ والی کا بوسہ لے

خواجہؔ[2] تا شب بر دکانے چار میخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے
زانکہ سروے در دلش کرد ست بیخ
اسلئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

تاجرے دریا و خشکی می رود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے
آں بہ مہرِ خانہ شینے می دود
وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مُردہ سودائے بُوَد
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے
بر اُمیدِ زندہ سیمائے بُود
وہ زندہ چہرے والے کی اُمید پر ہوتا ہے

آںؔ[3] درودگر روئے آوردہ بچوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے
بر اُمیدِ خدمتِ مہ روئے خوب
خوبصورت ماہ رُو کی خدمت کی اُمید پر

بر اُمیدِ زندہ کُن اجتہاد
زندہ کی اُمید پر کوشش کر
کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگزیں خسے را از خسی
کمینہ پن سے، کمینہ کو دوست نہ بنا
عاریت باشد درو آں مونسی
اُس میں وہ محبت عارضی ہے

[1] روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ تلخ۔ مولانا چند مثالیں دیکر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بنجاتی ہیں۔ حنظل۔ اندرائن مشہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

[2] خواجہ۔ انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ خانہ نشینے۔ ہر کرا۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مُردہ چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور اُنکو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

[3] آں درودگر۔ بڑھئی اور لوہار کی محبت فانی محبوب کیلئے ہے۔ جماد۔ یعنی مر کر مٹی بنجانا۔ عاریت فانی اشیاء کی محبت عارضی ہے

اُنسِ[١] تو با مادر و بابا کجاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے

گر بجز حق مُونسانت را وفاست
اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنیوالوں میں وفا ہے

اُنسِ تو با دایہ و لالا چہ شُد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی

گر کسے شاید بغیرِ حق عُضُد
اگر کوئی اللہ کے سِوا (قوتِ) بازو ہونے کے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی

نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شعاعے بُود بر دیوارِ شاں
اُن کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی

جانبِ خورشید وارفت آں نشاں
وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے

تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
اے بہادر! تو بھی اُس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بُود
جس موجود پر تیرا عشق تھا

آں ز وصفِ حق چو زر اندود بُود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے مُلمع شدہ تھی

چوں[٢] زرے با اصل رفت و مس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا

وز زری خویشتن مُفلس بماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاق او براند
طبیعت بھر گئی تو اُس کو طلاق دے دی

پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
اُس کی طرف پیٹھ کر لی اُس سے ہاتھ اُٹھا لیا

از زر اندودِ صفاتش پا بکش
اُس کی صفات سے مُلمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹالے

از جہالت قلب را کم گوئی خوش
نادانی سے کھوٹے سکّے کو کھرا نہ کہہ

کاں[٣] خوشی در قلبہا عاریتی ست
اسلئے کہ کھوٹے سکوں میں حُسن عارضی ہے

زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قلب در کاں می رود
سونا، کھوٹے سکّے پر سے کان میں چلا جاتا ہے

سوئے کاں رو تو ہم کاں می رود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے

تو بداں خور رو کہ در خور می رود
تو اُس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں
اِس کے بعد تو آسمان سے پانی لے

چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
جب تونے پرنالے سے وفا نہ دی(کھی)

---

[١] اُنسِ تو۔ ماں باپ کی محبت، دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چندروزہ ہے۔ نفرتِ تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ آں شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑجاتا ہے اِسلئے وہ محبوب بنجاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشقِ تو۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے وہ محض اِس بنا پر حسین ہیں کہ اُن پر اللہ کے حُسن کا پرتو پڑگیا ہے۔

[٢] چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسین، حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حُسن جاتا رہتا ہے تو اُس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زر اندود۔ دنیا کی جملہ چیزوں پر ذاتِ باری کے پرتو سے عارضی حُسن ہے اُن پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

[٣] کاں خوشی۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر اُنکی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذاتِ باری۔ نور۔ دیوار پر عارضی چمک ہے لہذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ زیں سپس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالہ سے وقتی طور پر پانی حاصل ہوسکتا ہے۔

معدنِ[1] دُنبہ نباشد دامِ گرگ
دُنبہ کی کان، بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے
کے شناسد معدن آں گرگِ سُتُرگ
وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زرگماں بُردند بستہ در گرہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے
می شتابیدند مغروراں بدہ
دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے
سُوئے آں دولاب چرخے می زدند
اُس رہٹ کی طرف قلا بازیاں کھا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پرید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اُڑا جا رہا ہے
جانبِ دہ صبر جامہ می درید
گاؤں کی جانب، وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دِہ می وزید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی
گوئیا رُوح و رواں می پرورید
گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد ز دِہ از سُوئے اُو
جو گاؤں سے اُس طرف آتا تھا
بوسہ میدادند خوش بر روئے اُو
اُس کے مُنہ کو خوب چُومتے تھے

کہ تو رُوئے یارِ ما را دیدہٗ
کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے
پس تو جانِ جانِ ما را دیدہٗ
لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختن[2] مجنوں آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلیٰ بود
مجنون کا اُس کتّے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتّے کو نوازتا تھا
بوسہ اش میداد پیشش می گداخت
اُس کو چومتا، اُس پر جان نثار کرتا

گِردِ اُو می گشت خاضع در طواف
عاجزی سے طواف میں اُسکے چاروں طرف گھومتا تھا
ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف
کبھی اُس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا
گہ جلاب[3] شکرش می داد صاف
کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام
ایک بیہودہ نے کہا اے ناقص پاگل
ایں چہ شیدست اینکہ می آری مدام
یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پوزِ سگ دائم پلیدی می خورد
کتّے کی تھوتنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے
مقعدِ خود را بلب می استرد
اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

[1] معدنِ دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذاتِ باری۔ گرگ۔ یعنی دنیادار انسان۔ زر[؟] خواجہ اور اُس کی اولاد گاؤں کیطرف جا رہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود اُن کے ہاتھ آ چکا ہے۔ دولاب یعنی گاؤں پہونچکر لطف اٹھانیکا طلسم۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنیوالے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔

[2] نواختن۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اِسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گرد او۔ مجنون کتے کا اِسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

[3] جلاب۔ گلاب یعنی اُسکو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُو می شمرد ۔ عیبداںؔ از غیبداں بوئے نبرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا ۔ عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پاسکا

گفت مجنوں ہمہ نقشی و تن ۔ اندر آ و بنگرش از چشمِ من
مجنوں نے کہا تو مجسّم نقش اور صورت ہے ۔ اندر آ، اور اُس کو میری آنکھ سے دیکھ

کایں طلسمِ بستۂ مولیٰ ست ایں ۔ پاسبانِ کوچۂ لیلیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے ۔ یہ لیلےٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

ہمتش بین و دل و جان و شناخت ۔ کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اُس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ ۔ کہ اُس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

اُو سگِ فرّخ رُخِ کہفِ من ست ۔ بلکہ اُو ہم درد و ہم لہفِ من ست
وہ میرے غار کا مبارک رُو کُتّا ہے ۔ بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم ۔ خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں مقیم ہے ۔ بڑے شیروں سے اسکے پیروں کی خاک بہتر ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے اُو ۔ من بشیراںؔ کے دہم یک موئے اُو
وہ کُتّا جو اُس کے کوچہ میں ہو ۔ میں شیروں کے بدلے میں اسکا ایک بال کب دے سکتا ہوں

آنکہؔ شیراں مر سگانش را غلام ۔ گفت امکاں نیست خامش والسّلام
وہ ذات کہ شیر اُس کے کتّے کے غلام ہیں ۔ بیان کرنا ممکن نہیں ہے، چپ ہو جا والسّلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں ۔ جنّت ست و گلستاں در گلستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے ۔ جنّت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی ۔ صورتِ کُل را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی ۔ (تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

بعدؔ ازاں ہر صورتے را بشکنی ۔ ہمچو حیدرؓ بابِ خیبر بر کنی
اُس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا ۔ حیدرؓ کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دیگا

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم ۔ کو بدہ می شُد بگفتارِ سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا ۔ جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

سوئے دامِ آں تملّق شادماں ۔ ہمچو مُرغے سوئے دانہ امتحاں
خوشامد کے اُس جال کی جانب خوشی خوشی ۔ جیسا کہ پرندہ آزمائش کے دانہ کی جانب

۱ عیبداں ۔ یعنی ملامت کرنیوالا۔ غیبداں ۔ یعنی مجنون جو لیلیٰ کے کُتّے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من ۔ یعنی "لیلیٰ را بچشمِ مجنون باید دید"۔ کایں طلسم یعنی یہ کتا۔ ہمتش ۔ کُتّے کے ظاہر کو نہ دیکھ اسکے اُن اوصاف پر نظر کر۔ ہم لہف ۔ ہمدرد، غمخوار۔ من بشیراں ۔ یعنی اس کُتّے کا بال دیکر بھی شیروں کو نہیں خریدا جا سکتا۔

۲ آنکہ ۔ جب مجازی محبوب کے کُتّے کیساتھ یہ تعلق ہوتا ہے تو محبوبِ حقیقی سے متعلق چیزوں سے کسقدر محبت ہونی چاہیئے۔ گر ز صورت ۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورتِ کل ۔ اگر انسان اپنا بُت توڑ دے تو پھر بُت شکنی کر سکتا ہے۔

۳ بعد ازاں ۔ خودی کو ختم کر کے حیدری قوّت حاصل ہو سکتی ہے۔ سغبۂ ۔ خواجہ اور اُسکی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لئے دیہاتی کی چکنی چپڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام ۔ اُس دیہاتی کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرمِ دانست آں مرغِ حریص — دانہ را با دام لیکن شد محیص[1]

اُس لالچی پرند نے منجملۂ سخاوت جانا — دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را — غایتِ حرص ست نے جود و عطا

پرند اُس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا — (لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مرغکاں در طمعِ دانہ شادماں — سوئے آں تزویر پَرّاں و دواں

پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی — اُس مکر کی جانب اُڑ اور دوڑ رہے تھے

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم — ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم

اگر میں تجھے انکی خوشیوں سے باخبر کروں — اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کرونگا

مختصر کردم چو آمد دِہ پدید — خود نبود آں دِہ دہِ دیگر گزید

میں نے مختصر کر دیا، جو گاؤں نظر آیا — یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قرب ماہے دہ بدہ می تاختند — زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند

تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے — کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر[2] کہ در رہ بے قلاوزے رَوَد — ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا — دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل — ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہوگا — وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہوگا

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا — ریشخندے شد بشہر و روستا

جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے — وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں — کادمی سر بر زند بے والدیں

مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہوگی — کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مال[3] او یابد کہ کسبے می کند — نادرے باشد کہ بر گنجے زند

مال وہ پاتا ہے، جو کماتا ہے — نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود — تا کہ رحماں علم القرآں بود

مصطفیٰؐ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا — تاکہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھاوے

اہلِ تن را جملہ علم بالقلم — واسطہ افراشت در بذل کرم

تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا — واسطہ بنایا جود و عطا میں

---

[1] محیص۔ بچاؤ کی جگہ۔ از کرم۔ دیہاتی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ تزویر۔ فریب۔ شادیہا۔ شادیہاش۔ خواجہ کو اُس دیہاتی کی باتوں سے کسقدر خوشی تھی۔ خود نبود۔ جس گاؤں میں پہونچگئے وہ اس دعوت دینے والے دیہاتی کا گاؤں نہ تھا۔

[2] ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلیگا اُس کا یہی حال ہوگا جو اُس خواجہ اور اُس کے بال بچوں کا ہوا۔ ریشخند یعنی کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ مضحکہ بن جائیگا۔ زانکہ۔ اسبابِ ظاہری کے بغیر مقصد کو پہونچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔

[3] مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مصطفیٰؐ۔ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت تھی کہ اُستاد کے بغیر براہ راست ذاتِ خداوندی سے آنکو علوم حاصل ہوئے۔ اہلِ تن۔ عوام کو بذریعۂ قلم ہی تعلیم دیجاتی ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے
چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ چل،

اندراں[۱] رہ رنجہا دیدند و تاب
اُس راستہ میں انھوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی
چوں عذابِ مرغِ خاکی اندر آب
جیسا کہ خشکی کے پرندکی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہوگیا
وز شکر ریزی چناں نا اوستا
اور ایسے بے اُستادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدنِ خواجہ و قومش بدہ و نادیدہ و ناشناخت آوردن
خواجہ اور اُس کے متعلقین کا گاؤں میں پہونچنا اور دیہاتی کا اُن کو اجنبی

روستائی ایشاں را
اور ناآشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف
جب وہ اُس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے
بینوا ایشاں ستوراں بے علف
وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں کہ از بد نیتی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے
می کند بعد اللتیا[۲] و اللتی
چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کند زایشاں بروز
اُن سے دن میں منہ چھپاتا ہے
تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
تاکہ وہ اُس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رو کہ ہمہ زرق و شرست
ایسا چہرہ جو مجسّم مکر اور شرارت ہے
از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رویہا باشد کہ دیواں چوں مگس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح
بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس[۳]
(اور) پہرہ داروں کی طرح اُنکے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں بہ بینی روئے شاں در تو فتند
جب تو اُن کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چپٹیں گے
یا مبیں شاں چوں ببیدی خوش مخند
یا تو اُن کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیث عاصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں
گفت یزداں نسفعا بالناصیہ
خدا نے فرمایا ہے "ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے"

چوں بپرسیدند و خانش یافتند
جب انھوں نے معلومات کیں اور اُسکا گھر پالیا
ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

---

۱ اندراں رہ۔ گاؤں کے راستہ میں خواجہ اور اُس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت۔ اُس دیہاتی اور گاؤں سے اُنکو نفرت ہونے لگی۔ بعد ماہے۔ چونکہ گاؤں کی تلاش میں مارے مارے پھرے لہٰذا ایک ماہ صرف ہوگیا۔

۲ اللتیا و اللتی چناں چنیں، اگر مگر کرنے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اُس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز۔ منہ۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

۳ حرس۔ وہ شیطان اُسکی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کرلے۔ نسفعا قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے نسفعا بالناصیہ ہم ضرور اُسکی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

در فرو بستند اہلِ خانہ اَش
اُس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا

خواجہ[1] شد زیں کجروی دیوانہ وش
خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

لیک ہنگامِ درشتی ہم نبُود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا

چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سُود
تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

بر درش ماندند ایشاں پنجروز
وہ اُس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے

شب بسر ما روز خود خورشید سوز
رات جاڑے میں اور دن خود جلانیوالے سورج والا

نے زغفلت بود ماندن نے خری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کیوجہ سے

لیک بود از اضطرار و بے زری
لیکن مجبوری اور مُفلسی کی وجہ سے تھا

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہوگئے

شیر مُردارے خورد از جوع زار
بھوک سے لاغر شیر مُردار کھا لیتا ہے

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام[2]
وہ (شہری) اُس (دیہاتی) کو دیکھتا، سلام کرتا

کہ فلانم من مرا اینست نام
کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت باشد من چہ دانم تو کئی
اُس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟

یا پلیدی یا قرینِ پاکئی
تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

واﷲ ہم روز و شب اندر صنعِ ہُو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں

ہیچگونہ نیستم پروائے تو
مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودیِ خود ندارم ہم خبر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے

نیست از ہستی سرِ مویم اثر
میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوشِ من از غیرِ حق آگاہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے

در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت[3] ایں دم با قیامت شد شبیہ
اُس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت کے مشابہ ہو گیا

تا برادر شد یفِرُّ مِنْ اَخِیہ
کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو
وہ (شہری) اُس (دیہاتی) کیلئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے

لوتہا خوردی زخوانِ من دو تو
میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا

کُلُّ سِرٍّ جَاوَزَ الِاثْنَیْنِ شَاع
جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

---

[1] خواجہ۔ یعنی شہری۔ زیں۔ یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کر لینے سے۔ شب بسر ما۔ یعنی رات جاڑے میں گذرتی اور دن سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے زغفلت۔ چونکہ اُنکے پاس روپیہ پیسہ ختم ہو چکا مجبوراً دروازے پر پڑے رہے۔

[2] سلام۔ یعنی سلام کر کے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد۔ یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ واﷲ۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارنے لگا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتانے لگا۔

[3] گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اُس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔ لوتہا۔ لوت کی جمع ہے۔ لذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان۔ یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا۔ کُلّ سِرّ۔ اب یہ راز، راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من ❊ نے رسیدت بے کراں احسانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا ❊ کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سرِّ مہرِ ما شنید ستند خلق ❊ شرمؔ دارد رو چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سُنے ہیں ❊ جب حلق نعمت کھاتا ہے تو مُنہ شرماتا ہے

اُو ہمی گفتش چہ گوئی ترہات ❊ نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اُس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے ❊ نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت ❊ کاسماں ازبارشش شد در شگفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی ❊ جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کارد اندر استخواں ❊ حلقہ زد خواجہ کہ مہترؔ را بخواں
جب چھری اُس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی ❊ خواجہ نے کُنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در ❊ گفت آخر چیست اے جانِ پدر
جب سیکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا ❊ بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم ❊ ترک کردم آنچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے ❊ جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اُس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دید ایں پنج روز ❊ جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
اِن پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا ❊ میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و از یار و تبار ❊ در گرانی ہست چوں آں صد ہزار
اپنے عزیز، اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم ❊ شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش ❊ جانش خو گر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اُس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا ❊ جان اُس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت ست ❊ ایں یقیں داں کز خلافِ عادتؔ ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے ❊ یقین کر، خلافِ عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت در زوال ❊ گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے ❊ اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بما دہ گوشہ ❊ تا بیابی در قیامت توشہ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دیجیے ❊ تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

لے شرم دارد۔ اردو کی مثل ہے "منہ کھائے آنکھ لجائے"۔ ترہات۔ خرافات، بیہودہ باتیں۔ جات۔ جائے تو۔ شگفت۔ تعجب۔ کارد اندر استخواں۔ انتہائی تکلیف۔ حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔

ٹے مہتر۔ چودھری یعنی وہ دیہاتی جس نے دعوت دی تھی۔ الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ شہری نے کہا۔ پنج سالہ۔ یعنی یہ مصیبت ناک ایک دن ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔

سے خلاف عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے کسی سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے۔ گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جہیں ہم بارش سے بچکر لیٹ جائیں۔

گفت یک گوشہ است آں باغباں[1]
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے
ہست آنجا گرگ را اُو پاسباں
وہاں وہ بھیڑئے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑئے کیلئے تیر و کمان رہتا ہے
تا زند گر آید آں گرگ سترگ
تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے
ورنہ جائے دیگرے فرما جُست
ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

گفت صد خدمت کنم تو جا دِہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے
واں کمان و تیر در دستم بنہ
وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسیِ رز کنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا
گر برآرد گرگ سر تیرش زنم
اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

بہرِ حق مگذارم امشب اے دُول
اے شکّی! خدا کیلئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ
آبِ باراں بر سر و در زیر گل
بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی بُد و اُو با عیال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے
رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے
از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار
غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کائے خدا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!
ایں سزائے[2] ما سزا
یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو
یا کسی کرد از برائے ناکساں
یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں
ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

خاکِ[3] پاکاں لیسی و دیوارِ شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا
بہتر از عام و رز و گلزارِ شاں
بہتر ہے عوام اور انکے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشن‌دل شوی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا
بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی
اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

---

۱ باغباں یعنی مالی کی کوٹھری ہے جسمیں وہ رات کو رہ کر بھیڑئیے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت۔ یعنی بھیڑئیے کی دیکھ بھال۔ حارسی۔ نگرانی۔ رز۔ انگور کی بیل۔ دودل۔ مۃ تدِ، شکّی۔ چوں ملخ۔ ٹڈی دل میں ٹڈیاں تہ بہ تہ ہوتی ہیں۔ نہیب خوف۔ کنج۔ گوشہ۔

۲ سزا۔ بدلہ۔ سزا۔ لائق کمی۔ شرافت۔ انسانیت۔ ایں سزا۔ جو بزرگوں کی صحبت چھوڑ کر دنیا دار کی طرف بھاگتا ہے وہ نہ گھر کا رہتا ہے نہ گھاٹ کا جیسا کہ یہ خواجہ شہری۔

۳ خاک۔ بزرگوں کی صحبت میں تکلیف اٹھانا دنیاداروں کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہُل — تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبُل[1]

دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے — تو کچھ نہ پاسکے گا اے راستوں پر چلنے والے!

شہریاں خود رہزناں نسبت بروح — روستائی کیست گیجِ بے فتوح

رُوح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں — دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل — بانگِ غولے آمدش بگزید نقل

یہ اُس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر — اُس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اُس نے نقل اختیار کی

چوں پشیمانی ز دل شُد تا شغاف[2] — **زاں سپس سُودے ندارد اعتراف**

جب شرمندگی دل سے اُس کی تہ میں پہونچ گئی — اُس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد — بعد ازاں سُودش ندارد آہِ سرد

جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا — اُس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ اُو — گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو

وہ تیر و کمان اُس کے ہاتھ میں — اِدھر اُدھر تمام رات بھیڑیئے کو ڈھونڈتا رہا

گرگِ خود بر وے مُسلّط چوں شرر — گرگ جویاں و ز گرگِ اُو بیخبر

بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اُس پر مسلط تھا — وہ بھیڑیئے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیئے سے بیخبر تھا

ہر پشہ، ہر کیک چوں گرگے شُدہ — اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ

ہر مچھر اور ہر پسّو بھیڑیئے کی طرح بن گیا تھا — جو اُس ویرانہ میں اُن کو کاٹ رہا تھا

فرصتِ[3] **آں پشہ راندن ہم نبود — از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود**

اُس کو اُن مچھروں کو اُڑانے کی بھی فرصت نہ تھی — کمینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند — روستائی ریشِ خواجہ بر کند

تاکہ بھیڑیا نہ آجائے (اور) نقصان پہونچائے — (اور) دیہاتی، خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

اینچنیں دنداں زناں تا نیم شب — جانِ شاں از ناف می آمد بلب

اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے — اُن کی جان ناف سے لبوں تک آرہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتہ — سر بر آورد از فرازِ پشتہ

اچانک ایک آوارہ بھیڑئے کی صورت نے — ٹیلے کے پیچھے سے سر اُبھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست — زد براں حیواں کہ تا اُفتاد پست

اُس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا — اُس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

---

[1] پیکِ سُبُل۔ مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں۔ یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روح۔ یعنی سالک درویش۔ روستائی۔ دیہاتی۔ گیج۔ احمق، پریشان دماغ۔ بے فتوح۔ بے فیض۔ چوں۔ انتہائی شرمناک کام کرنیکے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

[2] شغاف۔ وہ پردہ جیسں دل لپٹا ہوا ہے، دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ گرگ۔ یعنی ہر مچھر اور پسّو اُسکے لئے بھیڑیا تھا لیکن وہ اُنکی پروا کے بغیر بھیڑیئے کی تلاش میں تھا۔ کیک۔ پسّو۔

[3] فرصت۔ بھیڑیئے کے خوف سے بھیڑیئے کی جستجو میں اسقدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پسّو اڑانیکی بھی فرصت نہ تھی۔ تمثال۔ تصویر ہشتہ۔ چھوٹا ہوا، آزاد۔ پشتہ۔ ٹیلا۔

اندر افتاد از زحیواں بادجست[1] — روستائی ہائے کرد و کوفت دست

گرانے سے حیوان کا گوز خارج ہوا — دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمردا کہ خرکرہ من ست — گفت نے ایں گرگ چوں آہرمن ست

اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے — (خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

اندر و اشکال گرگی ظاہر ست — شکل او از گرگی او مخبر ست

اس میں بھیڑیئے پن کی صورت واضح ہے — اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے — می شناسم ہمچناں کا بے زمے

اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے — میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض — کہ مبادت بسط[2] ہرگز انقباض

تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا — (خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

گفت نیکو تر تفحص کن شب ست — شخصہا در شب زناظر محجب ست

اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے — رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

شب غلط بنماید و مبدل بسے — دید صائب شب ندارد ہر کسے

رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے — رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف — ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف

رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی — یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

گفت ایں بر من چو روز روشن ست — من شناسم باد خرکرہ من ست

اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روزِ روشن کی طرح ہے — میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

درمیان بست باد آں باد را — می شناسم چوں مسافر زاد را

بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو — میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

خواجہ بر جست و بیامد ناشگفت[3] — روستائی را گریبانش گرفت

خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا — دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

کابلہ طرار شید آوردۂ — بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ

کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے مکر کیا ہے — بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

در سہ تاریکی شناسی باد خر — چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر

تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے — اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

[1] بادجست۔ اسکے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ کرہ۔ بچھیرا۔ اہرمن۔ دیو۔ شیطان۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ فرج۔ شرمگاہ۔ ریاض۔ روضہ کی جمع ہے باغ۔
[2] بسط۔ کشادگی۔ انقباض۔ تنگی۔ تفحص۔ جستجو۔ محجب۔ محجوب۔ مخفی۔ گفت۔ دیہاتی نے کہا۔ زاد۔ مسافر کا توشہ۔
[3] شگفت۔ صبر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ طرار۔ جیب تراش۔ شید۔ مکر۔ بنگ۔ بھنگ۔ خیرہ سر۔ دیوانہ

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را
جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے
چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشتن را عارف[۱] و والہ کنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے
خاک در چشمِ مروت می زنی
مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے
در دلم گنجا بجز اللہ نیست
میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

آنچہ دی خوردم ازانم یاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے
ایں دل از غیرِ تحیر شاد نیست
یہ دل (مقامِ) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ حقم یاد آر
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ
در چنیں بیخویشیم معذور دار
اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے
شرع اُو را سوئے معذوراں کشید
شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاق[۲] و بیع نیست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہے
ہمچو طفل ست او معاف و مطلق ست
وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید ز بوئے شاہِ فرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو
صد خُمِ مے در سر و مغز آں نکرد
شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

پس برو تکلیف چوں باشد روا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا!
اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار برگیرند چوں آمد عرج
جب لنگڑاپن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں
گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج[۳]
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج
اسی طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے
نیست رنجے چوں عمیٰ و چوں عرج
اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی مصیبت نہیں ہے

بار کہ نہد در جہاں خرکرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟
درس کہ دہد پارسی بومرہ را
فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں
پس معافم از قلیل و از کثیر
تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

۱ عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ والہ۔ فریفتہ، عاشق۔ انچہ۔ یہ بھی دیہاتی کا مقولہ ہے۔ تحیر۔ حیرانی۔ عاقل۔ یہ بھی دیہاتی کا قول ہے۔ نبیذ۔ یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔

۲ طلاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے۔ مطلق۔ یعنی تکالیف سے آزاد۔ شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ۔ اسپ ساقط۔ گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑاپن

۳ حرج۔ تنگی، گناہ۔ اعرج۔ لنگڑا۔ بومرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود۔ یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں۔ معاف۔ بخشا ہوا۔ درگزر کیا ہوا۔

لافِ درویشی زنی و بیخودی | ہائے و ہوئے عاشقانِ ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے | اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں | امتحانت[1] کرد غیرت امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں | غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرہ چنیں رسوات کرد | ہستئ نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا | تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

ہمچنیں رسوا کند حق شید را | ہمچنیں گیرد رمیدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے | بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد ہزاراں[2] امتحانست اے پدر | ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے) | جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں | پختگانِ راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے | (لیکن) راہِ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ مُدّعی کمال را صاحب کمال وگزافِ غلط از عوام

مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعوئ خیّاطی[3] کسے | افگند در پیش او شہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے | بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ ببر ایں را بغلطاقِ فراخ | زامتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے | (اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے | ہر مخنّث در وغا رستم بُدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا | جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنّث را زرہ پوشیدہ گیر | چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر | جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائیگا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دبور | مستِ حق ناید بخود از نفخ صور
پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا | اللہ کا مست صور پھونکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

---

[1] امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ نفی یعنی تو مقامِ فنا میں پہونچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

[2] صد ہزار۔ جب کوئی عشق الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔ خیاطی۔ درزی پن۔

[3] اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔ چوں بہ بیند زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپ کو قیدی بنا دیتا ہے۔ دبور۔ پچھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ — دوغ[1] خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
اللہ کی شراب سچّی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی — تو نے چھاچھ پی ہے، تو نے چھاچھ پی ہے، چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ — رو کہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا — (کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز — چوں کُنی پنہاں بہ شیدِ اے مکرساز
بدذاتی، اور کاہلی، اور حرص اور لالچ کو — اے مکّار! تو مکر سے کیسے چھپائے گا

خویش را منصورِ حلّاجؒ کُنی — آتشے در پنبۂ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصورِ حلّاجؒ بناتا ہے — دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ بشناسم عمرؓ از بولہب — بادِ خر کُرّہ شناسم نیم شب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں — گدھے کے بچّہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کُند — خویش را بہرِ تو کور و کر کُند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے — جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنالے

خویش را از رہروانِ[2] کمتر شُمر — تو حریفِ رہزنانی کہ مخور
اپنے آپکو سالکوں سے کم تر سمجھ — تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گھاس نہ کھا

باز پر از شید و سوئے عقل تاز — کے پرد بر آسماں پرِّ مجاز
مکّاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ — نقلی پَر آسمان پر کب اُڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی — عشق با دیوِ سیاہے باختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے — (لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوق را در رستخیز — دو بدو بندند و پیش آرند تیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو — اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

تو چہ خود را گیج و بیخود کردۂ — خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ
تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے — انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

رو کہ نشناسم[3] ترا از من بجہ — عارفِ بیخویشم و بہلول دِہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ — میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول

تو توہم می کُنی از قربِ حق — کہ طبق گر دور نبود از طبق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قُرب کا گمان کرتا ہے — کہ طباق بنانے والا، طباق سے دُور نہیں ہوتا ہے

[1] دُوغ: چھاچھ، رَو: یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ منبلی: سستی، کاہلی۔ منصورؒ: یہ بزرگ روئی دھننے کا پیشہ کرتے تھے اسی لئے حلّاج کہلاتے تھے۔ پنبۂ یاراں: یعنی دوستوں کے حقوق۔ کور و کر: یعنی بغیر سُنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا رہے۔

[2] رہرواں: سالکین۔ حریف: ہم پیشہ۔ کہ مخور: بکواس نہ کر۔ پرِّ مجاز: مصنوعی پر۔ عاشق و معشوق: یعنی شیطان اور اُس کے پُجاری۔ گیج: دیوانہ، احمق۔ خونِ رز: انگور کا خون یعنی شراب۔

[3] رو کہ نشناسم: یہ بھی اُسی دیہاتی کا قول ہے۔ بہلول: مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق: یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو لامحالہ اُس سے قرب حاصل ہے۔

ایں نمی بینی کہ قربِ اولیا — صد کرامت دارد و کار و کیا[۱]

تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب — سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داؤدؑ مومے می شود — موم در دستت چو آہن می بود

حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے لوہا موم ہوجاتا ہے — تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام — قربِ وحیِ عشق دارند ایں کرام

اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے — یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قرب بر انواع باشد اے پدر — میزند خورشید بر کہسار و زر

بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں — سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قربے ہست باز رشید را[۲] — کہ ازاں نبود خبر مر بید را

لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے — کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے — سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری — کہ ثمار پختہ از وے می خوری

لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت — کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب — غیر زو تر خشک گشتن گو بیاب

اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو — اس سے بھی زیادہ خشک ہونیکے علاوہ تو اور کیا پالے

بنگر ایں کالِ شاخِ خشک از قربِ خور — غیر خشکی می برد چیزے دگر

یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے — سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں مستے مباش اے بے خرد[۳] — کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد

اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن — کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند — عقلہائے پختہ حسرت می برند

بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں — پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر — گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر

اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے — اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ — ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ

اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا — حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

ف۱ کار و کیا۔ شان و شوکت یعنی اولیاء کا قرب محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے وہ خاص قرب ہے۔ آہن حضرت داؤدؑ کو جو قربِ الٰہی حاصل تھا اُسکا نتیجہ یہ تھا کہ اُنکے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا، محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہے اور اپنی رزاقیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں۔ اُن کو عشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

ف۲ رشید خورشید کا مخفف ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اُس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کیوجہ سے پھل آتے ہیں اور پکتے ہیں۔ شاخِ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کردیگا۔

ف۳ آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی عقلمندوں کے لئے باعثِ رشک ہے۔ موشِ پیر۔ یعنی دنیا کی ناقص دولت۔ مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر۔ یعنی معارفِ الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جامِ حقیقت پینا تو درکنار اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔

می فتی آں سو و ایں سو مست وار ۱ — اے تو ایں سو نیستت آں سو گزار

تو مستوں کی طرح اِدھر اُدھر کو گرتا ہے — او تو اِدھر کا ہے، تیرا اُدھر گذر (بھی) نہیں ہے

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں — گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں

اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے — کبھی اِدھر کو کبھی اُدھر کو سر جھٹک

جملہ ایں سوئی ازاں سو گپ مزن — چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن

تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ مار — جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری کر

آں خضرؑ جاں کز اجل نہراسد او — شاید ار مخلوق را نشناسد او

وہ خضرؑ کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے — اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اُس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوقِ توہم خوش کُنی — در دمی در خیکِ خود پُرش کُنی ۲

وہی ذوق سے تو خلق کو خوش کر رہا ہے — تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اسکو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی ز باد — اینچنیں فربہ تنِ لاغر مباد

تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا — کمزور بدن والا اِس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی ز برف اندر شتا — کے کند چوں تاب بیند آں وفا

تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے — وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا؟

افتادنِ شغال ۳ در خُمِ رنگ و رنگیں شدنِ وے و دعوائے

گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اُس کا رنگین ہو جانا اور

طاؤسی نمودن درمیانِ شغالانِ دیگر

گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُمِ رنگ — اندراں خُم کرد یک ساعت درنگ

وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں (گر) گیا — وہ اُس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس بر آمد پوستش رنگیں شدہ — کہ منم طاؤسِ علیّیں شدہ

پھر نکلا تو اُس کی کھال رنگین ہو گئی تھی — (اُس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ — آفتاب آں رنگہا بر تافتہ

رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی — سورج نے اُن رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سرخ و سبز و فور و زرد — خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد

اُس نے اپنے آپ کو سُرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا — اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

---

۱ ایں سُو۔ عالمِ ناسوت۔ آنسو۔ عالمِ ملکوت۔ گر بداں سُو۔ اگر انسان حقیقت تک پہونچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ آں خضر جاں یعنی فنافی اللہ کے مقام پر پہونچکر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲ خیک۔ مشک۔ پس۔ مستِ حق کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرضی شیخ کی حقیقت معمولی تکلیف واضح کر دیتی ہے۔ کوزہا۔ برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

۳ شغال۔ گیدڑ۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرضی شیخ کی مثال اُس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونیکا دعویٰ کر دیا تھا۔ درنگ۔ تاخیر۔ طاؤس۔ مور۔ علیّین۔ جنت۔ فور۔ لال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟
کہ ترا در سر نشاطے ملتویست[1]
کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

از نشاط از ما کرانہ کردہٗ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے
این تکبر از کجا آوردہٗ
تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے
شید کردی تا شدی از خوشدلاں
تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھے
تا ز لاف این خلق را حسرت دہی
تاکہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

بس بکوشیدی ندیدی گرمیئے[2]
تو نے بہت کوشش کی لیکن، گرمی نہ دیکھی
بس ز شید آوردہٗ بے شرمیئے
تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

صدق و گرمی خود شعار اولیاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے
باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سوئے خود کشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کریں
کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

چرب کردن مردلافی لب و سبلت خود را ہر بامداد
ایک شیخی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چمڑے سے چکنا

بپوست دنبہ و بروں آمدن میان حریفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام
کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دنبہ[3] پارہ یافت شخصے مستہاں
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا
ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیان منعماں رفتے کہ من
مالداروں میں جاتا کہ میں نے
لوت چربے خوردہ ام در انجمن
ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا
رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کاین گواہ صدق گفتار من ست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں
وین نشان چرب و شیریں خوردنست
اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

[1] ملتوی۔ لپٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تابہ منبر۔ چونکہ مولانا نے گیدڑ سے بناوٹی شیخ مراد لیا ہے لہٰذا اُس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

[2] گرمیئے۔ یعنی حقیقی عشق کی گرمی۔ شعار۔ علامت ۔ نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی حالت کو اس شیخی خورے کی حکایت سے سمجھایا ہے جو کہ باطن خالی ہے، بظاہر چکنا چپڑا ہے۔

[3] دنبہ۔ چکدی۔ مستہاں۔ ذلیل۔ سبلتاں۔ دونوں مونچھیں۔ منعماں۔ مالدار لوگ۔ لوت چربے۔ چکنی غذا۔ رمز۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ اُن کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اِشکمش[1] گفتے جوابِ بے طنین — کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن

اُس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا — کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

لاف تو ما را بر آتش بر نہاد — کاں سبالِ چرب تو بر کندہ باد

تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے — خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اُکھڑیں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا — یک کریمے رحم آوردے بما

اے بھکاری! اگر تیری بُری شیخی نہ ہوتی — (تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

راست گر گفتی و کج کم باختی — یک طبیبے داروے ما ساختی

اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا — تو ہمارے علاج کے لیے ایک طبیب پیدا کر دیتا

ور نمودی عیب و کم کردی جفا — ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا

اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا — کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

گفت[2] حق کہ کج مجنباں گوش و دم — یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُہُمْ

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دُم کو ٹیڑھا نہ ہلا — سچوں کو اُن کا سچ ضرور فائدہ دے گا

کہف اندر کژ مخسپ اے محتلم — انچہ داری وانما و فاستقم

اے بے غسلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ سو — جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر سیدھا چل

ور نگوئی عیبِ خود بارے خمش — از نمایش وز دغل خود را مکش

اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چُپ رہ — ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

بر سبال[3] چرب خود تکیہ مکن — زانکہ گربہ بُرد دُنبہ بے سخن

اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر — اس لیے کہ بلی بلاشبہ چکتی لے گئی ہے

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں — ہست در رہ سنگہائے امتحاں

اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کُشائی نہ کر — راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

سنگہائے امتحاں را نیز پیش — امتحانہا ہست در احوالِ خویش

آزمائش کے پتھروں کے لیے بھی در پیش ہیں — اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

گفت یزداں از ولادت تا بحین — یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّتَیْن

خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک — وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

امتحاں بر امتحانست اے پدر — ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر

باوا! آزمائش پر آزمائش ہے — خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

---

[1] اشکمش۔ اُس کا پیٹ۔ لاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور شیخی کی وجہ سے سب اعضاء بھوکے رہے تو انھوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال۔ سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

[2] گفت حق۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو غلط بیانی نہ کرنی چاہیے سچوں کو انکی سچائی لامحالہ مفید ہوتی ہے کہف۔ بُرائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے ورنگوئی۔ اگر انسان کا باطن بُرا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔

[3] بر سبال۔ معنوی نیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہوگی تو رسوائی ہوگی جیسا کہ شیخی خور کے واقعہ میں بیان ہوا کہ چکتی کو بلی لے گئی تو وہ رسوا ہوا۔ گر تو۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرتا پھرے۔ سنگہائے امتحان۔ یعنی اولیاء اللہ جو کھرے کھوٹے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود انکا بھی امتحان ہوتا ہے۔ حین۔ موت۔ یُفْتَنُوْنَ۔ یہ آیت کریمہ نفیس کے بارے میں ہے لیکن اسطرح کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے، کسی ادنیٰ آزمائش میں پورا اترنے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔

زامتحاناتِ قضا ایمن مباش — ہین ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش[1]

تقدیرِ (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو — اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودنِ بلعمِ باعور کہ امتحان کرد حضرتِ عزّت

بلعمِ باعور کا مطمئن ہوجانا، کہ خدا نے اُس کا امتحان کرلیا ہے

اُورا و از اونہا رو آمدہ بود

اور اس سے وہ ثابت ہوا تھا؟

بلعمِ باعور و ابلیسِ لعیں — زامتحانِ آخریں گشتہ مہیں

بلعمِ باعور اور ملعون شیطان — آخری امتحان سے ذلیل ہوگئے

زانکہ بودند ایمن از مکرِ خدا — کامتحانہا رفت اندر ما مضیٰ

کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے — کہ پہلے بہت سے امتحانات ہوچکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارِ شاں — ایں شنیدہ باشی از اخبارِ شاں

انجام کار وہ رُسوا ہوگئے — تو نے اُن کی خبروں میں یہ بات سُنی ہوگی

اُو بدعویٰ میلِ دولت می کُند — معدہ اش[2] نفرین سبلت میکند

وہ دعوے کے ذریعہ دولت کیطرف جُھک رہا ہے — اُس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کُند پیداش کُن — سوختت ما را اے خدا رسواش کُن

(اے خدا)، جو وہ چھپا رہا ہے اُس کو ظاہر کردے — اے خدا! اُس نے ہمیں جلا ڈالا اُسکو رسوا کردے

جملہ اجزائے تنش خصمِ وے اند — کز بہارِ لافِ ایشاں در دے اند

اُس کے جسم کے سب اعضا اُسکے دشمن ہیں — (موسم) بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

لاف[3] وا دادِ کرمہا می کُند — شاخِ رحمت را ز بُن بر می کَند

شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے — رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کُن — وانگہاں رحمت ببین و نوش کُن

سچ بول یا چُپ رہ — تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصمِ سبالِ اُو شدہ — دستِ پنہاں در دُعا اندر زدہ

وہ پیٹ، اس کی مونچھوں کا دشمن بنا — چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کاے خدا رسوا کُن ایں لافِ لئام — تا بجنبد سوئے ما رحمِ کرام

کہ اے اللہ کمینوں کی اِس شیخی کو رسوا کردے — تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

[1] خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔ ایمن بودن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہوگئے اور تباہ ہوئے۔ مہین۔ ذلیل، حقیر۔ ما مضیٰ گذشتہ زمانہ۔ او بدعویٰ۔ نصیحتیں کرنیکے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصّہ شروع کیا ہے۔

[2] معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا اسلئے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔ در دے اند۔ یعنی در زمانۂ ماہ دے اند، دے خزاں کا مہینہ ہے۔

[3] لاف۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع۔ کمینہ۔

مُستجاب آمد دعائے آں شکم　　سوزشِ حاجت بزد بیروں علَم
اُس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی　　محتاجی کی جلن نے جھنڈا اُبھارا
گفت حق گر فاسقی و اہلِ صنم　　چوں مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بُت پرست　　جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا
تو دعا را سخت گیر و می شخول　　تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رو　　تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلّی کا دُنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت در سپرد　　گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ بُرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا　　بلّی آئی، دُنبہ کی کھال لے بھاگی
از پسِ گربہ دویدند او می گریخت　　کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت
بلّی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی　　اُس کے غصہ کے ڈر سے، بچہ کا رنگ بدل گیا
آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد　　آبروئے مردِ لافی را ببُرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا　　اُس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی
گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بدآں　　چرب میکردے لبان و سبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو　　وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا
گربہ آمد ناگہانش در ربود　　بس دویدیم و نکرد آں ہیچ سود
بلّی آئی اور اچانک اُس کو لے بھاگی　　میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا
پہلواں آں لاف گرم و ذوقناک　　چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں　　جب یہ قصہ سُنا، رنج سے ہلاک ہو گیا
مُنفعل شُد در میانِ انجمن　　سر فرو بُرد و خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا　　سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا
خندہ آمد حاضراں را از شگفت　　رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آگئی　　اُن کا رحم پھر حرکت کرنے لگا
دعوتش کردند و سیرش داشتند　　تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
انہوں نے اسکی دعوت کی اور اسکا پیٹ بھر دیا　　مہربانی کا بیج اُس کی زمین میں بو دیا

لہ مُستجاب۔ قبول شدہ۔ شخول۔ امر کا صیغہ ہے شخولیدن رونا چلانا۔
لہ حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ رنگ ریخت۔ یعنی لڑکا بلّی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اُس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی وہی مجمع جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ شیخی بگھارنے والا۔ گپی۔ گفت۔ یعنی بچّہ نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔
سہ پہلواں یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصہ یعنی یہ بات کہ بچّے نے مجلس میں جا کر راز کہہ دیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی اُن کو اُس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُو چو ذوقِ راستی[1] دید از کرام — بے تکبّر راستی را شد غلام

جب اُس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا — بغیر تکبّر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کُن مُدام — تا شوی در ہر دو عالم نیکنام

سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنالے — تاکہ تو دونوں جہان میں نیکنام بنے

دعویٰ طاؤسی کردنِ آں شغال کہ در خُمِ صبّاغ[2] افتادہ بُود

اُس گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ کرنا جو رنگریز کے مٹکے میں گر گیا تھا

آں شغالِ رنگ رنگ آمد نہفت — بر بناگوشِ ملامت گر بگفت

اُس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے — ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جاکر) کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من — یک صنم چوں من ندارد خود شمن

آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ — پجاری (بھی) ایسا ایک بُت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش — مر مرا سجدہ کُن از من سر مکش

اِس باغ کی طرح سَو رنگوں والا اور حسین ہوگیا ہوں — مجھے سجدہ کر، مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں — فخرِ دنیا خواں مرا و رُکنِ دیں

شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ — مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مظہرِ لُطفِ خدائی گشتہ ام — لوحِ[3] شرحِ کبریائی گشتہ ام

میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں — (اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال — کے شغالے را بُود چندیں جمال

اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو — کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع — ہمچو پروانہ بگرد اگردِ شمع

وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے — جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری — گفت طاؤسِ نرے چوں مشتری

تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟ — اُس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہو

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں — جلوہا دارند اندر گلستاں

تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ روحوں کے مور — باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کُنی گفتا کہ نے — بادیہ نارفتہ چوں گوید منے

تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں — جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

[1] ذوقِ راستی۔ یعنی سچی بات کو شرفا پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہوگیا

[2] صبّاغ۔ رنگریز۔ بناگوش کان کی لو۔ شمن بتوں کا پجاری۔ مظہر چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہٰذا میں خدا کی مہربانی کا مظہر ہوں اور اُس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔

[3] لوح۔ یعنی میرے وجود سے اُس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جاسکتی ہے۔ جوہری۔ وہ گیدڑ جو رنگین ہوگیا تھا۔ مُشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔ جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا — پس نہ طاؤس خواجہ بُوالعُلا

تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اُس نے کہا نہیں — تو، اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں — کے رسی از رنگ دعویہا بداں

طاؤس کا لباس آسمان سے اُترتا ہے — دعووں کی رنگینی سے تو اُس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کُنی معنیٰ بیار — کہ مخور ورنہ پس گردن مخار

اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر — بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیّت را و تشبیہ کردن او را

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعونِ مرصّع کردہ ریش — برتر از موسیٰؑ پریدہ از خریش[2]

فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر — اپنے گدھے پن سے (حضرت) موسیٰؑ سے بلند پروازی کی

او ہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد — در خُمِ مالے و جاہے اوفتاد

وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا — مال اور مرتبہ کے خُم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد — سجدۂ افسوسیاں را اُو بخورد

جس نے اُس کا مال اور مرتبہ دیکھا اُسنے اُسکو سجدہ کیا — مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق — از سجود و از تحیّر ہائے خلق

وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا — لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ در وے زہر ہاست — واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست

مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں — لوگوں میں مقبولیت اور (اُن کا) سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون ناموسی مکُن — تو شغالی ہیچ طاؤسی مکُن

افسوس اے فرعون! معزز نہ بن — تو گیدڑ ہے مور بن نہ جتا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی — عاجزی از جلوہ و رسوا شوی

اگر تو موروں کے سامنے آئے گا — جلوہ (دکھانے) سے عاجز اور رسوا ہو جائیگا

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بُدند — پرِّ جلوہ بر سر و رُویت زدند

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے — اُنھوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور مُنہ پر مار دیا

---

[1] بانگ۔ مور کی کوک بھی بھلی ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ مرصّع۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے۔ برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

[2] خریش۔ خری اش۔ اوہم۔ وہ فرعون اسی گیدڑی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپکو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مستک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے۔ گدا۔ فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ ناموسی۔ معزز بن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہوگئی
سرنگوں افتادی از بالائیت
تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا
نقشِ شیری[1] رفت و پیدا گشت کلب
تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں
پوستینِ شیر را بر خود مپوش
شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرۂ شیرت بخواہد امتحاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے گی
نقشِ شیر و آنگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر
اے بدصورت، بے ہنر گیدڑ
ہیچ بر خود ظنِ طاؤسی مبر
اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے
خوار و بے رونق بمانی درمیاں
تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر "ولتعرفنہم فی لحن القول" در بیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم اُن کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے ذیل میں

گفت یزداں مر نبی را در مساق[2]
نبی کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے، سیاق میں بتادی
یک نشانِ سہل تر زاہلِ نفاق
منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زفت باشد نغز و ہول
خواہ منافق موٹا، خوبصورت اور بارعب ہو
واشناسی مر ورا در لحن و قول
تم اُس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

چوں سفالیں کوزہا را میخری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے
امتحانے می کنی اے مشتری
اے خریدار! تو امتحان کرلیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا
تو اُس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟
تا شناسی از طنین[3] اشکستہ را
تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ اشکستہ دگرگوں می شود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے
بانگِ چاؤوش ست پیشش می رود
آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اُس کی پہچان کردے
ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
جیسا کہ مصدر ہے، فعل اس میں تغیر کردیتا ہے

---

[1] نقشِ شیری۔ جھوٹی خدائی باطل ہوگئی اور حقیقت ظاہر ہوگئی۔ اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے غرۂ۔ شیر بننے پر امتحان ہوگا کہ شیر کی سی دُوک بھی ہے یا نہیں۔

[2] مساق۔ یعنی سیاقِ کلام اللہ، بعض نسخوں میں لفظ شاق ہے جس کے معنی ہیں عہد کی جگہ اس سے بھی مُراد قرآن پاک ہے۔ گر منافق۔ اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت بھلی معلوم ہوگی لیکن اُن کی آواز سے اُن کی حقیقت کھل جائے گی چوں سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

[3] طنین۔ جھنجھناہٹ۔ چاؤوش نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے۔ ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کرلی جائے اگر اُس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اُس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاماً ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاماً میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔

چوں حدیثِ امتحاں[۵۱] روی نمود — یادم آمد قصّۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی — مجھے فوراً ہاروت کا قصّہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے — خود چہ گویم از ہزارانش یکے
اِس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا — میں کیا کہوں، اُس کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن دراں تحقیقہا — تا کنوں وا ماندم از تعویقہا
میں اُس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا — (لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رُکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل — گفتہ آید شرحِ[۵۲] یک عضوے ز پیل
اُس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ — کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہوگی

گوش کن ہاروت را ماروت را — اے غلام و چاکراں ماروت را
سُن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں — اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصّۂ ہاروت و ماروت و دلیریِ ایشان بر امتحانِ حق تعالےٰ
ہاروت و ماروت کا قصّہ اور اللہ (تعالےٰ) کی آزمائش پر اُن کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سو بدار — تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اِسطرف متوجّہ کر — تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے اِلٰہ — وز عجائبہائے اِستدراجِ شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے — اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

ایں چنیں مستی ست زِ استدراجِ حق — تا چہ مستیہا دہد معراجِ[۵۳] حق
اللہ (تعالےٰ) کیجانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے — تو اللہ (تعالےٰ) کیجانب عروج کیا مستیاں دیتا ہوگا!

دانۂ دامش چنیں مستی نمود — خوانِ انعامش چہا داند کشود
اُس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی — اُسکے انعام کا خوان کسقدر (مستیاں) پیدا کرنا جانتا ہوگا

مست بودند و رہیدہ از کمند — ہای و ہوئے عاشقانہ می زدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے — عاشقوں کی طرح ہائے و ہُو (کے نعرے) لگاتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود — صرصرش چوں کاہ کُہ را می ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا — جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اُڑتی

امتحاں میکردشاں زیر و زبر — کے بُود سرمست را زینہا خبر
اِمتحان اُن کو اُلٹ پلٹ کر رہا تھا — مست کو اِس کی کب خبر ہوتی ہے؟

---

۵۱ اِمتحاں۔ آزمائش سے رُسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی اِمتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار میں نے بہت تھوڑا بیان کیا تھا خواستم۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اَسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

۵۲ شرحِ یک عضو۔ صرف اِس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ رُوت۔ روئے تو۔ اَسرارِ یار۔ خدائی راز۔ اِستدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہوجاتا ہے۔

۵۳ معراجِ حق۔ جبکہ اِستدراج کی مستیاں بھی اِس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش۔ یعنی اِستدراج کی مستیاں۔ مست بودند۔ ہاروت و ماروت اِستدراج کی مستیوں میں... مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش۔ اِمتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

خندق[۱] و میداں بہ پیشِ اُو یکے ست
چاہ و خندق پیشِ اُو خوش مسلکے ست
خندق اور میدان اُس کے سامنے یکساں ہیں
کنواں اور خندق اُس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

مستیِ بُز از دیدنِ بُز مادہ و جستنِ اُو بکوہِ مقابل

بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اُس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بُزے کوہی بَراں کوہِ بلند
بر دَوَد از بہرِ خوردی[۲] بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر
خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں
بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں
تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے
آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کُہے دیگر بر اندازد نظر
مادہ بُز بیند بر آں کوہِ دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے
اُس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ اُو تاریک گردد در زماں
بر جہد سر مست زیں کہ تا بداں
فوراً اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے
مست ہو کر اِس پہاڑ سے اُس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید وُرا
کہ دویدن گردِ بالوعہ سرا
وہ اُس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے
جیساکہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش
تا ز مستی میلِ جستن آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اُسکو دو گز نظر آتا ہے
یہاں تک کہ مستی کیوجہ سے اُسکے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں
در میانِ ہر دو کوہِ بے اَماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے
دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

اُو ز صیّاداں بہ کُہ بگریختہ
خود پناہش خونِ اُو را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا
پناہ نے ہی اُس کا خون بہا دیا

شستہ صیّاداں میانِ آں دو کوہ
انتظارِ ایں قضائے باشکوہ
اِن دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے
اِس پُرشکوہ قضا کے انتظار میں

باشد[۳] اغلب صیدِ ایں بُز ہمچنیں
ورنہ چالاک ست و چُست و خصم بیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہوجاتا ہے
ورنہ چالاک اور چست ہے، اور دشمن کو دیکھ لینے والا

رستم ار چہ باسر و سبلت بود
دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو
یقیناً شہوت اُس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

۱ خندق۔ مست گڑھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔ مستیِ بُز: اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

۲ خوردی۔ خوراک۔ علف۔ گھاس۔ چشمِ او یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ۔ چہ بچہ۔ سرا۔ مکان۔ کوہِ بے اماں۔ چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ شستہ نشستہ کا مخفف ہے۔ شکوہ۔ شان و شوکت، دبدبہ۔

۳ باشد۔ پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں۔ دشمن کو پہچان جانے والا۔ باسر و سبلت۔ یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

ہمچو من از مستیِ شہوت ببُر — مستیِ شہوت ببیں اندر شتر[1]
میری طرح شہوت کی مستی سے جُدا ہو جا — شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

باز ایں مستیِ شہوت در جہاں — پیشِ مستیِ مَلَک داں مُنتہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی — فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند — اُو بشہوت التفاتے کے کُند
اُس کی مستی اِسکی مستی کو فنا کر دیتی ہے — وہ شہوت کی طرف کب توجّہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تا نخوردی آبِ شور — خوش نماید چوں درونِ دیدہ نور
جب تک تونے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھارا پانی — ایسا عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرۂ از بادہ ہائے آسماں — بر کَند جاں را ز مے وز ساقیاں
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ — جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کردیتا

تا چہ مستیہا بُود املاک را[2] — وز جلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں — اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

کہ بُوئے دل دراں بجستہ اند — خُمِ بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
کہ انھوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اُس شراب سے وابستہ کر دیا ہے — اُنھوں نے اِس جہان کے خُم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دُور — ہمچو کفّارے نہفتہ در قبور
سوائے اُن کے جو مایوس اور دُور ہیں — قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند — خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں — اُنھوں نے لاانتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنّا کردنِ ہاروت و ماروت مقامِ بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ
ہاروت و ماروت کا بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پس ز مستیہا[3] بگفتند اے دریغ — بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ
مستیوں کی وجہ سے اُنھوں نے کہا ہائے افسوس — ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستریدیمے دریں بیداد جا — عدل و انصاف و عبادات و وفا
ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے — عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست — پیشِ پاتاں دامِ ناپیدا بسے ست
یہ اُنھوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا! — تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

---

[1] اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ مَلَک۔ فرشتوں کو قُربِ الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اُسکے سامنے ہیچ ہے۔ مستیِ آں۔ جس شخص کو قربِ الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے پھر اُس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

[2] تا چہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قربِ الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے دل اُس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ جز مگر۔ کُفّار کی روحیں قربِ الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن۔ قُربِ الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات اِستدراج ہوتا ہے اُس سے ہوشیار رہنا چاہیئے اِس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیئے۔

[3] پس ز مستیہا۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام بھگتنا پڑا۔ گستریدیمے۔ انسانوں نے دنیا میں [illegible] ظلم کر رکھا ہے۔ ہم دنیا [illegible] ہوتے تو عدل و انصاف سے [illegible] بھر دیتے۔

هین مرو گستاخ در دشتِ بلا [1] — هین مرو کورانه اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا — خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کہ ز موی و استخوانِ ہالکاں — می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے — چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملہ رہ استخوان و موی و پے — بسکہ تیغِ قہر لاشی کرد شیٔ
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں — کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جفتِ عون — بر زمیں آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے — خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رَوَد در خارزار — جز بمہل و فکرتے پرہیزگار [2]
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے — پرہیزگار سوائے وقفہ اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شاں — بستہ بود اندر حجابِ جوشِ شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن اُن کے کان — اُن کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند — جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں — سوائے اُن کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت کہ کشاید چشم را — جز محبّت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟ — غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بُوَد — زارزنے [3] کم گرچہ صد خرمن بُوَد
بے توفیقِ (خدا)، کوشش، جان کو فنا کرنا ہے — اگرچہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چینے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد — در جہاں واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو — دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدنِ فرعون آمدنِ موسیٰ علیہ السلام را و تدارک آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اُسکو روکنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بُود — ہر چہ اُو می دوخت آں تفتیق بُود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی — جو کچھ وہ سیتا تھا، وہ پھاڑنا تھا

---

[1] ہین مرو۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیے۔ کہ ز موی۔ آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغِ قہر۔ خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ گفت۔ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

[2] پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انھوں نے کان بند کر لیے تھے۔ بجز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے انکے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ بجز عنایت۔ عنایتِ خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضبِ الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہدِ بے توفیق۔ جب تک توفیقِ خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔

[3] ارزن۔ ایک غلہ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اسکو چینا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیقِ خداوندی چونکہ فرعون کے شاملِ حال نہ تھی لہذا حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کو روکنے کی اُس کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

از منجّم[1] بود در حکمش ہزار
اُس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے
وز معبّر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدمِ موسیٰ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰؑ کی تشریف آوری اُنکو خواب میں دکھائی گئی
کہ کُند فرعون و مُلکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اُس کے مُلک کو تباہ کر دینگے

با معبّر گفت و با اہلِ نجوم
اُس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا
چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم
منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے
راہِ زادن را چو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اُس کی پیدائش کا راستہ روکدیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ وہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی
رایِ ایں دیدند آں فرعونیاں
اُن فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ
کہ اُس روز صبح سے باہر لگا دیں
سوئے میداں بزم و تختِ بادشا؟
میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر اُنھوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ
کہ منادی ہا کنند از شہریار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصّلا[2] اے جملہ اسرائیلیاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے
شاہ می خواند شمارا زاں مکاں
بادشاہ تمھیں اُس جگہ بُلاتا ہے

تا شمارا رُو نماید بے نقاب
تاکہ تمھیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے
بر شما احساں کُند بہرِ ثواب
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کیلئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا
دیدنِ فرعون دستوری نبود
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیشِ او
وہ اگر راستہ میں اُس کے سامنے آجاتے
بہرِ آں یاسہ بخفتندے برو
اُس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یاسہ[3] آں بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے
در گہ و بے گہ لقائے آں امیر
وقت بے وقت اُس امیر (فرعون) کا دیدار

بانگِ چاؤشاں چو در رہ بشنوند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سُنتے
تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند
مُنہ دیوار کی طرف کریں تاکہ اُس کو نہ دیکھ سکیں

---

[1] مُنجّم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ مُعبّر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مَقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبّروں نے کہا ہم اُس بچہ یعنی موسیٰؑ کی پیدائش کا راستہ بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کردیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اُس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ مولد۔ یعنی استقرارِ حمل۔ فرعونیاں۔ نجّم اور مُعبّر۔ پگاہ۔ صبح۔ شہریار۔ بادشاہ۔

[2] الصّلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیراں۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ اُن سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون، رسم۔

[3] یاسہ۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کرسکیں۔ اسیر یعنی اسرائیلی۔ لقا۔ دیدار۔ چاؤشاں۔ چاؤش کی جمع ہے نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رُخ فرعون کی طرف نہ رہے۔

ور بہ بیند روئے او مجرم بود | انچہ بدتر بر سرا و آں رود
اگر اُس کا مُنہ دیکھ لے گا تو قصور وار ہوگا | جو بدتر (سزا) ہوگی اُس کو وہ دی جائیگی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع | چوں حریص ست آدمی فیما منع
ممنوع دیدار کی اُن کو تمنا تھی | کیونکہ جس چیز سے انسان روکا جائے وہ اُسکا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون

منعِ ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام
کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

شد منادی در محلتہا رواں | بانگ میزد کو بکو شادی کناں
مُنادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہوگیا | خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید | کز شہنشہ دیدن و جود ست امید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو | کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں | تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سُنی | پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند | خویشتن را بہر جلوہ[2] ساختند
چکمہ کھا گئے اور اس طرف دوڑ پڑے | انھوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کرلیا

از غرض غافل بدند و بے خبر | وز طمع رفتند بیروں سر بسر
مقصد سے غافل، اور بے خبر تھے | سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

حکایت در تمثیل
مثالاً ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مغول[3] حیلہ داں | گفت می جویم کسے از مصریاں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے | کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آرید ایں طرف | تا در آید آنکہ می جویم بکف
اس طرف مصریوں کو جمع کرلو | تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آجائے

ہر کجا بد مصریئے جمع آمدند | در بر آں میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہوگئے | ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آگئے

---

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کہ یعنی فرعون کا دیدار بھی ہوجائیگا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لئے اُن کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مُغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلہ سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔ بوزن عُنق اسی لئے اُس کو مُغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ بغل، آغوش۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں — **ہیں درآ خواجہ دراں گوشہ نشیں**

جو بھی آتا (اُس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے — خواجہ آ، اُس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند — **گردنِ ایشاں بدیں حیلہ زدند**

یہاں تک کہ اِس طریقہ پر سب جمع ہو گئے — اُنھوں نے اِس تدبیر سے اُن سب کی گردن اُڑا دی

شومیِ[۱] آنکہ سوئے بانگِ نماز — **داعی اللہ را نبردندے نیاز**

ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب — اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکّارشاں اندر کشید — **اَلحَذر از مکرِ شیطاں اے رشید**

مکّار کی دعوت نے اُن کو اندر کھینچ لیا — اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

بانگِ درویشان و محتاجاں نیوش — **تا نگیرد بانگِ محتالیت گوش**

فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے — تا کہ کسی حیلہ جُو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گر گدایاں[۲] طامع اند و زشت خُو — **در شکم خواراں تو صاحبدل بجو**

فقیر خواہ لالچی اور بدعادت ہوں — خواہ پیٹو، تو صاحبدل کی جُستجو کر

در تگِ دریا گہر با سنگہاست — **فخرہا اندر میانِ ننگہاست**

دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں — فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں — **از پگہ تا جانبِ میداں دواں**

اسرائیلی ٹوٹ پڑے — صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[۳] بحیلت شاں بمیداں بُرد اُو — **روئے خود بنمودہ شاں بس تازہ رُو**

جب وہ اُنھیں تدبیر سے میدان میں لے گیا — تو اُنھیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد — **ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد**

اُن کی دلداری کی اور بخششیں دیں — اُس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

بعد ازاں گفت از برائے جانِ تاں — **جُملہ در میداں بخسپید امشباں**

اُس کے بعد اُن سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کیلئے — آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم — **گر تو خواہی یک مہ اینجا ساکنیم**

اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے — اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

---

۱ شومی۔ مصریوں کا یہ قتلِ عام اِس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ مؤذن۔ مکّار یعنی دریں نقل۔ بانگِ درویشاں۔ عذابِ الٰہی سے نجات کا باعث جس طرح مؤذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اِسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجّہ کرنا بھی ہے۔ مُحتاں۔ فریبی، حیلہ گر۔

۲ گر گدایاں۔ اِنہی دنیادار فقیروں میں کوئی صاحبدل بھی ہوگا لہٰذا سب کی خدمت کرو۔ گہر با سنگہا۔ دریا کی تہ میں سنگریزے بھی ہوتے ہیں اور پتھر بھی۔ پگہ۔ پگاہ، صبح۔

۳ چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے اُن کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ جانِ تاں یعنی تفریحِ طبع۔ مہ۔ ماہ کا مخفف۔

باز گشتنِ فرعون از میدان بشہر شادماں از تفریق

حمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عورتوں سے جُدا کر دینے پر

بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شبِ حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ[۱] شبانگہ باز آمد شادماں
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا
کامشباں حمل ست و دور اند از زناں
کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش
اُس کا خزانچی عمران اُس کی خدمت میں تھا
ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش
وہ بھی اُس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں در خُسپ تو
اُس نے کہا اے عمران! تو بھی اِسی دروازے پر سو جا
ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو
اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت خُسپم ہم بریں درگاہِ تو
اُس نے کہا میں ابھی تیرے در پر سو جاؤں گا
ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو
میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم ز اسرائیلیاں
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا
لیک مر فرعون را دل[۲] بود و جاں
لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بُردے کہ اُو عصیاں کُند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا
اُنچہ خوفِ جانِ فرعون آں کُند
جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُد و افعالِ اُو
وہ (فرعون) عمران اور اُس کے کاموں سے مطمئن تھا
لیک خود آں بُد خرابی حالِ اُو
لیکن اُس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بُود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی
اینچنیں[۳] تقدیر چوں عاد و ثمود
ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰؑ و حاملہ شدنِ مادرِ موسیٰ علیہ السّلام

عمران کا موسیٰؑ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السّلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و اُو بر آں درگاہ خُفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اُس درگاہ پر سو گیا
نیم شب آمد بہ پیشش جُفت جُفت
آدھی رات کو اُس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آگئی

زن برو اُفتاد و بوسید آں لبش
بیوی اُس پر لیٹ گئی اور اُس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا
بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
اُس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

---

۱ شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں سُلا کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پانا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل نہ قرار پا سکے گا۔ خازن خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰؑ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔ بریں در یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

۲ دل بود و جاں۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

۳ اینچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اُس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد و ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جُفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار او و زن را دید خوش[1] — بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
وہ بیدار ہوگیا اور حسین بیوی کو دیکھا — اُس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسادی

گفت عمراں ایں زماں چوں آمدی — گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟ — اُس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنار از مہر مرد — بر نیامد با خود آں دم در نبرد
مرد نے محبت سے اُس کو پہلو میں دبالیا — اُس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد — پس بگفت اے زن ایں کار نیست خرد
اُس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کردی — پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے — آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے[2]
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہوگئی — ایسی آگ جو بادشاہ اور اُسکی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰؑ نبات — حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰؑ پودا ہے — اللہ تعالیٰ شاہِ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و برد از شاہ می داں اے عروس — آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ — ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

آنچہ ایں فرعون می ترسید از و — ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا — اسوقت موجود ہوگئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

وصیت کردن عمراں جفت را بعد از مجامعت[3] کہ مرا ندیدہ باشی
صحبت کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

وا مگرداں ہیچ زینہا دم مزن — تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا، اِس بارے میں دم نہ مارنا — تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثارِ ایں — چوں علامتہا رسد اے نازنیں
انجام کار اُس کے آثار ظاہر ہوں گے — اے نازنین! جب علامتیں (سامنے) آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا — می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اُسی وقت میدان سے بہت سے نعرے — لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ از اں ہیبت بروں جست آں زماں — پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
شاہ فوراً اُس خوف سے باہر آیا — ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

[1] خوش - خوبصورت۔ لبش یعنی بیوی کے ہونٹ۔ بر نیامد یعنی عمران اپنے اوپر قابو نہ پاسکے اور بیوی کے ساتھ ہمبستر ہوگئے۔ امانت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ ایں کار۔ یعنی حضرت موسیٰؑ سے حاملہ ہوجانا۔ آتشے یعنی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش جو فرعون کی تباہی کا سبب ہوگی۔

[2] کیں کش - بدلہ لینے والا۔ برد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مُہرے پٹ جائیں یہ آدھی مات ہوتی ہے۔ مات۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہوجائے فرزیں اور گھوڑے۔

[3] مجامعت۔ ہمبستری۔ زینہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں۔ یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں۔ یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو
کز نہیبش می رمند جنّی و دیو

میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟
کہ اُس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[1] عمراں شاہ ما را عمر باد
قوم اسرائیلیاں اند از تو شاد

عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو
اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند
رقص می آرند و کفہا می زنند

بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں
ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور غل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بُود اما و لیک
وہم و اندیشہ مرا پُر کرد و نیک

اُس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن
وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد
از غم و اندوہِ تلخم پیر کرد

اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے
غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

پیش می آمد سپس می رفت شہ
جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ

بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا
تمام رات وہ، بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا
سخت از جا بردہ است ایں نعرہا

ہر لحہ کہتا، اے عمران! مجھے
اِن نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا
باز گوید اختلاطِ جفت را

عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ
بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زنِ عمراں بعمراں در خزید
تا کہ شد استارۂ موسیٰؑ پدید

جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی
یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰؑ کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر[3] کاندر آید در رحم
نجم او بر چرخ گردد منتجم

ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے
اُس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰؑ بر آسمان و غریو منجمان در میدان

حضرت موسیٰؑ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں نجومیوں کا شور و غل

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش
کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش

آسمان پر اُن (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا
فرعون اور اُس کے مکر و تدبیر کے خلاف

[1] گفت عمراں۔ عمران نے فرعون کو مطمئن کرنے کیلئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی عطا سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں۔ گفت۔ فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی وہی وجہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں، پیش آمد بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰؑ کے حمل کا قرار پانا تھا وہ بتا دیتا۔ چوں زن عمراں۔ جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰؑ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوا ہے اُس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ہے۔ کوری۔ اندھا پن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتنش کہ اے عمراں برو ۔۔۔ واقفِ[1] آں غلغل و آں بانگ شو

دن ہوا (فرعون نے) اُس (عمران) سے کہا اے عمران جا ۔۔۔ اُس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

راند[1] عمراں جانبِ میدان و گفت ۔۔۔ ایں چہ غُلغُل بود شاہنشہ نخفت

عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا ۔۔۔ یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک ۔۔۔ ہمچو اصحابِ عزا بر فرق خاک

ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے ۔۔۔ ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں ۔۔۔ بُد گرفتہ از فغان و سازِ شاں

ماتم کرنے والوں کی طرح اُن کی آواز ۔۔۔ چلانے سے رُندھ گئی اور سازِ طرب، خاموش تھے

ریش و مو برکندہ رو بدریدگاں ۔۔۔ خاک بر سر کردہ پُر خوں دیدگاں

داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے مُنہ نوچے ہوئے ۔۔۔ سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پُر خون

گفت خیرست اینچہ آشوبست و حال ۔۔۔ بد نشانی می دہد منحوس سال

اُس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟ ۔۔۔ منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

عذر آوردند و گفتند اے امیر ۔۔۔ کرد ما را دستِ تقدیرش اسیر

انھوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر! ۔۔۔ ہمیں اُس (اللہ) کے دستِ قدرت نے قیدی بنایا

اینہمہ کردیم و دولت تیرہ شد ۔۔۔ دشمنِ شہ ہست گشت و چیرہ شد

ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال)، دولت تاریک ہو گیا! ۔۔۔ بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں ۔۔۔ کوریِ ما بر جبینِ آسماں

رات اُس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا ۔۔۔ آسمان کی پیشانی پر، ہماری آنکھوں میں دُھول جھونک کر

زد ستارہ آں پیمبر بر سما ۔۔۔ ما ستارہ بار گشتیم از بکا

اُس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا ۔۔۔ ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

بادل خوش شاد عمراں وز نفاق ۔۔۔ دست بر سر می بزد کاہ اَلفراق[3]

عمران خوش دلی کے ساتھ، نفاق سے ۔۔۔ سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "اَلفراق"

کرد عمراں خویش پُر خشم و تُرش ۔۔۔ رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہُش

عمران نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غضبناک بنایا ۔۔۔ دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

خویشتن را اعجمی کرد و براند ۔۔۔ گفتہائے بس خشن بر جمع خواند

اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا ۔۔۔ مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

---

[1] واقف۔ باخبر۔ راند عمراں۔ عمران نے میدان میں جاکر منجموں سے شور وغل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور چیخ وپکار سے اُن کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کرد ما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آگیا۔

[2] شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوریِ ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ بادل خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] اَلفراق یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائیگی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم وغصہ طاری کیا منجموں کو بُرا بھلا کہا اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را تُرش و غمگیں ساخت اُو
اُس نے اپنے آپ کو تُرش رو اور غمگین بنایا

نَرد ہائے باژگونہ باخت اُو
اُس نے اُلٹی چال چلی

گفت ^(۱)^ شاں شاہِ مرا بفریفتید
بولا، تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا

از خیانت وز طمع نشگیفتید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سُوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے

آبروئے شاہِ مارا ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہادید از ضماں
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا

شاہ را ما فارغ آریم از غماں
(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

عاقبت زرہا تلف شد کار خام
آخر کار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا (رہا)

شُد ^(۲)^ بر فرعون و برخواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اُس کو سب قصہ سُنایا

چوں شنید از غصہ ریش شُد سیاہ
جب اُس نے سنا غصہ سے اُس کا مُنہ کالا پڑ گیا

خواند ایشاں را زخشم آں رُو تباہ
اُن کو اُس رُو تباہ نے غصہ سے بُلایا

گفت ^(۳)^ ایشاں را کہ ہیں اے خائناں
(شاہ نے)، اُن (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!

من بر آویزم شُمارا بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مذاق اُڑوائی

مالہا با دشمناں درباختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تاکہ امشب جملہ اسرائیلیاں
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی

دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دُور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)

ایں بُود یاری و افعالِ کرام
(کیا)، یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا ادرار ^(۴)^ و خلعت می برید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو

مملکتہا را مسلّم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں
اسی لئے کہ اِس طرح کے دن

فہم کرد آرید و گردید ام مُعیں
سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!

طبل خوارانید و مکّارید و شوم
تم پیٹو، اور مکّار اور بدبخت ہو

---

^(۱)^ گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔

^(۲)^ شد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آکر تمام صورتِ حال بیان کر دی۔

^(۳)^ گفت یعنی بادشاہ نے انھیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی۔ کہا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کر دیا تھا۔ تاکہ۔ اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

^(۴)^ ادرار۔ مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل وادب، لُغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مر شما را بر دَرم آتش زنم
میں تمھارے ٹکڑے کردوں گا، پھونک دونگا

گوش وبینی ولبان تان بَر کَنَم
تمھارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دونگا

عیشِ رفتہ با شما ناخوش کُنم
میں تمھارے پہلے عیش کو بدمزہ کردوں گا

من شما را ہیزمِ آتش کُنم
میں تمھیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجدہ ہا کردند وگفتند اے خدیو[1]
اُنھوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!

گر یکے کرّت زما چِربید دیو
اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آگیا

سالہا دفعِ بلا ہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں

وہم حیراں زانچہ ما ہا کردہ ایم
جو کچھ ہم نے کیا ہے اُس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما وحملش[2] شد پدید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اُس کا حمل نمودار ہو گیا

نطفہ اش جَست ورحم اندر خزید
اُس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھُس گیا

لیک استغفارِ ایں روزِ ولاد
لیکن اِس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی

مانگہدارِیم اے شاہِ قباد
اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رَصَد بندیم ما
اُس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے

تا نگردد فوت ونجہد ایں قضا
تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[3] نداریم ایں نگہ ما را بکُش
اگر ہم اِس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا

اے غلام رائے تو افکار وہُش
اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نہ مہ می شمرد اُو روز روز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا

تا نپرّد تیرِ حکمِ خصم دوز
تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ بَرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے

خونِ خود ریزد بَلا ہا را خرد
اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا ہر کُو شبیخوں آورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے

سَرنگوں آید زخونِ خود خورد
اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کُند
جب زمین، آسمان سے دشمنی کرے

شور گردد سَر زمرگے بر زند
بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش[1] با نقاش چوں پنجہ زند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے

سَبلتان وریشِ خود بَر می کَند
اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

---

[1] خدیو۔ خداوند، آقا۔ کرّت۔ مرتبہ، باری۔ چِربید۔ غالب آگیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔

[2] حملش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا حمل۔ استغفار یعنی اس غلطی کی مکافات ہم موسیٰؑ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ عمل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردش کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصد گاہ میں بیٹھ کر اس کا یومِ ولادت معلوم کرینگے۔

[3] گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اُس بچہ کا تدارک نہ کرسکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیرِ حکم۔ یعنی موسیٰؑ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکان۔ یعنی مخلوق۔ لامکان۔ یعنی اللہ تعالٰے۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی۔

[1] نقش۔ اگر مخلوق خالق سے لڑے تو خود مخلوق کی بربادی ہے

خواندنِ فرعون زنانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند سوئے میداں بہ مکر

فرعون کا بنی اسرائیل کی اُن عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف بُلانا جن کے حال میں بچے ہوئے تھے

بعدِ نُہ[1] مہ شہ بروں آورد تخت — سوئے میدان و مُنادی کرد سخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا — میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد مُنادی سوئے شہر — کاے زناں از دہر می یابید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا — کہ اے عورتو! زمانے سے حصّہ حاصل کر لو

کاے زناں با طفلگاں میداں روید — تا زداد و بخششم شاداں شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو! — تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں را رسید — خلعت و ہر کس ازیشاں زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو مِلا — شاہی جوڑا اور اُن میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ[2] شماست — تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست
آگاہ! عورتو اِس سال تمھارا نصیبہ ہے — تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اُس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حِلیت دہند — کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے — بچوں کو سُنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ اُو ایں ماہ زائیدست ہیں — گنجہا گیرد زمن بے شک یقیں
آگاہ! جس نے اِس سال بچہ جنا ہے — یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں با طفلگاں بیروں شدند — شادماں تا خیمۂ شہ آمدند
اُس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں — خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آ گئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد ز شہر — سوئے میداں غافل از دستانِ قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی — میدان کی جانب، ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند — ہر چہ بود آں نر[3] ز مادر بستدند
جب سب عورتیں اُس کے گرد آ گئیں — جو لڑکا تھا اُس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط — تا نزاید خصم و نفزاید خباط
اُس کا سر قلم کر دیا، کہ یہ احتیاط ہے — تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

---

[1] بعدِ نُہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔
دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصّہ۔
تا زداد۔ مُنادی کرنے والے، بادشاہ کے اِس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔

[2] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی نصیبہ وری کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کہ اُو۔ یعنی جس عورت کے اِس مہینے بچہ ہوا ہے اُس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔ نوزادہ۔ یعنی جس کے حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ دستاں۔ مکر یعنی اِس بہانہ سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[3] آں نر یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا۔ خباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰؑ کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اُس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السّلام و آمدنِ عوانان[1] بخانۂ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا

عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در تنورِ آتش انداز کہ من او را نگاہ دارم

اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ اُن کو آگ کے تنور میں ڈالدے کیونکہ میں اُس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بود — دامن اندر چید زاں آشوب زود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰؑ کو جنا تھا — اُس نے اِس فتنہ سے جلد دامن بچالیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ با زناں — کرد دیگر بیں چہ آورد آں زماں
اُس کے بعد وہ مکر جو اُس کتے نے عورتوں سے — کیا، پھر دیکھ اُس نے اِس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا — بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
دائیوں کو گھروں میں — اُس (مجسّم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کردیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست — نامد او میداں کہ در وہم[2] و شکیست
اُنھوں نے اُس کو اشارہ کردیا کہ یہاں ایک بچہ ہے — جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اُسکی ماں) وہم اور شک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست — کودکے دارد و لیکن پُرفنے ست
اِس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے — جسکے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند او طفل را — در تنور انداخت از امرِ خدا
تو سپاہی پہنچ گئے، اُس نے بچے کو — خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از داد گر — کہ ز نسلِ آں خلیل ست ایں پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی — کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰ را تو زود — تا نگہدارمش اندر نار و دُود
تو موسیٰؑ کو فوراً تنور میں ڈال دے — تاکہ آگ اور دھوئیں میں مَیں اُسکی حفاظت کروں

عصمتِ یا نارُ[3] کُونی بارِداً — لاتکونُ النّارُ حرّاً شارِداً
اے آگ تو ٹھنڈی ہوجا، کی حفاظت کی وجہ سے — آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

زن بوحی انداخت او را در شرر — بر تنِ موسیٰؑ نکرد آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اُسکو انگاروں میں پھینک دیا — آگ نے موسیٰؑ کے جسم پر اثر نہ کیا

---

[1] عوان سپاہی۔ آشوب۔ فتنہ، یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ سگ۔ یعنی فرعون۔ قابلہ۔ بچہ جنانیوالی عورت۔ آں دغا یعنی فرعون۔ غمز۔ چٹکی لینا، اشارہ کرنا۔

[2] در وہم۔ یعنی اُس کو شک ہوگیا ہے کہ بچوں کو بلا کر فرعون کوئی خرابی پیدا کریگا۔ زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی۔ پُرفنے۔ چونکہ اُس نے بچہ کو احتیاطاً میدان میں نہیں بھیجا تھا۔ کہ ز نسل۔ حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہذا اُن کی نسل کے اِس بچہ کو اُسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔

[3] یا نار۔ یہ اُسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد۔ سرکش۔ شرر۔ یعنی تنور کے انگارے۔

پس عواناں خانہ را جُستند زود — ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود[1]
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی — اُس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عواناں بے مُراد آں سُو شدند — باز غمّازاں کزاں واقف بُدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے — پھر اُن چغلخوروں نے جو اِس سے واقف تھے

با عواناں ماجرا بر داشتند — پیشِ فرعوں از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا — فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عواناں باز گردید آں طرف — نیک نیکو بنگرید اندر غُرَف
کہ اے سپاہیو! اُس طرف پھر جاؤ — کوٹھریوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عواناں جُملگاں — تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے — تاکہ فوراً موسیٰؑ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السّلام کہ در آتش فگن اَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اُس کو پانی میں ڈالدے" اسکو دریا میں ڈالدے

باز وحی آمد کہ در آبش فگن — روی در امید دار و مُو مکن
پھر وحی آئی، اُس کو پانی میں ڈالدے — اُمید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کُن اعتمید — من تُرا با تو رسانم رُو سفید
اُس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر — میں عزت سے اُسے تیرے پاس پہنچا دونگا

مادرش انداخت اندر رودِ نیل — کار را بگذاشت با نِعْمَ الْوَكِيل
ماں نے اُس کو دریائے نیل میں ڈال دیا — معاملہ بہترین وکیل کے سُپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش — جُملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
اِس بات کی انتہا نہیں ہے اور اُس کے مکر — سب اُس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کُشت از بروں — خصم[3] اندر صدرِ خانہ در دروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا — (اور) دشمن بیچ مکان میں دَرپردہ (موجود تھا)

از جنوں می کُشت ہر جا بُد جنیں — از حِیَل آں کور چشمِ دُور بیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اُسکو پاگل پن سے مار ڈالتا — تدبیروں سے، وہ دُور بین، اندھا

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود — مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا — جو دُنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

---

[1] نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا۔ غمّاز۔ چغلخور۔ غُرَف۔ غُرفہ کی جمع ہے، کوٹھری، بالا خانہ۔ در آبش یعنی موسیٰؑ کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رُو سفید۔ باآبرو۔ نِعْمَ الْوَكِيل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دور بیں یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعون[1] تر بے آمد پدید — ہم ورا ہم مکر او را در کشید

لیکن اُس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا — جس نے اُس کو اور اُس کے مکر کو نگل لیا

اژدہا بُود و عصا شد اژدہا — ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا

وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی — اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

دست شد بالائے دست ایں تا کجا — تا بہ یزداں کہ الیہ المنتہیٰ

ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟ — خدا تک، کیونکہ اسی پر انتہا ہے

کاں یکے دریاست بے غور و کراں — جملہ دریاہا چو جوئے پیش آں

کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے — سارے دریا اُس کے سامنے نہر جیسے ہیں

حیلہا[2] و چارہا گر اژدہاست — پیشِ الّا اللہ آنہا جملہ لاست

حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہیں — الّا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد — محو شد واللہُ اعلمُ بالرّشاد

جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا — فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

آنچہ در فرعون بُود اندر تو ہست — لیک اژدرہات محبوسِ چہ است

جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے — لیکن تیرے اژدھے کنوئیں میں قید ہیں

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست — تو براں فرعون بر خواہیش بست

ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں — تو اُن کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

آنچہ گفتیم جملگی احوالِ تست — خود نہ گفتیم صد یکے زانہا درست

جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں — میں نے انہیں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں

گر ز تو گویند[3] وحشت زایدت — ور ز دیگر چوں فسانہ آیدت

اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے — اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی لگتی ہے

چوں خرابت می کند نفسِ لعیں — دور می انداز دت سخت ایں قریں

ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے — یہ ساتھی تجھے (راہِ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست — لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست

یہ (بُرے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں — اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست — ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست

تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کیلئے فرعونی ایندھن نہیں ہے — ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

---

[1] فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰؑ جنھوں نے فرعون اور اُسکی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اژدہا بود۔ یعنی فرعون اور اُس کا مکر ایک اژدہا تھا۔ عصا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست۔ یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اُس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

[2] حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ اینجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بُری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفسِ امّارہ میں موجود ہیں۔ اژدرہا۔ یعنی نفسانی عیوب۔ چہ۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نگفتیم۔ جو بُرائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفسِ امّارہ کی بُرائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اُس کا بیان بھی ممکن نہیں کیا جا سکتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ خود نفسِ انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے۔ دور۔ یعنی راہِ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بُری خصلتیں۔ ز جہل۔ لیکن انسان اپنی خصلتوں سے جاہل اور ناواقف رہتا ہے۔ آتشت۔ ہر انسان کو بُرائی کرنے کا موقع نہیں ملتا ورنہ وہ وہی کام کرے جو فرعون نے کیے۔

گُلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست
تیرے نفس کی آگ کیلئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے
ورنہ چوں فرعون نارِ قاہریست
ورنہ فرعون (کی آگ) کیطرح قہر ڈھانیوالی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے
تا بری زیں راز سرِ پوشیدہ بُو
تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[۱] مار گیرے کہ اژدہائے افسُردہ را مُردہ پنداشت
اُس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مُردہ سمجھا
و در رسنہا بستہ و پیچیدہ بہ بغداد آوردہ
اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مار گیرے رفت سوئے کُہسار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا
تا بگیرد اُو بافسونہاش مار
تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گر گراں و گر شتابندہ بُوَد
خواہ وہ سُست ہو یا چُست ہو
آنکہ جویندست یابندہ بُوَد
جو تلاش کرتا ہے وہ پالیتا ہے

در طلب زن دائماً تو ہر دو دست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ
کہ طلب در راہ نیکو رہبر ست
کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ و لوک[۲] و خفتہ شکل و بے ادب
(تو خواہ) لنگڑا اور لُولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو
سوئے اُومی غژ و اُورا می طلب
اُسی کی طرف کھسک اور اُسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی
بُوئے کردن گیر ہر سُو بُوئے شہ
سُونگھ کر، ہر جانب شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ با اولادِ خویش
حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا
جُستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش
حد سے زیادہ یوسفؑ کو تلاش کرو

ہر حسِ[۳] خود را دریں جُستن بجدّ
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حِس کو
ہر طرف رانید شکلِ مُستعِد
مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از روحِ خدا لَا تَیْأسُوْا
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو
ہمچو گم کردہ پسر رَو سُو بسُو
بیٹے کو گم کردینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِّ دہاں پُرساں شوید
مُنہ کی حِس کے ذریعہ دریافت کرو
روی جاناں را بجان جویاں شوید
محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

۱ حکایت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کو اس سپیرے کا اژدہا سمجھو جو بظاہر مُردہ تھا۔ افسونہا۔ سپیرے کچھ منتر پڑھکر سانپ پکڑتے ہیں۔ گرگراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سُست ہو یا چُست ہو۔

۲ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ می غژ۔ انسان کو چاہیے اپنی معذوریوں کو نظر انداز کرکے طلب میں لگ جائے۔ گہ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

۳ ہر حس۔ یعنی یوسفؑ کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حِس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا لَا تَیْأسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسفؑ کی طلب و جستجو میں کبھی مایوس نہ ہونا۔ حِسِّ دہاں۔ قوتِ گویائی۔

پُرس پُرساں مُژدگانی[1] جاں دہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کردو

گوش را بر چار راہِ آں نہید
کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بُوئے خوش آید بُو بَرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اُس کا سُراغ لگاؤ

سوئے آں سِر کاشنائے آں سرید
اُس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لُطفے بہ بینی از کسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے

سوئے اصلِ لُطف رَہ یابی بسے
اُس سے اصل خوبی کیجانب تو بہت رہنمائی حاصل کریگا

اینہمہ جوہا ز دریائیست ژرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں

جُزو را بگذار و بر کُل دار طرف
جزو کو چھوڑ اور کُل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[2] خلق بہرِ خوبی است
مخلوق کی بُرائیاں، بھلائی کے لئے ہیں

برگِ بے برگی نشانِ طوبیٰ است
بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہرِ آشتی ست
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں

دامِ راحت دائماً بے راحتی ست
تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

خشمہائے خلق بہرِ مہر خاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کیلئے پیدا ہوئی ہیں

وز جفائے خلق اُمیدِ وفاست
مخلوق کے ظلم سے وفا کی اُمید ہے

ہر زدن بہرِ نوازش را بُوَد
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے

ہر[3] گلہ از شُکر آگہ می کُند
ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بُوئے بَر از جُزو تا کُل اے کریم
اے بھلے آدمی! جزو سے کُل کا سُراغ لگا

بُوئے بَر از ضد تا ضد اے حکیم
اے دانا! ضد سے ضد کا سُراغ لگا

چوں عصا در دستِ موسیٰؑ گشت مار
جیساکہ لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ میں سانپ بنی

جملہ عالم رابدیں ساں می شمار
تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست
لڑائیاں، صحیح صُلح پیدا کر دیتی ہیں

مارگیر از بہرِ بازی مار جُست
سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

---

[1] مُژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ چار راہ۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سِر۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوبِ حقیقی کے سُراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے۔ انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور اُن صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے۔ جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی بُرائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر بُرائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سر و سامانی کی حالت کا پیش خیمہ ہے طوبیٰ۔ جنّت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا۔ جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں، کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دامِ راحت۔ انسان تکلیفیں اُٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی غصہ کی بُرائی دیکھ کر انسان شفقت کا رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بیجا غصہ شفقتِ خداوندی کا سبب بنجاتا ہے محبُوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ [3] ہر گلہ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بُوئے بَر جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنایا ہے اسیطرح ہر بُرائی کو بھی راہنما بنالے۔ چوں عصا بُرائی سے بھلائی کی رہنمائی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیساکہ حضرت موسیٰؑ کا عصا سانپ بنا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔ مارگیر سپیرے نے سانپ تماشے کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سببِ ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔

بہر بازی مار جوید آدمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے
غم خورد بہر امیدِ بے غمی
بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

اُو ہمی جستے[۱] یکے مار شگرف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا
گرد کوہستان در ایامِ برف
پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم
اُس نے وہاں ایک مُردہ بڑا اژدہا دیکھا
کہ دلش از شکلِ اُو شد پُر ز بیم
کہ اُس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مارگیر اندر زمستانِ شدید
سپیرا سخت جاڑے میں
مار می جُست اژدہائے مُردہ دید
سانپ تلاش کرتا تھا اُس نے ایک مرا ہوا اژدہا دیکھا

مارگیر از بہر حیرانیِ خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے، سپیرا
مار گیرد اینت نادانیِ خلق
سانپ پکڑتا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

آدمی[۲] کوہ است چوں مفتوں شود
آدمی پہاڑ ہے، کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟
کوہ اندر مار حیراں چوں شود
پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا
از فزونی آمد و شد در کمی
بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہوگیا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا
بود[۳] اطلس خویش را بر دلق دوخت
اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

صد ہزاراں مار و کہ حیرانِ اوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اُس پر حیران ہیں
اُو چرا حیراں شدست و مار دوست
وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

مارگیر آں اژدہا را برگرفت
سپیرے نے اُس سانپ کو پکڑ لیا
سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

اژدہائے چوں ستونِ خانۂ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)
می کشیدش از پئے دانگانۂ
روزی کے لئے وہ اُس کو کھینچ رہا تھا

کاژدہائے مُردۂ آوردہ ام
کہ میں ایک مُردہ اژدہا لایا ہوں
در شکارش من جگرہا خوردہ ام
اُس کے شکار میں میں نے خونِ جگر پیا ہے

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش و لیک
وہ اُس کو مُردہ سمجھ رہا تھا، لیکن
زندہ بود و اُو ندیدش نیک نیک
وہ زندہ تھا اُس نے اُس کو اچھی طرح نہ دیکھا

۱ـ اژدہی۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مارگیر سپیرے نے سانپ اس لئے پکڑا تاکہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے، لوگوں کا سانپ کو دیکھکر حیرانی میں پڑنا اُن کی نادانی ہے۔

۲ـ آدمی کوہ است جسطرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بُرے اخلاق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھے۔ انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

۳ـ بود اطلس۔ انسان بڑھیا چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھکر حیران ہوتا ہے۔ دانگانہ۔ وہ چندہ جو چند مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہمی جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔ نیک نیک۔ اچھی طرح۔

اوز سرما ہا و برف افسردہ بود — زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود

وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا — زندہ تھا اور بظاہر مُردہ نظر آتا تھا

عالَم[51] افسردہ است و نامِ اُو جماد — جامِد افسردہ بُوَد اے اوستاد

عالَم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اُس کا نام جماد ہے — اے اُستاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں — تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں

ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو — تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد — عقل را از ساکناں اخبار شد

جبکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اِس عالم میں سانپ بنگئی — عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہوگیا

پارۂ[52] خاکی ترا چوں زندہ ساخت — خاکہا را جملگی باید شناخت

تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا — (تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیئے

مُردہ زیں سُو ئید وزاں سُو زندہ اند — خامُش اینجا واں طرف گویندہ اند

وہ اِس جانب مُردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں — اِس جگہ چُپ ہیں، اُس جانب بولنے والی ہیں

چوں ازاں سُوشاں فرستد سوئے ما — آں عصا گردد سُوئے ما اژدہا

جب وہ اِن چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے — وہ لاٹھی ہماری جانب (آکر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدیؑ کُند — جوہرِ آہن بکف مُومے شوَد

پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں — لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

بادِ حمّالِ سلیمانؑ نے شود — بحر[53] با موسیٰؑ سخندانے شود

ہوا، ایک سلیمانؑ کو اُٹھا لیجانیوالی بنجاتی ہے — سمندر، موسیٰؑ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود — نارِ ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بنجاتا ہے — آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بنجاتی ہے

خاک قاروں را چو مارے درکشد — اُستُنِ حنّانہ آید در رَشَد

زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے — حنّانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کُند — کوہ یحییٰؑ را پیامے می کُند

پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ (حضرت) یحییٰؑ کو پیغام دیتا ہے

٭ دشمن فرعون کو غرق کردیا اور اُنکو پار اُتار دیا۔ ماہ۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضورؐ کی اُنگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسرین۔ گُلِ سیوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیا۔ اُستن۔ مسجدِ نبوی کا وہ ستون جسکے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب ممبر تیار ہو جانے پر اُسکا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک موقع پر ہر پتھر اور درخت نے آنحضورؐ کو سلام کیا۔ کوہ۔ حضرت یحیٰؑ کو پہاڑ نے پناہ دی تھی۔

[51] عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو بے حس و ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج اُنپر پڑیگا تو اُنکا ٹھٹھراپن ختم ہو جائیگا اور اُنکا حس و ادراک نمودار ہو جائیگا جیسا کہ اِس اژدھے کا معاملہ تھا جماد اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں۔ چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اِس دنیا میں سانپ بنگئی تو عقل سمجھ گئی کہ اِن جمادات میں بھی حرکت نمودار ہو سکتی ہے۔

[52] پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اُنمیں حس و حرکت آگئی، اِسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھو اُنمیں بھی حِس و حرکت آسکتی ہے۔ مُردہ ایں سُو۔ جمادات عالَم دنیا کے اعتبار سے مُردہ اور عالَمِ آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں۔ جب اللہ تعالےٰ اُنکے عالمِ آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو اُنکی زندگی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کوہہا۔ پہاڑ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا نغمہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہرِ آہن۔ اپنا رخ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بنجاتا ہے۔ باد۔ ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمانؑ کیلئے حمّالی کا کام کرنے لگتی ہے۔

[53] بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو سمجھ لیا اُن کے ٭

جملۂ[1] ذراتِ عالم در نہاں
دُنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر
با تو می گویند روزان و شباں
تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں
با شما نامحرماں ما خامشیم
تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید
جبکہ تم پتھرپن کی طرف جا رہے ہو
محرمِ جانِ جماداں چوں شوید
تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالمِ جانہا روید
پتھرپن سے جانوں کے عالم میں جاؤ
غلغلِ اجزائے عالم بشنوید
اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیحِ جمادات آیدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی
وسوسۂ تاویلہا بربایدت
تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دیگی

چوں ندارد جانِ تو قندیلہا[2]
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں
بہرِ بینش کردۂ تاویلہا
تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیحِ ظاہر کے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟
دعوی دیدن خیال و غیّ شود
دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بینندہ را دیدارِ آں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو اُن کا دیکھنا
وقتِ عبرت می کند تسبیح خواں
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس چو از تسبیح یادت می دہد
تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں
ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویلِ اہلِ اعتزال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے
وائے آں کس کو ندارد نورِ حال
اُس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی
انسان جب حواسِ (ظاہری) سے باہر نہ نکلے
باشد از تصویرِ غیبی اعجمی
تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں سخن[3] پایاں ندارد، مارگیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا
می کشید آں مار را با صد زحیر
بہت بے چینی کے ساتھ اُس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آگیا
تا نہد ہنگامۂ بر چار راہ
تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

[1] جملۂ ذرات۔ کائنات کا ہر ذرہ دلالتِ حال سے اپنے سُننے اور دیکھنے کی کیفیت کو بتاتا ہے۔ چوں شما جب انسان اپنا احساس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کر لے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ۔ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں جو معتزلہ کرتے ہیں اُن کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئیگا۔

[2] قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو۔ معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنیوالا تسبیح خواں بنجاتا ہے تو جب کائنات اُسکی تسبیح کا سبب اور دال بنی تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ الدَّالُّ علی الخیر کفاعلہٖ۔ خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

[3] ایں سخن۔ یہ رُوحانی باتیں بہت دراز ہیں لہذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر پیچش، پیچ و تاب۔ چار راہ چوراہہ۔

برلبِ شطّ[1] مردِ ہنگامہ نہاد — غلغلہ در شہرِ بغداد اوفتاد
دجلے کے کنارے پر اُس نے مجمع لگایا — بغداد شہر میں شور مچ گیا

مارگیرے اژدہا آوردہ است — بوالعجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے — اُس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش — صیدِ اُو شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے — اُس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اُسکا شکار ہو گیا

منتظرِ ایشاں و اُو ہم منتظر — تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
وہ اُس کے منتظر اور وہ بھی (اُن کا) منتظر — تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود — کدیہ و توزیع نیکوتر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں — بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا — حلقہ کردہ پشت پا بر پشتِ پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے — کمر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گردِ اُو چو رز گردِ عریش[2] — ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
اُسکے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر — جیساکہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام — رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں — قیامت کی طرح خاص و عام غلط ملط تھے

چوں ہمی حراقہ جنبانید اُو — می کشیدند اہلِ ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا — مجمع والے گلا پھاڑتے

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود — زیرِ صد گونہ پلاس و پردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا — سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش بارسنہا غلیظ — احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ[3]
اُس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا — اُس نگہبان نے اُس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتّفاق و انتظار — وز ہیاہوی و فغانِ بے شمار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں — ہائے وہو اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و مکث و طمطراق — تافت بر آں مار خورشیدِ عراق
لوگوں کی کثرت اور ٹھکاؤ اور کرّوفر سے — اُس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

له لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بیوقوف۔ خریش۔ خری اپنی گدھیہ۔ گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم، بخشش۔ ژاژ خا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کمر جھکائے ہوئے۔

ٹه عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مردرا۔ مجمع کی کثرت میں خواص وعوام اور مرد وزن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ حراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

ته حفیظ۔ محافظ۔ نگہبان۔ در درنگ۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدھے کے حرکت میں آنے کا سبب بنگئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتابِ گرم سیرش گرم کرد — رفت از اعضائے اُو اخلاطِ سرد

تیز رفتار سورج نے اُس کو گرما دیا — اُس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت او از شگفت — اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت

وہ مُردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہوگیا — اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیئے

خلق را از جنبشِ آں مُردہ مار — گشت شاں از یک تحیر صد ہزار

مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی — ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیر نعرہا انگیختند — جملگاں از جنبشش بگریختند

حیرانی سے انھوں نے نعرے لگائے — اُس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست اُو بند زاں بانگِ بلند — ہر طرف می رفت چاقا چاق بند

وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا — ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر — اژدہائے زشت غرّاں ہمچو شیر

بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا — بھیانک اژدہا شیر کی طرح دہاڑتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد — از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد

بسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے — مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت — کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت

سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہوگیا — کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش — رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش

اُس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا — بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج را — سہل باشد خوں خوری حجّیج را

اُس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا — حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر اُستنے پیچید و بست — استخوانِ خوردہ را در ہم شکست

اُس (اژدھے) نے اپنے آپکو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا — کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدرہا براند — سوئے کہ گرد از بیاباں بر فشاند

شہر خالی ہوگیا اور اژدہا روانہ ہوا — پہاڑ کی جانب اُس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدرہاست اُو کے مُردہ است — از غمِ بے آلتی افسردہ است

تیرا نفس اژدہا ہے وہ مُردہ کہاں ہے — ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

---

۵۱ اخلاط۔ یعنی اژدھے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار۔ یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ می شکست۔ اژدھا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق۔ رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ غرّاں۔ دہاڑتا ہوا۔ ہزیمت۔ مجمع کی واپسی۔ گرگ۔ سپیرے اور اژدھے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوتے ہوئے بھیڑیئے کو خود بیدار کردے یا کوئی شخص خود ملک الموت کے پاس چلا جائے۔

۵۲ گیج۔ احمق۔ حجّیج۔ حجاج کا امالہ ہے حجاج بن یوسف ثقفی عبد الملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا ہے۔ خویش را۔ اژدہا، جانور یا انسان کو نگل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

۵۳ گرد فشاندن از بیاباں۔ تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست۔ مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیئے۔ بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیابد آلتِ[1] فرعون او — کہ بامرِ او ہمی رفت آبِ جو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے — جس کے حکم سے دریائے نیل، کا پانی چلتا تھا

آنگہ او بنیادِ فرعونی کُند — راہِ صد موسیٰؑ و صد ہاروں زند
اُس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا — سینکڑوں موسیٰؑ و ہاروںؑ کی راہ زنی کرے گا

کرمکست آں اژدہا از دستِ فقر — پشہ گردد زجاہ و مالِ صَقر
وہ اژدہا، اِفلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے — چرغ، جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بنجاتا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق — ہیں مکش اُو را بخورشیدِ عراق
اژدھے کو محرومی کے برف میں رکھ — خبردار! اُس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات — لُقمۂ اُو ئی چو اُو یابد نجات
تاکہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے — جب وہ نجات پاجائے گا تو اس کا لُقمہ ہے

ماتِ[2] کُن اُو را و ایمن شو ز مات — رحم کم کُن نیست اُو زاہلِ صلات
اُس کو ہرادے اور ہارنے سے مطمئن ہوجا — رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند — آں خفاشِ مُردہ ریگت پر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی — وہ تیری ناچیز چمگادڑ اُڑنے لگے گی

می کَشش اُو را در جہاد و در قتال — مردوار اَللہُ یُجزِیکَ الوِصال
اُس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا — مردانہ وار، اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمادیگا

چونکہ آں مرد اژدہا را آور بد — در ہوائے گرم خوش شد آں مرید
چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا — گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہوگیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز — بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز
اے پیارے! لامحالا اُس نے وہ فتنے برپا کردیئے — بلکہ اُس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

تو طمع[3] داری کہ اُو را بے جفا — بستہ داری در وقار و در وفا
تو اُمید رکھتا ہے کہ اُس کو بغیر سختی کے — وقار اور وفا میں باندھ لے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد — موسیٰؑ باید کہ اژدرہا کُشد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے — موسیٰؑ چاہیئے جو اژدھے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے اُو — در ہزیمت کُشتہ شُد از رائے اُو
لاکھوں لوگ اُس کے اژدھے سے — پسپائی میں مارے گئے اُنکی رائے کی وجہ سے

---

[1] آلتِ فرعون۔ یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامر۔ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آگیا تھا یہ فرعون کیلئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشہ گردد۔ یعنی اسباب میسر نہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اوئی۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

[2] مات کن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہلِ صلات۔ یعنی قابلِ رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفسِ انسانی۔ می کشش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہوجائے گا۔ چونکہ۔ سپیرے نے اُس اژدھے کو گرمی سے آرام پہونچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم سرکش ہوکر اژدھے نے جو فتنے بپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے۔

[3] تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہونچا کر اُس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس کشی ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اسکے لئے موسیٰؑ جیسی اولوالعزمی چاہیئے۔ صد ہزاران۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔

ور ز۵۱ طمع ہم خویشتن را باد داد | گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد

لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا | (قصہ) کہدیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردن فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم | خلق را کشتی و افگندی زبیم

فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا اے کلیم (اللہ)! تو نے کیوں | ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردد۵۲ از تو افتادند خلق | در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق

تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے | اُلٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت | کین تو در سینہ مرد و زن گرفت

لامحالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی | مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف کینہ پیدا ہو گیا

خلق را می خواندی بر عکس شد | از خلافت مردماں را نیست بُد

تو لوگوں کو بُلاتا تھا، (معاملہ) برعکس ہو گیا | لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

من ہم از شرت اگر پس می خزم | در مکافات تو دیگے می پزم

میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں | تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا | یا بجز۵۳ فے پس روے گردد ترا

یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے | یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہو گا

تو بداں غرہ مشو کیں ساختی | در دل خلقاں ہراس انداختی

تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے | لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رسوا شوی | خوار گردی ضحکہ غوغا شوی

اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائیگا پھر بھی رسوا ہو گا | ذلیل ہو گا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بُدند | عاقبت در مصر ما رسوا شدند

تجھ جیسے بہت سے مکار تھے | انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا اس دھمکی کا جواب دینا جو

در تہدید یکہ با او می نمود

فرعون نے اُن کو دی

---

۵۱ در طمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سنپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھکر بھی تماشائیوں کا مجمع بھاگا تھا اور اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ گفتگو کی تھی۔

۵۲ تردد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ در ہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خواندی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلافِ تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سردست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

۵۳ بجز فے۔ یعنی تیرے سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو نہ بنے گا۔ کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ ضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] با امر حقم اشراک نیست
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے

گر بریزد خونم امرش باک نیست
اگر اسکا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم من شاکرم من اے حریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گذار ہوں

ایں طرف رسوا و پیش حق شریف
کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیش خلقاں خوار و زار و ریشخند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مضحکہ (بنوں)

پیش حق مطلوب و محبوب و پسند
(لیکن) اللہ تعالیٰ کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ (بنوں)

از سخن می گویم ایں ورنہ خدا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ

از سیہ رویاں کند فردا ترا
تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

عزت[2] آن اوست و آں بندگانش
عزت اسکی ملکیت ہے اور اسکے غلاموں کی ملکیت ہے

ز آدمؑ و ابلیس بر می خواں نشانش
(حضرت) آدمؑ اور ابلیس سے اسکی علامت کا مطالعہ کرلے

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے

ہیں دہاں بر بند و بر گرداں ورق
خبردار! منہ بند کرلے اور ورق پلٹ دے

پاسخ دادن فرعون موسیٰ علیہ السلام را و مہلت خواستن
فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور (حضرت) موسیٰ سے چالیس

تا چہل روز از موسیٰ علیہ السلام
روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق در حکم ماست
فرعون نے ان (موسیٰؑ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے

دفتر و دیوان و حکم ایں دم مراست
دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ اند اہل جہاں[3]
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے

از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپکو پسند کیا ہے خبردار (چلا جا)

خویشتن کم بیں بخود غرہ مشو
خود بینی نہ کر، اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحراں دہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا

تا کہ جہل تو نمایم شہر را
تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

ایں نخواہد شد بروزے و دو روز
یہ ایک دو دن میں نہ ہوسکے گا

مہلتم دہ تا چہل روز تموز
مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

---

[1] گفت. حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے. راضیم دنیا کی رسوائی جس میں خدا کی رضا مندی ہو مجھے منظور ہے. از سخن. یعنی اپنی رسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہدی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رسوا نہ ہوں گا تو ہی رسوا ہوگا۔

[2] عزت. غلبہ اور عزت اللہ اور اس کے غلاموں کے لئے ہے اسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسخ. جواب. گفت فرعونش. فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کاغذ اور قلمدان اور حکم میرا ہے۔

[3] اہل جہاں. جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے. خود را خریدی. خود را پسند کردی. شہر. مصر. تموز. یعنی موسم گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰؑ ایں مرا دستور[1] نیست
موسیٰؑ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے
بندہ ام اِمہالِ تو ماموز نیست
میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے
بندہ فرمانم بدانم کار نیست
میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم با تو بجد تا زندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا
مَن چہ کارہ نُصرتم مَن بندہ ام
مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تا در رسد حکمِ خدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا
کا فگند ہر خصم از خصمی جُدا
وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را و وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی آنا

گفت[2] نے نے مہلتے باید نہاد
اُس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیئے
عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد
تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے اُن کو وحی بھیجی
مہلتے دہ مر وُرا مہراس ازاں
اُس کو مہلت دیدے اُس سے نہ گھبرا

ایں[3] چہل روزش بدہ مہلت بطوع
خوشی سے اُس کو چالیس روز کی مہلت دیدے
تا سگالد مکرہا اُو نوع نوع
تاکہ وہ قِسم قِسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد اُو کہ نے من خفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں بھی سو تو نہیں رہا ہوں
تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
اس سے کہدے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم
اُن کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا
وانچہ افزایند من برکم زنم
وہ جو کچھ بڑھائیں گے اسکو کمی پر ختم کردوں گا

آب را آرند من آتش زنم
وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا
نوشِ خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ اچھا شہد پئیں گے میں اُسکو بدمزہ کردونگا

مہر پیوندند من ویراں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا
آنکہ اندر وہم ناید آں کنم
جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

[1] دستور۔ حکم، طریقہ۔ اِمہال۔ مہلت دینا۔ چیر۔ غالب۔ بدانم کار۔ بآں مرا کار۔ جِد۔ کوشش۔ من چکارہ۔ یعنی مجھے اس سے بحث نہیں ہے کہ میری مدد ہوگی یا نہ ہوگی۔

[2] گفت نے نے۔ فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر۔ باد پیمودن۔ فضول باتیں کرنا۔ مہراس۔ خوفزدہ نہ ہو۔

[3] ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اُس کو مہلت دے دو اُس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اُس کی تمام تدبیروں کو بیکار کردوں گا۔

تو مترس و مہلتے اش دِہ دراز — گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر، اور اُس کو لمبی مہلت دیدے — کہدے لشکر جمع کرلے اور سَو تدبیریں کرے

مہلت دادنِ موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحراں را جمع از مدائن[۵۱] کُند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت تُرا — من بجائے خود شُدم رَستی ہلا
فرمایا حکم آگیا، جا تجھے مُہلت ہے — میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ، تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شُد اژدہا اندر عَقب — چوں سگِ صیّادِ دانا و مُحِب
وہ جارہے تھے، اژدھا پیچھے پیچھے (تھا) — سمجھدار اور محبت کرنیوالے شکاری کے کُتّے کی طرح

چوں سگِ صیّاد جُنباں کردہ دُم — سنگ را می کرد ریگ اُو زیرِ سُم
شکاری کے کُتّے کی طرح دُم ہلاتا ہوا — پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم در می کشید — خُرد می خائید آہن را پدید[۵۲]
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا — لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

در ہوا می کرد خود بالائے بُرج — کہ ہزیمت می شد از وے رُوم و کرج
فضا میں اپنے آپ کو بُرج سے اونچا کرتا تھا — کہ اُس سے روم اور گُرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

کفک می انداخت چوں اشتر زکام — قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جُذام
مُنھ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا — جس پر اُس کا ایک قطرہ گرا اُسکو کوڑھ ہوگیا

زغزغِ دندانِ اُو دل می شکست — جانِ شیرانِ سیہ می شد ز دست
اُس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی — کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

چوں بقومِ خود رسید آں مجتبیٰ — شِدقِ اُو بگرفت و باز اُو شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے — اُس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

تکیہ بر وے کرد و می گفت اے عجب — پیشِ ما خورشید[۵۳] و پیشِ خصم شب
اُنھوں نے اُس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے — (یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کیلئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ — عالمے پُر آفتابِ چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟ — دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

---

۵۱ مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے۔ شہر۔ شُدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ رَستی۔ تجھے فی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شُد۔ یعنی حضرت موسیٰؑ قوم کی طرف روانہ ہوگئے۔ دُم۔ کتا محبت میں دُم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے مُنہ میں کھینچ لیتا ہے۔

۵۲ خُرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔ بُرج۔ یعنی سر کو دو منزلہ مکان سے اونچا کرلیتا تھا۔ کُرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک۔ اس کے مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اسقدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑجاتا وہ کوڑھی بنجاتا۔ زغزغ۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیرانِ سیہ۔ کالا شیر بہت خوفناک ہوتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب یعنی حضرت موسیٰؑ۔ شِدق۔ باچھ، لبوں کا گوشہ۔

۵۳ خورشید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشید راہِ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں اُن کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اُس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہورہے ہیں۔

چشم[1] باز و گوش باز و ایں ذکا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت
خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

من ازیشاں خیرہ ایشاں ہم ز من
میں اُن سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں،
از بہارے خار ایشاں من سمن
(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں،

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق
میں اُن کے سامنے صاف شراب کے بہت جام لیگیا
سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق
اُس فریق کے سامنے اُس کا پانی پتھر بن گیا

دستۂ گل بستم و بُردم بہ پیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا
ہر گُلے چوں خار گشت و نوش نیش
ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں[2] نصیبِ جانِ بیخویشاں بُود
وہ جام، بے خردوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے
چونکہ با خویش اند پیدا کے شود
چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

خفتۂ بیدار باید پیشِ ما
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیئے
تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شُد فکرِ خلق
لوگوں کا فکر (دنیوی)، اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا
تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
جب تک کہ اُس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کردے
خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بُود او در ہُنر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے وہ
او بمعنیٰ پس بصورت پیشتر
وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوعِ اینساں بُود
اللہ تعالیٰ نے) واپس ہونیوالے ہیں فرمایا اور واپس ہونا
کہ گلّہ واگردد و خانہ رَوَد
کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلّہ از وُرُود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے (پہ ہوتا ہے)
پس فتد آں بُز کہ پیش آہنگ بُود
(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش افتد آں بُزِ لنگِ پسیں
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے
اَضحکَ الرُّجعیٰ وُجُوہَ العابسین
واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ورود۔ چراگاہ یا پانی کے گھاٹ پر جانا۔ پس فتد۔ جو بکری جانے میں گلہ میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائیگی پیش افتد گلہ کے پلٹنے کے وقت جو اگلے جانور ہوتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے انکو رنج تھا واپسی میں جب آگے ہو جائینگے تو خوش ہونگے۔

[1] چشم باز۔ انکے حواس اور ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُنکی نظر بندی کر دی ہے۔ من ازیشاں۔ فرعون حضرت موسیٰؑ کے معاملہ سے حیران تھو۔ سمن چنبیلی کا پھول۔ جامِ رحیق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد۔ یعنی وہ شراب اُن کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستۂ گل۔ میں اُن کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول اُن کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام اُن کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں خفتۂ بیدار یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالمِ بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اُس کو عالمِ بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ اُن خوابوں سے محروم ہیں حلق۔ یعنی معارف کے نگلنے سے۔ حیرتے باید۔ مقامِ حیرت میں پہنچکر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونیوالے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل

از گزافہ[1] کے شدند ایں قوم لنگ — فخر را دادند و بخریدند ننگ

یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے — انھوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلّت کو خرید لیا ہے

پاشکستہ می روند ایناں بحج — از حرج راہیست پنہاں تا فرج

وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں — تنگی سے، کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

دل ز دانشہا بشستند ایں فریق — زانکہ ایں دانش نداند آں طریق

اِس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے — کیونکہ یہ عقل اُس راستہ کو نہیں جانتی ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست — زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست

وہ عقل چاہیئے جس کی اصل اُس جانب کی ہے — کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

ہر پرے بر عرضِ دریا کے پرد — تا لدن[2] علمِ لدنی می برد

ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کرسکتا ہے؟ — (اللہ کے) قرب تک علمِ لدنی لے جاتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد — کش بباید سینہ را زاں پاک کرد

تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے — کہ اُس سے اُس کو سینہ پاک کر لینا چاہیئے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش — وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش

تو اُس طرف کی پیش روی نہ چاہ، لنگڑا بن جا — واپسی کے وقت۔ تو پیشرو بن

آخرون السابقون باش اے ظریف — بر شجر سابق بود میوہ لطیف

اے خوش مزاج آخر میں آنیوالوں اور بڑھ جانیوالوں (میں سے)، بنجا — عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

گرچہ میوہ آخر آید در وجود — اوّل ست او زانکہ او مقصود بود

اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے — لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

چوں ملائک[3] گوی لا علم لنا — تا بگیرد دستِ تو علمتنا

تو فرشتوں کی طرح کہدے "ہمارے لئے علم نہیں ہے" — تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

گر دریں مکتب ندانی تو ہجا — ہمچو احمد پُری از نورِ حجیٰ

اگر تو اِس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے — تو عقل کے نور سے (حضرت) احمدؐ کی طرح پرواز کریگا

گر نباشی نامدار اندر بلاد — گم نۂ واللہ اعلم بالرشاد

اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہوگا — تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

---

[1] از گزافہ۔ اولیا، دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ پا شکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادتگزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اُخروی راحتیں میسر آئینگی۔ دل ز دانشہا۔

(شعر)

آزمودم عقلِ دور اندیش را
بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

دانشے۔ عالمِ آخرت کی عقل درکار ہے وہی عالمِ آخرت کی رہنمائی کرسکتی ہے۔ دریا۔ دریائے حقیقت۔

[2] لدن۔ یعنی قربِ حق۔ علمِ لدنی۔ وہ علم جو براہِ راست ذاتِ باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے۔ یعنی وہ علم جو محض عقلی دلائل سے حاصل کیا گیا ہو کتاب و سنت سے اُس کا تعلق نہ ہو۔ پیش۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہوجائیگی۔ آخرون۔ حدیث شریف نَحْنُ الآخِرُونَ السَّابِقُونَ۔ ہم دنیا میں تمام اُمتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ بر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔

[3] چوں ملائک۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہٰذا اگر انسان بھی دنیا کے مکر و فریب کے علم سے خالی ہوگا اُس کو عَلَّمْتَنَا یعنی علمِ خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گر دریں مکتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ حجی۔ عقل۔

اندراں[1] ویراں کہ آں معروف نیست — از برائے حفظِ گنجینہ زر لیست
اُس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے — حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے

موضعِ معروف کے بنہند گنج — زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں — اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

خاطر[2] آرد بس شکال اینجا ولیک — بگسلد اشکال را استورِ نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن — عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

ہست عشقش آتشے اشکال سوز — ہر خیالے را بروبد نورِ روز
اُس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے — دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

ہم ازاں سو جو جواب اے مرتضیٰ — کایں سوال آمد ازاں سو مر ترا
اے برگزیدہ! اُسی ہی جانب سے جواب تلاش کر — کیونکہ یہ سوال اُدھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست — تابِ لاشرقی ولاغربی از مہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے — "نہ مشرقی ہے نہ مغربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی وجہ سے ہے

تو ازیں سو و ازاں سو چوں گدا — اے کہ معنیٰ چہ می جوئی صدا
تو اِدھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے — اے وہ کہ تو خود معنی ہے! گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

ہم[3] ازاں سو جو کہ وقتِ دردِ تو — می شوی در ذکرِ یاربی دوتو
یہ بھی اُسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت — یاربی کے ذکر میں دُہرا ہوتا ہے

وقتِ مرگ و درد آں سو می خمی — چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اُس جانب جھکتا ہے — جب تیرا درد رفع ہوگیا تو کیوں گونگا ہے؟

وقتِ محنت می بری زاللہ بو — چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے — جب مصیبت ختم ہوگئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

در زمانِ درد و غم یادش کنی — چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اُس کو یاد کرتا ہے — جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

---

[3] ہم ازاں سو۔ درد کے وقت انسان یاربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیئے۔ وقتِ مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اُس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پھر جب وہ اُس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اُس کو جو کہ وہ اُس سے مانگتا تھا۔ اعجمی۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

[1] اندراں۔ خزانہ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرتِ حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ زیں قبل جس طرح خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

[2] خاطر آرد۔ یہاں طبیعت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاءؒ مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح ذہنِ انسان اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مُضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ ہست۔ اشکالات کا عقلی جواب سوچنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم ازاں سو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہو اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ گوشہ۔ دل کے گوشہ میں جو نور پیدا ہوتا ہے وہ حق کی عطا ہے۔ تو ازیں سو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

ایں[1] ازاں آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ

ہر کہ بشناسد بُوَد دائم بَراں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل وگماں ہستش حجیبُ
اور وہ شخص جسکی عقل اور گمان پر پردہ ہے

گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی (اللہ تعالےٰ اسکے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جُزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

عقلِ کُلّی ایمن از ریبُ المنوں
کامل عقل زمانے کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش و ہُنر حیرت بخر
عقل اور ہُنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رَو بخواری نے بُخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بُخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بُخارا دیکھے

ساکنان محفلش لَا یَفْقَهُوْنَ[2]
اُس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ما چو خود را در سُخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اسقدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم و افسانہ گردم در حنین
میں گریہ وزاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلُّبُ یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست و برخاست حاصل کروں

ایں حکایت نیست پیشِ مَردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حال ست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربارداری ہے

آں اَساطیرِ اَوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو "اگلے لوگوں کے قصّے" کہا

حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

لامکانے[3] کاندراں نورِ خدا است
وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اُس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ تست
اُس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دو یک چیز اند و پنداری کہ دو ست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

---

[1] ایں ازاں یعنی یہ کیفیت اسلئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے ورنہ اُس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا۔ وانکہ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذاتِ باری اُس کیلئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اُس کے راستے سے بھی بے خبر ہوجاتا ہے اور کبھی اُس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کُلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہوجائے۔ ریبُ المنون۔ حوادث زمانہ تحیر۔ سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار و تجلیات کی فراوانی سے وہ مبہوت ہوکر رہ جاتا ہے اور اُسکو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری یعنی فنا ہستی موہوم۔ بُخارا۔ مولانا کے دور میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علمار ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

[2] لا یفقہون۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر ش کو مترجمین نے بخارائے دگر جو کہ قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لا یفقہون کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری ادراکی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کور باطن لوگوں کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے بخارا کی طرف ضمیر لوٹائی جائے اور یہ مطلب لیا جائے کہ اُن ظاہری علماء میں دین کی حقانیت نہیں ہی ہے۔ ایں حکایت۔ میں جو قصّے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصّے نہیں ہیں بلکہ تمہارے اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور اُن کا مقصد رجوع الی اللہ ہے اُنکو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ آں۔ منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور اِن قصّوں کا جو مقصود تھا اُسکو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے —

[3] لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو زمان و مکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں تو اُن کو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے، چھت کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

یک تُنے اُورا پدر ما را پسر — بام زیرِ زید و بر عمرو آں زبر
ایک شخص اُس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے — بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبت زیر و زبر شد زاں دو کس — سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی — چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیست[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن — قاصر از معنیٔ نو حرفِ کہن
اسکا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے — نئے نکتے سے، پُرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جُو نیست مشکالب بند — بے لب و ساحل بُد ست ایں بحرِ قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک! لب بند رکھ — یہ شکر کا دریا، بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سُوئے فرعونِ مُدمّغ تا چہ کرد
اُس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — متکبر فرعون کی جانب کہ اُس نے کیا کیا؟

فرستادنِ فرعون بمدائن در طلبِ ساحراں
فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لئے شہروں کی طرف (لوگوں کو) روانہ کرنا

چونکہ موسیٰؑ بازگشت و اُو بماند — اہلِ رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰؑ واپس ہوگئے اور وہ رہ گیا — (تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند[2] پائے — ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے
وہ جمع ہوگئے اور انھوں نے پاؤں جمائے — ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

رائے پیش آورد و کردش رہنموں — عاقبت ہامانِ بے سامان و دُوں
بالآخر ہامانِ بے سامان اور ذلیل نے — رائے پیش کی اور اُس کی رہنمائی کی

کاے[3] شہِ شاہِ ظفر چوں غم فزود — ساحراں را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتحمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے — جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیئے

در ممالک ساحراں داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں — ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر — جمع آرد شاں شہ و صرّافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے — بادشاہ اور مصر کا منتظم اُن کو جمع کرلے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں — ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں
اُس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کردیئے — ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

[1] نیست۔ خدا کی ذات و صفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ بحر۔ یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی اسرار۔ بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

[2] بفشردند پای۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہوگئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[3] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ الْمَلَاُ حَوْلَہٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ ابْعَثْ فِی الْمَدَآىٕنِ حٰشِرِیْنَ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اُس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے، چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے، تم لوگ کیا صلاح دیتے ہو۔ درباریوں نے عرض کیا موسیٰؑ اور اُس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کیلئے ہرکارے روانہ کردیں، وہ لوگ آپ کے پاس ہر بڑے ماہر جادوگر کو لے آئیں۔

هر طرف کہ ساحرے بُد نامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا
کرد پرّاں سوئے اُو دو پیک کار
اُس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کردیئے

دو جواں بودند ساحر مُشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے
سحرِ ایشاں در دلِ مہ مُستمر
اُن کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

شیر دوشیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انھوں نے دودھ دوہا تھا
در سفر ہا رفتہ بر خُمّے سوار
وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

شکلِ کرپاسے نمودہ ماہتاب
چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے
آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اُس کو فوراً ناپ کر فروخت کردیتے

سیم بُردہ مُشتری آگہ شدہ
لُٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر
دست از حسرت بُرخہا بر زدہ
افسوس سے مُنہ پیٹتا

صد ہزاراں ہم چنیں در جادوی
اِس طرح لاکھوں جادوگری میں
بودہ مُنشی و نبودہ چوں روی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

صد ہزاراں جادوی ہا جنسِ ایں
اِس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں
بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مُبیں
(اور) اُن کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

چوں بدیشاں آمد آں پیغامِ شاہ
جب اُن کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا
کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اِس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں
بر شہ و بر قصرِ اُو موکب زدند
اُنھوں نے بادشاہ اور اُس کے قلعہ پر ڈیرہ جمایا ہے

نیست با ایشاں بغیرِ یک عصا
اُن کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے
کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
جو اُن کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آگئے ہیں
زیں دو کس جملہ بافغاں آمدند
اِن دونوں سے سب نالاں ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیشِ شما
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس
شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اِس لئے بھیجا ہے تا کہ

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
اُن کے دفع کرنے کی تدبیر کرو
گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

۵۱ پیک۔ قاصد۔ در دلِ مہ۔ سحر کا اثر عموماً سفلیات پر پڑتا ہے علویات متاثر نہیں ہوتی ہیں لیکن اُنکا کمال تھا کہ علویات کو بھی جادو سے متاثر کردیتے تھے۔ شیر۔ یعنی وہ دونوں اس قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو کے ذریعہ شیروں کا دودھ دوھکر دکھادیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہوکر سفر طے کرتے تھے۔

۵۲ ماہتاب۔ چاندکی چاندنی کا کپڑا بناکر اُسکو فروخت کردیتے خریدار جب گھر پہونچتا تو کچھ نہ ہوتا اور وہ حسرت سے مُنہ پیٹتا۔ روی۔ قافیہ کا اصلی حرف: یہاں قافیہ مراد ہے، قافیہ پہلے مصرع کے آخری حروف کے تابع ہوتا ہے لہذا تابع کے معنیٰ میں ہے، یعنی وہ دونوں جادوگری میں مجتہد تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

۵۳ مُنشی۔ آغاز کرنے والا۔ اپنے دماغ سے کوئی بات پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ۔ قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ شاہی۔ لشکر۔ افغاں۔ فغان، فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے اُس کو ہرادیا تو بادشاہ بہت انعام دے گا۔

چارۂ می باید اندر ساحری ‏— تا بود کہ زیں دو ساحر جاں بری
جادو گری میں کوئی تدبیر چاہیے — تاکہ اِن دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

آں دو ساحر را چو ایں پیغام داد — ترس[1] و مہری در دلِ ہر دو فتاد
جب اُن دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا — خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عرقِ[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت — سر بزانو بر نہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی — تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانو ست — حلِّ مشکل را دو زانو جادو ست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے — مشکل کو حل کرنے کیلئے زانو جادو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادر، گورِ پدر را و پرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰ ؑ را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اُن کا اُس کی روح سے حضرت موسیٰ ؑ کی اصلیت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا — گورِ بابا کو تو ما را رہنما
اُس کے بعد اُنھوں نے کہا ماں! آجا — باوا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کردے

بُرد شاں بر گورِ او بنمود راہ — پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
وہ اُنکو اُس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا — پھر اُنھوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما — شاہ پیغامے فرستاد از وجا[3]
اُس کے بعد اُنھوں نے کہا اے باوا! ہمیں — بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مرد او را بہ تنگ آوردہ اند — آبروئیش پیشِ لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اُس کو تنگ کر دیا ہے — لشکر کے روبرو اُس کی آبروریزی کردی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے
اُن کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے — لاٹھی کے علاوہ، اور لاٹھی میں شور وشر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتۂ — گرچہ در صورت بجائے خفتۂ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے — اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحر ست ما را دہ خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے — اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

[1] ترس۔ خوف، اِن دونوں پر خوف اس بنا پر طاری ہوا کہ جب اُن دو فقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت اس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اس طاقت کے جب وہ ظاہری شان وشوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہونگے۔

[2] عرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰ ؑ و ہارون ؑ نے بھی اُن کی جادوگری کیطرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ رواں۔ روح۔ بہرِ شاہ۔ بادشاہ کے معاملہ میں اُن کو روزے رکھنے پڑے تاکہ باپ کی روح سے حضرت موسیٰ ؑ کی حقیقت معلوم کر سکیں۔

[3] وجا۔ خوف۔ دو مرد یعنی حضرت موسیٰ ؑ و ہارون ؑ علیہما السلام۔ شور و شرے۔ کیونکہ اُس لاٹھی نے اژدہا بنکر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالمِ آخرت۔ خاک۔ یعنی قبر۔ ور خدائی۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اُس کی تعظیم کریں۔

ق

هم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم | خویش را بر کیمیائے[1] بر زنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں | اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کردیں

نا امیدانیم امیدے رسد | در شبِ دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں، امید پیدا ہوجائے | اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رشد | راندگانیم و کرم ما را کشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آجائیں | ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتنِ ساحرِ مُردہ با فرزندانِ خود
مُردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت[2] شاں در خواب کاے اولادِ من | نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اُس نے اُن سے خواب میں کہا "اے میرے بچو! | اِس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من | نیست پیدا گفتن ایں رامُرتہن
اُس نے پکارا اے میری جان اور بچو! | اِس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست | لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
کُھلم کُھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے | لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمائیم شما را آیتے | تا شوید آگہ ز سرِّ کُنیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں | تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہوجاؤ

یک نشانے وانمائیم با شما | تا شود پیدا شما را ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کردیتا ہوں | تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کُھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ روید | از مقامِ خفتنش آگہ شوید
میرے نورِ چشمو! جب تم وہاں جاؤ | اُس کے سونے کی جگہ معلوم کرلو

آں[3] زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم | آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو) | وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحرست | چارۂ ساحر شما را حاضرست
اگر تم نے اُس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے | جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست | او رسولِ ذوالجلال و مُہتدیست
اگر تم نہ اُٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے | وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

---

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا اِتباع۔ نا امیدیم۔ یعنی اِس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتابِ ہدایت طلوع ہوجائے۔

[2] گفت شاں۔ اُن کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا کہ اِس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کُنیت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحرست۔ کیونکہ اسکی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کردیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہوگئی۔

من ترا اندر دو عالم رافعم[1]
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں

طاغیاں را از حدیثت دافعم
سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنیوالا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو
اُس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا

تو بہ از من حافظے دیگر مجو
تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا

نامِ تو بر زرّ و بر نقرہ زنم
تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہرِ تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤنگا

در محبّت قہرِ من شُد قہرِ تو
محبّت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو[2] از ترس پنہاں می کُنند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں

چوں نماز آرند پنہاں می شوند
جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خُفیہ می گویند نامت را کنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں

خُفیہ ہم بانگِ نماز اے ذُو فنوں
اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر دیتے ہیں،

از ہراس و ترسِ کفّارِ لعیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے

دینت پنہاں می شود زیرِ زمیں
تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ پُر کنم آفاق را
میں دنیا کو دین سے پُر روشن کردوں گا

کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کردونگا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کرلیں گے

دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت[3] باقیش داریم ما
ہم اُس کو قیامت تک باقی رکھیں گے

تو مترس از نسخِ دیں اے مصطفیٰؐ
اے مصطفیٰؐ! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادُو نیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو

صادقی ہم خرقۂ موسیٰؑ ستی
تم سچے ہو، موسیٰؑ کے پیر بھائی ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰؑ کی) لاٹھی کیطرح ہے

کفرہا را در کشد چوں اژدہا
(جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ
جو کچھ تم نے کہا ہے اسکو اُن (موسیٰؑ کی) لاٹھی کی طرح سمجھ

---

[1] رافعم۔ قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کردیا ہے۔ کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ اُس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ قہرِ من۔ رسولؐ کی ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

[2] نامِ تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضورؐ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپکر پڑھتے تھے من منارہ۔ دین سے تمام عالم کو منور کردوں گا اور مخالفوں کی آنکھیں چکا چوند ہوجائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

[3] تا قیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰؑ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں۔ ہست قرآں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔ گفتۂ۔ یعنی قرآن پاک۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

چوں عصا آگہ بود آں گفتِ پاک [1]
(موسیٰؑ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام، باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنیوالوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخفتہ نورِ تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کیلئے کمان پر چلّہ چڑھائے ہوئے ہے

فلسفی [2] وانچہ پوزش می کند
فلسفی اور اُس کا مُنہ جو بکواس کرتا ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اُس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد وازاں افزوں کہ گفت
(اللہ تعالٰے نے) وہ کیا جو کہا اور اُس سے بھی زیادہ

او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
وہ (مصطفیٰؐ) سو گئے اور اُن کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اُس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو [3] از گورش رواں گشتند تفت
دونوں (جادوگر) اُس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہو گئے

تا بمصر از بہرِ آں پیکار زفت
سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اُس کام کے لئے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰؑ و جائے او شدند
(حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قیام گاہ کے طلبگار بنے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود
یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰؑ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے تھے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے اُن کو اُن کا پتہ بتایا

کہ بروزاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اُس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرمابناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خفتہ کو بود بیدارِ جہاں
اُس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اُس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

[1] چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی نیند کے باوجود جادوگر اُن کی لاٹھی نہ چرا سکے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

[2] فلسفی۔ بلمحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نورِ محمدیؐ اُن کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں۔ اللہ تعالٰے نے جو جو وعدے کئے اُن کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ اُن سے بھی زیادہ کیا۔ خواب شُد۔ جادوگر کی غفلت کے وقت اُس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

[3] ہر دو۔ یعنی دونوں جادوگر۔ گورش۔ یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود۔ آمد۔ خرمابناں۔ کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند۔ دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکہ دل بیدار دارد چشمِ سر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ

گر بخسپد برکشاید صد بصر
اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نۂ بیدار باش
اگر تو صاحبِ دل نہیں ہے، جاگتا رہ

طالبِ دل باش و دَر پیکار باش[1]
دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

ور دلت بیدار شُد می خسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے آرام سے سو جا

نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خُسپد چشمِ من
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے

لیک کے خُسپد دلم اندر وَسَن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدار ست حارِس خُفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو

جاں فدائے خفتگانِ[2] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصفِ بیداریِٔ دل اے معنوی
اے معنیٰ کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف

می نگنجد در ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چوں بدیدندش[3] کہ خُفت ست او دراز
جب انھوں نے اُن کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا

بہرِ دزدیِٔ عصا کردند ساز
انھوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا

کز پسش باید شدن واں گہ ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیئے اور اُس کو اڑا لینا چاہیئے،

اندکے چوں پیشتر کردند ساز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا

اندر آمد آں عصا در اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آگئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا
لاٹھی نے خود بخود اِس طرح جھرجھری لی

کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا
کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

بعد ازاں شُد اژدہا و حملہ کرد
اُس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اُس نے حملہ کر دیا

ہر دو آں بگریختند و روی زرد
دونوں بھاگے اور اُن کا چہرہ زرد تھا،

رُو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے اُنھوں نے مُنہ کے بَل گرنا شروع کر دیا

غلط غلطاں مُنہزم در ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے

زانکہ می دیدند حدِ ساحراں
اِسلئے کہ اُنھوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

[1] دَر پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدّ و جہد کر۔ ہفت و شش یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔

[2] خفتگان۔ یعنی جنکی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ معنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو۔

[3] بدیدندش۔ اُن دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہو جانا۔ وجا۔ خوف۔ خشک۔ یعنی وہ لاٹھی۔ نہیب۔ خوف۔ مُنہزم۔ پسپا۔

پس[1] ازیں رُو علمِ سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و مُمتہن

لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا — ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست — سحر کردن شُد حرام اے مردِ دوست

حق کو باطل سے جُدا کرنے کے لئے اچھا ہے — اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شُد پدید — کارِشاں تا نزع و جاں کندن رسید

اُس کے بعد اُن کو دست آئے اور بخار آگیا — اُن کا معاملہ نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں — سُوئے موسیٰؑ از برائے عُذرِ آں

تو انھوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا — (حضرت) موسیٰؑ کے پاس اس کی معذرت کیلئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد — امتحانِ تو اگر نبُود حسد

کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا — آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مُجرمِ[2] شاہیم و مارا عُذر خواہ — اے تو خاصُ الخاصِ درگاہِ الٰہ

ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے — آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

درگذر از ما کہ ما کردیم بد — اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد

ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے — اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

عفو کرد و در زماں نیکو شُدند — پیشِ موسیٰؑ بر زمیں سر می زدند

اُنھوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہوگئے — (حضرت) موسیٰؑ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام — گشت بر دوزخ تن و جاں تاں حرام

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا — تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہوگئی ہے

من[3] شمارا خود ندیدم اے دو یار — اعجمی سازید خود را ز اعتذار

اے دو دوستو! (گویا) میں نے تمھیں دیکھا ہی نہیں — عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا — در نبرد آئید پیشِ بادشاہ

اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست — بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آجاؤ

آنچہ باشد مر شمارا از فنوں — جمع آرید از درون و از بروں

تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں — اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

---

[1] پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کرے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اِطلاق۔ دستوں کا جاری ہو جانا۔ کامتحان۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔

[2] مجرمِ شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جُرم کیا ہے۔ نیکو شُدند۔ یعنی اُن کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہوگئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

[3] من شما۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مدائن پیش فرعون و تشریفہا[1] از وی یافتن و دست بر سینہ زدن در قہر خصم او کہ این کار را دفع بر ما نویس

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھ لے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند
پھر انھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے

انتظارِ وقتِ فرصت می بدند
فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے

دادشاں تشریفہائے بیکراں
اُن کو اُس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہاشاں کرد و پیشیں ہم بداد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیئے

بندگان و اسپان و نقد و جنس و زاد
غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں
اس کے بعد اُس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!

گر فزوں[2] آئید اندر امتحاں
اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

برفشانم بر شما چندیں عطا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا

کہ بدرّد پردۂ جود و سخا
کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائیگا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ
تو انھوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے

غالب آئیم و شود کارش تباہ
ہم جیتیں گے اور اُس (موسیٰؑ) کا کام تباہ ہو گا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں

کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہمارا ہم رُتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ[3] بندِ خاطرہا شدست
موسیٰؑ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے

کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدست
کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ست لیک
موسیٰؑ کا تذکرہ منہ چھپانے کے لئے ہے، لیکن

نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے مردِ نیک
اے بھلے آدمی! موسیٰؑ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیٔ تست
موسیٰؑ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں

باید ایں دو خصم را در خویش جست
ان دو متقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج
موسیٰؑ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے

نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج
روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

---

[1] تشریفہا۔ خلعتیں۔ در قہرِ خصمِ او۔ یعنی حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے کے بارے میں۔ شدند۔ یعنی وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار۔ یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں۔ بازی لے جانے والے۔

[2] فزوں آئید۔ یعنی اگر تم حضرت موسیٰؑ پر غالب آ جاؤ گے۔ کہ بدرّد۔ یعنی اس قدر دوں گا جو حد سے بڑھا ہوا ہو گا۔ کارش۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا کام۔ صفدریم۔ یعنی ہم صف شکن ہیں۔ پائے ما۔ ہمارا مرتبہ۔ ذکرِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پڑانا ہے۔

[3] ذکرِ موسیٰ۔ اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اُسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

این سفال و این فتیلہ دیگر ست[۱] — لیک نورش نیست دیگر زاں سرست
یہ دیولا اور یہ بتی دوسری ہے — لیکن اُس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی — زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا — کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی — از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا — اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظر گاہ است اے مغزِ وجود[۲] — اختلافِ مؤمن و گبر و جہود
اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے — مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شبِ تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود — عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا — ہندوستانی اُس کو پیش کرنے کیلئے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے — اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
بہت سے لوگ اُس کو دیکھنے کے لئے — ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش[۳] با چشم چوں ممکن نبود — اندراں تاریکیش کف می بسود
چونکہ اُس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا — اندھیرے میں اُس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد — گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا — اُس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں یکے را دست بر گوشش رسید — آں بر و چوں بادبیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اُس کے کان پر پہنچا — اُس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے را کف چو بر پایش بسود — گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
ایک کا ہاتھ جب اُس کے پیر پر لگا — اُس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

آں یکے بر پشتِ او بنہاد دست — گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
ایک نے اُس کی کمر پر ہاتھ رکھا — اُس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید — فہم آں می کرد ہر جا می تنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا — جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

۱؎ ایں سفال۔ اشخاص بدلتے ہیں اور اُس صفتِ خاصہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔ شیشہ۔ یعنی تعینات گم شوی۔ وحدتِ حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ ور نظر شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدِ نظر ہو تو وحدتِ حقیقی نظر آئے گی۔ از نظر گاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے اُن میں اختلاف پیدا ہوا۔

۲؎ مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہٰذا وہ وجودِ کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے پیل۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو اُن کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے، مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

۳؎ دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے ... سے مشابہ ہے۔ ناوداں پرنالہ۔ بادبیزن۔ پنکھا، فرشی پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر تخت کی طرح چوڑی چکلی ہوتی ہے۔ می تنید۔ جہاں کہیں وہ لوگ ہاتھی کا ذکر سنتے تو اپنے ذہن کے مطابق اُس کا تصور کرتے۔

از نظر گہ گفتِ شاں شد مختلف — آں[1] یکے دالش لقب داد ایں الف

اُن کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہوگئی — اُس ایک نے اُس کو دال کا لقب دیا، اِس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے — اختلاف از گفتِ شاں بیروں شُدے

ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی — تو اُن کی باتوں سے اختلاف دُور ہوجاتا

چشمِ[2] حِس ہمچوں کفِ دستست و بس — نیست کف را بر ہمہ اُو دسترس

حِس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے — ہتھیلی کی اُس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگرست و کف دِگر — کف بہل وز دیدہ در دریا نگر

دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں — جھاگ کو چھوڑ، اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جُنبشِ کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمی بینی و دریا نے عجب

شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے — تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما[3] چو کشتیہا بہم بر می زنیم — تیرہ چشمیم و در آبِ روشنیم

ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں — ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب — آب را دیدی نگر در آبِ آب

اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے — تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش — رُوح را روحے ست کو میخواندش

پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اُس کو ہلاتا ہے — رُوح کی ایک روح ہے جو اُس کو بُلاتی ہے

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کآفتاب — کِشتِ موجودات را می داد آب

حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں تھے جبکہ سورج نے — موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوّا کجا بُد آں زماں — کہ خدا افگند ایں زہ در کماں

اُس وقت حضرت آدمؑ اور حوّا کہاں تھے — جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلّہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست — آں سخن کہ نیست ناقص آں سر ست

یہ بات بھی ناقص اور اُدھوری ہے — جو بات ناقص نہیں ہے، وہ اُدھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو — ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو

اگر میں اُس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائینگے — اور اگر انہیں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشی تھی۔ ایں سخن یعنی ذاتِ حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں تو وہ صحیح ہیں۔ گر بگویم۔ اب اگر شاورں سے اُنکی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو اسی شال پر دل جالوگے اور اگر اُسکا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔

۱ آں یکے۔ چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انھوں نے اُس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اُس کو دال کہا تو کسی نے اُس کو الف کہا۔

۲ چشمِ حِس۔ انسان کی حسّی آنکھ اُن لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے اُن کی ہتھیلی کی دسترس پورے ہاتھی پر نہ تھی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف دگر۔ مولانا کفِ دست سے کفِ دریا کی طرف منتقل ہوگئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہیئے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسمِ دریا۔ یعنی وجودِ بحر۔ کف۔ یعنی جسمِ عنصری۔ جنبشِ کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

۳ ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کفِ دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب اُنکو کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آبِ روشن۔ روح۔ اے تو۔ اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہوگیا ہے تو اب اُسکو آگے قدم بڑھاکر ذاتِ حق کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ آبِ آب۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ آبیست یعنی روح کیلئے افاضۂ حیات کرنیوالی ذات۔ موسیٰؑ و عیسیٰؑ۔ افاضۂ حیات کرنیوالی

وَر بگویم در مثالِ صورتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اسکی صفات) بتاؤں

بر ہماں صورت بچسپی اے فتے
اے نوجوان! تو اسی صورت پر چپک جائے گا

بستہ پائی[۱] چوں گیاہ اندر زمیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے

سر بجُنبانی بباد بے یقیں
بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کُنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے

یا مگر پا را ازیں گِل بر کنی
یا تو اس کیچڑ سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کُنی پا را حیاتت زیں گِل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے

ایں حیاتت را روش بس مشکل ست
تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

چوں حیات[۲] از حق بگیری اے روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا

پس غنی گردی ز گِل در دل روی
تو مٹی سے بے نیاز ہو جائیگا، دل (کی دنیا) میں پہنچ جائیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے

فارغ و مستغنی از گِل سوئے دل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف

می روی بے قید و حُر از اہلِ گِل
بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑیگا

لوت خوارہ شُد مر اُو را می ہلد
غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

بستہ[۳] شیرِ زمینی چوں حبُوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے

جُو فطامِ خویش از قُوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قُوتِ حکمت خور کہ شُد نور ستیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے

اے تو نورِ بے حُجب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنیوالا بن جائے

تا بہ بینی بے حُجب مستور را
تاکہ تو چھپے ہوئے کو، بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کُنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے

بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کُنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے

ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

---

۱ بستہ پائی۔ عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور صفات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ لیکن عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونے کے لئے پیشقدمی نہیں کرتے ہیں نہ کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔ چوں کُنی جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

۲ چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہہ دے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچ کر اسرارِ وحدت حاصل کر سکتا ہے۔ شیر خوارہ: بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو چمٹا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان جب تک ـــ عالمِ سفلی سے چمٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالمِ سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

۳ بستہ۔ بیج زمین سے غذا حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح انسان عالمِ سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اسکی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالمِ ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوتِ حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کر لے، انکے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے

پر براہ راست اُسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بینی۔ رفتہ رفتہ وہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔
چوں ستارہ۔ پھر عالمِ ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آں چناں۔ عالمِ ملکوت کی طرف تمہارا عروجی سفر اسی طرح ہوگا جس طرح کہ اس عالم سے اس عالم کی طرف نزولی سفر ہوا لیکن یہ سفر چونکہ تمہاری مدہوشی میں ہوا ہے اس لئے تمہیں وہ سفر یاد ہے اور نہ اُس سفر کے طے کرنے کے راستے یاد ہیں۔

راہہائے آمدن یادت نماند — لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند

تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے — لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش[1] را بگذار وانگہ ہوشدار — گوش را بربند وانگہ گوشدار

ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا — کان کو بند کر لے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز — در بہاری و ندیدستی تموز

کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے — تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

ایں[2] جہاں ہمچو درخت است اے کرام — ما برو چوں میوہائے نیم خام

اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے — (اور) ہم اس پر آدھ کچے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را — زانکہ در خامی نشاید کاخ را

کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے — کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں — سست گیرد شاخہا را بعد ازاں

جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا — اُس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں — سرد شد بر آدمی ملک جہاں

جب اُس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے — دنیا کا مُلک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی است — تا جنینی کار خوں آشامی است

سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے — جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیز[3] دیگر ماند اما گفتنش — با تو روح القدس گوید نے منش

دوسری چیز رہ گئی لیکن اُس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے) — وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن — بے من و بے غیر من اے ہم تو من

نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا — میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی — تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے — تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

---

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور مادی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کر کے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آ جائیں گی اور عہد الست کی آواز سن لوگے۔ نے بگویم۔ میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مجاہدات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] ایں جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اُس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اُس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح خام انسان دنیا کو چمٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آ جاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آ جاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے اسی طرح جب تک انسان دُنیا سے چمٹا ہوا ہے اُس کی غذا خون جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ اُن کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ

حظیرۃ القدس کے دوسرے ملائک مراد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہیں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا۔ اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہو گیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرارِ خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا ——— بن جاتا ہے اُس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اُس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

بشنوی[۱] از خویش و پنداری فلاں | با تو اندر خواب گفتست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلانے | وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق | بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے | بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست | قلزم ست و غرقہ گاہ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے | سمندر ہے اور تیری نو سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود[۲] چہ جائے حد بیداری و خواب | دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے | خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں | آنچہ ناید در بیان و در زباں
دم نہ مار، تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے | وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب | آنچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے | وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا | الصلا اے پاکبازاں الصلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے | آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرار حال | از زبان بے زباں کہ قم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے | بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دم مزن تا دم زند بہر تو روح | آشنا[۳] بگذار در کشتی نوح
دم نہ مار، تاکہ تیرے لئے روح کہے | تیرنا چھوڑ دے، نوح کی کشتی میں آجا

ہمچو کنعاں کاشنامی کرد او | کہ نخواہم کشتی نوح عدو
کنعان کی طرح (نہ بن)، کہ وہ تیرتا تھا | کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردن نوح علیہ السلام پسر را و سرکشیدن او کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

کہ بر سر کوہ روم و چارہ کنم و منت تو نکشم

پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کر لوں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں | تا نگردی غرق طوفاں اے مہیں
خبردار! آجا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا | اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

---

۱ بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود کہہ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

۲ خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لا محدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرما دے۔ آنچہ۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آجا جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ روح۔ یعنی مرشد۔

۳ آشنا بگذار۔ یعنی اپنے دعوے ترک کر دے اور مرشد کا سہارا لے۔ ہمچو کنعاں۔ حضرت نوح کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوح۔ مہیں۔ ذلیل۔

گفت نے من آشنا[1] آموختم
اُس نے کہا نہیں، میں نے تیرنا سیکھا ہے
من بجز شمعِ تو شمع افروختم
میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کرلی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست
خبردار ایسا نہ کر، کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے
دست و پا را آشنا امروز لاست
آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کُش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے
جز کہ شمعِ حق نمی پاید خمُش
اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہر گئی چپ ہو جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند[2]
اُس نے کہا نہیں، اُس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا
عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے
جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اُس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سُنی ہے؟
کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی
من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر، یہ ناز کا دن نہیں ہے
مر خدا را خویشی و انباز نیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تاکنوں کردی و ایں دم نازکیست
تو نے ابتک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے
اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
اُس دربار میں کسی کو ناز کا حق، کب ہے؟

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ ست او از قِدَم
نہ اُس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے
نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں[3] کجا خواہد کشید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟
رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سُنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز
(خدا فرمادیگا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز کر
نیستم والد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں
ناز را بگذار اینجا اے ستی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

---

[1] آشنا۔ شناوری، تیراکی۔ شمع یعنی تدبیر۔ شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لا۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہو جا۔

[2] کوہِ بلند۔ قرآنِ پاک میں کنعان کا مقولہ مذکور ہے سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ میں پہاڑ پر پناہ گزین ہو جاؤں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ ندہد اماں یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مر خدا را۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ ہوتی ہے۔ نازکیست پہلے مصرع میں بمعنی "نازکی است" ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی "ناز کے است" ہے۔

[3] نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لَمْ یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ ہے تو اُس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گرازیدن اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مردانہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے۔ ستی۔ عورت، بیوی۔

جز[1] خضوع و بندگی و اضطرار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے
اندریں حضرت ندارد اعتبار
اِس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ
اُس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے
باز میگوئی بجہل آشفتۂ
پھر کہتے ہو، نادانی سے بہک رہے ہو

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں
تا جوابِ سرد بشنودی بسے
حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سُنی
خاصہ اکنوں کہ شُدم دانا و زفت
خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر
بشنوی یک بار تو پندِ پدر
ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچنیں میداد اُو پندِ لطیف
وہ اِسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے
ہمچناں می گُفت اُو دفعِ عنیف
وہ اِسی طور پر سختی سے اِنکار کرتا رہا

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا
نے دمے در گوشِ آں ادبیر[2] شُد
نہ کوئی بات اُس بدبخت کے کان میں پڑی

اندریں گفتن بُدند و موجِ تیز
وہ اِسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے
بر سرِ کنعاں زد و شُد ریز ریز
کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار
نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ!
مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار
میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہالے گیا

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا
کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا
کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم[3]
مجھ بھولے نے تیری اُمید پر بھروسہ کیا
پس چرا بر بود سیل از من گلیم
پھر طوفان میری کملی کیوں بہالے گیا؟

گفت اُو از اہل و خویشانت نبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے نہ تھا
خود ندیدی تو سفیدی از کبود
تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

چونکہ در دندانِ تو کرم اُوفتاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا
نیست دنداں برکنش اے اُوستاد
وہ دانت نہیں ہے اے اُستاد! اسکو اُکھاڑ دے

[1] عجز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور زاری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوحؑ سے کہا جوابِ سرد یعنی تلخ جواب۔ دمِ سرد۔ بے اثر بات۔ دانا یعنی جبکہ بچپن میں جو کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کیوقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

[2] ادبیر۔ بدبخت۔ موجِ تیز۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ اور حائل ہوگئی اُن دونوں (کنعان اور حضرت نوحؑ) کے درمیان موج، اور وہ ڈوب گیا۔ خر مرد۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

[3] سلیم۔ بھولا انسان۔ گلیم۔ کملی۔ گلیم بُردن۔ لوٹ لینا۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ یَا نُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ اے نوحؑ وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہوجائے تو اُس کو جدا کردینا ضروری ہوجاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اُس سے کمزور نہ بنے

گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اُس سے بیزار ہوجا

گفت[1] بیزارم ز غیرِ ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں

غیر نبود آنکہ باشد ماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہوگیا وہ غیر نہ ہوگا

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے

بیست چندانم کہ باراں را چمن
اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)

مُغتذی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا ہوں

مُتّصِل نے مُنفصِل نے اے کمال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جُدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ اُس کا تجھ سے تعلق) بےمثل اور بےکیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی[2] در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علّتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

پیش ازیں طوفان و بعد ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے

تو مخاطب بودہ در ماجرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

باتو می گفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ اُن سے

اے سخن بخشِ نو و آنِ کُہن
اے آنیوالے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت) عطا کرنیوالے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دِمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

روی[3] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رُخ کر کے

او کرا می گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

شکر طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تونے طوفان مسلّط کردیا

واسطہ اطلال را برداشتی
کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

زانکہ اطلال لئیم و بد بدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدائے می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

---

[1] گفت بیزارم۔ حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہوگئی تو بیٹے کی بربادی کا شکوہ ختم ہوگیا اور انھوں نے معذرت شروع کردی۔ چمن۔ چمن بارش کا محتاج ہے۔ عائل۔ عیالدار، مفلس۔ مُغتذی۔ غذا حاصل کرنیوالا۔ متّصل نے۔ حضرت نوحؑ چونکہ ذاتِ باری میں فنا ہوچکے تھے تو انکو ذاتِ باری سے متصل بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ۔ وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابل بیان ہے۔

[2] تو نگنجی۔ ذاتِ باری فکروخیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلول۔ ذاتِ باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنیوالا ہے۔ نے کہ عاشق۔ عاشق عموماً محبوبہ کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوبہ کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی میرا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

[3] روی۔ عاشق کا رُخ گو محبوبہ کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوبہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ شکر۔ تیرا شکر ہے کہ اب تونے ان اشخاص کو ہی ختم کردیا جو

مَن[1] چناں اطلال خواہم در خطاب — کز صدا چوں کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں — جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مُثنّیٰ بشنوم من نامِ تو — عاشقم بر نامِ جاں آرامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سُنوں — میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دوست وارد کوہ را — تا مُثنّیٰ بشنود نامِ ترا
ہر نبی پہاڑ کو اِسی لئے دوست رکھتا ہے — تاکہ تیرے نام کو مُکرر سُنے

آں کہ پست مثالِ سنگلاخ — موش را شاید نہ ما را در مناخ[2]
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے — پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم اُو نگردد یارِ من — بے صدا ماندم گفتارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے — میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

با زمیں آں بہ کہ ہموارش کُنی — نیست ہمدم با عدم یارش کُنی
یہ بہتر ہے کہ تو اُس کو زمین کے برابر کر دے — وہ ساتھی نہیں ہے اُس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را — حشر گردانم بر آرم از ثریٰ
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو — از سرِ نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے[3] دلِ تو نشکنم — لیک ازاحوال آگاہ می کنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا — لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا — ہم کُنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے — بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کُن من خوشم — حُکمِ تو جانست و چوں جاں می کشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں — تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اُسکو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را و گر ہم بنگرم — اُو بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی — وہ بہانہ ہوگا اور تو میرے پیشِ نظر ہوگا

عاشقِ صُنعِ توام در شکر و صبر — عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں — میں بُت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

[1] مَن چناں ۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت نکلے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں ۔ تا مثنیٰ ۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنونگا ۔

[2] مناخ ۔ پڑاؤ ، ٹھکانا ۔ من بگویم ۔ دنیا داروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ سلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں ۔ با زمیں ۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیرِ زمین ہو جانا بہتر ہے ۔ گفت ۔ حضرت نوحؑ سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں ۔ ثریٰ ۔ مٹی ۔

[3] بہرِ کنعانے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دل شکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں ۔ گفت ۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے ۔ حکمِ تو ۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے ۔ ننگرم ۔ تیری ذات کے سوا میرا کوئی منظورِ نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظورِ نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے ۔ عاشق ۔ میں خدا اور اُس کے فعل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں ۔ گبر ۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں ۔

عاشقِ صُنعِ خدا با فر بُود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے

عاشقِ مصنوعِ اُو کافر بُود
اُس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیانِ[1] این دو فرقے بس خفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے

خود شناسد آنکہ در رُویت صفیست
وہ پہچانتا ہے، جو تاڑنے میں ممتاز ہے

توفیق میان این دو حدیث کہ الرِّضَا بِالکُفرِ کُفرٌ و حدیث
ان دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر پر رضامندی کفر ہے اور دوسری

دیگر کہ مَن لَم یَرضَ بِقَضَائِی وَلَم یَصبِر عَلٰی بَلَائِی
حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے

فَلیَطلُب رَبًّا سِوَائِی
اُسکو چاہئیے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کرلے

دی سوالے کرد سائل مر مرا
کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا

زانکہ[2] عاشق بُود اُو بر ماجرا
کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتہ الرِّضَا بِالکُفرِ کُفر
اُس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، نکتہ ہے

ایں پیمبر گفت و گفتِ اُوست مہر
یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور اُن کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا
پھر انھوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر

مر مسلماں را رضا باید رضا
مسلمان کو راضی ہونا چاہیئے

نے قضائے حق بود کفر و نفاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالےٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟

گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
اگر میں اس پر راضی ہوجاؤں، گمراہی ہوگی

ور نیم راضی بُود آں ہم زیاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہوگا

پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
تو اُس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتمش ایں کفر مقضی[3] نے قضاست
میں نے اُس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے

ہست آثارِ قضا ایں کفر راست
فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بداں
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ

تا اشکالت دفع گردد در زماں
تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہوجائے

---

[1] درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ صفی۔ منتخب، ممتاز۔ توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے، اِس اشکال کا جواب پہلے اشعار پر مبنی ہے۔ پہلے اشعار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیئے کہ قضاءِ کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اُس پر رضا ضروری ہے اور یہ عینِ ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اُس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مہر۔ یعنی قولِ رسولؐ حجت اور دلیل ہے۔ نے قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اُس پر راضی ہوجاؤں تو گمراہی ہو۔ ور نیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہونگا۔

[3] مقضی نے قضا۔ کفر مخلوق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اللہ کا فعل اور قضا نہیں ہے، بلکہ قضاءِ خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے انسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

راضیمؔ بر کفر زاں رُو کہ قضاست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے

نے ازاں رُو کہ نزاع و خبثِ ماست
نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از رُوئے قضا خود کُفر نیست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے

حق را کافر مخواں اینجا مایست
اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست وؔ قضائے کفر علم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے

ہر دو یک کے باشد آخر حِلم و حِلم
آخر بُردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

زشتیؔ خط زشتیِ نقاش نیست
خط کا بھدا پن نقاش کی بُرائی نہیں ہے

بلکہ از وے زشت را بنمود نیست
بلکہ اُس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوّتِ نقاش باشد آنکہ او
یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ

ہم تواند زشت کردن ہم نکو
وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحث ایں را مَن بساز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں

تا سوال و تا جواب آید دراز
تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوقِ نکتہ عشق از من میرود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا

نقشِ خدمت نقشِ دیگر می شود
(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثلؔ در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو موؔ آمد شتاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا

پیشِ یک آئینہ دارِ مُستطاب
ایک بھلے آئینے والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کُن جدا
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے

کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریشِ او ببرید و کُل پیشش نہاد
اُس نے اُس کی داڑھی کاٹ دی اور اُسکے سامنے رکھدی

گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد
کہا تو چُن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

۱؎ راضیم۔ بحیثیت فعلِ خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اُس پر رضا کفر ہے۔ کفر۔ یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاءِ کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاءِ کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو نعوذ باللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اسلئے کہ قضا فعلِ خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اُس پر فاعل کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاءِ کفر اور کفر دونوں دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ قضاءِ کفر از قبیلِ علم ہے اور کفر از قبیلِ جہل ہے لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جداگانہ ہے اُنمیں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاءِ کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاءِ خداوندی علمِ خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالقِ کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفاتِ خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔

۲؎ زشتیِ خط۔ یہ اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بُری چیز ہے اُس پر رضامندی کفر ہے لیکن قضاءِ کفر اور خلقِ کفر اللہ کے اعتبار سے صفتِ کمال ہے اُس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو یا ایک مصور بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بُری چیز ہے لیکن اسکا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ گر کشایم۔ علم کلام کی بحثیں ذوقِ عشق کے منافی ہیں۔ نقشِ دیگر۔ علم کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کیلئے کرتے ہیں —— ۳؎ مثل۔ اہلِ حال اور اہلِ قال میں فرق واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح حجام فضول فرمائش میں نہ لگا اسی طرح اہلِ حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب۔ بزرگ، پاکیزہ۔ عروس۔ دلہن، دولہا۔

این سوال[1] و این جواب است اے گزین | کہ سر اینہا ندارد مرد دین
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے | کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زید را | حملہ کرد او ہم برائے کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا | اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم | پس جوابم گوی وانگہ می بزنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں | اس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مار لینا

بر قفائے[2] تو زدم آمد طراق | یک سوالے دارم اینجا در وفاق
میں نے تیری گدّی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی | اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دست من بود ست یا | از قفا گاہ تو اے فخر کیا
یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا | اے بزرگوں کے فخر! تیری گدّی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم | کاندریں فکر و تفکر بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے | کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں | نیست صاحب درد را ایں فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ | خبردار! دردمند کیلئے اس غور اور فکر کا وقت نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکر غیر | خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے | خواہ تو مسجد میں جائے یا بتخانے میں

غفلت[3] و بیدردیت فکر آورد | در خیالت نکتہ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے | تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غم دیں نیست صاحب درد را | می شناسد مرد را و گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے | وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکم حق را بر سر و رو می نہد | حفظ و فکر خویش یکسو می نہد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے | اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے | گرچہ شوقے بود جان شاں را بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا | اگرچہ اُن کی جان کو بہت شوق تھا

---

[1] ایں سوال۔ یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا، آپ دیکھئے۔ اس قصہ سے بھی یہ ظاہر کرنا ہے کہ صاحبِ عشق تو اپنی دُھن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اس کو طمانچہ مارنے والے کی لغو بحث کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن۔ طمانچہ مارنے والا۔

[2] بر قفا۔ گدّی پر۔ طراق۔ طمانچہ کی آواز۔ وفاق۔ مناسبت، اتفاق۔ گفت۔ جسکے طمانچہ لگا تھا اس نے کہا۔ بیستم۔ بایستم۔ تو کہ۔ تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آرہی ہیں۔ خواہ در مسجد۔ حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی دُھن میں لگا رہتا ہے وہ عقلی بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

[3] غفلت۔ جو دین سے غافل اور دردِ عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکم حق۔ دردمند تو اللہ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت۔ صحابہ کرام چونکہ دردِ حق میں مبتلا رہتے تھے اسی لئے اُن کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ۔ صحابہ میں حافظِ قرآن کم تھے، ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر اُن کا سب وقت لگتا تھا مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ اُبی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابو زید۔

زانکه[۱] چون مغزش درآگند و رسید — قشرها شد بس رقیق و واکفید

کیونکہ جب اُس کا گودا بھر گیا اور پک گیا — چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشرِ جوز و فستق و بادام هم — مغز چون آگندشان شد پوست کم

اخروٹ، اور پستہ، اور بادام، کا چھلکا بھی — جب اُن میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغزِ علم افزود کم شد پوستش — زانکه عاشق را بسوزد دوستش

علم کا گودا بڑھا، تو اُس کا چھلکا گھٹا — کیونکہ عاشق کو اُس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصفِ[۲] مطلوبی چو ضدِ طالبی ست — وحی و برقِ نور سوزندهٔ نبی ست

محبوبیت کی صفت، محبّیت کی ضد ہے — وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہے

چون تجلّی کرد اوصافِ قدیم — پس بسوزد وصفِ حادث را کلیم

جب قدیم اوصاف کی تجلّی پڑی — تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

رُبعِ قرآن هر کرا محفوظ بود — جَلَّ فِینَا از صحابه می شنود

جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا — تو وہ صحابہ سے سُنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

جمعِ صورت با چنین معنیِ ژرف — نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف

ایسے گہرے معنیٰ کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا — بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے

در چنین[۳] مستی مراعاتِ ادب — خود نباشد ور بود باشد عجب

ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت — نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا مراعاتِ نیاز — جمعِ ضدّین ست چون گرد و دراز

بے نیازی میں، نیازمندی کی نگہداشت — گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمعِ ضدّین از نیاز افتاد و ناز — باز در وقتِ تحیّر امتیاز

نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے — پھر تحیّر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

چون عصا معشوقِ عمیان می شود — کور خود صندوقِ قرآن می شود

جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے — کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کر لے۔ جمعِ ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقامِ حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفاتِ خداوندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیّر محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابۂ کرام ہی کر سکتے تھے۔ چون عصا۔ قرآن کے معانی اور اسرار و حِکَم کو جانے بغیر الفاظ کو رَٹ لینا اور اُن سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظِ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو نہ صندوق کو اُسکے معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اُس شخص کو۔

---

۱ زانکہ۔ صحابۂ کرام مغز اور معانیِ قرآن سے پُر تھے اُنکے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی مغزِ علم۔ قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آ جاتا ہے اور اُس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے۔

۲ وصفِ مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق دو جداگانہ چیزیں ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصلِ حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضورؐ پر وحی نازل ہوئی تو فنائیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی۔ چون تجلّی۔ ذاتِ باری کی تجلّی اوصافِ بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربعِ قرآن۔ صحابۂ کرام میں وحیِ الٰہی نے فنائیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدۂ حق اور اشتغال بالعمل حفظِ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا اُن کیلئے بڑی بات تھی۔ جمعِ صورت۔ قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو یاد کر لینا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

۳ در چنین مستی۔ صحابۂ کرام کو مشاہدۂ حق سے جو مستی حاصل تھی اُس کے ہوتے ہوئے حفظِ قرآن کے آداب کا پابند ہو جانا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغنا۔ مشاہدۂ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اُس کے ہوتے ہوئے نیازمندی کی نگہداشت

گفت[1] کوراں خود صنادیق اند پُر — از حروفِ مُصحف و ذکر و نُذُر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد زبار — بہ ز صندوقے کہ پُر[2] موش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اُس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد — گشت دلالہ بہ پیشِ مرد سرد

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اُس) انسان کیلئے رہنمائی کرنیوالا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم اکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی، جانکاری) کی طلب بُری ہے

چوں[3] شدی بر بامہائے آسماں — سرد باشد جستجوئے نردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سرد باشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہونیکے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اُس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہوگی

پیشِ سُلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جستن نامہ و رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزّت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہوگا

داستانِ مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندنِ

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوقِ خویش و معشوق آنرا

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اُس کو ناپسند کرنا کیونکہ مدلول

ناپسند داشتن کہ طَلَبُ الدَّلِیلِ عِندَ حُضُورِ المَدلُولِ قَبِیحٌ

کی موجودگی میں راہنما کی طلب بُری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے

وَالاِشتِغَالُ بِالعِلمِ بَعدَ الوُصُولِ اِلَی المَعلُومِ مَذمُومٌ

بعد علم میں مشغول ہونا بُرا ہے

---

[1] گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُر شدہ صندوق ہیں۔ باز۔ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی اُن سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں۔

[2] کہ پُر موش۔ وہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جن کے سینے خیالات فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضکہ جو لوگ واصل بحق ہیں اُن کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اُس کا اتہ پتہ معلوم کرنا لغویات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اُس کیلئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قُرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اُس کو صیقل کرنا لغو کام ہے پیشِ سُلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں یکے[1] را یار پیشِ خود نشاند　　نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند

ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھالیا　　اُس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا　　زاری و مسکینی و بس لابہا

خط میں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی　　عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش　　خواری و بیزاری با اہل و خویش

رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد　　ذلّت، اور اہل، اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

دُوری و رنجوری از ہجرانِ دوست　　ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست

دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری　　پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود　　تا کہ بیروں شد ز حصر و حدّ و عد

وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا　　حتّٰی کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ من ست　　گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست

معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے　　تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ[2] پیشت حاضر و تو قصّہ خواں　　نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں

میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصّے پڑھتا ہے　　یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری امّا ولیک　　من نمی یابم نصیبِ خویش نیک

اُس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن　　میں اپنا حصّہ پورا نہیں پا رہا ہوں

آنچہ می دیدم ز تو پارینہ سال　　نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال

میں جو تجھ سے پار سال دیکھتا تھا　　وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام　　دیدہ و دل زآب تازہ کردہ ام

میں نے اِس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے　　میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم ولیکن آب[3] نے　　راہِ آبم را مگر زد رہزنے

میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے　　میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہے

گفت پس من نیستم معشوقِ تو　　من بہ بلغار و مرادت در قتو

اُس نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں　　میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو بر من و بر حالتے　　حالت اندر دست نبود اے فتے

تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے　　اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

۱ آں یکے۔ معشوق کے پاس بیٹھ کر اُس کیلئے لکھے ہوئے خطوط پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیتہا۔ معشوق کو جو اُس نے خط میں لکھا اُس میں یہ بیانات تھے جو اُس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے شروع کر دیئے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سُن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

۲ من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی مصروفیت اور شکوے شکایت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے، عاشق تو محوِ دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطفِ صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ زلال۔ صاف پانی۔

۳ آب نے یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشقی۔ تو میری ذات اور اُس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس[1] نیم کلّی مطلوبِ تو من ‌‌ ‌ ‌ جزوِ مقصودم ترا اندر زمن

تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں ‌ ‌ ‌ ‌ میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے ‌ ‌ ‌ ‌ عشق بر نقد است بر صندوق نے

میں معشوق نہیں ہوں، معشوق کا گھر ہوں ‌ ‌ ‌ ‌ عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود ‌ ‌ ‌ ‌ مبتدا و منتہایت او بود

معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو ‌ ‌ ‌ ‌ تیرا ابتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر ‌ ‌ ‌ ‌ ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ ‌ ‌ ‌ ‌ ظاہر میں بھی وہی معشوق، ہو اور باطن میں بھی

میر[2] احوال ست نے موقوفِ حال ‌ ‌ ‌ ‌ بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال

وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم ‌ ‌ ‌ ‌ مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند ‌ ‌ ‌ ‌ چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں ‌ ‌ ‌ ‌ جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنائے

منتہی نبود کہ موقوفست او ‌ ‌ ‌ ‌ منتظر بنشستہ باشد حال جو

جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے ‌ ‌ ‌ ‌ وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دستِ او ‌ ‌ ‌ ‌ چوں بجنباند شود مس مستِ او

اُس کا ہاتھ، حال کی کیمیا ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس کا مست ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود ‌ ‌ ‌ ‌ خار و نشتر نرگس و نسریں شود

اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے ‌ ‌ ‌ ‌ کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او[3] بود سلطانِ حال اندر روش ‌ ‌ ‌ ‌ نے چو تو محروم از حال و کشش

وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

آنکہ[4] او موقوفِ حال آدمی ست ‌ ‌ ‌ ‌ کہ گہے افزون و گاہے در کمی ست

جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے ‌ ‌ ‌ ‌ کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

جس کو عشق الٰہی میں فنا ءالفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ اُن احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ اُن پر حاکم بنجاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کامل نہیں ہے۔ کیمیائے حال۔ فناء الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال اُس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اُس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائیگا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بنجاتی ہے اور کانٹے پھول بنجاتے ہیں غرضکہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے ——— [3] او بود۔ یعنی فناء الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ [4] آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اُس میں قوئ بشری کا غلبہ رہتا ہے۔ اُس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

---

[1] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانہ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جوانی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی لہٰذا میں صندوق تھا اور جوانی اُس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانے کے قابل نہیں ہے۔ عشق اُسی ذات سے ہونا چاہئیے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتداء بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اُسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ هُوَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

[2] میر احوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اُس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن

صوفی ابن الوقت[1] باشد در مثال — لیک صافی[1] فارغ ست از وقت و حال

صوفی مثالاً ابن الوقت ہوتا ہے — لیکن اہلِ صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے او — زندہ از نفخِ مسیح آسائے او

احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں — اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی — بر امیدِ حال بر من می تنی

تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر — تو حال کی اُمید پر مجھ پر جھکتا ہے

آنکہ گہ[2] ناقص گہے کامل بود — نیست معبودِ خلیل آفل بود

وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو — وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے، غروب ہو جانے والا،

وانکہ آفل باشد و گہ آن و این — نیست دلبر لا اُحِبُّ الآفلین

وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا — وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانیوالوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوش ست — یک زمانے آب و یکدم آتش ست

وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے — ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

برجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے — نقشِ بت باشد ولے آگاہ نے

وہ چاند کا برج ہو گیا، لیکن چاند نہیں ہے — وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا چوں ابنِ وقت — وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت

باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے — وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال — ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال

(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے — وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے[3] کہ او لم یولد ست — لم یلد لم یولد آن ایزد ست

وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے — نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رو چنیں عشقے بجو گر زندۂ — ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ

اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر — ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشتِ خویش — بنگر اندر عشق و در مطلوبِ خویش

اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ — عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

[1] ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اس سے مراد ابوالوقت اور صاحب مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے۔ ابوالوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

[2] آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے۔ لا احبُّ الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ او۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے ان کو صفاتِ باری کا صرف مظہر سمجھو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفی صافی یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی یعنی ابوالوقت، صاحب مقام سالک۔

[3] غرقہ نورے۔ ابوالوقت تجلیاتِ رب میں غرق رہتا ہے

جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لم یزل اور لایزال سے عشق کر۔ وقتِ مختلف۔ یعنی قابلِ تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیئے اسکو ہر وقت عشق اور معشوقِ حقیقی کو پیشِ نظر رکھ کر جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔ (شعر) تو مگو ما را بداں شہ بار نیست — بر کریماں کارہا دشوار نیست

منگر آنکه تو حقیری یا ضعیف ۔۔۔ بنگر اندر ہمّتِ خود اے شریف

یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور ۔۔۔ اے بھلے! اپنی ہمّت کو دیکھ

تو بہر حالے[۱] کہ باشی می طلب ۔۔۔ آب می جُو دائماً اے خشک لب

تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ ۔۔۔ اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد ۔۔۔ کو بآخر بر سرِ منبع رسد

کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں ۔۔۔ کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب ۔۔۔ کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب

ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے ۔۔۔ کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست ۔۔۔ ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست

کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے ۔۔۔ حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلوباتِ تست ۔۔۔ ایں سپاہِ نصرت و رایاتِ تست

یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے ۔۔۔ یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح ۔۔۔ می زند نعرہ کہ می آید صباح

یہ طلب، مرغ کی طرح چیخنے میں ہے ۔۔۔ (اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[۲] آلت نیستت تو می طلب ۔۔۔ نیست آلت حاجت اندر راہِ رب

خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر ۔۔۔ اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر ۔۔۔ یارِ اُو شو پیشِ اُو انداز سر

اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے ۔۔۔ اُس کا دوست بنجا (اور) اسکے سامنے سر رکھدے

کز[۳] جوارِ طالباں طالب شوی ۔۔۔ وز ظلالِ غالباں غالب شوی

طلبگاروں کے قُرب سے تُو طلبگار بن جائیگا ۔۔۔ اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بنجائیگا

گر یکے مورے سلیمانے بجُست ۔۔۔ منگر اندر جُستنِ اُو سُست

اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جُستجو کرے ۔۔۔ تو اس کی جُستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ ۔۔۔ نے طلب بُود اوّل و اندیشہ

جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے ۔۔۔ کیا وہ ابتدا میں جُستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست ۔۔۔ ور بماند از طلب ہم قاصرست

اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے ۔۔۔ اگر وہ طلب سے رُک جائے تو کوتاہی کرنیوالا ہے

[۱] تو بہر حالے۔ خواہ طالب نکما یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے۔ کاں۔ اُس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائیگی۔ خشکیِ لب۔ طلب کا اِضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے۔ ایں طلب۔ طلب اور جُستجو کامیابی کی ضامن ہے۔ ایں طلب جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جُستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

[۲] گرچہ۔ (شعر)۔۔۔۔۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیئے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

[۳] کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گر یکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالبِ حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو۔ ہر چہ داری۔ دنیا کی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ گر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہوگی اگر طلب اور جستجو ختم کر دی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

ہر کہ چیزے جُست بیشک یافت اُو ــ چوں بجد اندر طلب بشتافت اُو

جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اُس کو مل گئی ہے ــ جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر ــ یافتی و شُد میسّر بے خطر

اے بیٹا! جبکہ تُو نے جستجو میں قدم رکھا ــ تو نے (مطلوب) پالیا اور وہ بلا خطرہ کے مِل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب ــ تا نیابی ہر چہ خواہی بے تعب

اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ ــ (اِس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالیگا

عاقبت جوئندہ یابندہ بُوَد ــ چونکہ در خدمت شتابندہ بُوَد

جُستجو کرنے والا، بالآخر پاجانے والا ہوتا ہے ــ چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کیلئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب چالاک شو زیں فتحِ باب ــ می طلب کہ اللہُ اَعلَمُ بالصَّواب

طلب میں تیز رَو بن، اِس سے فتح باب ــ طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایتِ آں مرد کہ در عہدِ داؤد علیہ السلام شب و روز دُعا و تضرع

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دُعا اور عاجزی

می کرد کہ بار خدایا مرا روزی حلال بدہ بے رنجِ کسب

کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہدِ داؤدِ نبی ــ نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی

ایک شخص، داؤد نبی کے زمانے میں ــ ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا ــ ثروتے بے رنجِ روزی کُن مرا

ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا! ــ بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرمادے

چوں مرا تو آفریدی کاہلے ــ زخم خوارے سُست جنبے منبلے

جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے ــ (اور) مار کھانیوالا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

بر خراںِ پُشت ریشِ نامراد ــ بارِ اسپاں و اشتراں نتواں نہاد

نامراد، زخمی کمر، گدھوں پر ــ گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی ــ روزیم دہ ہم ز راہِ کاہلی

اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے ــ مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایۂ خسپم در وجود ــ خفتم اندر سایۂ افضال و جود

میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں ــ مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

---

۵۱ ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ من جَدَّ وَجَدَ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ ہیں مباش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ عاقبت۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتحِ باب۔ یعنی قربِ حق کے دروازے کی کشادگی۔

۵۲ حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہر حال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔ بار۔ بزرگ معظم۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دُعا کرتا پھرتا تھا کہ اُس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

۵۳ چوں مرا یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سست جنب کمزور پہلو والا۔ منبل۔ ناکارہ۔ ملی۔ غنی، مالدار۔ سایہ خسپم۔ سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خُسپاں رامگر — **روزیِ بنوشتہ نوعے[۱] دگر**

کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید — تو نے دوسری ہی طرح کی روزی تقدیر کی ہے

ہر کرا پا ایست جوید روزیے — **ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے**

جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے — جس کے پاؤں نہیں ہیں اُس پر رحم فرما

رزق را میراں بسُوئے آں حزیں — **ابر را می کش بسُوئے ہر زمیں**

اُس غمگین کی طرف روزی بھیج — ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد جُودِ تو — **ابر را راند بسُوئے اُو دوتو**

چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت — ابر کو تہ بہ تہ اُس کی طرف لیجاتی ہے

طِفل[۲] را چوں پا نباشد مادرش — **آید و ریزد وظیفہ بر سرش**

بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اسلئے) اُسکی ماں — آتی ہے اور غذا اُس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب — **کہ ندارم من ز کوشش جز طلب**

بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں — اسلئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مُدتے بسیار می کرد ایں دعا — **روز تا شب شب ہمہ شب تا ضُحیٰ**

بہت مدت تک یہ دُعا کرتا رہا — دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

خلق می خندید بر گفتارِ اُو — **بر طمع خامے و بر بیکارِ اُو**

اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے — اس کے بیکار لالچ اور اُس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سُست ریش — **یا کسے دادست بنگ بیہُشیش**

کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟ — کیا کسی نے اُس کو بے ہوشی کی بھنگ پلادی ہے

راہِ روزی کسب و رنج ست و تعب — **ہرگز ایں[۳] نادر نشد ور شد عجب**

روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے — یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب — **از رہِ کسب و تعب با رنج و تب**

اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے — کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستے سے

اُطلُبُوا الاَرزَاقَ مِن اَسبَابِہَا — **وَادخُلُوا الاَوطَانَ مِن اَبوَابِہَا**

رزقوں کو اُن کے اسباب سے طلب کرو — وطنوں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں — **ہست داؤدِ نبیِّ ذو فنوں**

شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب — صاحبِ ہنر داؤدؑ نبی ہیں

---

۱ نوعے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے بقدر ہے۔ ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پا نیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اسمیں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اُس کی غذا ابر کو بھیجکر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچا دے۔

۲ طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اُس کی ماں کے ذریعہ اُس کی غذا اُس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ سُست ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔

۳ ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ۔ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا، تب روزی ملتی تھی۔

هست در[1] فرمانِ اُو از وحش و طیر
وحشی جانور اور پرندے اُن کے حکم میں ہیں
در ہمہ روئے زمیں اُو راست سیر
تمام روئے زمین پر اُن کا دورہ ہے

با چناں عزّے و نازے کاندر وست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو انہیں ہے
کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
کہ اُنکو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کیا ہے

معجزاتش بے شمار و بے عدد
ان کے معجزے بے شمار اور اَن گنت
موجِ بخشایش مدد داند مدد
اُن پر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

ہیچکس را خود ز آدمؑ تاکنوں
کسی شخص کی آدمؑ سے اب تک
کے بدست آواز ہیچوں ارغنوں
آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

کہ بہر وعظے بمیراند دو بیست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے
آدمی را صوتِ خوبش کرد نیست
انسان کو اُن کی حسین آواز فنا کر دیتی

شیر و آہو جمع گردد آں زماں
اُس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے
سوئے تذکیرش مغفّل ایں از آں
اُن کے وعظ میں (اور) یہ اُس سے غافل

کوه[2] و صحرا ہم رسائل بادمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے
ہر دو اندر وقتِ دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت اُنکے ہمراز تھے

ایں و صد چنداں مر اُو را معجزات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے اُن کے تھے
نورِ رویش بے جہات و در جہات
اُن کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

با ہمہ تمکیں خدا روزیٔ اُو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے اُنکی روزی
کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ[3] بافی و رنجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اُٹھانے کے بغیر انکی روزی
می نیاید با ہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندہ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا
خانہ کندہ دوں و گردوں راندہ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مدبر ہمی خواہد کہ اُو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ
گنج یابد تا رود پایش فرو
خزانہ پالے یہاں تک کہ اُس میں اُسکا پاؤں دھنسے

ز احمقی خواہد کہ بے رنجش نسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً
بے تجارت پر کند دامن ز سود
(اور) بغیر کاروبار کیے نفع سے دامن بھر لے

---

[1] ہست۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ ہیچکس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤدؑ کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤدؑ جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آکر بیہوش اور جاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر و آہو۔ نغمہ کو سن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بےخبر رہتا تھا۔

[2] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے سے پہاڑ اور جنگل کی گونج اُن کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شرکار۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

[3] بے زرہ۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مدبر۔ بدبخت۔ پایش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اُس کو خزانہ مل جائے اور اُس میں اُس کا پاؤں دھنس جائے۔ بسود۔ نفع۔

اینچنیں[۱] گیجے نیامد در جہاں ۔۔۔ کہ برآیم بر فلک بے نردباں
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے) ۔۔۔ کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتسخر نک بگیر ۔۔۔ کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اُس سے مذاق میں کہتا، یہ لے لے ۔۔۔ کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آگیا

واں ہمی خندید ما را ہم بدہ ۔۔۔ زانچہ یابی ہدیہ اے سالارِ دِہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا ۔۔۔ اے چودھری! اُس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

اُو ازیں تشنیعِ مردم وین فسوس ۔۔۔ کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اِس طعنہ زنی اور ملامت سے ۔۔۔ دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شُد در شہر معروف و شہیر ۔۔۔ کو ز انبانِ تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہوگیا ۔۔۔ کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شُد مَثَلؔ[۲] در خامِ طمعی آں گدا ۔۔۔ اُو ازیں خواہش نمی آمد جُدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضربُ المثَل بن گیا ۔۔۔ (لیکن) وہ اِس خواہش سے جُدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال ۔۔۔ کرد اجابت مُستعانِ ذوالجلال
اُس نے دعا اور زاری ختم نہ کی ۔۔۔ (اللہ تعالٰے) مُستعان اور ذوالجلال نے اُسکی دُعا قبول کرلی

دویدن گاوٗ در خانۂ آں دُعا کنندہ بالحاح قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

اُس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دوڑ کر آنا۔ آنحضور صلی اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ زیرا کہ عین

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰے دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ

خواستِ حق سُبحانہٗ وتعالٰی ست الحاح خواہندہ را بہ است از

عاجزی اللہ تعالٰی کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کیلئے عاجزی اُس سے بھی

آنچہ میخواہد ازوے و عُذر[۳] گفتنِ نظم کنندہ و مدد خواستن

زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا عذر کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ ۔۔۔ ایں دُعا می کرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک ۔۔۔ وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید ۔۔۔ شاخ زد بشکست در بند و کلید
اچانک اُسکے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی ۔۔۔ اُس نے سینگ مارا کُنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

---

[۱] اینچنیں یعنی اچانک خزانہ مل جانے کی تمنا تو ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تمنا کرے۔ ایں ہمی۔ کوئی مذاق میں کہتا کہ روزی آگئی کوئی کہتا کہ اُس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر۔ خوشخبری دینے والا۔ سالارِ دِہ۔ گاؤں کا سردار، چودھری۔ شہیر۔ مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

[۲] شُد مثَل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضربُ المثَل بن گیا۔ مُستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے۔ اللہ تعالٰے۔ اِلحاح۔ زاری و عاجزی۔ مُلِح۔ زاری کرنیوالا۔

[۳] عذر گفتن۔ آئندہ اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اِتمام کی دعا شروع کی ہے۔ در بند۔ بند کرنیوالا در۔

گاؤ گستاخ اندراں خانہ بجست — مرد بر جست و قوائمہاش[١] بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی — (وہ) شخص لپکا اور اس نے اسکے پاؤں باندھ دیئے

پس گلوی گاؤ ببرید آں زماں — بے توقف بے تامل بے اماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا — بغیر توقف، بے تامل، امن دیئے بغیر

چوں سرش ببرید شد سوی قصاب — تا اہابش بر کند در دم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا — تاکہ وہ فوراً اس کی کھال اتار دے

اے تقاضا گر درون ہمچوں جنیں — چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچے کیطرح باطن میں تقاضا کرنیوالے! — جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ — یا تقاضا را بہل بر ما منہ
آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما — یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

چوں ز مفلس زر تقاضا میکنی — زر ببخش در سر اے شاہ غنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے — اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اس کو روپیہ بخشدے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر — زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
تیری امداد کے، بغیر نظم اور قافیہ، صبح و شام — کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم — بندۂ امر تو اند از ترس و بیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے — ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

چوں مسبح[٢] کردۂ ہر چیز را — ذات بے تمیز و با تمییز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنا یا ہے — باشعور، اور بے شعور ذات کو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر — گوید و از حال آں ایں بیخبر
ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح — کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

آدمی[٣] منکر ز تسبیح جماد — واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے — حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے — بیخبر از یک دگر و اندر شکے
بلکہ بہتر (۷۲) فرقوں میں سے ہر ایک — ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

چوں دو[٤] ناطق را ز حال ہمدگر — نیست آگہ چوں بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایکدوسرے کے حال سے — آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں آگاہی کیونکر ہو

---

١ قوائم۔ پاؤں۔ اہاب چمڑا کھال۔ اے تقاضا چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنیوالے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اسلئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کیلئے دعا شروع کر دی ہے جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسیطرح باطن میں خدا کی جانب سے کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ بر ما منہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں ز مفلس یعنی مجھے مثنوی کے معانی اور قوافی عنایت فرمادے۔ بے تو تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی سے شعر کہلا سکے تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔

٢ چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو اللہ کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا غیر ذی روح چیزوں کے تابع فرمان الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔

٣ آدمی۔ انسان جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اسلئے وہ انکی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے۔ بلکہ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں جن میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ درست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے ہیں چوں دو ناطق۔ دو انسان جو مذہبی اعتبار سے ایکدوسرے سے جدا ہیں جبکہ وہ باہمی ایکدوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں تو جمادات کی تسبیح کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے۔

چوں من از تسبیحِ ناطق[1] غافلم — چوں بداند سُبحۂ صامت دلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں — تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

ہست سُنّی را یکے تسبیحِ خاص — ہست جبری را ضداں اندر مناص
سُنّی کی ایک خاص تسبیح ہے — نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اُسکے خلاف ہے

سُنّی از تسبیحِ جبری بے خبر — جبری از تسبیحِ سُنّی بے اثر
سُنّی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے — جبری، سُنّی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضالّ ست و گم — بے خبر از حالِ اُو وز امرِ قُم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے — اُس کے حال سے اور قُم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں را چہ خبر — جنگ شاں افگند یزداں از قدر
وہ یہ کہتا ہے کہ اُس کو کیا پتہ — اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے اُنہیں جنگ پیدا فرما دی ہے

گوہرِ ہر یک ہویدا می کُند — جنس از ناجنس پیدا می کند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے — جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را[2] از لطف داند ہر کسے — خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جُدا سمجھتا ہے — خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ — یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے — یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربّانیے — کش بُوَد در دل محکِّ جانیے
اُسکو، سوائے اُس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے — جس کے دل میں رُوح کی کسوٹی ہو

باقیاں[3] زیں دو گمانے می بُرند — سوئے لانہ خود بیک پر می پرند
باقی لوگ اُن دونوں میں شک کرتے ہیں — اپنے آشیانہ کیجانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

دربیانِ آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پر ست
اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر[1] گماں را یک پر ست — ناقص آمد ظن بپرواز ابتر ست
علم کے دو بازو ہیں، شک کا ایک بازو ہے — شک اُڑنے میں ناقص ہے اور دُم کٹا ہے

مُرغِ یک پر زود افتد سرنگوں — باز بر پرّد[2] دو گامے یا فزوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے — پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

---

[1] ناطق: بولنے والا۔ صامت: خاموش، نہ بولنے والا۔ بہت سنّی سنّی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایں ہمی۔ یہ جبری کہتا ہے کہ سنّی گمراہ ہے۔ امرِ قُم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قُم کا حکم ہوا ہے جسکے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعلِ انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اُسکو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بیخبر ہے۔ قدر۔ ازل میں یہ اختلافات مقدر کر دیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کا فیصلہ ہو سکے۔

[2] قہر را از لطف بعض خاص قہر اور خالص مہر میں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔ لیک۔ بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کیلئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مؤمن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسیطرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کیلئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصانِ خدا سمجھتے ہیں۔

[3] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں دو طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی اُنکی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز لگتی ہے

اُفت و خیزاں می رود مُرغ گماں[۵۱] — با یکے پَر بر اُمیدِ آشیاں

گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے — ایک بازو سے، آشیانہ کی اُمید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود — شُد دو پر آں مُرغ و پرہا بر کشود

جب وہ گمان سے نجات پا گیا اُسکا علم رُونما ہوا — (اب) وہ پرندہ دُو بازو کا ہوگیا اور بازو کھولدیئے

بعد ازاں یَمشِی سَوِیًّا مُستَقِیم — نے علیٰ وَجہِہٖ مُکِبًّا اَو سَقِیم

اُس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے — نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

با دو پر بر می پرد چوں جبرئیلؑ — بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل

جبرئیلؑ کی طرح دُو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے — بغیر گمان، بغیر فکر اور بغیر چناں وچنیں کے

گر ہمہ[۵۲] عالم بگویندش توئی — بر رہِ یزدان و دینِ مُستوی

اگر تمام دنیا اُس سے کہے کہ تو ہی — خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

اُو نگردد گرم تر از گفتِ شاں — جانِ طاقِ اُو نگردد جُفتِ شاں

وہ اُن کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا — اُس کی یکتا روح اُن کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند اُورا گمرہی — کوہ پنداری و تو برگِ کہی

اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے — خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

اُو نیفتد در گماں از طعنِ شاں — اُو نگردد دردمند از طعنِ شاں

اُن کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے — اُن کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت — گویدش با گمرہی گشتی تو جُفت

بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں — اُس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال — نے بطعنِ طاعناں رنجور حال

وہ ایک ذرّہ (بھی)، گمان میں مبتلا نہیں ہوتا — نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[۵۳] و مُوقِن و بے احتیال — کاینچنیں باشد مگر در کُلِّ حال

مطمئن اور صاحبِ یقین اور بے حیلہ ہوگا — شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہوگا

مثالِ رنجور شدنِ آدمی بوہمِ تعظیمِ خَلق و رغبتِ

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اُس کی طرف رغبت کے وہم سے

مُشتریاں بوے و حکایتِ معلّمِ کودکاں

بیمار پڑنا اور بچوں کے اُستاد کا قصّہ

---

۵۱ اُفت وخیزاں۔ تنک و گمان، حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے۔ آشیاں۔ گھونسلا، یعنی مقصد۔ چوں ز ظن یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ یقین کا مرتبہ حاصل ہوجانے کے بعد سیدھی اور سچی اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ بادو پر۔ انسان کو معرفتِ حقیقی حاصل ہوجاتی ہے تو اُس کی پرواز جبرئیلؑ کی طرح ہوتی ہے۔

۵۲ گر ہمہ۔ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہوجاتا ہے نہ مدح اُس میں مؤثر ہوتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود کو کوہ پنداری۔ برگِ کہی۔ برگِ کاہ، ہستی۔ طعن۔ طعنہ زنی، نیزہ بازی۔ ہیچ یک ذرہ۔ کامل الیقین خوشامدیوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے

۵۳ مطمئن۔ علم کے اعلیٰ مراتب حاصل ہوجانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم و یقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد — رنج دیدند از ملال و اجتہاد[١٥]

ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے — تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہوگئے

مشورت کردند در تعویقِ کار — تا معلّم در فتد در اضطرار

کام کو ٹالنے کے لئے انھوں نے مشورہ کیا — تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہوجائے

چوں نمی آید ورا رنجورِیے — کہ بگیرد چند روز او دورِیے

اُس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟ — کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از حبس و از تنگیِ کار — ہست او چوں سنگِ خارا برقرار

تاکہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں — وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے[١٦] زیرک ترے ایں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی — کہ وہ کہے گا، اُستاد آپ زرد کیوں ہیں؟

خیر باشد رنگِ تو برجا نیست — ایں اثر یا از ہوا یا از تپے ست

اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے — یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اند کے اندر خیال اُفتد ازیں — تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں

اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا — بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں در آئی از درِ مکتب بگو — خیر باشد اوستا احوالِ تو

جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو، کہنا — اللہ خیر کرے، استاد آپکے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اند کے افزوں شود — کز خیالے عاقلے مجنوں شود

اُس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا — وہم کی وجہ سے عقلمند، پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں — در پے ما غم نمایند و حنیں

تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں — ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چو سی[١٧] کودک پیاپے ایں خبر — متفق گویند یابد مستقر

جب اس بات کو تیس بچے پے درپے — بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی — باد بختت بر عنایت متکی

ہر بچہ نے اُس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے — خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر ٹکاؤ ہو

متفق گشتند در عہدِ وثیق — کہ نگرداند سخن را یک رفیق

مضبوط عہد میں سب متفق ہوگئے — کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

---

١٥ اجتہاد: محنت کرنا مشقت برداشت کرنا۔ تعویقِ کار یعنی اُستاد کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چوں نمی آید۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیے برقرار یعنی اُستاد ٹھیر کی طرح مکتب میں جما ہوا ہے۔

١٦ آں یکے۔ ایک ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ اُستاد سے جاکر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے، شاید آپکو بخار ہوگیا ہے، اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی یہی کہے تو اُستاد کو بیماری کا خیال اور بڑھے گا، اسی طرح مسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور اُستاد کو اپنی بیماری کا یقین ہوجائیگا۔ اوستا: اُستاد کا مخفف ہے۔

١٧ تاچو سی۔ تیس بچے مسلسل اُستاد کے رنگ کے زرد ہو جانے کو کہیں گے تو یہ بات اُستاد کے دل میں جم جائے گی ہر بچے اس تدبیر پر ہر بچہ نے اُس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی، عہدِ وثیق مضبوط عہد۔ کہ نگرداند یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را ... تا کہ غمّازے[۱] نگوید ماجرا
اُس کے بعد اُس نے سب کو قسم دی ... تاکہ کوئی چغلخور (صبحی) بات نہ بتائے

رائے آں کودک بچربید از ہمہ ... عقلِ اُو در پیش می رفت از رمہ
اُس بچّہ کی رائے سب سے بڑھ گئی ... اُس کی عقل گلّہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر ... کہ میانِ شاہداں اندر صُوَر
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے ... جیساکہ معشوقوں کی صورتوں میں

در بیانِ آنکہ عقولِ خلق متفاوت ست در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ
اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور مُعتزلہ کے نزدیک

متساویست و تفاوت عقول بسبب تجربہ و تحصیل علم ست
سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کرلینے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اُس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قبل فرمود احمدؐ در مقال ... در زباں[۲] پنہاں بُود حُسنِ رجال
اِسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا ... انسانوں کا حُسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اِختلافِ عقلہا در اصل بُود ... بر وِفاقِ سُنّیاں باید شنُود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا ... سُنّیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

بر خلافِ قولِ اہلِ اعتزال ... کہ عقول از اصل دارند اعتدال
مُعتزلہ کے اُس قول کے خلاف ... کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کُند ... تا یکے را از یکے اَعلم کُند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں ... یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنادیتے ہیں

باطل[۳] ست ایں زانکہ رایِ کودکے ... کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے، کیونکہ بچّے کی رائے ... جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد زاندیشۂ مردانِ کار ... عاجز آمد کارشاں در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے ... اُن لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آجاتا ہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خُرد ... پیر با صد تجربہ بوئے نبُرد
اُس چھوٹے بچّے سے وہ خیال ظاہر ہوا ... جس کی سَو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

---

۱ غمّاز: چغلخور۔ ماجرا: قصّہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ رمہ: یعنی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اِس بچّہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیساکہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزدِ معتزلہ: مُعتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

۲ در زباں۔ حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْفِیٌّ تَحْتَ لِسَانِہٖ یعنی انسان کی خوبی اُس کی زبان میں چھپی ہوئی ہے۔ اِعتدال۔ یکسانیت۔ اَعلَم۔ زیادہ جاننے والا۔

۳ باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بگذرد۔ وہ بچّہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اُس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خُرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچّہ۔

خودفزوں[۱] آں بہ کہ آں از فطرت ست
عقل کی، وہ زیادتی جو فطرت کیطرف سے ہے بہتر ہے

باز افزوں کوز جہد و فکرت ست
پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بُود
تو بتا، اللہ کا دیا ہوا بہت بہتر ہوتا ہے

یا کہ لنگے راہوارانہ رود
یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

در وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر

مکاری سے بچوں کا اُستاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں
دن نکلا، اور وہ بچے آئے

بر ہمیں[۲] فکرت سُوئے مکتب رواں
اسی تدبیر کے مطابق مکتب کیجانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے

تا در آید اوّل آں یارِ مُکر
تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ مَنبع اُو بُدست ایں رائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا

سَر امام آمد ہمیشہ پائے را
سر، ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مُقلّد تو مجو بیشی براں
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ

کو بُوَد منبع ز نُورِ آسماں
جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

اُو در آمد گفت استارا سلام
وہ آیا، بولا اُستاد کو سلام ہے

خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
خدا خیر کرے آپکے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت اُستا نیست رنجے مر مرا
اُستاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے

تو برو بنشیں مگو یاوہ[۳] ہَلا
تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد امّا غبارِ وہمِ بد
انکار کر دیا لیکن بُرے خیال کا وہم

اندکے اندر دلش ناگاہ زد
تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رُونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت ایں چنیں
دوسرا اندر آیا، اُس نے بھی ایسا ہی کہا

اندکے آں وہم افزوں شد بریں
اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہمِ اُو قوّت گرفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی

ماند اندر حالِ خود بس در شگفت
وہ (اُستاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدنِ فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

---

۱ خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی نوعیت اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرے۔

۲ ہمیں فکرت۔ اُستاد کو فریب دینے کی تدبیر۔ بیروں۔ مکتب سے باہر۔ زیرک۔ وہی ذہین لڑکا۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مُرید کو نصیحت ہے۔ کو۔ یعنی شیخ۔

۳ یاوہ۔ بکواس۔ ہلا حرفِ تنبیہ ہے۔ نفی کرد۔ یعنی اُستاد نے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سَجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد | زد۱ دلِ فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے | اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہر یک خداوند و مَلِک | آنچناں کردش ز وہمِ منہلِک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے | برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اُسکو ایسا بنا دیا

کہ بدعوایِ الٰہی شُد دلیر | اژدہا گشت و نمی شُد ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا | اژدہا بنا، اور کبھی اُس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جُزوی آفتش وہم ست و ظن | زانکہ در ظلمات شُد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کیلئے مصیبت ہے | کیونکہ اُس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں۲ گر نیم گز راہے بُوَد | آدمی بے وہم ایمن می رَوَد
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو | آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر رَوی | گر دو گز عرضش بُوَد کژ میشوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے | اگر دو گز کی چوڑائی ہو، تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می اُفتی ز لرز دل بوہم | ترس و وہمے رانکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑیگا | عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدنِ اُستاد معلّم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے اُستاد کا بیمار پڑنا

گشت اُستا سخت سُست از وہم و بیم | بر جہید و می کشانید اُو گلیم
وہم اور ڈر سے اُستاد بہت سُست ہوگیا | اٹھا اور اُس نے کملی کھینچی

خشمگیں با زن کہ مہرِ او سُست | من بدیں حالم نپرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا، کہ اُس کی محبت کم ہے | میں اس حالت میں ہوں اور اُس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از رنگِ من | قصد دارد تا رہد از ننگِ۳ من
اُس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا | اُس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلّت سے نجات پائے

اُو بحُسن و جلوہ خود مست گشت | بیخبر کز بامِ من افتاد طشت
وہ اپنے حُسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے | اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالاخانہ سے گرا ہے

آمد و در را بہ تُندی وا کُشاد | کودکاں اندر پئے آں اوستاد
(گھر) آیا اور سختی سے دروازہ کھولا | بچے اُس اُستاد کے پیچھے تھے

۱ زد یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا۔ اژدہا۔ یعنی فرعون اقتدار نگلنے میں اژدہا بنا پھر بھی اُس کا پیٹ نہ بھرا۔ عقل جزوی۔ عقلِ ناقص، عقلِ انسانی اُس کے بالمقابل عقلِ کل ہے جس سے جبرئیلؑ یا حقیقتِ محمدیہ مراد لیتے ہیں۔

۲ بر زمیں۔ وہم کو خلّاق مانا جاتا ہے۔ انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی نہیں گرتا، زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین اُن کے استعمال میں آتی ہے اگر اُس سے دوگنا راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اُس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اُس کو وہم ہوتا ہے کہ وہ گر جائیگا اور اسی قوتِ واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔ خشمگیں۔ اُستا گھر جاتے وقت یہ باتیں سوچ رہا تھا۔

۳ ننگ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جاؤں تو اُسکو مجھ سے نجات ملے۔ بام من۔ طشت از بام افتادن محاورہ ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیر است چوں زود آمدی | کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی

بیوی نے کہا خیر ہے؟ آپ جلد کیوں آ گئے؟ | خدانہ کرے آپکی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں | از غمم بیگانگاں[1] اندر حنیں

اُس نے کہا تو اندھی ہے، میری رنگت اور حالت دیکھ | میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق | می نہ بینی حالِ من در احتراق

تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے | جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت | وہم و ظن و فکرِ بے معنیستت

بیوی نے کہا اے جناب! آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے | آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلا وجہ ہے

گفت اے غِر تو ہنوزی در لجاج | می نہ بینی ایں تغیّر و ارتجاج

اُس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے | اِس تغیّر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کور و کر شدی ما را چہ جرم | ما دریں رنجیم و در اندوہ و کُرم[2]

اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے | ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ | تا بدانی کہ ندارم من گنہ

اُس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں | تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رَو رَو چہ تو چہ آئینہ ات | دائماً در بُغض و کینی و عنت

اُس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا | تو ہمیشہ بغض، اور کینہ، اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ[3] خواب مرا زُو گستراں | تا بخُسپم کہ سرِ من شد گراں

جلد میرا بستر بچھا دے | تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سرگرانی ہے

زن توقّف کرد و مردش بانگ زد | کاے عدو زوتر ترا ایں می سزد

بیوی نے دیر کی، اور مرد اُس پر چیخا | کہ اے دشمن! جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ اُو بوہمِ رنجوری

اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اُس کا رونا

جامۂ خواب آورد و گسترد آں عجوز | گفت امکاں نے و باطن پُر زسوز

بوڑھی بستر لائی، اور اس کے لئے بچھا دیا | (بوڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم متّہم دارد مرا | ور نگویم جِدّ شود ایں ماجرا

اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھریگا | اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بنجائیگا

لہ بیگانگاں۔ یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔ احتراق۔ جلنا، بخار۔ غِر۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ ارتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔

لہ کُرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔ تابدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ عنت۔ فساد، ہلاکت۔

لہ جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بوڑھی یعنی اُستاد کی بیوی۔ گفت امکاں نے یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور بُرے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اُس کا دل جل رہا تھا۔ جِد شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائیگی۔

فالِ بد رنجور گرداند ہمے
بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے

آدمی را کہ نبُود ستش غمے
اُس آدمی کو بھی، جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبُولُہٗ یُفرَضُ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کردیگئی ہے

اِنْ تَمَارَضْتُمْ لَدَیْنَا تَمْرَضُوْ
اگر ہمارے سامنے تم تکلف مریض بنوگے مریض بنجاؤگے

گر بگویم[۱] اُو خیالِ بد زند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ بُرا خیال کریگا

فعل دارد زن کہ خلوت می کُند
کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کُند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے

بہرِ فسقے فعل و افسوں میکُند
بُدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب افگند و اُستاد اوفتاد
اُس نے بستر بچھایا اور اُستاد لیٹ گیا

آہ آہ و نالہ از وے می بزاد
آہ، آہ اور رونا شروع کردیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے

درس میخواندند با صد اندُہاں
سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں[۲] ہمہ کردیم و ہم زندانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں

بد بنائے بود و ما بد بانیم
بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانیوالے ہیں

ہیں دِگر اندیشۂ باید نمود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہئیے

تا ازیں محنت فرح یابیم زود
تاکہ ہم اِس مصیبت سے جلد راحت پالیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد را کہ اُو را از قرآن
بچوں کا اُستاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کردینا کہ قرآن پڑھنے سے اُس کے

خواندن صُداع آید و دردِ سر افزاید
سر میں درد پیدا ہوجائیگا اور سر کا درد بڑھ جائیگا

گفت[۳] آں زیرک کہ اے قومِ پسند
اُس ذہین بچے نے کہا اے دوستو!

درس خوانید و کُنید آوا بلند
سبق پڑھو، اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں
جب اُنھوں نے اِسطرح پڑھا تو بولا اے بچو!

بانگِ ما اُستاد را دارد زیاں
ہماری آواز سے اُستاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سر افزاید اُستا را ز بانگ
آواز سے اُستاد کے سر میں درد بڑھتا ہے

ارزد ایں کو درد یابد بہرِ دانگ
کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کیلئے اُنکے سر میں درد ہو؟

---

[۱] گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی بُرا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اُس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ با صد اندُہاں۔ چونکہ اِس تدبیر سے بھی انھیں چھٹی نہ ملی تھی۔

[۲] کایں ہمہ۔ یعنی اُستاد کو بیمار بنانے کی بنیاد ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔ صُداع۔ دردِ سر۔

[۳] گفت۔ یعنی اسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آوا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ اُستا۔ اُستاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصّہ، ہر بچہ اُستاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوالِ مادراں از ایشاں

اِس مکاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا اُن سے پوچھنا

گفت[۱] اُستا راست می گوید روید ۔۔۔ دردِ سر افزوں شُدم بیروں شوید
اُستاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ ۔۔۔ میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم ۔۔۔ دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! ۔۔۔ خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا ۔۔۔ ہمچو مُرغاں در ہوائے دانہا
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے ۔۔۔ جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت ۔۔۔ روزِ کُتاب[۲] و شما با لہو جُفت
اُن کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا ۔۔۔ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقت تحصیل ست اکنون و شما ۔۔۔ می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے، اور تم ۔۔۔ کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کاے مادر تو الیست ۔۔۔ ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست
اُنھوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر ۔۔۔ یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عُذر آوردند ایشاں در زماں ۔۔۔ کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
اُنھوں نے فوراً عذر کیا ۔۔۔ اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِ ما ۔۔۔ گشت رنجور و سقیم[۳] و مُبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا اُستاد ۔۔۔ رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکر ست و دروغ ۔۔۔ صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے ۔۔۔ چھاچھ کے لالچ میں تم تو جھوٹ بول رہے ہو

ما صباح آئیم پیشِ اوستا ۔۔۔ تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
ہم صبح کو اُستاد کے پاس جائیں گے ۔۔۔ تاکہ ہمیں تمہارے اِس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید ۔۔۔ بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید
بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ ۔۔۔ ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا اُستاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

۱ گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر اُستاد نے کہا، ہاں میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ۔ دور بادا یعنی بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے۔ ہمچو مرغاں۔ یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اُڑ کر جاتی ہیں۔
۲ کُتاب۔ مکتب۔ لہو۔ کھیل کود۔ جفت۔ ساتھی جوڑا۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ الیت۔ ٹھہر۔ تقصیر۔ کوتاہی گناہ۔
۳ سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ۔ صباح۔ صبح۔ عیادت۔ مزاج پرسی۔

بامداداں آمدند آں مادراں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں

پرسشِ اُستا زِ ہر گوشہ رواں
ہر جانب سے روانہ ہو کر اُستاد کی مزاج پرسی کیلئے

خفتہ اُستا ہمچو بیمارِ[1] گراں
اُستاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا

دردِ سر را سر بہ بستہ چوں زناں
عورتوں کی طرح دردِ سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ زِ بسیاری لحاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا

سر بہ بستہ رُو کشیدہ در سجاف
سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کند آہستہ اُو
چپکے چپکے، آہ آہ کرتا تھا

جملگاں گشتند ہم لاحول گو
سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر
اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر

جانِ تو ما را نبودہ زیں خبر
تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت[2] من ہم بیخبر بودم ازیں
اُس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا

آگہم ایں کودکاں کردند ہیں
ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغلِ قال و قیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا

بودہ در باطن چنیں رنجے ثقیل
اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجد مشغول باشد آدمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے

اُو زِ دیدِ رنجِ خود باشد عمی
تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شد سمر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے

کہ ز مشغولی بشد زیشاں خبر
کہ مشغولیت کی وجہ سے اُن کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش
اُنھوں نے اپنے گٹّے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

اے[3] بسا مردِ شجاع اندر حراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں

کہ ببرّد دست و پایش را ضراب
کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہماں دست آورد در گیر و دار
وہ پکڑ دھکڑ میں اُسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں

بر گمانِ آنکہ ہست اُو برقرار
اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر
وہ خرابی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے

خوں ازو بسیار رفتہ بے خبر
بے خبری میں اُس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

---

[1] بیمارِ گراں۔ سخت بیمار۔ عرق۔ پسینہ۔ سجاف۔ پردہ۔ جانِ تو۔ تیری جان کی قسم۔

[2] گفت۔ اُستاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل۔ سوال و جواب۔ ثقیل۔ بھاری۔ چوں بجد۔ اُستاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ عمی۔ اندھا۔ سمر۔ قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسفؑ کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ اُنھوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش دیے تھے۔ والہ۔ عاشق؛ حیران۔

[3] اے بسا۔ بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اُس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اُس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

دربیانِ آنکہ تن روح راچوں لباسے ست وایں دست آستینِ

اِس کا بیان کہ جسم، روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روح ست وایں پائے موزہ پائے روح

ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تابدانی کہ تن آمد چوں لَبیس[1] — رَو بجُو لابِس لباسے را مَلیس

خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے — جا، پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشتر ست — غیر ظاہر دست و پائے دیگر ست

روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے — ظاہر کے علاوہ (اُسکے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ایتلاف — آں حقیقت داں مداں اُش از گزاف

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (اُنکا) جوڑ دیکھتا ہے — اُس کو حقیقت سمجھ اُس کو لغو نہ سمجھ

آں توئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

تو وہ ہے کہ (اُس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے — تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح[2] دارد بے بدن بس کار و بار — مُرغ باشد در قفس بس بیقرار

روح کے، بدن کے بغیر، بہت سے مشغلے ہیں — پرندہ، پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں — تا بہ بینی ہفت چرخ اُو را زبوں

ٹھہر جا کہ پرندہ، پنجرے سے باہر آئے — تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اُس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت[3] گو ہمت گر بشنوی — در حقیقت بر حقیقت بگروی

اگر تو سُنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں — حقیقتًا، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوَتِ انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا

اُس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی اور خلوت کی شیرینی کا بیان اور اِس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اُس کا

جَلِیسُ مَنْ ذَکَرَنِی وَاَنِیسُ مَنِ اسْتَانَسَ بِی

ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اُس کا دوست ہوں جو مجھ سے اُنسیت کرے۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ — ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے — اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے سب کے ساتھ ہے

---

[1] لَبِیس۔ لباس۔ لابِس۔ لباس پہننے والا یعنی روح۔ مَلیس بت چاٹ۔ لیسیدن مصدر کا صیغہ امر ہے۔ دیگر ست یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اِس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسمِ مثالی کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ داری بدن یعنی جسمِ مثالی۔

[2] روح دارد۔ روح کو جسمِ عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔ مُرغ۔ اِس عنصری جسم میں روح ایک پرندہ کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

[3] حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسمِ عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اِس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ اُن بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود، بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود درویشے بکہسارے مقیم — خلوت[1] اُورا بود ہمخواب و ندیم

ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا — خلوت، اُس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں زخالق می رسید اُورا شمول — بود از انفاس مرد و زن ملول

چونکہ اُس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی — وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شد مارا حضر — سہل شد ہم قوم دیگر را سفر

جیساکہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے — دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری — عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری

جیساکہ تو سرداری پر عاشق ہے — وہ خواجہ (سردار) لوہا پینے پر عاشق ہے

ہر کسے[2] را بہرِ کارے ساختند — میلِ آنرا در دلش انداختند

ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے — اُس کا رجحان اُس کے دل میں ڈالدیا ہے

دست و پا بے میل جنباں کے شود — خار و خس بے آب و بادے کے رود

بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟ — کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما — پرِّ دولت بر کشا ہمچوں ہُما

اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے — ہُما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھولدے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں — نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں

اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے — رو، رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں[3] خود نوحہا پیشیں کنند — جاہلاں آخر بسر بر می زنند

عقلمند، پہلے سے رو لیتے ہیں — جاہل، آخر میں سر پیٹتے ہیں

ز ابتدائے کار آخر را ببیں — تا نہ باشی تو پشیماں یوم دیں

کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے — تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبت کار را و سخن بر وفقِ عاقبت گفتن با مستعیر ترازو

سُنار کا انجام کار کو دیکھنا، اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کہنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے — کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے

ایک صاحب ایک سُنار کے پاس آئے — کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست — گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست

اُسنے کہا جناب! جائیے میرے پاس چھلنی نہیں ہے — اُسنے کہا ترازو دیدے اِس مسخرے پن مت بڑ

---

[1] خلوت یعنی گوشۂ تنہائی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم، ہم مجلس۔ شمول کی شین کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس، نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہارپن۔

[2] ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست و پا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اُس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔ گر بہ بینی۔ عالمِ بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

[3] عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کرلے۔ جاہل تباہی کے بعد روتا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ ز ابتداء۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کرلیگا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔ دیدن زرگر۔ سنار نے انجام پر نظر کرلی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال۔ چھلنی۔ اُس نے سونا تولنے کا کانٹا مانگا تھا، سنار نے چھلنی سے انکار کیا۔ میزاں دہ۔ اُسنے دوبارہ کانٹا مانگا تو سُنار

گفت جاروبے ندارم در دُکاں
اُس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے
گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
اُس نے کہا بس بس، یہ ٹھٹولیں رہنے دے

مَن ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے
خویشتن را کر[1] مکن ہر سُو مجہ
اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

گفت بشنودم سُخن کر نیستم
اُس نے کہا میں نے بات سُن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں
تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سُن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے
دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

فہم کردم[2] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے
دستت از ضعف ست لرزاں ہر زماں
ہر وقت، کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قُراضہ خُرد و مُرد
تیرا سونا بھی ذرّہ ذرّہ کترن ہے
دست لرزد پس بریزد زرِّ خُرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائینگے

پس بگوئی خواجہ جاروبے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے
تا بجویم زرِّ خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کرلوں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کرے گا
گویم غربال خواہم اے حَرِی
مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کرلوں
کے بُوَد غربال ما را در دکاں
ہماری دُکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

مَن[3] ز اوّل دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے
جائے دیگر رو ازینجا والسّلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسّلام

ہر کہ اوّل بیں بُوَد اعمیٰ بُوَد
جو شروع پر نظر کرنیوالا ہوتا ہے، اندھا ہوتا ہے
ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بُوَد
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کسقدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے
اندر آخر اُو نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

مُحکم چوں بر عاقبت اندیشی ست
محکم چونکہ انجام بینی پر ہے
بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

[1] کر - بہرا۔ ہر سُو یعنی میں کانٹا مانگتا ہوں تو چھلنی اور جھاڑو کی بات کرتا ہے۔ بے معنی - لایعنی، بیوقوف، مہمل۔ مرتعش - رعشہ کا بیمار جس کی وجہ سے ہاتھ پیر لرزتے ہیں۔ منتعش - گِر کر اُٹھ جانے والا۔

[2] فہم کردم - یعنی میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا تولنے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔ قُراضہ - قینچی کی کترن۔ خرد و مرد - ریزہ ریزہ۔ پس - یعنی جب وہ سونے کے ریزے گر جائیں گے تو اُن کو سونے کے لئے جھاڑو مانگے گا اور مٹی اور ریت جمع کرکے انکو چھاننے کیلئے چھلنی مانگے گا۔ حَرِی - لائق۔

[3] من ز اوّل - میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آگیا ہے لہٰذا میں نے انجام پر نظر کرکے تجھے جوابات دیئے تھے۔ ہر کہ - جو ابتدا کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ محکم چوں - جبکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی دنیا سے تہیدست جانا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہوجاتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے۔

عاقبت بیناں بُوند اہلِ رشاد — در نگر واللّٰہ اعلم بالسّداد

ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں — خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سُخن پایاں ندارد راز گو — قصۂ آں مردِ زاہد باز گو

اس بات کا آخیر نہیں ہے، راز بتا — اُس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کُن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد — کاندراں کُہسار بودش خواب و خورد

اَب یکتا شیخ کی بات پوری کر — جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آں زاہدِ کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوۂ کوہی از درخت باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت کہ بیفشاں و آں را نخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد

پہاڑ میں رہنے والے اُس عبادتگذار کا بقیۂ قصہ جس نے مُنّت مان لی تھی کہ میں درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اُسکو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کُہ بود اشجار[1] و ثمار — سیب و امرُود و انارِ بے شمار

اُس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے — بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے،

قُوتِ آں درویش بود آں میوہا — غیرِ آں چیزے نخوردے دائما

اُس درویش کی خوراک وہ پھل تھے — اُنکے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یارب با تو من — عہد کردم کہ نچینم دَر زمن

اُس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے — عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل، نہ توڑونگا

خود نچینم میوہ را در کلِّ حِیں — نیز غیرے را نگویم کہ بچیں

میں کسی وقت بھی، خود پھل نہ توڑوں گا — دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جُز ازاں میوہ کہ باد انداز دش — من نچینم از درخت منتعِش

اُس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے — میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مُدّتے بر نذرِ خود بودش وفا — تا در آمد امتحاناتِ قضا

ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا — یہانتک کہ قضاءِ خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

زیں سبب فرمود استثنا[2] کنید — گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید

اِسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو — "اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کلِّ حِین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قائم، کھڑا۔

[2] استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ ان شاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حکمِ کار در دستِ من ست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے

اختیارِ جملگاں پستِ[1] من ست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں

ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصباحٍ لنا شانٌ جدید
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے

کُلُّ شیٍٔ عن مُرادی لایحید
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پرے ست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے

در بیابانے اسیرِ صرصریست
(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

باد پر را ہر طرف راند گزاف
ہوا، پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے

گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در حدیثِ دیگر[2] ایں دل داں چناں
دوسری حدیث میں ہے کہ اس دل کو ایسا سمجھ

کاب جوشاں ز آتش اندر قازغاں
جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بود
ہر لمحہ، دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے

آں نہ از وے لیک از جائے بود
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے؟

عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

ایں ہم[3] از تاثیرِ حکم ست و قدر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے

چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟

کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے

گر بخواہد ور نخواہد می فتد
خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشمِ باز و گوش باز و دام پیش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے

سوئے دامے می پرد با پرِّ خویش
اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

---

[3] ایں ہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے ٹوٹنے پر شرمندہ ہونا۔ وتد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشمِ باز۔ پرند کے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

[1] پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب اُنکو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔ کُلَّ اصباح۔ قرآن پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ کَیْفَ تَشَاءُ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جسکو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

[2] در حدیثِ دیگر۔ حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلْیًا مِّنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں اُبال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے۔ قازغان۔ اور کزغان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں۔ جائے بود۔ یعنی قلب میں یہ کیفیات اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ۔ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

تشبیہ[۱] بندِ دامِ قضا بصورت پنہاں واثر پیدا

قضا (ئے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادہ ‌‌ ‌‌ سر برہنہ در بلا افتادہ

ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ ‌‌ ‌‌ ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ ‌‌ ‌‌ اقمشہ و املاکِ خود بفروختہ

وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے ‌‌ ‌‌ اپنا سامان، اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ درمیانِ قومِ خویش ‌‌ ‌‌ مرہمش نایاب و دل ریش از مریش[۲]

اپنی قوم میں ذلیل ہوگیا ہے ‌‌ ‌‌ اور دل اسکے انکار سے زخمی اور اسکا مرہم نایاب ہے

خان و مال رفتہ شدہ بدنام و خوار ‌‌ ‌‌ کامِ دشمن می رود ادبار وار

گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہوگیا ہے ‌‌ ‌‌ منحوس دشمن کے مقصد کے مطابق چلن اختیار کئے ہوئے ہے

زاہدے بیند بگوید اے کیا ‌‌ ‌‌ ہمتے می دار از بہرِ خدا

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! ‌‌ ‌‌ خدا کے لئے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام ‌‌ ‌‌ مال و زر و نعمت از کف دادہ ام

کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں ‌‌ ‌‌ مال وزر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم ‌‌ ‌‌ زیں گلِ تیرہ بود کہ برجہم

توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں ‌‌ ‌‌ ہوسکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دعا می خواہد او از عام و خاص ‌‌ ‌‌ تا کہ یابد یک دمے زغم خلاص

وہ ہر خاص وعام سے یہ دعا چاہتا ہے ‌‌ ‌‌ تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کرلے

دست[۳] باز و پائے باز و بند نے ‌‌ ‌‌ نے موکل بر سرش نے آہنے

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے ‌‌ ‌‌ نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص ‌‌ ‌‌ وز کدامیں حبس میخواہی مناص

تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ ‌‌ ‌‌ اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

بندِ تقدیر و قضائے مختفی ‌‌ ‌‌ کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی

تقدیر کی بیڑی، اور پوشیدہ تقدیر ‌‌ ‌‌ جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمن است ‌‌ ‌‌ بدتر از زندان و بندِ آہن است

اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، پوشیدہ ہے ‌‌ ‌‌ (لیکن) قیدخانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

---

۱ تشبیہ۔ قضا، خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش۔ اقمشہ۔ قماش بضمہ قاف کی جمع ہے گھر کا سامان، ریشمین قیمتی کپڑا۔

۲ مریش۔ یہ لفظ شین ضمیر سے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امالہ ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا۔ کام۔ مراد، مقصد۔ ادبار وار۔ بدبختانہ۔ کیا۔ بزرگ، معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

۳ دست باز۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر۔ عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں۔ موکل۔ مقرر کردہ شخص، سپاہی۔ مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ مکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ بدتر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قیدخانہ عام قیدخانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قیدخانوں میں کو بھل لگایا جاسکتا ہے لیکن عشق کے معاملہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند — حفرہ گر ہم خشتِ زنداں بر کند
کیونکہ لوہار اُس کو توڑ دیتا ہے — کو سبھی لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بندِ پنہانِ گراں — عاجز از تکسیر[1] آں آہنگراں
تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی — اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد — بر گلوئے بستہ حبلٌ مِن مَسَد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے — جو مونج کی رسّی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب — تنگِ ہیزم گفت حمّالۃَ الحطب
انھوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا — ایندھن کا گٹھر، فرمایا ایندھن اٹھانیوالی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید — کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسّی اور گٹھر کو اُس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا — جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے[2] کنند — کایں ز بیہوشیست و ایشاں ہوشمند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں — کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک[3] از تاثیرِ آں پشتش دو تو — گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ اُو
لیکن اُس کی تاثیر سے اُس کی کمر دوہری — ہو رہی ہے اور وہ اُس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وا رہم — تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
کہ دعا، توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں — تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علاماتِ پدید — چوں نداند او شقی را از سعید
جو ان علامتوں کو کُھلا دیکھتا ہے — وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لیگا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال — کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر — از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ درویش — بھوک سے کمزور ہوگیا اور جسم قیدی (تھا)

مُضطر شدنِ آں فقیرِ نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت
اُس عہد کرنے والے درویش کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہو جانا

و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مُہلت برو
اور بغیر تاخیر کے اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

[1] تکسیر۔ توڑنا۔ دیدنِ آں بند یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں۔ آنحضورؐ اُس رسّی کو جو اُمِ جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اُس گٹھر کو جو اُسکی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھر اُٹھانے والی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے، مفسرین نے اسکی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[2] تاویل۔ مفسرین نے گٹھر سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسّی سے جہنم کا طوق مُراد لیا ہے۔ کایں۔ ان چیزوں کا دیدار اُس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کرکے خود فراموشی اختیار کرے۔ وایشاں۔ ان تاویل کرنیوالوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔

[3] لیک۔ یہاں سے پھر امیر زادہ کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ اُو۔ زاہد کے سامنے آنکہ۔ جنکو اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ داند۔ لیکن اصحابِ بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں مُحتاج۔

پنجروز[١] آں باد امرودے نریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا
زآتشِ جوعش صبوری می گریخت
اُس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید
اُس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے
باز صبرے کرد و خود را در کشید
پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد
ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا
طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد
طبیعت کو اُس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوّتِ جذبِ قضا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے
کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود[٢] بُن میوہ شکست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا
گشت اندر نذر و عہدِ خویش سُست
اپنی نیّت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی
چشمِ اُو بکشاد و گوشِ اُو کشید
جس نے اُس کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچے

مُخلِصاں باشند دائم در خطر
مخلصین، ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں
امتحانہا ہست در راہ اے پسر
اے صاحبزادے! راہ میں اُنکے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من
اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیئے
تا نمانی شرمسار و مُمتحَن
تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکُن نذرے کہ نتوانی وفا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے
بر خطر منشین و بیروں جہ بلا
خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر را باید وفا در راہِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیئے
لیک[٣] حق تا خود کرا بدہد سبق
لیکن دیکھ اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے
نذرہا کردیم در سر بارہا
بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

قوّتِ آں کو کہ پایاں آوریم
وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں
عاجزیم و ناتوان و مضطریم
ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیرِ ما شود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیر نہ کرے
وائے بر ما زانکہ رُسوائی بُود
ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رُسوائی ہوگی

١ پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے اُن میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ درکشید یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہوگیا۔ بیوفا۔ اُن بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

٢ امرود بن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ انہیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بُود حیرانی"، جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں اُن کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مُبتلا

٣ لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداوندی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مُضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما را با وفا پیوستہ دار | عہدِ ما را از کرم دار اُستوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے | کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصّہ کاں فقیر | عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
قصّہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اُس درویش نے | جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود | زانکہ فرمودست اَوْفُوا بِالْعُقُوْد
اللہ تعالیٰ کی غیرت نے فوراً اُس کو سزا دی | کیونکہ اُس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دُزداں بُدند آنجا مگر | در میاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید | وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دُزد چندے تاختند | و اندراں کہسار مسکن ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے | اور اُس پہاڑ میں اُنھوں نے ٹھکانا بنا لیا

متّہم کردن آں شیخ را با دُزداں و بُریدن دستش را

اُس درویش کو چوروں کے ساتھ متّہم کرنا اور اُس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دُزداں بُدند آنجا و بیش | بخش می کردند مسروقاتِ خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے | اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ را غمّاز آگہ کردہ بُود | مردمِ شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مُخبر نے خبر دیدی تھی | کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ حالی عزمِ آں کہسار کرد | جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
کوتوال نے فوراً اُس پہاڑ کا قصد کیا | اُس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلّاد را | دست و پایِ ہر یک از تن کُن جدا
پھر غصّہ سے جلّاد کو حکم دیا | ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جُدا کر دے

ہم بد انجا پائے چپ و دستِ راست | جملہ را ببرید و غوغائے نخاست
اُسی جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ | سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بُریدہ شد غلط | پاش را می خواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا | پاؤں کو بھی اُس نے بیکار کرنا چاہا

در زماں آمد سوارے بس گزیں | بانگ بر زد بر عواں کائے سگ بیں
فوراً ایک معتبر سوار آیا | سپاہی پر چیخا اے کتّے! دیکھ (خبردار)

لے آنجا یعنی اُس علاقہ میں۔ بے مر۔ بے حد بسر وقات چرائی ہوئی چیزیں۔ شحنہ۔ کوتوال۔ غمّاز۔ چغلخور، مُخبر۔
لے شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلّاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلّاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔
لے غلط۔ یعنی اس شبہ میں کرو بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ در زماں۔ کوئی مرد ب جلّاد سپاہی پر چیخا۔

ایں فلاں شیخ ست و ابدالِ[1] خدا — دستِ اُو را تو چرا کردی جُدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے اَبدال میں سے ہے — تونے اِس کا ہاتھ کیوں جُدا کیا؟

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت — پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
اُس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا — کوتوال کے پاس، اُس کو فوراً مطلع کیا

شحنہ آمد پا برہنہ عُذر خواہ — کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا — کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہیں بحل کُن مر مرا زیں کارِ زشت — اَے کریم و سَرورِ اہلِ بہشت
اِس بُرے کام کی مجھے ضرور معافی دیدیجئے — اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را — می شناسم من گناہِ خویش را
انھوں نے کہا میں اِس زخم کا سبب جانتا ہوں — میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حُرمتِ اَیمانِ اُو — پس یمینم بُرد دادِ ستانِ اُو
میں نے اُس کی اَقسموں کی حُرمت کو توڑا — اِسلئے اُسکے محکمۂ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا!

من شکستم عہد و دانستم بَدست — تا رسید آں شومیِ جراَت بدست
میں نے اُس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا بُرا ہے — اِس جراَت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دست ما و پایِ ما و مغز و پوست — باد اے والی فدائے حکمِ دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست — اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قِسمِ[3] من بود ایں ترا کردم حلال — تو ندانستی ترا نبُود وبال
یہ میرا نصیبہ تھا، میں نے تجھے معاف کیا — تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہوگا

وانکہ اُو دانست اُو فرمانرواست — با خدا سامانِ پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے — خدا سے اُلجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جُو — کہ بُریدہ حلقِ اُو ہم حلقِ اُو
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے — حلق ہی نے اُس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مُرغے زمعدہ و زمغص — بر کنارِ بام محبوسِ قفص
بسا اوقات پرند معدے اور (آنتوں کی) اینٹھن سے — بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی دَر آبِ دور دست — گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں — حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

---

۱ ابدال ۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے ۔ جدا ۔ یعنی کاٹ کر ۔ عوان ۔ سپاہی ۔ تفت ۔ گرم ۔ بحل کن ۔ معاف کر دے ۔

۲ گفت ۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں ۔ ایمان ۔ یمین کی جمع ہے، قسم، عہد ۔ یمین ۔ داہنا ہاتھ ۔ بدست ۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی بُرا ہے اور دوسرے کے آخر میں بہ دست بمعنی ہاتھ ۔

۳ قسم ۔ حصہ ۔ فرماں روا ۔ یعنی خدا تعالٰی ۔ کہ بریدہ یعنی حلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے ۔ مغص ۔ پیٹ کا درد، اینٹھن ۔ قفص ۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے ۔ دور دست ۔ دور دراز، گہرا ۔ شست ۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا ۔

اے بسا مستور در پردہ بُدہ ۔۔۔ شومیِ فرج و گلو رُسوا شُدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی ۔۔۔ شرمگاہ، اور حلق کی بدبختی سے رُسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ حبرِ نیک خُو ۔۔۔ از گلوی رشوتے اُو زرد رُو
بسا اوقات نیک عادت، علّامہ، قاضی ۔۔۔ رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی بحج رفتہ لِعشق ۔۔۔ وقت باز آمد شدہ اُو یارِ فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی ۔۔۔ واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب ۔۔۔ از عروجِ چرخ شاں شد سدِّ باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ ۔۔۔ آسمان پر چڑھنے سے اُنکے لئے مانع بنا

بایزیدؒ[۲] از بہرِ ایں کرد احتراز ۔۔۔ دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا ۔۔۔ کا اُنھوں نے اپنے اندر نماز میں سُستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذُولباب ۔۔۔ دید علّت خوردنِ از بسیار آب
اُن عقلمند نے سبب سوچا تو ۔۔۔ زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب ۔۔۔ آنچناں کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا ۔۔۔ ایسا ہی کیا، اور خدا نے اُنکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں ۔۔۔ گشت اُو سلطان و قطب العارفیں
دین کے لئے یہ اُنکی معمولی کوشش تھی ۔۔۔ وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں[۳] بُریدہ شد برای حلق دست ۔۔۔ مردِ زاہد را درِ شکوی بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا ۔۔۔ بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہوگیا

اینچنیں باشد چو یک در بستہ شُد ۔۔۔ صد درِ دیگر براو اشکستہ شُد
ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے ۔۔۔ اُس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت

کٹنے شیخ کی کرامت اور تنہائی میں اُن کا دونوں ہاتھوں سے جھولی بُننا

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق ۔۔۔ کرد معروفش بدیں آفاتِ حلق
لوگوں میں اُن کا نام ٹُنڈا شیخ ہوگیا ۔۔۔ اُن کو حلق کے مصائب نے اس نام سے مشہور کردیا

گر تو نامِ اولشِ خواہی رواں ۔۔۔ ہیں بر و بُو الخیر تیناتیش خواں
اگر تو اُن کا پہلا نام لینا چاہے ۔۔۔ جا، ابوالخیر تینانی کہہ دے

---

[۱] مستور: پوشیدہ۔ حبر: یہودی عالم، بڑا عالم۔ سدِّ باب۔ دروازے کی روک، مانع۔

[۲] بایزید بسطامیؒ کو جب نماز میں سُستی کا احساس ہوا، اسکے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کرلیا کہ ایک سال پانی نہ پیونگا۔ اُولُباب: عقلمند۔ تاب: طاقت۔ ایں کمینہ۔ دین کی خاطر انھوں نے یہ ادنیٰ سی بات کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنپر ایسا فضل کیا کہ اُنکو قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

[۳] چوں بُریدہ۔ پھر اُن ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انھیں کوئی شکوہ نہ ہوا، ایں چنیں۔ قدرت ایک ذریعہ بند کرتی ہے تو سینکڑوں دیگر ذرائع پیدا فرمادیتی ہے۔ اقطع یعنی دست بُریدہ، ٹُنڈا۔ گر تو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے اُن کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تینات گاؤں کے رہنے والے تھے۔

در عریش[1] او را یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے اُن کو پایا

کو بہر دو دست خوزنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بُن رہے ہیں

گفت او را کاے عدوِ جانِ خویش
انھوں نے اُس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن

در عریشم آمدی سر کردہ پیش
تو منھ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟

گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
اُسنے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آجا

لیک مخفی دار ایں[2] را اے کیا
لیکن اے بزرگ! اِس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا

نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

بعد ازاں قومِ دگر از روزنش
اِسکے بعد دوسرے لوگ اُن (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ

مُطلع گشتند بر بافیدنش
اُن کے بُننے سے باخبر ہوگئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار
انھوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے

من کُنم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

آمد الہامش کہ یک چندے بُدند
اُن کو الہام ہوا، کچھ لوگ تھے

کاندریں غم بر تو منکر می شُدند
جو اِس غم میں تمہارے منکر ہوگئے ہیں

کہ مگر سالوس بُود او در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا

کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اُس کو رُسوا کیا ہے

من نخواہم[3] کاں رَمہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا، کہ وہ جماعت مُنکر ہو

وز ضلالت در گمانِ بد روند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مُبتلا ہوں

ایں کرامت را بکردیم آشکار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی

کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں
تاکہ یہ بدگمان، بیچارے

رَد نگردند از جنابِ آسماں
آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

من ترا بے ایں کرامتہا ز پیش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے اِن کرامتوں کے بغیر

خود تسلّی دادہ ام از ذاتِ خویش
اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

---

[1] عریش۔ جھونپڑی۔ زنبیل۔ تھیلا جس میں فقرا اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ مُنھ اُٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی۔

[2] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہو جاتے ہیں۔ بافیدنش یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بُنتے ہیں۔ یک چند۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم۔ مُنکر یعنی بزرگی کے مُنکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔

[3] من نخواہم یعنی اللہ تعالےٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان رہیں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کر دی ہے۔ رَمہ۔ جماعت۔ دست یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ رَد۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو ہماری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو ہماری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

ایں کرامت بہرِ ایشاں دادمت ۔ واں چراغ[1] از بہرِ آں بنہادمت

میں نے تمہیں یہ کرامت اُن کے لئے دی ہے ۔ اور یہ چراغ میں نے اُن کے لئے رکھا ہے

تو ازاں[2] بگذشتۂ کز مرگِ تن ۔ ترسی از تفریقِ اجزائے بدن

تم تو اِس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے ۔ بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

وہمِ تفریقِ سر و پائے از تو رفت ۔ دفعِ وہم اسپر[3] رسیدت نیک زفت

سَر اور پاؤں کے جدا ہونے کے تمہارا وہم ختم ہو گیا ۔ وہم کے دفعیہ کی اچھی موٹی سپر تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں ۔ کرد تہدید و سیاست بر زمیں[4]

کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو ۔ میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرّم دست و پاتاں از خلاف ۔ پس در آویزم ندارم تاں معاف

کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا ۔ پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کروں گا

او ہمی پنداشت کایشاں در ہماں ۔ وہم و تخویف اند و وسواس و گماں

وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی ۔ وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بُودشاں لرزہ و تخویف و ترس ۔ از توہّمہا و تہدیداتِ نفس

کہ اُن پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہو گا ۔ جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

او نمی دانست[5] کایشاں رستہ اند ۔ بر دریچۂ نورِ دل بنشستہ اند

وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں ۔ دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ[6] خود را ز خود دانستہ اند ۔ چابک و چُست و گُش و برجستہ اند

اپنے آپ سے، اپنے سایہ کو متضاد کر چکے ہیں ۔ تیز اور چُست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ[7] گردوں اگر صد بار شاں ۔ خُرد کوبد اندریں گلزارشاں

اگر سَو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی ۔ اُن کو اِس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند ۔ از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند

چونکہ انہوں نے اس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے ۔ وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں جہاں[8] خوابست اندر ظن مایست ۔ گر رود در خواب دستے باک نیست

یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ ۔ اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

---

[1] چراغ۔ یعنی کرامت۔

[2] تو ازاں۔ تم اس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اسپر۔ سپر، ڈھال۔ نیک زفت۔ خوب موٹی۔ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان لے آئے تھے۔ زمیں۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

[5] او نمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ ہاون۔ اوکھلی۔ گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو تحمل کے معنی میں ہے۔ اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہونے کے وہم سے بےخوف ہیں۔

[8] ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالمِ خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالمِ خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے جائیں تو اس سے اصل جسم پر کوئی فرق نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اصل جسم کو کوئی نقصان نہیں۔

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[1]
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے

هم سرت برجاست هم عمرت دراز
تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے، تیری عمر دراز ہے

گر ببینی خواب در خود را دو نیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے

تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
جب تو اُٹھے گا، بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن
خلاصہ یہ ہے، کہ خواب میں بدن کا نقصان

نیست باکے از دو صد پارہ شدن
دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پرواہ نہیں ہے

ایں جہاں راکہ بصورت قائم ست
اس دنیا کو، جو بظاہر قائم ہے

گفت پیغمبرؐ کہ حُلمِ نائم ست
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، کہ سونیوالے کا خواب ہے

از رہِ تقلید تو کردی قبول[2]
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے

سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے ظاہر دیکھ لیا ہے

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے، نہ کہہ کہ یہ خواب نہیں ہے

سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں داں اے عضد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ

کہ ببیند خفتہ کو در خواب شد
کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں

بیخبر زاں کوست در خوابِ دوم
اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند[3]
کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے

چوں بخواہد باز خود قائم کند
جب چاہے گا اُس کو بنا لے گا

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ
اندھے کو ہر قدم پر کنوئیں کا ڈر ہوتا ہے

با ہزاراں ترس می آید براہ
وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے

پس بداند او مُغاک و چاہ را
تو وہ گڑھے، اور کنوئیں کو جانتا ہے

پا و زانوش نہ لرزد ہر دمے
اُس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں

رُو ترش کے دارد او از ہر غمے
وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

[1] گاز۔ قینچی۔ عمرت دراز۔ عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مُردہ دیکھے تو اُس کی تعبیر، عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبرؐ۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔

[2] از رہِ تقلید۔ عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیا آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ روز در خوابی۔ نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مرینگے بیدار ہو جائینگے۔ سایہ۔ عالمِ دنیا اور اُسکے موجودات سب وجودِ باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خواب و بیداری۔ مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اسکے بعد حالتِ خواب کو کیا کہا جائیگا۔ اِس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالتِ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سویا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اِس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

[3] کوزہ گر۔ خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور۔ اندھا خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اِسی طرح جن کو چشمِ بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک۔ گڑھا۔

خیز فرعونا۱؎ کہ ما آں نیستیم | کہ بہر بانگے زغولے بیستیم

اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں | کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

خرقۂ ما را بدرّ دوزِ زندہ ہست | ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است

ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے | ورنہ، ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس ایں خواب را اندر کنار | خوش بگیریم اے عدوِ نابکار

بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں | خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن و زمزاج | نیست اے فرعون بے الہام گیج

بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار | نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت۲؎ کردن اُستر پیشِ شتر کہ من بسیار در روئے می افتم

اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو نمی اُفتی اِلّا بنادر و جواب گفتن آں

اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت اُستر با شتر کاے خوش رفیق | در فراز و شیب و در راہِ دقیق

خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی! | اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی | من ہمی آیم بسر در چوں غوی

تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے | میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست | تا بدانم من کہ چوں باید بزیست

مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟ | تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیے؟

گفت۳؎ از چشمِ تو چشمِ من یقیں | بیگماں روشن ترست و تیز بیں

اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً | بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم | زیں سبب در رو نیفتم حاضرم

اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں | اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشمِ من ز تو روشن ترست | بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست

اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں | اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں برآیم بر سرِ کوہِ بلند | آخرِ عقبہ بہ بینم ہوشمند

میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں | عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

۱؎ خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے جادوگروں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے۔ خرقہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالےٰ جسم عنصری نہ عنایت فرماتا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے۔ بے لباس۔ پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روح سے بغلگیر ہونگے۔ خوشتر۔ یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہوگئی ہے۔

۲؎ شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطرے میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں۔ استر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

۳؎ گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکر نہیں کھاتا ہوں۔ یہی صورت اُن لوگوں کی ہے جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن اُٹھا کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس ہمہ پستی و بالائیِ راہ
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی
دیدہ ام را وا نماید ہم اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

ہر قدم من از سرِ بینش نہم
میں ہر قدم، دیکھ بھال کر رکھتا ہوں
از عِثار[1] و وا فتادن وا رہم
ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے
دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام
دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا

یَسْتَوِی الْاَعْمٰی لَدَیْکُمْ وَالْبَصِیْر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے
فِی الْمَقَامِ وَالنُّزُوْلِ وَالْمَسِیْر
ٹھہرنے، اور اُترنے، اور چلنے میں

چوں[2] جنیں را در شکم حق جاں دہد
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچے میں جان ڈالتا ہے
جذبِ اجزا در مزاجِ اُو کند
اُسکی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کردیتا ہے

از خورش اُو جذبِ اجزا می کند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے
تار و پودِ جسمِ خود را می تنَد
اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چہل سالش بجذبِ جزوہا
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا
حق حریصش کردہ باشد در نما
(نشو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اُس کو حریص کر دیتا ہے

جذبِ اجزا روح را تعلیم کرد
اُس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی
چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد
یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامعِ[3] ایں ذرّہا خورشید بود
ان ذرّوں کو جمع کرنے والا سورج تھا
بے غذا اجزات را داند ربود
وہ بغیر غذا کے تیرے اجزاء کو چھین لینا جانتا ہے

آں زمانے کاندر آئی تو ز خواب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئیگا
ہوش و حسِ رفتہ را خواند شتاب
وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلا لیگا

تا بدانی کاں ازو غائب نشد
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے
باز آید چوں بفرماید کہ عُد
وہ واپس آجائیگا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ لوٹ آ

انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ عُد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔

[1] عِثار۔ ٹھوکر کھانا۔ دانہ۔ یعنی تیری نظر انجام پر نہیں ہے۔ یستوی۔ تیرے لئے اچھا برا سب یکساں ہے میں ہر چیز میں امتیاز کر لیتا ہوں، غرضیکہ اہلِ علم اور عوام کی مثال خچر اور اونٹ کی سی ہے۔

[2] چوں جنیں۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہوگیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکمِ مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اُس کا نشو و نما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے۔ روح۔ جس طرح اِس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرما دیگا۔

[3] جامع۔ اِن اجزاءِ بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاءِ بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آں زمانے

اِجتماعِ اَجزاءِ خرِ عُزیر علیہ السّلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عُزیر علیہ السّلام کے گدھے کے اَجزاء

و درہماں دم مُرکّب شدن پیشِ چشمِ عُزیر علیہ السّلام
کا جمع ہو جانا، اور فوراً عُزیر علیہ السّلام کی آنکھوں کے سامنے جُڑ جانا

ہیں عُزیرا درنگر اندر خرتؑ ۔۔۔ کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت
ہاں اے عُزیرؑ! اپنے گدھے کو دیکھ ۔۔۔ کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہو

پیشِ تو گرد آورم اجزاش را ۔۔۔ آں سر و دُم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اُس کے اَجزاء کو جمع کروں گا ۔۔۔ سر اور دُم، اور دونوں کان، اور پاؤں کو

دست نے و جزو برہم می نہد ۔۔۔ پارہا را اجتماعے می دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اَجزا کو جمع کر دیتا ہے ۔۔۔ ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

درنگر در صنعتِ پارہ زنے ۔۔۔ کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ ۔۔۔ کہ وہ پُرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسماں و سوزنے نے وقتِ خرز ۔۔۔ آنچناں دوزد کہ پیدا نیست دَرز
سیتے وقت، نہ دھاگا ہے نہ سوئی ۔۔۔ اِس طرح سی دیتا ہے کہ ٹِشن کا پتہ نہیں چلتا ہو

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں ۔۔۔ تا نماند شُبہات در یومِ دیں
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے ۔۔۔ تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شُبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیّم را تمام ۔۔۔ تا نہ لرزی وقتِ مُردن را اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے ۔۔۔ تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی ۔۔۔ از فواتِ جملہ حِسہائے تنی
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے ۔۔۔ اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

بر حواسِ خود نہ لرزی وقتِ خواب ۔۔۔ گرچہ می گردد پریشان و خراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے ۔۔۔ اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

جزع ناکردن شیخ بزرگوار بر مرگ فرزندانِ خویش
ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ۔۔۔ آسمانی شمع بر رُوئے زمیں
اب سے پہلے ایک راہنما شیخ تھے ۔۔۔ جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

لہ اجتماع۔ قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اَجزاء اِسطرح جمع ہو جائینگے جیسے کہ حضرت عزیرؑ کے گدھے کے اَجزاء جمع ہو گئے تھے عزیرؑ۔ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ بقر کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے۔ یہ ایک ویران بستی پر سے گذرے تو اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تو اِسکو کیسے آباد کریگا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اور اُن کے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر اُنکو زندہ کر دیا اِس عرصہ میں گدھا بالکل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اسکے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسیطرح میں اِس بستی کو آباد کر دونگا۔

ہے خرت۔ یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔ دست نے۔ حضرتِ حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہ زن۔ پیوند لگانیوالا یعنی خدا تعالیٰ۔ خرز۔ سینا۔ درز۔ ٹِشن۔ حشر قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔

سے جامعیم۔ یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کروں گا۔ اہتمام فکر میں پڑنا۔ ہمچنانکہ۔ انسان جب سوتا ہے تو اسکے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اسکو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آجائینگے اِسیطرح اگر قیامت کی زندگی کا یقین ہو جائے تو انسان موت سے خوفزدہ نہ ہوگا۔ جزع۔ پہلے فنائے دنیوی پر غم نہ کرنے کا بیان تھا اب اُس سے متعلق ایک حکایت نقل کرتے ہیں۔

چون[۱] پیمبر در میانِ اُمّتاں ——— در کشائے روضۂ دار الجناں
اُمتوں میں پیغمبر کی طرح ——— جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخِ رفتہ پیش ——— چوں نبی باشد میانِ قومِ خویش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ ——— اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ اُو ——— سخت دل چونی بگوائے نیک خو
اُن سے اُن کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا ——— اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو ——— نوحہ می آریم با پُشتِ دوتو
آپ کی اولاد کی موت اور جُدائی کی وجہ سے ہم ——— باوجود دُہری کمر ہوجانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زاری چرا ——— یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ ——— اے بزرگ! کیا آپ کے دل میں شفقت (کا مادّہ) نہیں ہے؟

چوں ترا[۲] رحمے نہ باشد در درو ——— پس چہ امیدست ماں از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں ——— تو اب ہمیں آپ سے کیا اُمید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا ——— کہ نہ بگزاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے ——— کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیارایند روزِ حشر تخت ——— خود شفیعِ ما توئی آں روزِ سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے ——— تو اُس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہونگے

در چناں روز و شب بے زینہار[۳] ——— ما باکرامِ تو ہیم اُمیدوار
ایسے بے پناہ، روز و شب میں ——— ہم آپ کے کرم کے اُمیدوار ہیں

دستِ ما و دامنِ تست آں زماں ——— کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اُس وقت ہمارا ہاتھ، اور آپ کا دامن ہوگا ——— جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز ——— کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ——— میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں ——— تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہونگا ——— تاکہ اُن کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں واہلِ کبائر را بجہد ——— وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے ——— عہد کے توڑنے کے غصّہ سے نجات دلاؤنگا

---

۱ چوں پیمبر۔ اولیاء اللہ بھی نبوت کے کامل اتباع کی وجہ سے اُمت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دار الجناں ـ جنت۔ صباح ـ صبح۔ اہلِ بیت ـ گھر والے، بیوی۔

۲ چوں ترا ـ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیارایند ـ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔

۳ بے زینہار ـ بے اماں۔ رستخیز ـ قیامت۔ نقضِ عہد ـ ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اُس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ اُمّتم خود فارغ[۱] اند
میری امّت کے نیک، خود فارغ ہیں
از شفاعتہائے من روزِ گزند
مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بُوَد
بلکہ (خود) اُن کی سفارشیں ہوں گی
گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود
اُن کی بات چا لو حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازر وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے
من نیم وازر خدایم برفراشت
میں بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہوں، خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

آنکہ بے وزرست شیخ ست اے جواں
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے
در قبولِ حق چو اندر کف[۲] کماں
(وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُوَد پیر یعنی مو سپید
شیخ کون ہوتا ہے، بوڑھا یعنی سفید بالوں والا
معنیِ ایں مو بداں اے ناامید
اے نا اُمید! اِس بال کے معنیٰ سمجھ لے

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او
وہ کالا بال اُس کی ہستی ہے
تا ز ہستیش نماند تارِ مُو
تاکہ اُس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست
جب اُس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے
گر سیہ مُو باشد و یا خود دُو موست
خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر[۳]
کالا بال، بشری صفات میں
نیست آں مُو موئے ریش و موئے سر
وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰ[۴] اندر مہد بردارد نفیر
(حضرت) عیسیٰؑ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں
کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر
کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موی سیہ کاں وصفِ ماست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے
نیست بر وے شیخ و مقبولِ خداست
اُسمیں نہیں ہے، (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

چوں بُوَد مویش سپید ار با خود ست
جب اُس کے سفید بال ہوں اگر اسمیں خودی ہے
اُو نہ پیر ست و نہ خاصِ ایزد ست
وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

---

۱ فارغ اند یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ انھیں عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے اُن کے مراتب بڑھیں گے۔ گفت شاں یعنی جناب باری میں اُن کی عرض ضرور مقبول ہو گی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔ من نیم وازر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور اُن کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اسمیں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اِس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اُٹھا لوں گا، دراصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ مثلاً زید نے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اُسکی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔
۲ اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستیِ او یعنی شیخ اسکو کہتے ہیں

جو بوڑھا ہو یعنی اُس کے بال سفید ہوگئے ہوں کالے نہ ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اُس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ دو مو یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں —— ۳ وصف۔ بشریت کے اوصاف۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ بچپن میں شیخ و پیر تھے۔ چوں بود۔ اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے "بزرگی بہ عقلست نہ بسال"۔

گر رهید از بعضِ اوصافِ بشر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے

شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہوگا ادھیڑ ہوگا

ور سرِ موئے ز وصفش باقی ست
اگر اُسکا بال برابر وصف باقی رہے

نیست از عرش و سما آفاقی ست
وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیادار تو ہے

ما ہمہ اُمیدوارانِ توئیم
ہم سب آپ کے اُمیدوار ہیں

ریزہ چینِ رحم و احسانِ توئیم
آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی
لیکن اِس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟

بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی[۱]
اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں؟

یا مگر خود دل نمی سوزد تُرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے

باز گو اے شیخ با ما ماجرا
اے شیخ! ہمیں قصہ بتائیے

عُذر گفتنِ شیخ بہرِ ناگریستن بر مرگِ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے سے متعلق شیخ کا عُذر بیان کرنا

شیخ گفت اُو را مپندار اے رفیق
شیخ نے اُس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ

کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنیوالا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفّار ما را رحمت ست
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے

گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست
اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے

کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست
کہ پتھروں سے کیوں اُن کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے[۲] کہ می گزد گویم دُعا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اُس کے لئے دعا کرتا ہوں

کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
کہ اے خدا اِس عادت سے اُسے بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار
اِن کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما

کہ نباشند از خلائق سنگسار
کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

زاں[۳] فرستاد انبیا را بر زمیں
اِسی لئے (اللہ تعالےٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے

تا کند شاں رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
تاکہ اُن کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوئے درگاہِ خاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں

حق را خواند کہ وافر کن خلاص
اللہ (تعالےٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کردے

---

۱ رِقّت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رفیق۔ یعنی گھروالی جس نے سوال کیا تھا۔ بر ہمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ بر سگاں۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

۲ آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اِس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے، ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اُس کی یہ بدعادت چھڑا دے اور اُس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

۳ زاں۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف اُن کے فائدہ کے لئے بُلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے اُن کے لئے توفیق کی دُعا کرتے ہیں۔

جہد بنماید ازیں سو بہرِ پند
اِس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے

چوں نشد گوید خدایا دَر مبند [1]
جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جزوی بُوَد مر عام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ کلّی بُوَد ہمّام را
غمخوار میں کلّی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جزوش قریں گشتہ بکُل
اُس کی جزوی رحمت کُل سے وابستہ ہوگئی ہے

رحمتِ دریاست ہادی سُبُل
دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنیوالی ہے

رحمتِ جزوی بکُل پیوستہ شو
تو جزوی رحمت ہے کُل کے ساتھ جُڑ جا

رحمتِ کُل را تو ہادی بین و رَو
کلّی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جزو ست او نداند راہِ بحر [2]
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں

ہر غدیرے را کُند اشباہِ بحر
ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہِ یم کے رہ برد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے

سوی دریا خلق را چوں آورد
دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متّصل گردد بہ بحر آنگاہ او
وہ سمندر سے اُس وقت وابستہ ہوگا

رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جُو
(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستے طے کرے

ور کُند دعوت بتقلیدے بُوَد
اگر وہ دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہوگا

نز عیان و وحی و تائیدی بُوَد
مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہوگا

گفت پس چوں رحم داری برہمہ
اُس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے

ہمچو چوپانی بگردِ ایں رمہ
تم اِس ریوڑ کے چاروں طرف گڈریے کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزندِ خویش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟

چونکہ فصّادِ اجل شاں زد بہ نیش
جبکہ موت کے فصّاد نے اُن کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ رحم اشکِ دیدہ ہاست [3]
جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں

دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد
عقلمند شیخ اُس کے اِس غصّہ سے گرما گئے

در سخن یکبارہ بے آزرم شد
بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عجوز
بڑھیا کی طرف رُخ کیا اور اُس سے کہا اے بڑھیا

خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز
موسمِ خزاں موسمِ بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

---

[1] در مبند یعنی اے خدا تو توفیق کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ ہمّام فکرمند یعنی شیخ جو اُمت کا دردمند ہوتا ہے اُس میں کلّی رحمت ہوتی ہے۔ قریں گشتہ۔ رحمت کلّی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کردیا ہے لہٰذا اُس کی رحمت بھی رحمتِ کلّی ہے۔ بکُل پیوستہ شو یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کرلے۔

[2] تا کہ جزو ست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمتِ کلّی کو نہیں پہچانتا ہر کس و ناکس کو رحمتِ کلّی سمجھ بیٹھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سُوئے دریا۔ یعنی رحمتِ کلّی۔ ور کند۔ اگر ناقص شیخ کچھ کہیگا بھی تو وہ محض تقلید ہوگی حق کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی۔ مولانا وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔ گفت۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصّاد۔ رگ کھولنے والا اجل۔ موت نیش۔ نشتر۔

[3] گواہِ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمّل۔ خود نباشد یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جملہ[۱] گر مُردند ایشاں ورحے اند — غائب و پنہاں زچشمِ دل کے اند

وہ سب (اولاد) خواہ مُردہ، ہوں یا زندہ — دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم شاں مُعیّن پیشِ خویش — از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں تو ریش

میں جب اُن کو اپنے سامنے مجسّم دیکھتا ہوں — تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

گرچہ بیروں اند از دورِ زماں — با من اند و گردِ من بازی کناں

اگرچہ وہ زمانے کے چکّر سے باہر نکل گئے ہیں — وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بُود یا از فراق — با عزیزانم وصال ست و عناق

رونا، تو چھوٹ جانے اور جُدائی کی وجہ سے ہوتا ہے — میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[۲] اندر خواب می بینند شاں — من بہ بیداری ہمی بینم عیاں

لوگ اُن کو خواب میں دیکھتے ہیں — میں اُن کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم — برگِ حِس را از درخت افشاں کنم

میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں — حواس کے پتّوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حِس اسیرِ عقل باشد اے فلاں — عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں

اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں — سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دستِ بستہ عقل را جاں باز کرد — کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

رُوح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا — اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا دیا

حِسّہا و اندیشہ بر آبِ صفا — ہمچو خس بگرفتہ روی آب را

حواس اور افکار نے صاف پانی پر — تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

دستِ عقل آں خس بیک سُو می برد — آب[۳] پیدا می شود پیشِ خرد

عقل کا ہاتھ اُس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے — عقل کے سامنے پانی کھُل جاتا ہے

خس بس انبہ بود بر جُو چوں حباب — خس چو یک سُو رفت پیدا گشت آب

نہر پر بُلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا — کوڑا جب ہٹا پانی کھُل گیا

چونکہ دستِ عقل نگشاید خدا — خس فزاید از ہوا بر آبِ ما

جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے — ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھتا جاتا ہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او — آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو

وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے — وہ ہوا (وہوس) مُسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے۔

---

۱ جملہ۔ دل کی آنکھیں مُردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ من چو بینم۔ میں مُردوں کو بھی مجسّم اپنی نگاہوں سے دیکھتا ہوں تو پھر توجہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

۲ خلق۔ عام لوگوں کو مُردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ نیند کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مُردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آ جاتے ہیں۔ حِس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل رُوح کے تابع ہے، عقل مقید ہوتی ہے، جب روح اسکے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اُس میں جِلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے خس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اُس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

۳ آب۔ یعنی روحانی ادراکات۔ حباب۔ بُلبلہ۔ چونکہ۔ اگر خداوندی توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان تباہ ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں۔

چونکہ تقویٰ بست دو دستِ ہوا
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے
حق کُشاید ہر دو دستِ عقل را
اللہ تعالیٰ عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

پس۵۱ حواسِ چیرہ محکومِ تو شُد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں
چوں خرد سالار و مخدومِ تو شُد
جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حسّ را بے خواب خواب اندر کُند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سُلا دیتی ہے
تا کہ غیبتہا ز جاں سَر بر زند
یہانتک کہ اَن دیکھی باتیں روح میں سے سَر اُبھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے
ہم ز گردوں بر کشاید بابہا
آسمان کے دروازے بھی کھُل جاتے ہیں

۵۲ قصّۂ خواندنِ شیخِ ضریر قرآن را از روی مُصحف و در
ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور

وقتِ خواندنِ قرآن بینا شُدن باذنِ اللہ تعالیٰ
قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخِ فقیر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں
مُصحفے در خانۂ پیرے ضریر
ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموزِ پُر ز سُوز
جھلستی گرمی کے زمانے میں اُس کا مہمان بنگیا
ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چرا ست
اُسنے (دل میں) کہا تعجب ہے! یہاں قرآن کیوں ہے؟
چونکہ نابیناست ایں درویش را ست
کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ۵۳ تشویشش فزود
اِس خیال سے اُس کی تشویش بڑھ گئی
کہ جز او را نیست اینجا باش بود
کہ اِس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

اوست تنہا مصحفے آویختہ
وہ تنہا ہے، قرآن آویزاں ہے
من نیم گستاخ یا آمیختہ
میں شوخ، یا گھُلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم
کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں
تا بصبرے بر مُرادے بر زنم
تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

صبر کرد و بود چندے در حرج
اُس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا
کشف شُد کالصّبر مفتاح الفرج
(معاملہ) کھُل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

۵۱ پس۔ جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواسِ ظاہری اسکے محکوم بنجاتے ہیں۔ حِسّ۔ انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواسِ ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اُس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ وہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

۵۲ قصّہ۔ اِس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواسِ ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواسِ ظاہری کے مُدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ضریر۔ نابینا۔ تموز۔ گرمی کا مہینہ ہے۔ مُصحف۔ قرآن پاک۔ راست۔ صحیح، بالکل یہ نابینا کی تاکید ہے۔

۵۳ اندیشہ۔ یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے۔ آمیختہ۔ یعنی میں اسقدر گھُلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج۔ تنگی۔ فرج۔ کشادگی۔

صبر گنج ست اے برادر صبر کن　　تا شفا یابی توزیں رنجِ کہن

اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر　　تاکہ تو اِس پُرانے غم سے شفا حاصل کرے

صبر ۱ تلخ ست و بَرِ او شکر ست　　صبر سُوئے کشف ہر سِرّ رہبر ست

صبر کڑوا ہے، اُس کا پھل شکر ہے　　صبر، ہر راز کے کُھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ لقمان علیہ السّلام چوں دید کہ داؤد علیہ السّلام حلقہا از آہن ست را میکرد از سوال بایں نیّت کہ صبر از سوال موجبِ فرح راحت ست

لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اِس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سُوی داؤدِ نبی　　حلقہ می کرد اُو ز پولادِ آبی ۲

(حضرت) لقمانؑ، داؤد نبی کے یہاں گئے　　وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

جملہ را بایک دگر در می فگند　　ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند

سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے　　لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صنعتِ زرّاد اُو کم دیدہ بود　　در تحیّر ماند و وسواسش فزود

اُن (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی　　وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

کایں چہ شاید بود وا پرسم ازو　　کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو

کہ یہ کیا بنے گا، اُن سے پوچھوں　　کہ وہ مُسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست　　صبر با مقصود زُو تر رہبر ست

پھر اپنے آپ سے کہا، کہ صبر زیادہ مناسب ہے　　صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پُرسی زود تر کشفت شود　　مُرغِ صبر از جملہ پرّاں تر رَوَد

اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائیگا　　صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اُڑتا ہے

ور ۳ بہ پُرسی دیر تر حاصل شود　　سہل از بے صبریت مشکل شود

اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا　　تیری بے صبری سے آسان بھی مشکل ہو جائیگا

چونکہ لقماں تن بزد ہم در زماں　　شد تمام از صنعتِ داؤد آں

چونکہ لُقمان اُس وقت خاموش ہو گئے　　وہ (کام حضرت) داؤدؑ کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشید اُو　　پیشِ لُقمانِ حکیمِ صبر خو

تب اُنھوں نے زرہ بنائی اور اُسکو پہنا　　صابر و دانا لُقمانؑ کے سامنے

---

۱ صبر تلخ ست ۔ صبر تلخ ست ولیکن بر شیریں دارد ۔ صبر کردن ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمانؑ نے صبر کیا تو جو دل میں سوال پیدا ہوا تھا وہ خود بخود حل ہو گیا۔

۲ آبی ۔ اِنکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا ۔ در می فگند ۔ یعنی حضرت داؤدؑ اُن حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے ۔ زرّاد ۔ زرہ بنانے والا ۔ ایں چہ ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے ۔ زوتر ۔ زود تر ۔

۳ ور بہ پرسی ۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے ۔ تن بزد ۔ خاموش رہا ۔ صنعت ۔ کاریگری ۔

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے

در مصافِ خصم دفعِ زخم را
لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست
لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے

کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے

آخرِ وَالْعَصْرِ[1] را آگہ بخواں
ہوش سے، وَالْعَصْرِ کا آخیر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں

کیمیائے ہمچو صبر آدمؑ ندید
صبر جیسی کیمیا، آدمؑ نے نہیں دیکھی تھے

بقیۂ قصۂ نابینا و مُصحف خواندنِ آں بنظر

نابینا اور اُس کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصے کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک

کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
اُس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآں را شنید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سُنی

جَست از خواب آں عجائب را بدید
یہ نیند سے اُٹھا، اور عجائب دیکھے

کہ ز مُصحف[2] کور می خواند درست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں

گشت بے صبر و از و آں حال جُست
بے صبر ہو گیا، اور اُن سے اُس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے

چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

آنچہ می خوانی بر آں اُفتادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اُسی پر ہوتے ہیں

دَست را بر حرفِ آں بنہادہ
ہاتھ کو اُس کے حروف پر رکھتے ہیں

اِصبعت در سیر پیدا می کُند
رفتار میں آپ کی اُنگلی ظاہر کرتی ہے

کہ نظر بر حرف داری مُستنَد
کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ ز جہلِ[3] تن جُدا
اُنھوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جُدا ہو گیا ہے

ایں عجب داری تو از صُنعِ خُدا
تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

من ز حق درخواستم کاے مُستعاں
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار!

بر قرآت من حریصم ہمچو جاں
مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

---

[1] وَالْعَصْرِ۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے انھوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی یعنی اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا کیمیا تانبے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] کہ ز مُصحف۔ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہے تھے اور جو آیت پڑھتے تھے اُس پر صحیح اُنگلی رکھتے ہوئے پڑھتے تھے۔ اِصبعت در سیر۔ ناظرہ خواں عموماً پڑھنے میں آیت پر اُنگلی رکھتے چلے جاتے ہیں۔

[3] ز جہلِ تن جدا یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دُور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس قدرت سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مُستعاں۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کردے

در دو دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ[2]
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اُس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

کہ بگیرم مُصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اُٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار[1]
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی، اے باعمل!

اے بہر رنجے بما اُمیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے اُمیدوار ہے

حُسنِ ظن ست و اُمیدے خوش تُرا
یہ تیرا حُسنِ ظن ہے، اور اچھی اُمید

کہ ترا گوید بہر دم بر تر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہوگا

یا ز مُصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہیگا

من دراں دم وادہم چشمت ترا
میں اُس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

تا فرو خوانی مُعظّم جوہرا[2]
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہر!

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من
اُس (اللہ تعالٰے) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں

وا کشایم مُصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں خبیرے کو نشد غافل ز کار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے

آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

باز بخشد بینشم آں شاہِ فرد
وہ یکتا شاہ، میری بینائی دوبارہ عنایت کردیتا ہے

در زماں ہمچوں چراغِ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لئے، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے

ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیجدیتا ہے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دیدیتا ہے

در میانِ ماتمے سُورے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

آں شلِ بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے ٹنڈے کو، ہاتھ دے دیتا ہے

کانِ غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

لا نُسَلِّم[3] و اعتراض از ما برفت
وہ ہم نہیں مانتے ہیں (کہنا)، اور اعتراض ہم سے رخصت ہوگیا ہے

چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آجاتا ہے

---

[1] مردِکار باعمل انسان۔ حُسنِ ظن۔ حدیثِ قدسی ہے اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِی یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی۔ بُرا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔

[2] مُعظّم جوہرا۔ اِس سے بعض صاحبان نے اُن نابینا کی ذات مُراد لی ہے بعض نے اِس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآنِ کریم مراد لیا ہے۔ کردگار۔ اللہ تعالٰے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اِس میں کرد بمعنی فعل اور گار بمعنی صاحب ہے۔ اعتیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالٰی عوض ضرور عنایت فرمادیتا ہے، خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اِس شعر میں اِسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اِس عوض کا اُس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے لی ہے۔ ماتم۔ مجلسِ غم۔ سُور۔ محفلِ شادی۔ دلِ مستے۔ دل کی مستی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

[3] لا نُسَلِّم۔ یہ جملہ عموماً مباحثہ میں فریقِ ثانی کی بات کے اِنکار کے وقت بولا جاتا ہے۔ مفقود۔ گم شدہ۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔

چونکہ[1] بے آتش مرا گرمی رسد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے
راضیم گر آتشِ ما را کُشد
میں راضی ہوں، اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے
اینچنیں کوریست چشمِ روشنے
ایسا اندھاپن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے
گر چراغت شد چہ افغاں میکنی
اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے؟

صفتِ بعضِ اولیا کہ راضی اند باحکامِ الٰہی و لابہ نکنند بخدائے تعالےٰ کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بعض اولیار کا بیان جو خدائی احکام پر راضی ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے خدا یہ حکم لوٹا لے

بشنوا[2] کنوں قصۂ آں رہرواں
اب اُن راہنماؤں کا قصہ سُن
کہ ندارند اعتراضے در جہاں
جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگرند
دعا کرنے والے، اولیار میں سے دوسرے ہیں
کہ ہمی دوزند و گاہے می درند
جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قومِ دیگر می شناسم ز اولیا
میں اولیار میں سے دوسری قوم کو بھی جانتا ہوں
کہ دہان شاں بستہ باشد از دعا
جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام
چونکہ رضا اُن بھلوں کا معمول ہے
جُستنِ دفعِ قضا شاں شد حرام
قضا کے فیصلہ کو رد کرنے کی جستجو اُن پر حرام ہے

در قضا[3] ذوقے ہمی بینند خاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں
کفر شاں آید طلب کردن خلاص
خلاصی چاہنا اُن کو کفر محسوس ہوتا ہے

حُسنِ ظنے بر دلِ ایشاں گشود
اُن کے دل پر حسنِ ظن ایسا طاری ہو گیا ہے
کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود
کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بُود
جو اُن کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے
آبِ حیواں گردد ار آتش بُود
اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقومِ شاں شکر بُود
اُن کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے
سنگ اندر راہِ شاں گوہر بُود
اُن کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

---

[1] چونکہ۔ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اُس کا سبب کچھ بھی ہو۔ چشمِ روشنے۔ آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

[2] بشنو۔ اب تک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیار تو ایسے ہیں کہ مقصود جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتلاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ حالت مغلوبُ الحال اولیار کی ہوتی ہے ورنہ انبیاءؑ دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ رام۔ معمول۔

[3] درقضا۔ مصائب کو مرضیِ خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضَرْبُ الْحَبِیْبِ زَبِیْبٌ، معشوق کی مار کشمش ہے اُن کا مقولہ ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آبِ حیواں یعنی ہر تکلیف اُن کے لئے باعثِ راحت بنجاتی ہے۔

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد[1] — ازچہ باشد ایں زحسنِ ظنِّ خود

ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے — یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسنِ ظن سے (ہوتا ہے)

کفر باشد نزدِ شاں کردن دعا — کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا

دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے — کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

سوال کردنِ بہلول رح آں درویشِ ولی را

(حضرت) بہلول رح کا اُس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلول آں یکے درویش را — چونی اے درویش واقف کن مرا

(حضرت) بہلول رح نے اُس ایک درویش سے کہا — اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاوداں — بر مرادِ او رود کارِ جہاں

اُس نے کہا، وہ شخص کیسا ہوگا، کہ ہمیشہ — جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جوہا بر مرادِ او روند — اختراں زاں ساں کہ او خواہد شوند

سیلاب اور نہریں اُسکے ارادہ کے مطابق جاری ہوں — ستارے، جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ او — بر مرادِ او روانہ کو بہ کو

زندگی اور موت؟ اُس کے سپاہی ہوں — جو اُسکے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت — ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت

وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے — وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ[3] راہ ہم بر گامِ او — ماندگاں از راہ ہم در دامِ او

راہ کے سالک بھی اُسکے نقشِ قدم پر ہوں — راہ سے عاجز بھی اُس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں — بے رضا و امرِ آں فرماں رواں

دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے — اُس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ — بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ

اُس کی منشار کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے — اُس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مرادِ او نجنبد ہیچ رگ — در جہاں زاوجِ ثریا تا سمک

اُس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے — دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں — در فر و سیمائے تو پیداست ایں

(حضرت بہلول رح نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی — آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

---

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ "ہر چہ از دوست می رسد نیکو ست"، دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلول رح نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاءِ خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

[2] گفت۔ اُس ولی نے حضرت بہلول رح کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشار کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اُس کی منشار کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے۔ زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت و حیات اُس کی مراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکاں۔ راستہ چلنے والے مسافر اُس کے نقشِ قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اُسی کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ ہیچ ہر شخص کی خوشی اُس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اُسکے ارادہ سے ہے۔ گفت حضرت بہلول رح نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھایئے۔ تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

ایں و صد چندینی اے صادق ولیک · شرح گو ایں را بیاں کُن نیک نیک

اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن · اِس کی تشریح کر دیجئے اور صاف صاف بیان کر دیجئے

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول[1] · از دل و از جاں کُند او را قبول

ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل · اُس کو دل و جان سے قبول کرلے

آنچنانش شرح کُن اندر کلام · کہ ازاں ہم بہرہ یابد عقلِ عام

گفتگو میں اس کی اِس طرح شرح کر دیجئے · کہ اُس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کرلے

ناطقِ کامل چو خواں باشے بُوَد · بر سرِ خوانش ز ہر آشے بُوَد

کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے · اُس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا · ہر کسے یابد غذائے خود جُدا

تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے · ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کرلے

ہمچو قرآں کو بمعنیٰ ہفت توست · خاص را و عام را مَطْعَم درو ست

جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں · اُس میں خاص اور عام کی غذا ہے

گفت[2] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام · کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[3]

انھوں نے کہا، یہ تو اب سب کو یقین ہے · کہ دنیا خدا کے حکم کی فرماں بردار ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت · بے قضا و حکمِ آں سلطانِ تخت

درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا · بغیر عرش کے اُس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو · تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا

لقمہ منھ سے گلے میں نہیں جاتا · جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرمادے داخل ہو جا

میل و رغبت کاں زمامِ آدمی ست · جنبشِ آں رام امرِ آں غنی ست

میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے · اُسکی حرکت اُس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرّہ · پَر نجنباند نگردد پَرّہ

کوئی ذرہ، زمینوں اور آسمانوں میں · پَر نہیں مارتا، کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

جز بفرمانِ قدیمِ نافذش · شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش

بغیر اُس کے جاری ہونیوالے ازلی حکم کے · (جسکی) شرح نہیں کی جا سکتی اور ہمت کرنا اچھا نہیں ہے

کہ شمرد برگِ درختاں را تمام · بے نہایت کے شود در نطق رام

درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟ · لامحدود، گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

---

[1] مردِ فضول - ناقابل شخص- ناطقِ کامل - اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اُس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اُٹھاتے ہیں- ہمچو قرآں - قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اُٹھاتا ہے- ہفت - ممکن ہے مولانا نے أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ کے یہ معنیٰ لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنیٰ ہیں-

[2] گفت - اُن ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرے ذرے پر اللہ کی حکمرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اُس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اُس کی مراد بن جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اُس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے-

[3] رام - فرمانبردار- سلطانِ تخت - یعنی اللہ تعالیٰ- میل و رغبت - انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے- جلدی - بہادری، ہمت- کہ اشمرد - درختوں کے پتے جو متناہی ہیں اُن کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے-

این قدر بشنو کہ چون کلیِ کار — می نگردد جز بامر کردگار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام — بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چون[1] قضائے حق رضائے بندہ شد — حکمِ اُو را بندہ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بنگیا — بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب — بلکہ طبع اُو بران شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلہ اور ثواب کیلئے — بلکہ اُس کی طبیعت اس پر خوش ہوگئی

زندگی خود نخواہد بہرِ خود — بلکہ خواہد از پئے حکمِ احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا — بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر کجا[2] امرِ قدم را مسلکے ست — زندگی و مردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے — اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہرِ یزداں می زید نے بہرِ گنج — بہرِ یزداں می مرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کیلئے — وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

ہست ایمانش برائے خواہِ اُو — نے برائے جنت و اشجار و جُو
اُس کا ایمان اُس (اللہ) کی رضامندی کیلئے ہے — نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کیلئے

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود — نے ز بیم آنکہ در آتش رود
اُس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے — نہ کہ اِس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوی اُو — بے ریاضت نے بجست و جوی اُو
یہ اُس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے — بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اُس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ اُو بیند رضا — ہمچو حلوا و شکر اُو را قضا
وہ اُس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے — اللہ کا حکم، اُس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندہ[3] کش خوی و خلقت این بود — نے جہاں بر امر و فرمانش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو — کیا جہان اسکے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دعا — کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟ — کہ اے اللہ! اِس حکم کو واپس لے لے

مرگِ اُو و مرگِ فرزندانِ اُو — بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلو
اُس کی موت اور اُس کی اولاد کی موت — اللہ کیلئے اُسکے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

---

[1] چون۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور احکام پر بندہ راضی ہوگیا ہے تو اللہ کے تمام احکام اُس کا مطلوب بن گئے ہیں۔ بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اُس کی طبعی بات بن گئی ہے اُس میں کوئی اجر وثواب بھی اُس کے مدِنظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اِس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

[2] ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اُس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اُس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضائے مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اُس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

[3] بندہ کش۔ جب احکامِ خداوندی پر رضا کی کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائیگا کہ دنیا کے سب کام اُس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزعِ فرزنداں برآں باوفا
اُس وفادار کے لئے اولاد کا نزع
چوں قطائف پیشِ شیخِ بینوا
(ایسا ہے) جیسے مُفلس بوڑھے کے لئے پھل،

پسؔ۱ چرا گوید دعا اِلّا مگر
تو وہ کیوں دعا کرے، ہاں اگر
در دُعا بیند رضائے داد گر
وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھے

آںؔ۲ شفاعت واں دُعا نز رحمِ خود
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں
می کُند آں بندۂ صاحب رَشَد
کرتا ہے، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحمِ خود را اُو ہماں دم سوختست
اپنے رحم کو اُس نے اُسی وقت پھونک دیا ہے
کہ چراغِ عشقِ حق افروختست
جبکہ اُس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دوزخِ اوصافِ اُو عشق است و اُو
عشق اُس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اُس نے
سوخت مر اوصافِ خود را مُو بمُو
اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت
ہر سالک اِس فرق کو کب سمجھتا ہے؟
چوں دقوقی کو دریں دولت بتاخت
جیسا کہ دقوقیؒ جو اس دولت میں نہ دوڑے

قصّۂ دقوقیؒ و کراماتش

دقوقیؒ اور اُن کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ
دقوقیؒ ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے
عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
عاشق، اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں
زمین پر وہ اِس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر
شب رواں را گشتہ زو روشن رواں
تاریکی میں چلنے والے اُن کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

درؔ۳ مقامے مسکنے کم ساختے
وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے
کم دو روز اندر دہے انداختے
ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

گفت در یک خانہ گر باشم دو روز
اُنھوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں ہونگا
عشقِ آں مسکن کُند در من فروز
اُس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائیگی

عِزَّۃُ الْمَسْکَنْ اُحَاذِرُھَا اَنَا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں
اُنْقُلِیْ یَا نَفْسُ سَافِرْ لِلْعَنَا
اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لَا اُعَوِّدُ خُلْقَ قَلْبِیْ بِالْمَکَانْ
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں
کَےْ یَکُوْنَ خَالِصًا فِی الْاِمْتِحَانْ
تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

---

۱ پس چرا - جب دنیا کے سب کام اُس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور خوشامد بے معنی چیز ہے۔ قطائف - پکے ہوئے پھل۔ در دعا - یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اُس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

۲ آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اُسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اُس نے عشقِ خداوندی کا دم بھرا تھا۔ دوزخ۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔ ہر طروقی۔ اِس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے ہو اپنی ذاتی غرض کیلئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اِس کو نہ سمجھ سکے۔ دیباجہ۔ چہرہ۔ بر زمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

۳ در مقامے۔ دقوقی اِس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے اُنکو محبت پیدا نہ ہو جائے سفر میں رہتے تھے۔ عزۃ المسکن انسان وطن میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ عنا۔ مشقت۔ تکلیف۔ فی الامتحان۔

[illegible]

روز اندر سیر بُد شب در نماز　　چشم[1] اندر شاہ باز او ہمچو باز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں　　آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

مُنقطع از خلق نے از بدخوئی　　مُنفرد از مرد و زن نے از دوئی
مخلوق سے جُدا (تھے) بد مزاجی کی وجہ سے نہیں　　مرد و زن سے اکیلے (تھے) مغائرت کی وجہ سے نہیں

مُشفقے بر خلق و نافع ہمچو آب　　خود شفیعے بُد دعایش مُستجاب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)　　وہ خود سفارشی اور اُن کی دعا مقبول (تھی)

نیک و بد را مہربان و مُستقر　　بہتر از مادر شہی تر از پدر
بھلے اور بُرے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)　　ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب (تھے)

گفت[2] پیغمبرؐ شما را اے مہاں　　چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!　　میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان ہوں

زاں سبب کہ جُملہ اجزائے منید　　جزو را از کل چرا بر می کنید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو　　جزو کو کل سے کیوں جُدا کرتے ہو

جُزو از کُل قطع شد بیکار شُد　　عضو از تن قطع شُد مُردار شُد
جُزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا　　عضو بدن سے کٹا، تو مُردہ ہو گیا

تا نہ پیوندد بہ کُل بارِ دگر　　مُردہ باشد نبودش از جاں خبر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کُل سے نہ جڑے　　مُردہ رہتا ہے اُس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

ور بجُنبد نیست آں را خود سَنَد　　عضوِ نو ببریدہ ہم جُنبش کُند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے　　نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

جزوِ[3] ایں کل گر بَرَد یکسو رَوَد　　ایں نہ آں کُل ست کو ناقص شود
اِس کُل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے　　یہ وہ کُل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

قطع و وصلِ اُو نیاید در مقال　　چیز ناقص گفتہ شُد بہرِ مثال
اُس سے جُدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا　　مِثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

مر علی را بر مثالِ شیر خواند　　شیر مثلِ اُو نباشد گرچہ راند
(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا　　شیر اُن جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو اَسَدُ اللہ کہا جاتا ہے یعنی اُن کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن اُن میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل لہٗ میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اِسی طرح آنحضورؐ کے کُل اور اُمتیوں کے اجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

[1] چشم۔ اُن کی مدِ نظر ذاتِ باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرارِ الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ منقطع۔ وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ وہ نہ بد مزاج تھے نہ انہیں لوگوں سے مغائرت تھی۔ مُشفقے۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مُستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

[2] گفت۔ چونکہ وہ پیغمبرؐ کے پیرو تھے اور پیغمبرؐ نے اُمت کو مخاطب کرتے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ جملہ اجزاء۔ چونکہ اُمت کی حیات اور بقاء نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جُزو، کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مُردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آثارِ حیات بھی اُس میں نظر آئیں تو اُسکو حیات نہ سمجھو اُس کی وہ حرکات مذبوحی ہیں جانور کا عضو کٹکر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

[3] جزوِ ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اُس کے جُدا ہونے سے کوئی نقص پیدا ہو گا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جُڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مرعلی۔

باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرقِ آں براں — جانبِ قصۂ دقوقیؒ اے جواں

مثال اور مثل اور اُس کے فرق سے آگے بڑھ — اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امامِ خلق بُود — گوئے تقویٰ از فرشتہ می رُبود

وہ (دقوقیؒ) جو فتوی میں مخلوق کے امام تھے — تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد — ہم ز دینداریِ اُو دیں رشک خورد

وہ جنھوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا — جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

باچنیں تقویٰ و اوراد و قیام — طالبِ خاصانِ حق بُودے مُدام

باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے — وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] معظم مُرادش آں بُدے — کہ دمے بر بندۂ خاصی زدے

سفر میں اُن کی بڑی مُراد یہ ہوتی — کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ — کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ

جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے — اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یارب آنہا را کہ بشناسد دلم — بندہ و بستہ میاں چوں محلم

اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے — (اُن کیلئے) میں غلام کمر بستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں — بر منِ محجوب شاں کُن مہرباں

اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک — اُن کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں — ایں چہ عشق ست و چہ استسقا ست ایں

دربارِ (خداوندی) اُنسے کہتا اے صدرِ اعظم! — یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ[3] من داری چہ می جوئی دگر — چوں خدا با تست چوں جوئی بشر

تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں؟ تلاش کرتے ہو — جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

اُو بگفتے یارب اے دانائے راز — تو کشودی در دلم راہِ نیاز

وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے! — تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

درمیانِ بحر اگر بنشستہ ام — طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام

اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں — گھڑیا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی امام وقت تھے اور نیکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سَیر۔ یعنی سیرالی اللہ۔ ہم ز دینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافلِ نماز۔ مدام۔ ہمیشہ

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقیؒ ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یارب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا اُن کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور اُنکی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت اُن کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[3] مہرِ من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے حق کی معیت میسر ہے دوسرے کی معیت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی مجھے تمنا ہے اُن بزرگوں کیلئے نیازمندی۔ بحر۔ یعنی ذاتِ باری۔ سبو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے۔

ہمچو داؤد[1] نود نعجہ مراست — طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست

حضرت، داؤدؑ کی طرح میرے پاس نوّے بھیڑیں ہیں — ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

حرص اندر عشقِ تو فخر ست و جاہ — حرص اندر غیرِ تو ننگ و تباہ

تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے — تیرے غیر میں لالچ، ذلت اور تباہی ہے

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود — واں حیزاں ننگ و بدکیشی بود

مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے — ہیجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود — در مخنث حرص سوئے پس رود

مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے — ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست — واں دگر حرص افتضاح و سردی ست

وہ ایک، حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے — دوسری حرص، رسوائی اور سستی ہے

آہ[2] سرّے ہست اینجا بس نہاں — کہ سوئے خضرے شود موسیٰ دواں

آہ، یہاں ایک راز پوشیدہ ہے — کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کیطرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست — بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست

اِستسقاء کے بیمار کیطرح جسکو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی — خدا کی قسم، جو تونے حاصل کرلیا ہے اُس پر نہ ٹھہر

چوں گذشتی زاں دگر نو تر رسد — آں یکے بالا تر از وے در رسد

جب تو اُس سے آگے بڑھیگا دوسری نئی (چیز) آئیگی — اُس سے اونچی اور چیز ملے گی

بے نہایت حضرت ست ایں بارگاہ — صدر[3] را بگذار صدر تست راہ

یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے — صدر کو چھوڑ، تیرا صدر راستہ ہے

سرّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السّلام با کمالِ نبوّت و قربت

قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیاموز اے کریم — ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم

اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے — آگاہ! کلیمؑ شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

باچنیں جاہ و چنیں پیغمبری — طالبِ خضرم ز خود بینی بری

ایسے رُتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے — میں خضرؑ کا طالب ہوں خودبینی سے بری ہوں

موسیا تو قومِ خود را ہشتہ — در پئے نیکو پئے سرگشتہ

اے موسیٰؑ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے — ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

---

[1] داؤدؑ۔ غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہوگئی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی نوّے بیویاں تھیں پھر بھی اُن کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو اُنھوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا مولانا نے اِسی مشہور غلط قصّہ کی بنیاد پر یہ شعر فرمادیا ہے۔ حرص۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی یعنی جو راہِ سلوک کے مرد ہیں اُنکی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے۔ نامردوں کی حرص بُرے افعال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہِ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی دنیادار۔ افتضاح۔ رسوائی

[2] آہ۔ حضرت دقوقیؒ کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنّا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنّا کی اور اُنکی ملاقات کیلئے سرگرداں بنے۔ مستسقی۔ اِستسقا کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ مایست۔ سیرالی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اُنھیں جو مقام بھی حاصل ہو اُس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہئے۔

[3] صدر۔ غلط فہمی سے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔ کلیم۔ بات کرنیوالا، چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طور پر بغیر واسطہ حضرتِ حق نے گفتگو کی اِسلئے ان کا لقب کلیم اللہ پڑگیا۔ موسیا۔ حضرت موسیٰؑ جبکہ حضرت خضرؑ کی تلاش میں چلے تو اُنکی قوم نے یہ باتیں اُن سے کہیں۔ نیکو پے۔ یعنی حضرت خضرؑ۔

کیقبادی رستہ از خوف و رجا[1] — چند گردی چند جوئی تا کجا

تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو — کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

آن تو با تست و تو واقف برین — آسمانا چند پیمائی زمین

تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے، تم اس سے واقف ہو — اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰؑ این ملامت کم کنید — آفتاب و ماہ را رہ کم زنید

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو — سورج، اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من — تا شوم مصحوب سلطانِ زمن

میں مجمع البحرین تک جاؤں گا — تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اَجْعَلُ الْخَضِرَ لِاَمْرِیْ سَبَبَا — ذَالِكَ اَوْ اَمْضِیْ وَاَسْرِیْ حُقُبَا

میں حضرت خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا — یہ ہو گیا ایک عرصۂ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پرّم بہ پرّ و بالہا — سالہا چہ بود ہزاراں سالہا

میں پروبال کے ساتھ سالوں اُڑتا رہوں گا — (چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم[2] یعنی نمی ارزد بدان — عشقِ جاناں کم مدان از عشقِ نان

میں چلتا رہوں گا یعنی یہ چلنا، اس (محبوب) کی برابر نہیں — محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

این سخن پایاں ندارد اے عمو — داستانِ آں دقوقیؒ باز گو

اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اُن دقوقیؒ کی بات پھر بتا

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ — گفت بیسا فرت مُدّی فی خافقیہ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے — فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ — بیخبر از راہ و حیراں در اِلٰہ

چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا — راستہ سے بیخبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خاک و سنگ — زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ

مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں — کیونکہ میں محو، اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں[3] ایں پا بپا ہار ابر زمیں — زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں

تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ — کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

---

[1] خوف و رجا۔ حضرت موسیٰؑ کو قربِ الٰہی کا وہ رتبہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو۔ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے۔ آسمانا۔ یعنی اے موسیٰؑ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین پیمودن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضرؑ کی ملاقات قرانُ السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰؑ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹونگا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

[2] می روم یعنی جستجو کی یہ مشقت اُس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ ماہ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیّر۔

[3] تو مبیں۔ عاشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

ازرہ و منزل ز کوتاہ و دراز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دُور کو
دل[1] چہ داند کوست مستِ دلنواز
دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں
رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا
نے بگامے بود منزل نے بنقل
یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ منتقل ہونیسے

سیرِ جاں بیچوں بود در دور و دیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے
جسم[2] ما از جاں بیاموزید سیر
ہمارے جسم نے رُوح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے
لیک سیرِ جسم باشد بر علن
ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیر[3] جسمانہ رہا کرد او کنوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب
میرود بیچوں نہاں در شکلِ چوں
پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار
(دقوقیؒ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا
تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں
آفتابے درج اندر ذرۂ
سورج کو ذرّے میں داخل (دیکھوں)

نمودنِ مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل
ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں سیدم سوئے یک ساحل بگام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا
بود بیگہ گشتہ روز و وقتِ شام
دن بے وقت ہوگیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گویمت
اِسکے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں
تا بدانی سرِّ آں افزویمت
تاکہ تو اُس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں
میں نے دُور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں
اندراں ساحل شتابیدم بداں
اُن کی وجہ سے میں اُس ساحل کیطرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں
اُن میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ
بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں
آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

---

[1] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر جس طرح انسان کی سیر نطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ نہ اُس میں تھکن ہوتی ہے نہ دُوریِ منزل کا تصوّر ہوتا ہے۔

[2] جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اِس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض اُن پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کرسکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

[3] سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکلِ جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف ہوتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسمِ انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرّہ میں دیکھوں۔ بگام۔ قدم۔ عنانِ۔ فضا۔

خیره گشتم خیرگی هم خیره گشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی

موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کاین[1] چگونه شمعها افروخته است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟

کز دو دیدهٔ خلق زینها دوخته است
کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں اُن سے بند ہیں

خلق جویانِ چراغے گشته بود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی

پیشِ آں شمعے کہ بر مہ می فزود
اُن شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بُد عجب بر دیدها
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی

بندشاں میکرد یهدی من یشا
اُن کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدنِ آں هفت شمع بر مثالِ یک شمع
اُن سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم که شد آں هفت یک
پھر میں نے دیکھا، کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں

می شکافد نورِ او جیبِ[2] فلک
اُس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بارِ دیگر هفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی

مستی و حیرانیِ من زفت شد
میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میانِ شمعها
شمعوں میں وہ جوڑ تھا

کہ نیاید بر زبان و گفتِ ما
جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آسکتا

آنکه یک دیدن کند ادراکِ آں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے

سالها نتواں نمودن از زباں
زبان سے اُس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

آنکه یکدم[3] بیندش ادراکِ هوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے

سالها نتواں شنیدن آں بگوش
اُس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکه پایانے ندارد رو الیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے، جا پرے ہٹ

زانکه لا احصی ثناءً ما علیک
اسلئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعها
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا، کہ وہ شمعیں

تا چه چیز است از نشانِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیهوش و بیخویش و خراب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا

تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کاین چگونہ۔ در اصل وہ سات شمعیں اُن سات اولیاءً کا نور تھا جس کو صاحبِ باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یَھدِی مَن یَّشَاءُ۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔

[2] جیب۔ گریبان۔ اتصالاتے اُن شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔ آنکہ۔ یہ اُن کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

[3] یکدم علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اُس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لا اُحصِی۔ اُن بزرگوں کا یہ نورِ تجلیاتِ ربّ تھیں اُن کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل عجلت۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں | اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اِس حالت میں | میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

بازؔ با ہوش آمدم بر خاستم | در روش گوئی نہ سر نے پا ستم
پھر میں ہوش میں آیا، اُٹھا | رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودن آں شمعہا در نظر آں شیخ ہفت مرد

اُن شیخ کی نظر میں اُن شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد | نورِ شاں می شد بسقفِ لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے | اُن کا نور، نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوار نورِ روز دُرد | از صلابت نورہا را می ستزد
اُن نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا | شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کو مٹایا کرتا تھا

بازؔ حیراں گشتم اندر صُنعِ رب | کانچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہوگیا | تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا، کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم | تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں | کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدن آں شمعہا ہفت درخت

اُن شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت | چشم از سبزیؔ ایشاں نیکبخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہوگیا | اُن کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

زانبہی برگ پیدا نیست شاخ | برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی | میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہوگئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ | سدرہؔ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے | سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں | زیر تر از گاو و ماہی بُد یقیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی | جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخِ شاں از شاخ خنداں روئے تر | عقل ازاں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پُر رونق اور تر و تازہ تھی | ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

---

۱ باز: یعنی ہوش میں آ کر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد: نیلا یعنی آسمان۔ دُرد: گدلا۔ از صلابت: وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اُس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

۲ باز حیراں: میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم: یعنی اُن درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانبہی: پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں پتے چھپ گئے تھے۔

۳ سدرہ: سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا: یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی: مولانا نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرما دیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہوگیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں: جڑ میں تری و تازگی نہیں ہوتی لیکن اُن درختوں کی جڑ بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ کہ بر شگافیدے[1] ز زور — ہمچو آب از میوہ جستے برق نور
زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا — پانی کی طرح، نور کے کوندے پھل سے ٹپکتے تھے

مخفی بودنِ آں درختاں از چشمِ خلق
اُن درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب تر کہ بر ایشاں می گذشت — صد ہزاراں خَلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گذرتے — جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

ز آرزوئے سایہ جاں می باختند — از گلیمے سائباں می ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے — کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ — صد تُفو بر دیدہائے پیچ پیچ
وہ اُن (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے — ایسی کج آنکھوں پر سو بار تُف ہے

ختم کردہ[2] قہرِ حق بر دیدہا — کہ نہ بیند ماہ را بیند سُہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مُہر لگا دی تھی — کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرّہ را بیند و خورشید نے — لیک از لُطف و کرم نومید نے
ذرّہ کو دیکھ لیں، اور سورج کو نہ دیکھیں — لیکن لُطف اور کرم سے نا اُمید بھی نہیں

کارواں ہا بے نوا ویں میوہا — پختہ می ریزد چہ سحر ست اے خدا
قافلے مُفلس، اور یہ پھل — پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب پوسیدہ ہمی چیدند خَلق — در ہم افتادہ بہ یغما خشک حَلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چُن رہے تھے — لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[3] ہر برگ و شگوفۂ آں غصون — دمبدم یا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْن
اُن شاخوں کا ہر پتّہ اور کلی کہہ رہی تھی — ہر وقت، کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سُوئے ہر درخت — سُوئے ما آئید خَلقِ شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آرہی تھی — بد بخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد غیرت بر شجر — چشمِ شاں بستیم کَلّا لَا وَزَرْ
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی — ہم نے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانا نہیں ہے

گر کسے می گفتشاں کیں سُو روید — تا ازیں اشجار مُستسعِد شوید
اگر اُن سے کوئی کہتا تھا کہ اِس جانب جاؤ — تاکہ تم اُن درختوں سے مُنتفع ہو

[1] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایں عجب۔ لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ اُن درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ ز آرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اُن لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[2] ختم کردہ۔ اُن لوگوں کے اُن درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی نگاہوں پر مُہریں لگا دی تھیں۔ سُہا۔ بناتُ النَّعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اس قدر منوّر چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اولیاء سے ملنے کی جدّ و جہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے مُہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ امیدوار بھی ہیں۔ سیب پوسیدہ۔ یعنی علوم و اسرارِ خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریبان ہیں۔

[3] گفت۔ اُس نور کا ہر حصّہ اس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اُس کو پہچان لے اور اس کے ذریعہ راہِ نجات پر چل پڑے۔ بانگ۔ اُس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ اُنکو دعوت نہ دے اُنکی آنکھوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اُن کیلئے اب کوئی جائے

جملہ[1] میگفتند کایں مسکیں مست — از قضاء اللہ دیوانہ شدست

سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش — اللہ کے حکم سے، دیوانہ ہوگیا ہے

مغز ایں مسکیں زسودائے دراز — وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز

اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے — اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

او عجب می ماند یارب حال چیست — خلق را ایں پردہ و ضلال چیست

وہ تعجب میں رہ جاتا یا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟ — لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں باصد رائے و عقل — یک قدم آں سو نمی آرند نقل

مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے — اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شان ز اتفاق — گشتہ منکر زاینچنیں باغے و عاق

اُن میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق — ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[2] دیوانہ و حیراں شدہ — دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ

یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہوگیا ہوں — شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من — خواب بینم یا خیال اندر زمن

میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں — دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال (محض)، ہر

خواب[3] چہ بود بر درختاں میروم — میوہاشاں می خورم چوں نگروم

خواب کیا ہوتا ہے، میں درختوں پر گھوم رہا ہوں — میں اُنکے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں — کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں

پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں — کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

باکمال احتیاج و افتقار — زار زوئے نیم غورہ جاں سپار

پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود — ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

ز اشتیاق و حرص یک برگ درخت — میزنند ایں بے نوایاں آہ سخت

درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں — یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار — ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار

ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے ہٹتے ہوئے — یہ لوگ لکھو کھا

باز می گویم عجب من بیخودم — دست در شاخ خیالی در زدم

پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجیب بیہوش ہوں — ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

---

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کی جانب سے داعی کو بھی جواب ملتا ہے۔ ریاضت چونکہ اس داعی نے مشقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آگئی ہے۔ او عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر واضح علامتوں کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ عاقلاں۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] یا منم۔ منکرین کے انکار سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا بالاتفاق انکار تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ ز اشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

ہیںؒ[۱] بخواں اِسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ اے عمو — تا بظنُّوا اَنَّہُمْ قَدْ کُذِبُوْا
ہاں اے چچا! اِسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ پڑھ — ظَنُّوْا اَنَّہُمْ قَدْ کُذِبُوْا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیفِ کذب — ایں بُوَد کہ خویش بیند محتجب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا — یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

در گماں افتاد جانِ انبیاء — ز اتفاقِ منکری اشقیا
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی — بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

جَاءَہُمْ بَعْدَ التَّشَکُّکِ نَصْرُنَا — ترکِ[۲] شاں گو بر درختِ جاں برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد اُنکے پاس ہماری مدد پہنچی — اُن کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

میخور و میدہ بداں کش روزی ست — ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
کھا اور اُس کو دے جس کا مقدر ہے — ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلقِ[۳] گویاں اے عجب ایں بانگ چیست — چونکہ صحرا از درخت و بر تہی ست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟ — جبکہ جنگل، درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

گیج گشتیم از دمِ سودائیاں — کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بنگئے — کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست — یا بیابانیست یا مشکل رہیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے — یا تو جنگل ہے، یا دشوار گذار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا — چوں بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ — بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

من ہمیگویم چو ایشاں اے عجب — ایں چنیں مہرے چرا زد صنعِ ربّ
میں بھی اُن کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے — اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مُہر کیوں لگا دی ہے

قطع نظر کرے اور خود اُن غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اُٹھا اور اُن لوگوں کو فائدہ پہنچا جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموزی۔ یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[۳] خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں اُن کی دعوت دے رہا ہے۔ گیج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کہ۔ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ ضرور نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہو سکتے ہیں اللہ نے اُن کے مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

[۱] ہیں۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہو جاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَیْاَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْا اَنَّہُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَاءَہُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کذبو میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کُذِّبُوْا دال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اس قرأت پر ترجمہ یہ ہوگا۔ یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ اُنکی قوم نے انکو جھٹلایا تو اُنکے پاس ہماری مدد آپہنچی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوْا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اُن رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ اُن سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں محتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہونے لگتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا گیا سمجھنے لگتا ہے۔

[۲] ترکِ شاں یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ اُن منکروں سے

زیں[۱] تنازعہا محمدؐ در عجب
اِنہی (قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے

در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف
اِس تعجب اور اُس تعجب میں گہرا فرق ہے

تا چہ خواہد کرد سُلطانِ شگرف
دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقیؒ تیز چلا خبردار! چُپ ہوجا

چند گوئی چند چوں قحطست گوش
جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظرِ او
اُن کی نگاہ میں اُن سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقیؒ نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا

باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہوگئے

ہفت[۲] می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہوجاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے، عجیب حال تھا

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز
اِسکے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صَف بنائے ہوئے جماعت کیطرح ساز (وسامان) کئے

یک درخت از پیش مانندِ امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پسِ اُو در قیام
دوسرے اُس کے پیچھے قیام میں

آں[۳] قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قولِ حق را آں زماں
اُس وقت مجھے (اللہ تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت وَالنَّجْمُ وَشَجَر را یَسْجُدَان
فرمایا ہے: بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں
اِن درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں
اِس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

آمد الہامِ خدا کاے بافروز
خدا کا اِلہام آیا، کہ اے پُر نور!

ایں عجب داری ز کارِ ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدنِ آں ہفت درخت
اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

---

۱ زیں تنازعہا۔ اسی قسم کے جھگڑے آنحضورؐ کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف اُن کے انکار پر آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضورؐ کی دعوت پر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا۔ ایں عجب۔ یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب اِن دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے

۲ ہفت۔ اِن سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اس کیفیت کے بعد اُن سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور اُن میں سے ایک امام بن گیا۔

۳ آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو۔ نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے، اِن درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہوسکیں نہ زانو ہے کہ اُس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعدِ دیرے گشتہ آنہا ہفت مَرد — جُملہ در قعدہ پئے یزدانِ فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) ساتھ مرد بنگئے — اللہُ اَحَد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں — تا کیانند و چہ دارند از جہاں
میں آنکھیں مَلتا تھا کہ وہ ساتھ شیر (مرد) — کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من زراہ — کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب میں راستہ سے (اُن کے) قریب پہنچا — ہوش سے میں نے اُن کو سلام کیا

قوم گفتندم جوابِ آں سلام — اے دقوقیؒ مفخر و تاجِ کرام
قوم نے مجھ سے اُس سلام کے جواب میں کہا — اے دقوقیؒ بزرگوں کے لئے باعثِ فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند — پیش ازیں بر من نظر نینداختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟ — اِس سے پہلے اُنھوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیرِ من بدانستند زود — یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے — نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز — چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
اُنھوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے! — یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بر دلے کو در تحیّر با خداست — کے شود پوشیدہ رازِ چپ و راست
اُس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیّر ہے — دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم ار سوئے حقائق بشگفید — چوں ز حرف و اسمِ رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو — رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب — آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی — اُن شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی — آں ز استغراق داں نز جاہلی
کہا اگر ولی سے، کوئی نام غائب ہو — تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند ما را آرزو — ہست بر تو اقتدا اے خوبرو
اُس کے بعد اُنھوں نے کہا، ہماری تمنا — تیری اِقتدار کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من — مشکلاتے دارم از دورِ زمن
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر بعد، کیونکہ میں — زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

۱؎ بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ساتھ درخت پھر ساتھ انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ ارسلان۔ بشیر۔ چہ دارند۔ یعنی اُن کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ۔ آگاہی مفخر۔ جائے فخر۔

۲؎ بشناختند۔ چونکہ اُنھوں نے نام لیا تھا۔ فرود یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بر دلے۔ جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقام حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس پر سب مخفی باتیں منکشف ہوجاتی ہیں۔

۳؎ گفتم۔ میں نے اُن بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف اُن کا اِدراک کرتے ہیں، رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اُن کو اُس کا اِدراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام دقوقی کیسے جان لیا۔ آں ز استغراق۔ چونکہ ولی معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اِس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ اُن کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کرلینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتدا۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا شود[1] آں حل بہ صحبتہائے پاک … کز بہ صحبت روید انگورے زخاک
تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں … کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اُگتا ہے

دانۂ پُر مغز با خاکِ دُژم … خلوتی و صحبتی کرد از کرم
پُر مغز دانے نے، افسردہ مٹی کو … کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

خویشتن در خاک کُلّی محو کرد … تا نماندش رنگ و بُو و سُرخ و زرد
(دانے نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں مِلا دیا … حتیٰ کہ اُس کا رنگ بُو اور سُرخ و زرد باقی نہ رہا

از پسِ آں محو قبض اُو نماند … بر کشاد و بسط شُد مرکب براند
اُس کے بعد اُس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا … کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

پیشِ اصلِ[2] خویش چوں بیخویش شُد … رفت صورت جلوۂ معنیش شُد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا … صورت ختم ہو گئی اسکے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست … تف دل از سر چنیں کردن بخاست
اُنھوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو … اِس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبیٰ … چوں مُراقب گشتم و از خود جُدا
تھوڑی دیر کے لئے اُس برگزیدہ گروہ کے ساتھ … جب میں مراقب اور اپنے سے جُدا ہوا

ہم دراں ساعت ز ساعت رَست جاں … زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
اُسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی … کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

جملہ[3] تلوینہا ز ساعت خاستست … رَست از تلویں کہ از ساعت برَست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں … جسکو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

ساعتے بیروں شو از ساعت دِلا … تا ز چونی وارہی واز چرا
اے دل! تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا … تاکہ تو چون و چرا سے نجات پالے

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی … چوں نماند محرمِ بیچوں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا … چون ختم ہو جائیگی، تو بے چون کا محرم (راز) بنجائیگا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست … زانکہ آں سُو جُز تحیّر راہ نیست
زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے … کیونکہ اُس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

ہر نفر را ہر طویلہ خاصِ اُو … بستہ اند اندر جہانِ جُستجو
ہر شخص کو اُس کے خاص اصطبل پر … تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

---

[1] تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر اُبھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ، اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مِل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا قبض۔ سمٹاؤ۔ بسط۔ پھیلاؤ۔

[2] پیشِ اصل۔ یعنی دانے نے اپنے آپ کو مٹی میں مِلا دیا تو اُس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اُس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں یعنی اُنھوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہم دراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔

[3] جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اُس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تا ز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بنجاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذاتِ باری کیطرف راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے موکلانِ غیب مقرر ہیں کہ اُس کو اسی مقام پر رکھیں۔ طویلہ۔ اصطبل۔

مُنتصِب بر ہر طویلہ رائضے[1] — جُز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر رہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آسکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد — دَر طویلہ دیگراں سَر بر کُند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

دَر زماں آخرچیانِ چُست و خوش — گوشۂ افسارِ اُو گیرند و کَش
فوراً چست، اور ہوشیار سائیس — اُس کی پچھاڑی کا سِرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اختیارت را بہ بیں بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے — اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کُنی و دست و پا — بر کُشادستت چرا حبسی چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں — کُھلے ہوئے ہیں، تو رُکا ہوا کیوں ہے؟

رُوئے در انکارِ حافظ بُردہ — نامِ تہدیدات[2] نفش کردہ
تُو نے محافظ کے انکار کا رُخ کر لیا ہے — اُس کا نام تو نے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتنِ دقوقیؒ بامامتِ آں قوم

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اُس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں ندارد تیز دَو — ہیں نماز آمد دقوقیؒ پیش شو
اِن باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ — خبردار! نماز (کا وقت) آگیا، آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار — تا مُزیّن گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر — تاکہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

اے امام[3] چشم روشن در صلوٰۃ — چشم روشن می بباید پیشوات
اے نماز میں روشن چشم والے، امام — تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے — اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

گرچہ حافظ باشد و چُست و فقیہ — چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو — روشن چشم والا بہتر ہے خواہ اَن پڑھ ہو

کور را پرہیز نبُود از قذر — چشم باشد اصلِ پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے — بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض نافرمان، سَرکش۔ آخرچیاں۔ آخرچی، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اِس نگہبانِ غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اُس کے وجود کو اُس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کے لئے آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نامِ تہدیدات۔ یعنی تم اِس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظِ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے

[3] اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم کھلی ہوئی ہے اور امامت کیلئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشمِ روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اُس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو پلیدی را نہ بیند در عبورؔ[1]
وہ گذرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے

ہیچ مؤمن را مبادا چشمِ کور
خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کورئِ باطن بُوَد کانِ شرور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے

زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
کیونکہ اسکے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

کورِ ظاہر در نجاست ظاہر ست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے

کورِ باطن در نجاساتِ سر ست
باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے

واں نجاست باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست، بڑھتی رہتی ہے

جُز بآبِ چشم[2] نتواں شُستن آں
اسکو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جاسکتا

چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خوانده است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے

ایں نجاست نیست بر ظاہر ورا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر ملوّث نیست زیں
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے

آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بُویش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو، بیس قدم سے آتی ہے

واں نجاست بُویش از رَے تا بشام
اس نجاست کی بدبو رَے سے شام تک ہے

بلکہ بُویش آسمانہا بر رَوَد
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے

بر دماغِ حُور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ[3] میگویم بقدرِ فہمِ تُست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے

مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے

چوں سبو بشکست ریزد آب زو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو را پنج سوراخ ست ژرف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں

اندرو نے آب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

اَمرِ غُضُّوا غَضَّۃ اَبصارکُم
تونے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم

ہم شنیدی راست ننہادی تو سُم
بھی سنا، تونے صحیح کان نہ دھرا

---

[1] عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کورئِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔ کورِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

[2] جز بآبِ چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھودی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دُور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ باطنی نجاست کی بو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغۂ جنت۔

[3] آنچہ می گویم۔ میں نے جو نکتے بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھدار ملیگا تو تفصیل بیان کرونگا مجھے اسکی تمنا ہے۔ فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو۔ ایں سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواس خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کئے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہیگا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی اسیطرح اگر حواس خمسہ کی حفاظت نہ کیجائیگی تو فہم ضائع ہوجائیگی۔ اَمرِ غُضُّوا۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ اے نبی آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

ازدہانت[۱] نطق فہمت را برد — گوش چوں ریگ آبِ فہمت را خورد
تیرے منھ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کردیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت — می کشاند آبِ فہمِ مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھولدیتے ہیں

گر زدریا آب را بیروں کنی — بے عوض آں بحر را ھاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باھر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مَدخلِ اعواض را وابدال را
بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں[۲] عوضہا واں بدلہا بحر را — ازکجا آید زبعدِ خرجہا
وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زومی خورند — ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی (پانی)، اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — ازکجا دانند اصحابِ رَشَد
پھر دریا اُن بدلوں کو حاصل کرلیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصّہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص درونِ ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصّے شروع کردیئے — اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے[۳] ضیاء الحق حُسام الدینِ راد — کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد
اے عقلمند، ضیاء الحق، حسام الدین: — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنادر آمدی درجان و دل — اے دل و جان از قدومِ تو خجِل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

چند کردم مدحِ قومِ ما مضٰے — قصدِ من زانہا تو بودی اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقاضائے (طبع) سے تم ہی اُن سے میرا مقصود تھے

خانہ خود را شناسد خود دعا — تو بنامِ ہر کہ خواہی کُن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہرِ کتمانِ مدیح از نامحل — حق نہادست ایں حکایات و مثل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے — اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنادی ہیں

---

۱ ازدہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے غلط باتیں سنیگا تو فہم برباد ہوگی۔ گر ز دریا۔ اولیاء کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گھٹاؤ ہوتا ہے لیکن وہ اُس کا عوض اور بدل حاصل کرلیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ اولیاء کو یہ عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

۲ کاں عوضہا۔ بڑے دریاؤں کا پانی خرچ ہوتا رہتا ہے ابرہا۔ بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہوکر ابر بنتا ہے۔ قصّہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کردیئے۔

۳ اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارھویں شعر کے آخری مصرع برنویس سے ہے درمیان میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ۔ نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادرِ زمانہ ہے۔ خجل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہو اقتضا۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر درحدیثِ دیگراں کرتا رہوں۔ بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کیلئے اس کو کسی مثال ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ[۱] آں مدح از تو ہم آمد خجل — لیک بپذیرد خدا جہد المقل

اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے — لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف — کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف

اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے — دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مرغ و ماہی داند آں ابہام را — کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را

اس اجمال کو پرندے اور مچھلی سمجھتے ہیں — کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا برو آہِ حسوداں کم وزد — تا خیالش را بدنداں کم گزد

تاکہ حاسدوں کی آہ اُن پر نہ نکلے — تاکہ اُن کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود[۲] خیالش را کجا یابد حسود — در وثاقِ موش طوطی کے غنود

اُن کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟ — چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

آں خیالِ او بود از احتیال — موئے ابروے ویست آں نے ہلال

وہ اُس کا بناوٹی خیال ہے — وہ اُس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت — بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت

میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا — اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقیؒ بامامت آں قوم غیبی

اُس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقیؒ کا آگے بڑھنا

در تحیات[۳] و سلامِ صالحین — مدحِ جملہ انبیا آمد عجین

التحیات اور نیکوں پر سلام میں — سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ — کوزہا در یک لگن در ریختہ

سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی — پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست — کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست

اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے — اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں ہیں

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود — بر صُوَر و اشخاص عاریت بود

سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے — صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

صُوَر۔ اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسب فیض کر لیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح ہو جاتی ہیں۔

---

۱ گرچہ۔ میری تعریفیں تیرے مرتبے سے کم ہیں۔ کسرہ۔ روٹی کا ٹکڑا ایک گدا سے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرما لیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ۔ اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام۔ یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں اُن سے مقصود ... ضیاء الحق ہیں۔ تا برو ضیاء الحق کا نام صراحتہً اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد اُن پر حسد نہ کریں۔

۲ خود خیالش۔ ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آسکتا۔ اُنکے تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ احتیال۔ اُن حاسدوں کے ذہن میں... ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آجاتا ہے پنج یعنی پانچوں حواس۔ ہفت یعنی ساتوں آسمان۔

۳ در تحیات۔ التحیات میں جب کوئی السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو اُس میں مجملاً سب انبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح۔ حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند　　لیک بر پنداشت گمرہ[1] می شوند

(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟　　لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے　　حائط آں انوار را چوں رابطے

جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے　　(اور) دیوار اُن نوروں کے لئے واسطہ ہے

لاجرم چوں نور سوئے اصل راند　　ضال مہ گم کرد و ز استائش بماند

لامحالہ جب نور اصل کی طرف سمٹ جائے　　گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رُک گیا

یا ز چاہے عکس ماہے وا نمود　　سر بہ چہ می کرد و آں را می سُتود

یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا　　کنویں میں سر جھکایا اور اُس کی تعریف کر رہا ہے

در حقیقت مادحِ ماہ ست او　　گرچہ جہل او بعکسش کرد رُو

حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے　　اگرچہ اُسنے نادانی سے عکس کی طرف مُنہ کر رکھا ہے

مدحِ او مہ راست نے آں عکس را　　کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا

اُسکی تعریف چاند کیلئے ہے، نہ کہ عکس کے لئے　　جب معاملہ غلط ہو گیا، کفر ہو گیا

کز شقاوت[2] گشت گمراہ آں دلیر　　مہ ببالا بود او پنداشت زیر

کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے　　چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

زیں بتاں خلقاں پریشاں می شوند　　شہوتے رانده پشیماں می شوند

ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں　　شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے رانده است　　در حقیقت دور تر وا مانده است

کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے　　درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

با خیالے[3] میلِ تو چوں پر بود　　تا بداں پر بر حقیقت بر شود

خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے　　تاکہ تو اُس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

چوں براندی شہوتے پرت بریخت　　لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت

جب تونے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا　　تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں　　تا پرِ میلت برد سوئے جناں

پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر　　تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لیجائے

خلق پندارند عشرت می کنند　　بر خیالے پر خود بر می کنند

لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں　　ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گمراہ۔ اگر کوئی اُن صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ ہمچو نور۔ دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اسکی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی نہ ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اُس کی گمراہی ہے۔ یا ز چاہے پانی میں جو عکس ہے اسکی تعریف چاند کی تعریف ہے گرچہ۔ اگر کوئی بالکلیہ اصل تعریف اُس عکس کی کرے تو اُس کی گمراہی ہے۔

[2] کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اُسکی بدبختی ہے۔ زیں بتاں۔ یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔ خیالے۔ یعنی عارضی حُسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

[3] با خیالے۔ خیالِ معشوق سے اگر عشق بھی ہو تو وہ حقیقت تک پہنچنے کیلئے ہو جیسا کہ کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَةُ ... اَلْحَقِیْقَةِ۔ عشقِ مجازی حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق ایک پر ہے اُس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ خلق۔ لوگ عشقِ مجازی میں شہوت رانی کر کے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کر دیتے ہیں۔

وامؔ دارِ شرحِ ایں نکتہ شُدم | مہلتم دہ مُعسرم زاں تن زدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہوگیا ہوں | میں مُفلس ہوں مجھے مہلت دے اِسی لئے میں خاموش ہوگیا ہوں

باز گشتم زانکہ شُد قصہ دراز | وقت تنگ و قوم موقوفِ نماز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہوگیا | وقت تنگ ہے، اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اِقتدا کردنِ آں قوم از پسِ دقوقیؒ
اُس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اِقتدا کرنا

پیش در شُد آں دقوقیؒ در نماز | قوم ہمچوں اطلسِ آمد اُو طراز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے | قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اِقتدا کردند آں شاہاں قطار | در پئے آں مُقتدائے نامدار
اُن شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی | اُس نامدار، مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شُدند | ہمچو قرباںؔ از جہاں بیروں شُدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے | قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم | کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شُدیم
اے امام! تکبیر کے معنیٰ یہ ہیں | کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقتِ ذبح اللہ اکبر میکُنی | ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کُشتنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے | اِسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

ق

گوئی اللہ اکبر واں شوم را | سر ببر تا وا رہد جاں از فنا
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اُس بدبخت کا | سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تنؔ چوں اسماعیلؑ و جاں ہمچوں خلیلؑ | کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
جسم اسمٰعیلؑ کی طرح اور روح خلیل اللہؑ کی طرح ہے | روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کُشتہ تن ز شہوتہا و آز | شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں، اور حرص سے مُردہ ہوگیا | بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہوگیا

چوںؔ قیامت پیشِ حق صفہا زدہ | در حساب و در مُناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کیطرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں | حساب اور سوال وجواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز | بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں | قیامت میں سیدھے کھڑے ہونیوالوں کی طرح

لہ وامؔ - اِس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتا دیجائیگی۔ مُعسرم - تنگ دست مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔ قوم - یعنی وہ غیبی قوم بمنزلہ ریشمین کپڑے کے تھی اور دقوقیؒ اُس کے نقش و نگار کی طرح تھے۔ چونکہ - جیسے ہی اُن بزرگوں نے تکبیر تحریمہ پڑھی دنیا و مافیہا سے غافل ہوگئے۔

لہ ہمچو قرباںؔ - قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہکر چھری چلادی جاتی ہے تو وہ اِس دنیا سے منقطع ہوجاتا ہے۔ معنیِ تکبیر - تکبیر تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربارِ خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گوئی - لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفسِ آمارہ کو ذبح کر ڈالو۔

لہ تنؔ چو اسماعیلؑ - تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے بناؤ اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہؑ کے بناؤ۔ گشت کُشتہ - اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مُردہ ہوجانا چاہیئے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم بسمل سر بُریدہ ہوجانا چاہیئے۔ چوںؔ قیامت - نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہونگے اور حساب کتاب اور سوال و

حق[1] ہمیگوید چہ آوردی مرا — اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ — اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

عمرِ خود را در چہ پایاں بُردہ — قُوت و قوّت در چہ فانی کردہ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟ — روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوہرِ دیدہ کجا فرسُودہ — پنج حس را در کجا پالودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟ — پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

چشم و گوش و ہوش و گوہرہائے عرش — خرچ کردی چہ خریدی تو ز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں — تو نے (انکو) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند — من بہ بخشیدم ز خود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے (جیسے دیئے) — وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

ہمچنیں پیغامہائے دردگیں — صد ہزاراں آید از حضرت چنیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام — دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در[2] قیام ایں گفتہا دارد رجوع — وز خجالت شد دوتا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں — شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہوجاتا ہے

ایستادن را نماندہ قوّتے — در رکوع آمد ز شرمِ اُو ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی — وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہوجاتا ہے

قوّتِ استادن از خجلت نماند — در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی — شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

باز[3] فرماں در رسد بردار سر — از رکوع و پاسخِ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے، سر اٹھا — رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

سر بر آرد از رکوع اُو شرمسار — باز اندر رُو فتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے — پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر — از سجود و وادِہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا — سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

سر بر آرد اُو دگر رہ شرمسار — اندر افتد باز در رُو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے — پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

---

[1] حق ہمی گوید - اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوّت۔ میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواسِ خمسہ دیئے ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے اُن کو کس کام میں لایا ہے۔

[2] در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جاتا گویا شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی، کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہوکر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے

[3] باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اُٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہوجاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اُٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھالیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برآر و باز گو | کہ بخواہم جُست از تو مُو بمُو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے، سَر اُٹھا اور بتا | میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوّتِ پا ایستادن نبودش | کہ خطابِ ہیبتے بر جاں زدش
اُس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے | کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اُس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بارِ گراں | حضرتش گوید سخن گو با بیاں
اُس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے | اللہ (تعالیٰ) اُس سے فرماتا ہے مفصّل بات کہہ

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بُود | دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سُود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟ | میں نے تجھے سرمایہ دیا اُس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بُود او را نہ سُود | شافعے خواہد کہ گوید عذر زُود
چونکہ اُس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع | (اسلئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذر خواہی کرے

بیانِ اشارتِ سلام سُوئے دستِ راست در قیامت از ہیبتِ محاسبۂ حق تعالیٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت خواستن

اللہ تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدستِ راست آرد در سلام | سُوئے جانِ انبیاء و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رُخ کرتا ہے | انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند | اِستعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے | اِستعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم | سخت در گِل ماندہ اش پائے و گلیم
یعنی اے شاہو! (شفاعت کرو) کیونکہ یہ کمینہ | اُس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

انبیاء گویند روزِ چارہ رفت | چارہ آنجا بُود و دست افزار زفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا | تدبیر اور کافی سامان وہاں (دنیا میں) تھا

مُرغِ بیوقتی تو اے بدبخت رَو | ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
تو مرغِ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا | ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رُو بگرداند بسُوئے دستِ چپ | در تبار و خویش گویندش کہ خپ
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے | خاندان اور اپنوں میں سے اُس سے کہتے ہیں کہ مکّار

---

۱ باز گوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اُس کو حکم ملتا ہے کہ سَر اُٹھا اور جواب دے تو اُس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ نعمتت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالیٰ اُس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اُس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چوں نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اُس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر سفارش کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے

۲ بیان۔ یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کراماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے۔

۳ یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اُس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء اُس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اِس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے۔ رُو بگرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب سلام کر کے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے۔

ہین[1] جواب خویش گو با کردگار　　ما کرایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے　　ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

نے ازیں سُو نے ازاں سُو چارہ شُد　　جانِ آں بیچارہ دِل صد پارہ شُد
(جب) نہ ادھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی　　اُس بے چارے کی جان سَو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شُد مسکیں کیا　　پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہوگیا　　تو دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا　　اوّل و آخر توئی و منتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہوگیا ہوں　　اوّل اور آخر تو ہی ہے، اور (تو ہی) منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت در رسد　　گردد اُو ایمن زحبلٍ مّن مّسد
(اب) اُمید ہے کہ مہربانی ہوجائے　　وہ مُو نجھ کی رسّی سے محفوظ ہوجائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں　　تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں اِن اچھے اشاروں کو سمجھ لے　　تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ یہ یقیناً ہوگا

معنیٔ[2] تسلیم ایں اے مقتدی　　کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنیٰ ہیں　　کہ (اے) اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل

ہر چہ فرمائی تو منقادیم ما　　با قضائے[3] جرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں　　کہہ دے، جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

بچّہ بیروں آر از بیضۂ نماز　　سر مزن چوں مرغِ بے تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے بچّہ باہر نکال　　بغیر تعظیم اور ادب کے مُرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

شنیدنِ آں دقوقی رح در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقی رح کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقی رح در امامت کرد ساز　　اندر آں ساحل درآمد در نماز
دقوقی رح نے امامت شروع کردی　　اسی ساحل پر اُنھوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پئے اُو در قیام　　اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی)　　زہے! اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد　　چوں شنید از سوئے دریا داد داد
اچانک اُن کی نگاہ دریا کی جانب پڑی　　جب دریا کی جانب سے انھوں نے فریاد فریاد سُنا

۱ه ہین۔ رخنہ دار بھی اُس کو مایوس کر دیتے ہیں۔ نے ازیں سُو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہوجاتا ہے تو اب دل شکستہ ہوکر دربار خداوندی میں دستِ دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہوکر تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اُمید پڑتی ہے کہ خدا اُس پر رحم کردے اور اُس کی گلو خلاصی ہوجائے۔

۲ه معنیٔ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کیلئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

۳ه با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔ بچّہ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے اُن سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ اینت۔ زہے، یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ داد داد یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

درمیان موج دید او کشتئے — در قضا و در بلا و زشتئے
اُنھوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی — قضا میں، اور بلاؤں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موج عظیم — آن سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی، اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی — تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست — موجہا آشوفت اندر چپ و راست
مَلک الموت کی طرح تیز ہوا اُٹھی — (جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہل کشتی از مہابت کاستہ[۱] — نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے — نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند — کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے — کافر اور بددین سب مخلص ہو گئے تھے

با خدا[۲] با صد تضرع آں زماں — عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
اُس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے — دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ — روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ بھی، کہ کبھی — اُنکے مُنھ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

گفتہ کہ بیفائدہ ست ایں بندگی — آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے — اُس وقت اُس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید ببریدہ تمام — دوستان و خال و عمّ و باب و مام
سب، سب سے اُمید منقطع کر چکے تھے — دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد[۳] و فاسق شدہ آں دم متقی — ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اُس وقت متقی ہو گئے تھے — جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست — حیلہا چوں مُرد ہنگام دعاست
اُنکے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے — تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دعا ایشان و در زاری و آہ — بر فلک زیشاں شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے — اُنکی (آہوں کا) کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بین بین — بانگ زد کائے سگ پرستاں علتین
شیطان اُس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا — پکار کر اے کتے کے پرستارو! دُہرا نقصان ہے

---

۱ کاستہ یعنی دبے بھنچے ہوئے۔ کافر ملحد مشہور ہے۔ ع جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا قرآن نے بھی کہا ہے کہ ایسی حالت میں سب مخلص بنجاتے ہیں۔

۲ با خدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص بنجاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید جن لوگوں نے تمام عمر بھی سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہوجاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۳ زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا حیلہا۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہو جانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ اُنکی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکار جوں کہ شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبراتا ہے اور اُن کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ دو خرابیوں میں مبتلا ہوجاؤ گے توبہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان اُن کو گھور رہا تھا۔

مرگ و جسک[۱] اے اہلِ انکار و نفاق — عاقبت خواہد بُدن ایں اتفاق

اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد — انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہوگا

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص — کہ شوید از بہرِ شہوت دیوِ خاص

خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہوگی؟ — کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ

یادِ تاں ناید کہ روزے در خطر — دستِ تاں بگرفت یزداں از قدر

تمھیں یاد (بھی)، نہ آئے گا کہ خطرے کے دن — قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک — ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک

شیطان کی یہ آواز آرہی تھی، لیکن — اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

راست[۲] فرمودست با ما مصطفےٰؐ — قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا

ہم سے مصطفےٰؐ نے سچ فرمایا ہے — جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت — عاقل آں بیند ز اول مرتبت

کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا — عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کارہا ز آغاز گر غیب ست و سر — عاقل اول دید و آخر آں مُصر

کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے — عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر مُصر) نے آخر میں

اولش پوشیدہ باشد و آخر آں — عاقل و جاہل ببیند در عیاں

اُسکے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے، اُسکو آخر میں — عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود — حزم را سیلاب کے اندر ربود

اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے — (تو) احتیاط کو سیلاب کب بہالے گیا ہے؟

تصوراتِ مردِ حازم
محتاط انسان کے خیالات

حزم[۳] چہ بود بدگمانی در جہاں — دمبدم دیدن بلائے ناگہاں

احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی — لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید — مرد را بربود و در بیشہ کشید

اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا — اسنے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

او چہ اندیشد دراں بردن ببیں — تو ہماں اندیش اے استادِ دیں

اُس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے، غور کر — اے دین کے استاد، تو بھی وہی سوچ

---

[۱] جسک: جیم کے زبر کے ساتھ، درد، رنج۔ چشمِ تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم نہ کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی۔ نشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کیلئے ہے۔

[۲] راست۔ اس واقعہ سے آنحضورؐ کے قول کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتداءِ کار میں کر گزرتا ہے کشتی نشین عشاق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ۔ مشہور ہے۔ آنچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابیٔ بسیار۔ مُصر۔ اپنی جہالت پر مُصر۔ گر نہ بینی۔ اگر ایک عام آدمی غیبی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا رہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

[۳] حزم۔ احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔ آنچنانکہ۔ حزم کے معنی اس مثال سے سمجھ لو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر چپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملہ سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

۱ھ می کشد شیرِ قضا در بیشہا — **جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا**

قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لیجا رہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خَلق — **زیرِ آبِ شور رفتہ تا بہ حَلق**

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — (گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں — **گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں**

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے اُن پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں از خوف غم در عینِ غم — **در پئے ہستی فتادہ در عدم**

وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

دُعا و شفاعت دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اُس کشتی کی نجات کیلئے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں ۲ھ قیامت را بدید — **رحمِ اُو جوشید و اشکِ اُو دوید**

دقوقیؒ نے جب اُس قیامت کو دیکھا — اُن کا رحم جوش میں آیا اور اُن کے آنسو بہہ پڑے

گفت یا رب منگر اندر فعلِ شاں — **دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں**

فرمایا اے خدا! اِن کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہِ نیک نشان! اِن کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — **اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر**

اُنہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے (وہ ذات) کہ تیرا دستِ (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیمِ سرمدی — **در گذار از بدسگالاں ایں بدی**

اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بدعقیدہ لوگوں کی اِس بدی سے درگزر کر

اے ۳ھ بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش — **بے زِ رشوت بخش کردہ عقل و ہوش**

اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں — عقل و ہوش بھی، رشوت سے نہیں بخشتے ہیں

پیش زاستحقاق بخشیدہ عطا — **دیدہ از ما جُملہ کفران و خطا**

مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — **تو توانی عفو کردن در حریم**

اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — حرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم — **ویں دعا را ہم ز تو آموختیم**

ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپکو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

۱ھ می کشد لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیرِ قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے۔ آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اسقدر اُسکے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنیوالے خدا سے اِس طرح ڈریں تو اُنپر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عینِ غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور محتمل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔

۲ھ آں قیامت یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال۔ شاں۔ یعنی کشتی میں سوار گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگال۔ بدعقیدہ۔

۳ھ اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرما دیئے ہیں۔ جریم بجرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر ہمارا دعا مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے۔

حرمت آں کہ دعا آموختی
اِس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے

در چنیں ظلمت[1] چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیر و رہنما توفیق دہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما

جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
خطا بخش دے، اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دعا
دعا اُن کے الفاظ میں اِس طرح جاری تھی

آں زماں چوں مادرانِ باوفا
اُس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک می رفت از دو چشمش و آں دعا
اُن کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور وہ دعا

بیخود از وے می بر آمد بر سما
بے خودی میں اُن سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست
بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے

آں دعا زو نیست گفتِ داور ست
وہ دعا اُن کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دعا حق میکند چوں او فنا ست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں تھے وہ دعا اللہ فرماتا ہے

آں دعا و آں اجابت از خدا ست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسطہ[2] مخلوق نے اندر میان
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے

بیخبر زاں لابہ کردن جسم و جان
اُس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بردبار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے

خوئے حق دارند در اصلاح کار
معاملہ کی اِصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خُو اختیار کر لیتے ہیں

مہربان بے رشوتاں یاریگراں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)

مشفقاں و مستعاں غمخوار گاں
مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحم[3] دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)

در مقامِ سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا
اے مصیبت زدہ! اِس قوم کو تلاش کر لے

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی اُنکو غنیمت سمجھ

رست کشتی از دمِ آں پہلوان
اُس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی

و اہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے

بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

---

[1] ظلمت یعنی خطا کاری۔ چراغ۔ یعنی دعا کی تعلیم ہمچنیں۔ جس طرح ماں بے چین ہو کر بچے کے لئے دعا کرتی ہے دقوقیؒ کی یہی حالت تھی۔ بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مصروف تھے کہ اُن کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بیخود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنا فی اللہ ہے اِسلئے وہ دعا اُس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اسکی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] واسطہ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور اُنکی حالت بھی یہی ہو جاتی ہے کہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

[3] از ترحم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے سفارشی اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ یعنی اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیئے۔ رست کشتی۔ کشتی دقوقیؒ کی دعا سے بچی، کشتی والے سمجھے کہ اُن کی قوتِ بازو سے بھنور سے نکلی۔

پا رہاند[1] روبہاں را در شکار
شکار میں لومڑیوں کو، پاؤں بچاتے ہیں

واں زدُم دانند روباہاں غرار
وہ دھوکے میں مبتلا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا با دُم خود بازند کیں
وہ دُم سے محبت کرتی ہیں، کہ اُس نے

میرہاند جانِ ما را از کمیں
ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند
نادانی سے دُم کو چومتی ہیں

رقص گیرند و زشادی بر جہند
ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

رُوبہا پا را نگہدار از حجر
اے لومڑی! پتھر سے پاؤں کا بچاؤ کر

پا چو نبُود دُم چہ سُود اے خیرہ سر
اگر پاؤں نہ ہو تو اے بیوقوف! دُم سے کیا فائدہ ہے

ما چو روباہیم پائے ما کرام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں

می رہاند ماں ز صد گوں انتقام
ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلۂ باریکِ ما چوں دُمِ ماست
ہماری نازک تدبیر ہماری دُم کی طرح ہے

عشقہا بازیم با دُم چپ و راست
ہم دائیں بائیں سے دُم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دُم ہلاتے ہیں

تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر
تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہوجائیں

طالبِ حیرانیِ خلقاں شدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں

دست طمع اندر اُلوہیت زدیم
ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا بافسوں[2] مالکِ دلہا شویم
تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں

ایں نمی بینیم ما کاندر گویم
ہم یہ نہیں دیکھتے، کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و در چہی اے قلتباں
اے بے غیرت: تو گڑھے اور کنوئیں میں ہے

دست وا دار از سبالِ دیگراں
دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے

بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش
اُسکے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

اے مقیمِ[3] حبسِ چار و پنج و شش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم

نغز جائے دیگراں را ہم بکش
کیا اچھی جگہ ہے، دوسروں کو بھی کھینچ لے

---

[1] پا رہاند۔ اسکی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دُم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں مبتلا۔ کمین۔ شکاری کی گھات۔ روبہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اُس کی حفاظت کرو۔ خیرہ سر۔ بددماغ۔ کرام۔ یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بزرگانِ دین ہیں۔ حیلۂ باریک۔ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں اُنکی مثال لومڑی کی دُم کی سی ہے جس کو اُس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہوجائیں۔ طالب۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کرکے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا کہ اُن کو مرعوب کرکے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تا بافسوں۔ ان مکاریوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو مُعتقِد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو مُعتقِد بنا کر اُس مقام پر کھینچ لا۔

[3] اے مقیم۔ جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اُسکی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور علویات سے اُس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

اے[۱] چو خر بندہ حریفِ کونِ خر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے

بوسہ گاہے یافتی ما را ببر
تو نے اچھی بوسہ گاہ پالی ہے، ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگیِ دوست دست
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے

میلِ شاہی از کجایت خاستست
تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں

بستہ در گردنِ جانت زہے
تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُوبہا ایں دُمِ حیلت را بہل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دُم کو چھوڑ دے

وقف کُن دل بر خداوندانِ دل
دل والوں پر دل کو وقف کر دے

در[۲] پناہِ شیر کم ناید کباب
شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہو

رُوبہا تو سُوئے جیفہ کم شتاب
اے لومڑی! تو مُردار کی طرف نہ دوڑ

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی
اے پیارے! تو اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا

کہ چو جُزوے سُوئے کُل خود رَوی
جبکہ تو جُزو کی طرح اپنے کُل کی طرف چلا جائیگا

حق ہمی گوید نظر ماں بر دلست
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے

نیست بر صورت کہ آں آب و گِلست
صورت پر نہیں ہے، کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہو

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست
تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے

دل[۳] فرازِ عرش باشد نے بہ پست
دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہو نہ کہ پستی میں

در گِلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست
کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے

لیک ازاں آبت نشاید آبدست
لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ گر آبست مغلوبِ گِلست
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے

پس دلِ خود را مگو کایں ہم دلست
تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلے کز آسمانہا برترست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے

آں دلِ ابدال یا پیغمبرست
وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گِل صافی شدہ
وہ پاک ہوگیا ہے مٹی سے صاف ہوگیا ہے

در فزونی آمدہ وافی شدہ
ترقی میں آکر بھرپور ہوگیا ہے

---

۱ اے چو۔ جب تک انسان عالمِ سفلی میں پھنسا ہے تو اسکی مثال اُس گدھے والے کی سی ہو جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اُسکو گدھے کی مقعد سے قرب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کونسی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہ ہے۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ زہے۔ پہلے مصرع میں بمعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ بمعنی کمان کا چلہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی تانت کا پھندا۔

۲ در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیروں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہو جائیگا۔ جُزوی یعنی تیرا دل ناقص ہے کُل یعنی اولیاء کا دل۔ حق ہمی گوید۔ بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر رکھتے ہیں، لیکن دراصل تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر بن سکے۔

۳ دل۔ بیشک دل میں یہی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالمِ مجردات کی چیز ہے اگر وہ آب و گِل میں مبتلا ہے تو پھر اُس میں اور صورت میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔ در گِل۔ جو دل آب و گِل سے آلودہ ہے اسکی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آسکتا، اسی طرح آلودہ دل 'دل' نہیں ہے۔ زانکہ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل 'دل' نہیں ہے۔ آں دلے جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالاتر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا نہ سمجھ اور اولیاء سے جُڑ جا۔

ترکِ ۵۱ گل کردہ سوئے بحر آمدہ — **رستہ از زندانِ گل بحرے شدہ**

مٹی کو چھوڑ کر، سمندر کی طرف آ گیا ہے — وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ما محبوسِ گل ماندست ہیں — **بحرِ رحمت جذب کن ما را زطیں**

خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے — اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے جوس لے

بحر گوید من ترا در خود کشم — **لیک می لافی کہ من آبِ خوشم**

سمندر کہتا ہے، میں تجھے کھینچ لوں — لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لافِ تو محروم میدارد ترا — **ترکِ آں پندار کن در من درآ**

تیری شیخی، تجھے محروم رکھتی ہے — اس غرور کو چھوڑ دے، میرے اندر آجا

آبِ گل خواہد کہ در دریا رود — **گل گرفتہ پائے آب و می کشد**

مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے — مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اسکو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گل — **گل بماند خشک و او شد مستقل**

اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے — مٹی خشک رہ جائے، وہ مستقل بن جائے

آں کشیدن ۵۲ چیست از گل آب را — **جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را**

مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟ — تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں — **خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں**

اسی طرح دنیا کی ہر شہوت — خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن — **خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن**

خواہ باغ، اور سواری، اور تلوار اور ڈھال — خواہ سلطنت، اور گھر، اور اولاد، اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کند — **چوں نیابی آں خمارت میزند**

ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے — جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کرتی ہے

ایں خمارِ ۵۳ غم دلیلِ آں شدست — **کہ بداں مفقود مستی اَت بُدست**

یہ غم کی اینٹھن، اس کی دلیل ہے — کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر — **تا نہ گردد غالب و بر تو امیر**

قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے — تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحبدلم — **حاجتِ غیرے ندارم واصلم**

تو نے اسکے سرکشی کی کہ میں (خود) صاحب دل ہوں — مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود) واصل (بحق) ہوں

---

۵۱ ترکِ گل - اولیاء اور انبیاء کے دل عالمِ ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں، سوئے بحر یعنی بحرِ وحدت - آبِ ما، یہاں مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ زطیں یعنی عالمِ ناسوت - بحر گوید - اولیاء عوام کے دل کو اپنی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی انانیت مانع بنتی ہے - آں پندار یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گل یعنی عوام کا دل اولیاء کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالمِ ناسوت کی لذتیں مانع بنتی ہیں۔ گر رہاند - دل کو مصفّٰی بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذِ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

۵۲ آں کشیدن مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسکی وجہ عالمِ ناسوت کی لذتیں ہیں۔ ہمچنیں، صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مصفّٰی ہونے کے لئے مانع ہے۔ ہر یکے - دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور شراب کا کام کرتی ہے چنانچہ دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہونے سے وہ اینٹھن پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

۵۳ ایں خمار لذائذِ دنیوی نہ حاصل ہونے سے بدن میں اینٹھن پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدرِ ضرورت استعمال کیا جائے انکی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی - اولیاء سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو

اپنے کمال کا مدعی ہو جاتا ہے

آنچناں ۱۵ کہ آب در گِل سر کشد — کہ منم آب و چرا جویم مدد

(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے — کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی — لاجرم دل ز اہلِ دل برداشتی

تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے — اسی لئے تو لامحالہ صاحبِ دل سے دل برداشتہ ہے

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں — کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں

(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے — جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست — ہر خوشے را آں خوش از دل حاصل ست

دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا عکس ہے — ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس ۲۵ بود دل جوہر و عالم عرض — سایۂ دل چوں بود دل را غرض

تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عرض — دل کا سایہ، دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دلے کو عاشقِ مال ست و جاہ — یا زبونِ ایں گِل و آبِ سیاہ

وہ دل جو مال، اور مرتبہ کا عاشق ہے — یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات او — می پرستد شاں برائے گفتگو

یا اُن خیالات سے (مغلوب ہے) اندھیرے میں — جنکو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو دل ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نور — دل نظر گاہِ خدا وانگاہ کور

دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے — دل خدا کا مطلع نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام — در یکے باشد کدامست آں کدام

لاکھوں خاص اور عام (انسانوں) میں دل نہیں ہوتا ہے — کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون؟

ریزۂ دل را بہل دل را بجو — تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو

دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر — تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل ۳۵ محیط ست اندریں خطہ وجود — زر ہمی افشاند از احسان و جود

اس عالمِ وجود میں دل ایک سمندر ہے — احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار — میکند بر اہلِ عالم ز اختیار

اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور — کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

۱۵ آنچناں۔ عالمِ ناسوت میں پھنسنے کے باوجود اصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ خود روا داری تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہے اگر دل میں لذت ہے تو اس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

۲۵ پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں ہیں تو دل کا مقصود خود اس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دلے جو دل دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے۔ کدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے اُن سے وابستگی کر لے تیرا ریزہ پہاڑ بن بن جائے گا۔

۳۵ دل۔ یعنی اولیاء کا دل

ہرکرا [50] دامن دُرست ست و مُعَد | آں نثارِ دل برآنکس میرسد
جس کا دامن دُرست اور تیار ہے | دل کا وہ نچھاور اُس کو پہنچتا ہے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور | ہیں مَنِہ در دامن آں سنگِ فجور
تیرا دامن، نیازمندی اور حاضری ہے | خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا ندرّد دامنت زاں سنگہا | تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ اُن پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے | خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

سنگ [51] پر کردی تو دامن از جہاں | ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں
تو نے دنیا میں، دامن پتھروں سے بھر لیا | بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبُود | دامنِ صدقت درید و غم فزُود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا | اُس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا گیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ | تا نگیرد عقل دامنشان بچنگ
بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟ | جب تک عقل چنگل سے اُن کا دامن نہ تھام لے

پیر [53] عقل آمد نہ آں موئے سفید | مُو نمی گنجد دریں بحث و اُمید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال | اِس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دُعا و شفاعتِ دقوقی و ناپیدا
ان لوگوں کا دقوقی رح کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں

شُدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقی رح کہ ایشاں
اُن کا غائب ہوجانا اور دقوقی رح کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے

بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند
گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام | شُد نماز آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پاگئی اور مقصد تک پہنچ گئی | اُن لوگوں کی نماز بھی پوری ہوگئی

فجفجے اُفتاد شاں باہمدگر | کیں فضولی را کہ کرد از ما ز شر
اُن میں آپس میں کھس پھس ہوئی | کہ شرارت کیوجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے باہمدگر گفتند سر | از پسِ پشتِ دقوقی مُستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا | دقوقی رح کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

[50] ہرکرا۔ جو اپنا درست دامن پھیلائے گا اُس کے دامن میں وہ سونا آجائیگا۔ دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ اولیاء کی جناب میں نیازمندی اور حاضری مُراد ہے۔ ہیں مَنِہ۔ پہلے شعر میں درست دامن کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کرے۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیئے۔

[51] سنگ۔ دنیادار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اُس دنیادار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبُود۔ اِس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیادار بھی پورا بالغ ہے جسکو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

[53] پیر یعنی پیر بمعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو۔ اگر محض بال سفید ہیں تو اُسکو پیر نہیں کہا جاسکتا۔ مُو یعنی بزرگی اور پیری میں بالوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بکام۔ یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجفجے۔ کھُس پھُس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اُس کو اختیار نہ تھا، وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جسکی وجہ سے کشتی بھی بچ گئی

اُن بزرگ نے [illegible]

گفت ہر یک من نکردستم کنوں | ایں دُعا نے از بروں نے از درُوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب | یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

گفت مانا[1] کایں امام ما ز درد | بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
کہا یقیناً ہمارے اِس امام نے درد کی وجہ سے | فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

گفت آں دیگر کہ اے یارانِ یقیں | مر مرا ہم مینماید ایں چنیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً | مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

اُو فضولی بودہ است از انقباض | کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے | اُس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

چوں[2] نگہ کردم پس تا بنگرم | کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
اِس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں | یہ اہلِ کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یک از ایشاں را ندیدم در مقام | رفتہ بودند از مقامِ خود تمام
موقع پر میں نے اُنہیں سے ایک کو بھی نہ دیکھا | اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر | چشمِ تیزِ من نشُد بر قوم چیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر، نہ نیچے | (اُس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

دُرہا بودند گوئی آب گشت | نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے | نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در[3] قبابِ حق شدند آں دم ہمہ | در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ سب اُس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے | وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

در تحیّر ماندم کایں قوم را | چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
میں حیرانی میں پڑ گیا، کہ اس قوم کو | اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

آنچناں پنہاں شُدند از چشمِ اُو | مثلِ غوطہ ماہیاں در آبِ جُو
وہ اُن کی آنکھوں سے اِس طرح چھپ گئے | جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند | عمرہا در شوقِ ایشاں اشک راند
وہ سالوں اُن کی حسرت میں رہے | ایک عرصہ تک اُن کے شوق میں روتے رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر | کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
تو کہے گا، مردِ خدا، نگاہ میں | خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

---

۱ مانا۔ تحقیقاً۔ بوالفضول۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض۔ یعنی کشتی کے ڈوبنے سے اُسکو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

۲ چوں نگہ۔ یعنی دقوقیؒ نے کہا۔ اہلِ کرم۔ یعنی وہی مقتدی۔ نے بچپ۔ یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا، اُنکو کہیں نہ پایا۔ آب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جاکر گم ہوگئے۔ گردے۔ چلنے سے گرد اُٹھتی ہے۔

۳ در قباب۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قریب خیموں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ دقوقیؒ کی آنکھوں سے اِس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ دقوقیؒ اُن کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ دقوقیؒ کے اُن بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریگا کہ دقوقیؒ جبکہ بزرگ تھے تو اُن انسانوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر[1] ازیں می خسپد اینجا اے فلاں　　کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اِس مقام پر گدھا اِس لئے سوجاتا ہے　　کہ تونے اُن کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام　　کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام
اے ناقص انسان! کام اِسی وجہ سے تباہ ہوا　　کہ تونے اُنکو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

تو[2] ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعیں　　گفت من از آتشم آدمؑ ز طیں
تونے وہی دیکھا، جو ملعون شیطان نے　　کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدمؑ مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند　　چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کرلے　　صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا، کتنا؟

اے دقوقیؒ بادو چشمِ ہمچو جُو　　ہیں مبر امید وایشاں را بجُو
اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے　　خبردار مایوس نہ ہو، اور اُن کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت جُستن ست　　ہر گشادے در دل اندر بستن ست
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے　　ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ　　کُو و کُو می گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہوکر　　فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کوکو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے محتجب　　کہ[3] دعا را بست حق بر استجب
اے محجوب! اِس میں اچھی طرح غور کر　　کہ اللہ نے اَستجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال　　آں دعایش می رود تا ذوالجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہوگیا　　اُس کی دعا اللہ (تعالیٰ) تک پہنچتی ہے

باز شرح کردنِ حکایتِ آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السلام و مستجاب شدنِ دعائے اُو

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنیوالے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اُس کی دعا کا قبول ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر　　روز و شب میکرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر　　دن، رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال　　بے شکار و کسب و رنج و انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا　　بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

[1] خر زخسپیدن یعنی دُہری غفلت اور غلطی ہونا کہ بشر۔ یعنی مُعترض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ اُن کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فنا فی اللہ تھے تو وہ خواصِ بشری سے مُعرّیٰ اور روحِ محض تھے۔

[2] تو ہماں۔ ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اُس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدمؑ کی صورتِ ظاہری کو دیکھا اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے دقوقیؒ مولانا فرماتے ہیں مُعترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقی تم اِس کی پروا نہ کرو اور اُن بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجُو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کوکو۔ فاختہ گویا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

[3] کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا ہرگز۔ جو اِن نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اُس کی دعا ضرور بارگاہِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ اِنتقال یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، چلنا پھرنا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ اُو | لیک تعویقؑ آمد و شُد پنج تو
اُس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں | لیکن رکاوٹ آگئی اور پیچ کوئی ہوگئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت | چوں زابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا | جبکہ اللہ (تعالٰی) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

صاحبِ گاوش بدید و گفت ہین | اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
گائے والے نے اُس کو دیکھا اور کہا خبردار! | اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کُشتی بگو گاوِ مرا | ابلہِ طرّار انصاف اندر آ
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری | (اے) بیوقوف گنٹھ کٹے انصاف میں آ

گفت من روزی زحق میخواستم | قبلہؑ را از لابہ می آراستم
اُس نے کہا میں اللہ (تعالٰی) سے روزی مانگتا تھا | قبلہ کو آہ وزاری سے سجاتا تھا

سالہا بُود ست کارِ من دُعا | تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے | یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے ایک گائے بھیجدی

چوں بدیدم گاو را برخاستم | روزیِ من بُود کُشتم می خواستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اُٹھا | میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کُہنہ ام شد مُستجاب | روزیِ من بُود کُشتم نک جواب
وہ میری پُرانی دعا قبول ہوگئی | وہ میری روزی تھی میں نے اسکو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

رفتنِ ہر دو خصمؑ پیشِ داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام

دونوں فریق کا حضرت داؤدؑ (ہمارے نبی اور اُن پر صلوٰۃ وسلام ہو) کے سامنے جانا

اُوزِ خشمؑ آمد گریبانش گرفت | چند مُشتے زد بروئیش ناشگفت
وہ غصہ میں آیا اُس کا گریبان پکڑا | بے تحاشا اُس کے مُنہ پر چند مُکّے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی | کہ بیا اے ظالمِ گیجِ غبی
اُس کو داؤدؑ نبی کے پاس کھینچ کرلے گیا | کہ آ، اے احمق بیوقوف ظالم!

حُجّتِ بارِد رہا کُن اے دغا | عقل در تن آور و با خویش آ
اے دغا باز! کچ حجّتی چھوڑ | اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دُعا چہ بُود مخند | بر سر و ریشِ من و خویش اے لوند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اُڑا | اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

ؑ تعویق۔ رکاوٹ۔ بجم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤنگا اُس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے بظلمت یعنی جب گائے اُس دعا کرنیوالے کے گھر میں گھس آئی اور اُس نے اُس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آکر کہا۔ طرّار۔ جیب تراش۔

ؑ قبلہ را۔ یعنی قبلہ رُو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کُشتن۔ کراش۔ مُستجاب۔ مقبول۔ ہر دو خصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

ؑ اوز خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اُس نے اُس کا گریبان پکڑا اور مُنہ پر چند طمانچے مارے۔ گیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجّتِ بارِد۔ ٹھنڈی دلیل یعنی ایسی دلیل جو دعوے کو ثابت نہ کرسکے۔ ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہوجاتا ہے۔ لوند۔ لام کے زبر اور واؤ کے زیر کے ساتھ، بیباک، وہ جو نہ اللہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من باحق دعاہا کردہ ام — اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اُس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں — اِس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دعا شد مستجاب[۱] — سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے — اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں — ژاژ بینید و فشارِ ایں مہیں
اُس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ — اِس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دغا تا چند خائی ژاژ را — حجتِ قاطع بگو چہ بود دعا
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا؟ — فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے؟

اے مسلماناں دعا مالِ مرا — چوں از آنِ او کند بہرِ خدا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو — کیسے اُس کی ملکیت بنا دیگی؟ خدا کے لئے

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں — یک دعا املاک بردندے بکیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اِس — ہر ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر — محتشم گشتہ بدندے و امیر
اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری — باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دعا اند و ثنا — لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا
(وہ) دن، رات دعا اور تعریف میں — خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تا[۲] تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں — اے کشایندہ تو بکشا بندِ ایں
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا — اے کھولنے والے! اس بند کو کھول دے

مکسبِ کوراں بود لابہ و دعا — جز لبِ نانے نیابند از عطا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے — وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست — ویں فروشندہ دعاہا ظلم جوست
مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے — اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایں[۳] دعا کے باشد از اسبابِ ملک — کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟ — اسکو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا — یا ز جنسِ ایں شود ملکے ترا
فروخت، اور بخشش، یا وصیت، یا عطا — یا اِس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

---

۱ مستجاب۔ مقبول۔ فشار۔ گالی، بیہودہ بات۔ ژاژ۔ ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ اے مسلماناں۔ گائے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اُس کا کیسے ہو گیا۔ گر چنیں۔ اگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ ضریر۔ اندھے فقیر دعا کر کے صاحبِ قسمت و دولت بن جایا کرتے۔

۲ تا تو۔ یعنی فقرا دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو ہی افلاس کے اِس بند کو کھول دے۔ مکسب۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انھیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے۔ خلق۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سُن کر کہا گائے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

۳ ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ بیع۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دے یا مفت دیدے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا۔ یا ز جنس ایں۔ مثلاً وراثت۔

درکدامین[۱] دفترست این شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟

گاو را تو بازده یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آجا

ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

او بسوئے آسماں میکرد رو
وہ آسمان کی طرف منھ اٹھاتا

کاے خداوند کریم لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ ما را نداند غیر تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

در دلِ من تو دعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صد امید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

من[۲] نمیکردم گزافہ آں دعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسف دیدہ بودم خوابہا
میں نے حضرت یوسفؑ کی طرح بہت خواب دیکھے تھے

دید یوسف آفتاب و اختراں
حضرت یوسفؑ نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ او سجدہ کناں چوں چاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بود بر خوابِ درست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ و زنداں جز آں را می نجست
کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ جستجو نہ

ز اعتمادِ آں نبودش ہیچ غم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی و ز ملامِ بیش و کم
غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

اعتمادے داشت او بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے

کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں درافگندند یوسف را بچاہ
جب انھوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا

بانگ[۳] آمد سمع او را از الٰہ
انکے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (اور وزیر) بنے گا

تا بمالی این جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر ماریگا

قائلِ ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا

لیک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

ف۱ در کدامین۔ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غضب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے آ۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آکر آسمان کی طرف منھ اٹھا کر اللہ تعالےٰ سے مناجات شروع کر دی۔

ف۲ من نمیکردم۔ یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ دید۔ حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ انکو سورج اور ستارے سجدہ کر رہے ہیں تو انکو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ لامحالہ بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ در چہ۔ بھائیوں نے کنویں میں ڈالا زلیخا کی وجہ سے قید خانہ بھگتا لیکن ان کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف ان کی نگاہ میں ہیچ تھیں

ف۳ بانگ۔ قرآن میں ہے۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسفؑ کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے انکو خبردار کریگا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قائل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی انکے آثار سے یوسف سمجھ گئے

قوتے و راحتے و مسندے — درمیانِ جاں فتادش زاں ندے[۱]
قوت، اور راحت، اور سہارا — اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بر وے بداں بانگِ جلیل — گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں بن گیا — گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازانش می رسید — او بداں قوت بشادی می کشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا — انھوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

ہمچنانکہ[۲] ذوق آں بانگِ الست — در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق — ہر مومن کے دل میں حشر تک کیلئے ہے

تا نباشد در بلاشاں اعتراض — نے زامر و نہی حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انھیں کوئی اعتراض نہ ہو — نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انھیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود — خارِ ریحاں سنگ گوہر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے — کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ حکمے کہ تلخی می نہد — گلشکر آں را گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے — (ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

گلشکر[۳] آں را کہ نبود مستند — لقمہ را زانکار او قے میکند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو — اسکے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

ہر کہ خوابے دید از روزِ الست — مست باشد در رہِ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے — وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اشتر مست ایں جوال — بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے — بغیر سستی اور بغیر گمان، اور بغیر تکلیف کے

کفکِ تصدیقش بگردِ پوزِ او — شد گواہِ مستی دلسوزِ او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ — اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوت چو شیرِ نر شدہ — زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا — بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

زارزوے ناقہ صد فاقہ برو — می نماید کوہ پیشش تارِ مو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں — پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

۱؎ ندے۔ ندا کا امالہ ہے یعنی اس آواز سے انھیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ شد۔ یوسفؑ کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے لئے نمرود کی آگ۔

۲؎ ہمچنانکہ۔ حضرت یوسفؑ کے لئے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں عہدِ الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے انکے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکامِ خداوندی بجالانے میں انکو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گلشکر یعنی عہدِ الست کا ذوق۔

۳؎ گلشکر جس میں عہدِ الست کا وہ ذوق نہ ہوگا وہ احکامِ خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ می کشد۔ وہ عہدِ الست کے ذوق کی مستی میں حکم اسی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہدِ الست کے مست کے منہ میں اسکے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ زارزوے۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی ترک کر دیتا ہے اور اسمیں بہت زیادہ

در اَلَست آنکو چنیں خوابے ندید [۱]
جس نے اَلَسْت میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے

اندریں دنیا نشُد بندہ و مُرید
وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

ور بشُد اندر تردد صد دلہ
اگر مُرید) بنا) بھی تو تذبذب میں سو دل والا ہے

یک زماں شُکر ستنش و سالے گِلہ
ایک وقت اُس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہِ دیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے

می نہد با صد تردُّد بے یقیں
بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

[۲] وام دارِ شرحِ اینم نِک گرو
میں اِسکی شرح کا مقروض ہوں، یہ گروی ہے

ور شتاب ست از الَم نشرح شنو
اگر جلدی ہے اَلَم نَشْرَح سُن لے

چوں ندارد شرحِ ایں معنی کراں
چونکہ اِن معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے

خر بسوئے مدّعی گاؤ راں
گائے کے مُدّعی کی جانب گدھا ہانک دے

گفت کورم خواند زین جرم آں دغا
اُس نے کہا، اِس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا

بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا
اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

[۳] مَن دُعا کورانہ کے می کردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟

جز بخالق کِدیہ کے آوردہ ام
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے

مَن ز تو کز تست ہر دشوار سہل
میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اُس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا

اُو نیازِ جان و اخلاصم ندید
اُس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوریِ عشق ست ایں کوریِ من
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے

حُبّ یُعمی و یُصم ست اے حسن
اے بھلے! یہ محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

کورم از غیرِ خدا بینا بدو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں

مقتضائے عشق ایں باشد بگو
بتا، عشق کا یہی مقتضا ہے

یر اپنی افضلیت سمجھا حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف کو اُس نے نہ دیکھا اسی طرح اُس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر الی اللہ تھا۔

۳ـہ مَن دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ اُو نیاز۔ یعنی اُس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری۔ یعنی چونکہ میں عشقِ الٰہی میں مصروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

۱ـہ مُرید جس شخص نے عہد اَلَسْت کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اُس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ ور بشُد ایسے شخص میں کچھ ارادت مندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اُس کی زبان پر کبھی شکرِ خدا آتا ہے تو اُس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے

۲ـہ وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہدِ اَلَسْت کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمّہ قرض ہے وہ ادا کروں گا.... فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ قرض کی ادائگی کا اطمینان ہو جائے۔ ور شتاب۔ اگر زیادہ جلدی ہے تو اَلَمْ نَشْرَح پڑھ لے یعنی اَلَمْ نَشْرَح سورہ میں آنحضورؐ کے شرحِ صدر ہو جانے کا بیان ہے۔ شرحِ صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرحِ صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرحِ صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہدِ اَلَسْت کا پورا ذوق تھا اِسی کے ذریعہ اللہ نے آپ کا بوجھ کم کر دیا تھا اور تمام احکامِ شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت۔ اُس فقیر نے کہا۔ آں دغا۔ یعنی گائے کا مالک۔ بس بلیسانہ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہر کو دیکھا اور اُسی بنیاد

تو کہ بینائی ز کورانم مدار — **دائرم بر گردِ لطفت اے مدار**

(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ — اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

آنچناں[۱] کہ یوسفِ صدیق را — **خواب بنمودی و گشتش متکا**

جس طرح کہ یوسفِ صدیق کو — تو نے خواب دکھایا، اور وہ اُن کا سہارا بنا

مر مرا ہم لطفِ تو خوابے نمود — **ایں دعائے بیحدم بازی نبود**

مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا — میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

می ندانند خلق اسرارِ مرا — **ژاژ میدانند گفتارِ مرا**

لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں — میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

حق شان ست وکہ داند رازِ غیب — **غیرِ علّامِ سر و ستّارِ عیب**

(یہ) اُن کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟ — سوائے راز کے جاننے والے اور عیب چھپانے والے کے

خصم[۲] گفتش حق بگوائے تند خو — **از چہ سوئے آسماں کردی تو رو**

(اُسکی) مخالف نے اُس سے کہا اے بدعادت! سچ بتا — تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

شید می آری غلط می افگنی — **لافِ عشق و لافِ قربت میزنی**

تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے — عشق اور قربِ (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

با کدامیں روئے چوں دل مردہ — **روئے سوئے آسمانہا کردہ**

جب کہ تو مُردہ دل ہے، کس منہ سے — آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

غلغلے در شہر افتادہ ازیں — **آں مسلماں می نہد رو بر زمیں**

اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا — وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن — **گر[۳] بدم ہم سرِّ من پیدا مکن**

کہ اے خدا اس غلام کو رُسوا نہ فرما — اگر میں بُرا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز — **کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز**

تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں — میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ پکارتا تھا

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست — **پیشِ تو ہمچوں چراغ روشنیست**

اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے — تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا — **چوں فرستادی نکردم من خطا**

اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں — جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

---

۱ آنچناں۔ جس طرح حضرت یوسفؑ کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ اُن کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایں دعا۔ میری گریہ وزاری کھیل کود نہ تھی یقیناً اُس کو مقبول ہونا تھا۔ می ندانند۔ لوگ اِس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ حقِ شاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم نہیں تو اُن کا کہنا برحق ہے۔

۲ خصم۔ یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ آسمان کی طرف منھ اُٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عشق وقرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ باکدامیں۔ تیرا منھ اِس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ آں مسلماں۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ کاے خدا۔ اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

۳ گر بدم۔ اگر میں بُرا بھی ہوں تو اُس وقت تو مجھے رُسوا نہ کر۔ قدر نیست۔ میری دعاؤں کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب اے اللہ تو نے خود اِس گائے کو میرے گھر میں بھیجدیا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدنِ داؤد نبی علیہ السلام وشنیدن از ہر دو خصم

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سننا، اور

وسوال کردن از مدّعیٰ علیہ وجوابِ اُو

مدّعیٰ علیہ سے سوال کرنا، اور اُس کا جواب

چونکہ داؤدؑ نبی آمد بروں | گفت[۱] ہیں چونست ایں احوالِ چوں
جب داؤدؑ نبی، باہر آئے | فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدّعی گفت اے نبی اللہ داد | گاوِ من در خانۂ اُو در فتاد
مدّعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے | میری گائے اسکے گھر میں گھُس گئی

کُشت گاوم را بپرسش کہ چرا | گاوِ من کُشت اُو بیاں کن ماجرا
اُس نے میری گائے ذبح کردی اُس سے پوچھئے کہ کیوں؟ | میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم | چوں تلف کردی تو مِلکِ محترم
اُس سے داؤدؑ نے فرمایا، اے بھلے مانس! | تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجّت بیار | تا[۲] بیک سو گردد ایں دعوی و کار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر، دلیل بیان کر | تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یک سو ہو جائے

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال | روز و شب اندر دُعا و در سوال
اُس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا | دن، رات دُعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم ز یزداں کاے خدا | روزیِ خواہم حلال و بے عنا
میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا! | میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن برنالۂ من واقف اند | کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت، میری فریاد سے واقف ہیں | بچّے اس قصّہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر | تا بگوید بے[۳] شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کرلیں | تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتادے

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں ز خلق | کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کرلیجئے | کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دُعا و ایں فغاں | گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
اِس تمام دعا اور فریاد کے بعد | اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

۱ گفت. حضرت داؤدؑ نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ اُو بیان کن. یعنی اُس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

۲ تا بیک سو. یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کرسکوں۔ عنا: مشقت۔ مرد. یعنی میرا قصّہ عورت، مرد، بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

۳ بے شکنجہ. یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا. یعنی اس معاملہ کی کھُلی اور چھپی تحقیقات کر لیجئے۔

چشمِ من تاریک شد نے بہرِ لوت[1] — شادیٔ آں کہ قبول آمد قنوت

میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے — اِس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کُشتم ایں را تا دہم در شُکرِ آں — کہ دُعائے من شنید آں غیب داں

میں نے اِسکو ذبح کر دیا تاکہ اُس شکریہ میں بانٹ دوں — کہ اُس غیب کے جاننے والے نے میری دُعا سُن لی

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر کُشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف، حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گُفت داؤدؑ ایں سُخنہا را بشُو — حُجّتِ شرعی دریں دعوےٰ بگو

(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا اِن باتوں کو (دل سے) دھو دے — اِس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو روا داری کہ من بے حُجّتے — بنہم اندر شرع باطل سُنّتے

تو اِس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے — میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں می ستانی حارثی

یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی؟ تو نے خریدی؟ تو وارث ہے؟ — پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

کسب[2] را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبُود آنِ تو

اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ — جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدروی آں آنِ تُست — ورنہ ایں بیداد بر تو شُد دُرُست

جو تو بووے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے — ورنہ یہ ظلم تیرے ذمّے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مُسلماں کژ مگو — رَو بجُو وام و بدہ باطل مجو

جا مسلمان کا مال دے، ٹیڑھی بات نہ کر — جا، قرض لے اور دیدے، غلط نہ چاہ

گفت[3] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم — کہ ہمیگویند اصحابِ ستم

اُسنے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں — جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرّع کردنِ آں شخص از داوری داؤد علیہ السّلام نزدِ خدا

اُس شخص کا داؤدؑ کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس ز دل آہے بر آورد و بگفت — کاے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت

تو اُس نے دل سے آہ نکالی اور کہا — اے ہر اُس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جُفت ہے

سجدہ کرد و گفت کاے دانا سُوز — در دلِ داؤدؑ انداز آں فروز

اُس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے — وہ روشنی داؤدؑ کے دل میں ڈال دے

---

[1] لوت۔ مرغن غذا۔ کُشتم۔ میں نے گائے اِس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اُسکو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو روا داری۔ کیا تو اِس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کر دوں۔ اینکہ۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی، تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[2] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اُس کی ملکیت ہوتی ہے۔ ورنہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔ رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اُس گائے کی قیمت ادا کر دے ورنہ قرض لے کر اُس کو دیدے۔

[3] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اُس نے گریہ و زاری شروع کر دی۔

درِ دلش[1] نہ آنچہ تو اندر دلم — اندر افگندی براز اے مُفضِلم

اُس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — تا دلِ داؤدؑ بیروں شد ز جائے

یہ کہا، اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا — یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز اے خواہانِ گاؤ — مُہلتم دہ ویں دعاوی را مکاؤ

فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی! آج — مجھے مُہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

تا روم من سوئے خلوت در نماز — پرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

خوئے[2] دارم در نماز آں التفات — معنیِ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ

میں نماز میں اُس توجہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ کے

روزنِ جانم کشادست از صفا — میرسد بے واسطہ نامہ خدا

صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامہ و باران و نور از روزنم — می فتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے — میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

دوزخ[3] ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے — اے بندے! دین کی اصل سوراخ کرلینا ہے

تیشہ در ہر بیشہ کم زن بیا — تیشہ زن در کندنِ روزن ہلا

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — عکسِ خورشیدِ بروں ست از حجاب

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — اُس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

نور ایں دانی کہ حیواں دید ہم — پس چہ کرّمنا بود بر آدمم

تو اسکو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے — تو میرے آدمی ہونے پر کرّمنا کیسے (صادق) ہوگا؟

---

[1] دردلش۔ اے خدا حضرت داؤدؑ کے دل میں وہی بات پیدا کردے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اُس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہوگیا تھا۔ مفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اِس گفتگو کے بعد آہ وزاری شروع کردی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤدؑ کا دل بے چین ہوگیا۔ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے مدعی سے کہا آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا روم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا تاکہ راز کھل جائے۔

[2] خوئے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ حدیث شریف میں ہے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں یعنی بارانِ رحمت۔ معدن یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔

[3] دوزخ۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح دوزخی ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کیلئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام مجاہدات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کیلئے مجاہدات نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اُس کا ایک عکس ہے۔ نور ایں۔ اگر تیری نگاہ میں صرف یہی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اِس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی" تو اگر انسان میں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اُس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

مَن [1] چو خورشیدم درونِ نور غرق — مَن ندانم کرد خویش از نور فرق

میں سورج جیسا ہوں، نور میں ڈوبا ہوا ہوں — میں اپنے آپ میں، اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم سوئے نماز و آن خلا — بہرِ تعلیم ست رہ مر خلق را

میرا اُس خلوت، اور نماز کی جانب جانا — مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں — حربُ خدعہ ایں بُوَد اے پہلواں

میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے — اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

نیست [2] دستورے وگرنہ ریختے — گرد از دریائے راز انگیختے

اجازت نہیں ہے، ورنہ وہ بہادیتے — راز کے دریا سے، گرد اُڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داؤد ایں نسق — خواست گشتن عقلِ خلقاں مُحترق

اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے — مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید از پس یکے — کہ ندارم در یکی اش من شکے

تو ایک نے پیچھے سے اُن کا گریبان کھینچا — کہ میں اُسکی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتنِ داؤد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شوَد

(حضرت) داؤدؑ کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

با خود آمد گفت را کوتاہ کرد — لب ببست و عزمِ خلوتگاہ کرد

(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا — خاموش ہو گئے، اور خلوت خانہ کا قصد کیا

در فرو بست و برفت آنگہ شتاب — سُوئے محراب و دُعائے مُستجاب

دروازہ بند کیا، اور فوراً روانہ ہوئے — محراب، اور مقبول دُعا کی جانب

حق [3] نمودش آنچہ بنمودش تمام — گشت واقف بر سزائے انتقام

حق نے اُن کو (جو کچھ) دکھایا (امیں) سب کچھ دکھا دیا — وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

دید احوالے کہ کس واقف نبُود — رازِ پنہانے کہ حیرانی فزود

اُنھوں نے وہ اَحوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا — وہ چھپے ہوئے راز جنھوں نے حیرانی بڑھادی

روزِ دیگر جملہ خصمان آمدند — پیشِ داؤدِ پیمبر صف زدند

دوسرے دن سب فریق آئے — (حضرت) داؤد پیغمبرؑ کے رو برو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجرا ہا باز رفت — زود زد آں مُدّعی تشنیعِ زفت

اُسی طرح وہ قصہ پھر چلا — اُس مُدّعی نے جلد سخت بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا

---

[1] من چو خورشیدم۔ میں ذاتِ باری میں فنا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتنم۔ باوجود اس اتحاد کے پھر نوافل اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

[2] نیست۔ وحدت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤدؑ سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کرتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ فوراً غیب نے حضرت داؤدؑ کا گریبان کھینچ کر اُن کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ با خود۔ یعنی حضرت داؤدؑ کی ... زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مسجد

[3] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زود زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اُس تقریر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود[۱] گاوم را بده اے نابکار
اے نابکار! میری گائے جلد دے
از خدائے خویشتن شرمے بدار
اپنے خدا سے کچھ شرما

کاینچنیں ظلمِ صریح ناسزا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم
می رَوَد در عہدِ پیغمبر بلا
خبردار! پیغمبر کے دَور میں ہو رہا ہے

گاؤ کشتہ خوردہ بے ترسے و بیم
گائے ذبح کرکے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر
در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
اُس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع) کر دی

کہ[۲] چندیں سال بودم در دعا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں
من طلب کردم زحق داد اُو مرا
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اُس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا
اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟
مِلک من بد گاو چوں دادش خدا
گائے میری ملکیت تھی، خدا نے اُسکو کیسے دیدی؟

حکم کردنِ داؤد علیہ السّلام بر صاحب گاؤ کہ از سر گاؤ بگذر
داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا، کہ گائے کے خیال سے درگذر کرے

و تشنیع صاحب گاؤ بر داؤد علیہ السّلام
اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داؤدش خمش کُن رو بہل
(حضرت) داؤدؑ نے اُس سے فرمایا چپ جا، چھوڑ
ایں مسلماں راز گاوت کُن بحل
اِس مسلمان کو اپنی گائے معاف کردے

چوں[۳] خدا پوشید بر تو اے جواں
اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے
رو خمش کُن حقِ ستّاری بداں
جا، چپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت واویلا چہ حکم ست اینچہ داد
اُسنے کہا ہائے ہائے یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟
از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد
میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے
کہ معطّر شُد زمین و آسماں
کہ (اُس سے) زمین اور آسمان معطّر ہے

بر سگانِ کور ایں استم نرفت
اندھے کتّوں پر (بھی)، یہ ظلم نہیں ہوا ہے
زیں تعدّی سنگ و کُہ بشگافت تفت
اِس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا
وہ اِس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا
کالصّلا ہنگامِ ظلم ست الصّلا
آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

۱؎ زود۔ کہنے لگا کہ فوراً میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ می رَوَد حضرت داؤدؑ نبی کے دَور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔

۲؎ کہ چندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کُن بحل۔ معاف کر دے۔

۳؎ چوں۔ جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو نہ کرید ورنہ رُسوائی ہوگی۔ از پئے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت برت رہے ہیں۔ بر سگاں۔ تجھے کتّوں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔ الصّلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

اینچنیں ظلم و ستم بر من مکن یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجیے اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجیے

حکم کردنِ داؤدؑ بر صاحب گاؤ کہ جملہ مالِ خود بوے بخش
حضرت داؤدؑ کا گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اسکے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش! اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت تا نگردد ظاہر ازوے استمت[1]
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائیگا۔ میں نے تجھ سے کہہ دیا تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی پھر (حضرت) داؤدؑ نے اس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں بختت نبود اے ناصبور ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدہ آنگاہ صدر و پیشگاہ اے دریغ از چوں تو خرخاشاک راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

زیں سخن[2] داؤدؑ زوشد خشمناک گفت تا خود را نگردانی ہلاک
ان باتوں سے حضرت) داؤدؑ اس پر غضبناک ہو گئے فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندانِ تو با جفتِ تو بندگانِ او شدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے اے بد مزاج! اس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست می دوید از جہلِ خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق[3] ہم اندر ملامت آمدند کز ضمیر کارِ او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟ جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

---

[1] استمت۔ ستم تو بخت۔ یعنی اللہ تعالے نے تو پردہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤدؑ کے ابتدائی فیصلے مان لیتا تو پورا معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے انکار سے معاملہ کھلتا چلا گیا۔ دیدہ۔ یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اڑا رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اسکو گردِ راہ سمجھا۔

[2] زیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤدؑ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤدؑ کو ناگوار گزرا۔ کہ رو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اسکے غلام ہیں۔

[3] خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤدؑ کے اِن فیصلوں کو ظلم سمجھے ہوئے حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر۔ پوشیدہ۔ سخرہ۔ تابعدار۔

ظالم[1] از مظلوم آنکس پے برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے

کو سرِ نفسِ ظلومِ خود بُرد
جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے

خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں
جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے

تا تواند زخم بر مسکیں زند
جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرم[2] شیراں راست نے سگ را ازآں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے، نہ کہ کتے میں

کو نگیرد صید از ہمسایگاں
وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامۂ مظلوم کش ظالم پرست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام

از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
کمینگاہ سے کُتے کی طرح (حضرت) داؤدؑ پر دوڑ پڑے

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق
اُن لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رُخ کیا

کاے نبیِ مجتبیٰ بر ما شفیق
کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے

قہر کردی بیگناہے را بلاش
آپ نے بے وجہ، ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

عزم کردن داؤد علیہ السلام بخواندن خلق براں صحرا کہ راز را آشکار اکند

(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اُس جنگل کی طرف بُلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کردیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید
فرمایا اے دوستو! اِس کا وقت آگیا ہے

کاں سرِ[3] مکتومِ اُو گردد پدید
کہ اُس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم
سب اُٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں

سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید
مرد اور عورت، گھروں سے باہر چلو

تا براں سرِ نہاں واقف شوید
تاکہ اُس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت
فلاں جنگل میں، ایک موٹا درخت ہے

شاخہا یش انبُہ و بسیار جُفت
اُسکی شاخیں بہت گھنی اور بہت جُڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخِ اُو
خیمہ گاہ اور اُس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے

بُوئے خوں می آیدم از بیخِ اُو
اُس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آرہی ہے

[1] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[2] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عامہ۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح اُن کے فیصلے کے خلاف ہو کر اُن کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلاشئ یعنی بلاوجہ۔

[3] سرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔ ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ جفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اُس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

خوں شدست اندر بنِ آں خوش درخت — خواجہ را کشتست ایں منحوس بخت
اُس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اِس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[۱] — وین غلام اوست اے آزادگاں
اِس دیوث نے مال اُڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اُس کا غلام ہے

ایں جوان مر خواجہ را باشد پسر — طفل بود و او ندارد زیں خبر
یہ جوان، آقا کا پوتا ہے — بچہ تھا، اِس کو اُس کا پتہ نہیں

تاکنوں حلمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشکریِ ایں قلتبان
اب تک اللہ کے حلم نے اُس کو چھپایا — بالآخر اِس دیوث کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را روزے ندید — نے بہ نوروز و بموسمہائے عید
کہ اُس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی — نہ نوروز پر، اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجست — یاد ناورد او ز حقہائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی — اُس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تاکنوں از بہر یک گاوِ ایں لعیں — می زند فرزند او را بر زمیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے — اُس کے پوتے کو زمین پر بٹخ رہا ہے

او بخود برداشت پردہ از گناہ — ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ
اُس نے خود گناہ سے پردہ اُٹھایا — ورنہ خدا اُس کے جرم کو چھپا رہا تھا

کافر[۲] و فاسق دریں دورِ گزند — پردۂ خود را بخود برمی درند
اِس فتنہ کے زمانے میں، کافر اور فاسق — اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظلم مستور[۳] ست در اسرارِ جاں — می نہد ظالم بہ پیشِ مردماں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے — ظالم (اُسکو) لوگوں کے سامنے پیش کردیتا ہو

کہ ببینیدش کشیدہ شاخہا — گاوِ دوزخ را ببینید از ملا
کہ اُس (ظلم) کو سینگ نکالتے ہوئے دیکھو — برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادن دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دنیا

ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت بے گزند — بر ضمیرِ تو گواہی مید ہند
تو اِسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے — تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

---

۱ قلتبان۔ دیوث۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دادا بتایا ہے اِسلئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ پوتا کیا ہے۔ حِلم۔ بُردباری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اُس پر جو اُس کے آقا کے پہلے حقوق تھے۔

۲ کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو پردہ داری فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

۳ مستور۔ پوشیدہ شاخ۔ یعنی سینگ۔ از ملا یعنی برملا علی الاعلان۔ گواہی یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اسکے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چون مُوکّل[۱] می شود بر تو ضمیر ... کہ بگو تو اعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اوپر مُوکّل کی طرح ہو جاتا ہے ... کہ تو کہہ دے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصه در هنگامِ خشم و گفتگو ... میکند ظاهر سرت را مو بمو
خصوصاً غصہ، اور گفتگو کے وقت ... تیرے راز کو ذرّہ ذرّہ ظاہر کر دیتا ہے

چون موکّل می شود ظلم و جفا ... کہ هویدا کُن مرا اے دست و پا
ظلم اور زیادتی مُوکّل کی طرح ہو جاتی ہے ... کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چون همی گیرد گواهِ سر لگام ... خاصه وقتِ جوشِ خشم و انتقام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے ... خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس هماں کس کیں موکّل میکند ... تا لوائے راز بر صحرا زند
تو وہی ذات، جو یہ مسلّط کرتی ہے ... تاکہ راز کا جھنڈا، جنگل میں گاڑ دے

پس موکّلهائے دیگر روزِ حشر ... هم تواند آفرید از بهرِ نشر
تو حشر کے دن دوسرے مؤکّل ... بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بده دست آمده در ظلم و کیں ... گوهرت پیداست حاجت نیست[۲] ایں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے ... تیرا جوہر کھلا ہوا ہے، اِس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شهره گشتن در گزند ... بر ضمیرِ آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے ... تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

نفسِ تو هر دم بر آرد صد شرار ... کہ ببینیدم منم ز اصحابِ نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اُگل رہا ہے ... کہ مجھے دیکھو، میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزوِ نارم سوئے کُل خود روم ... من نه نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کُل کی جانب جاتا ہوں ... میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

همچنان[۳] کایں ظالمِ حق ناشناس ... بهرِ گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اِس ظالم نے ... ایک گائے کے لئے اِس قدر مکر کئے

او ازیں صد گاو بُرد و صد شتر ... نفس اینست اے پدر از وے ببُر
وہ اِس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا ... اے باوا! نفس یہی ہے اُس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد ... یا ربے نامد از وے یک دم بدرد
اُس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی ... کسی وقت بھی درد کے ساتھ اُس سے یا رب نکلا

۱ہ مُوَکّل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا۔ مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ خاصہ۔ اِنتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود دنیا میں تمہارے اعضا کو تم پر مسلّط کر کے اقرار کرا دیتی ہے وہ حشر میں دوسرے مؤکّل پیدا فرما دیگی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دہ دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں ذو دست ہے۔

۲ہ نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری اُفتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفسِ تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ جزوِ نارم۔ آتشیں مزاج جہنم کا جزو ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

۳ہ همچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کئے۔ اور حالانکہ اُس نے اِسی گائے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال مارا تھا جو اُس کو ورثہ میں ملتا۔ نیز اُس نے جو ظلم کئے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کاے خدا خصمِ مرا خوشنود کن [1]
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے
گر منش کردم زیاں تو سود کن
اگر میں نے اُس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کُشتم دِیت بر عاقلہ است
اگر میں نے غلطی سے اسے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے
عاقلہ جانم تو بودی از اَلَست
اَلَست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد باستغفار دُر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے
ایں بود انصافِ نفس اے جانِ حُر
اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتنِ خلائق بسوئے آں درخت
لوگوں کا اُس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے
گفت [2] دستش را پسِ پُشت بندید سخت
فرمایا اُس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرمِ او پیدا کنم
تاکہ میں اُس کا گناہ اور جُرم ظاہر کر دوں
تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جدِّ ایں را کُشتہ
فرمایا اے کتے! تو نے اِسکے دادا کو قتل کیا ہے
تو غلامی خواجہ زیں رُو گشتہ
تو غلام ہے اِس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

خواجہ را کُشتی و بُردی مالِ او
تو نے آقا کو قتل کیا اور اُس کا مال اُڑا لیا
کرد یزداں آشکارا حالِ او
خدا نے اُس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت او را کنیزک بودہ است
وہ تیری بیوی، اُس کی لونڈی تھی
با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
اِس آقا پر اِس نے (بھی)، ظلم کیا ہے

ہر چہ [3] زو زائید مادہ یا کہ نر
جو اُس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر
مِلکِ وارث باشد آں کُل سر بسر
وہ سب کا سب وارث کی مِلک ہوگا

تو غلامی کسب و کارت مِلکِ او ست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اُسکی مِلک ہے
شرع جُستی شرع بستاں و نکوست
تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے

خواجہ را کُشتی باستم زار زار
تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا
ہم بر اینجا خواجہ گویاں زینہار
اِسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

کارد از اِشتاب کردی زیرِ خاک
تُو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی
از خیالے کہ بدیدی سہمناک
اُس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

---

[1] خوشنود کُن۔ اللہ تعالیٰ صاحبِ حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کُشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اُس کا بدلا اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ اَلَست۔ عہدِ اَلَست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بندوں نے کہا تھا "بَلیٰ" یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار ماہیت تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

[2] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا اُسکی مشکیں کس دو۔ لِوا۔ جھنڈا۔ جدِّ ایں یعنی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اُس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اُس مقتول کی لونڈی تھی۔

[3] ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اُس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے۔ وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اُس گائے ذبح کرنیوالے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اُس کی ملکیت ہے۔ ہم بر اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اُس کو قتل نہ کرے۔ اِشتاب۔ شتاب، جلدی۔

نکِ سرش باکارد در زیرِ زمیں [1] | باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے | پھر اسی طرح اُس زمین کو کھودو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر | کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے | اس نے آقا کیساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند | در زمیں آں کارد با سر یافتند
انھوں نے ایسا ہی کیا اور جب انھوں نے کھودا | زمین میں چھری مع سر کے پالی

ولولہ افتاد در خلق آں زماں | ہر یکے زنّار برید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا | ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جملہ [2] از داؤدؑ گشتہ عذر خواہ | زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بنگئے | اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہوگئے تھے

قِصاص فرمودنِ داؤد علیہ السلام خونی را بعد از الزامِ حجت بروا
دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے داد خواہ | دادِ خود بستاں تو ازیں روسیاہ
اسکے بعد انھوں نے اس دگلے ذبح کرنیوالے) سے کہا اے (بیٹے) | اس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص | کے کند مکرش ز حلمِ حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انھوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا | اس کا مکر اللہ تعالےٰ کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

حلمِ حق گرچہ مواساہا کند | چونکہ از حد بگذرد رسوا کند
اللہ تعالیٰ کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے | جب معاملہ حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

خوں نخسپد [3] در فتد در ہر دلے | میلِ جست و جوئے و کشفِ مشکلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے | جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اقتضائے داوریِ ربِّ دیں | سر بر آرد از ضمیرِ آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ | اس اور اُس کے دل میں سر ابھارتا ہے

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش گذشت | ہمچناں کہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا، کیسے ہوا، اسکی کیا حالت ہوئی؟ | اس طرح جیسے کہ گلزار سے بریا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں و جستہا | خارشِ دلہا و بحث و ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں | دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

---

[1] نکِ سرش۔ اس مقتول کا سر اور چھری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔ زنّار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

[2] جملہ۔ حضرت داؤدؑ کے جس قدر معترضین تھے چونکہ وہ بدظنی کرکے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کر دی۔ قصاص یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرانا۔ دادخواہ جس پر گلے والے نے دعوی کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اس نے اس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اس قاتل کا مکر اللہ تعالےٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

[3] خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالےٰ کے انصاف کا تقاضہ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کر دیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔ جوششِ خوں۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کر دیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِّ کارِ او — معجزهٔ داؤد شد فاش و دوتو[1]

جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا — (حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق[2] جملہ سر برہنہ آمدند — سر بسجدہ بر زمینہا می زدند

تمام لوگ ننگے سر آئے — سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ما ہمہ کورانِ اصلی بودہ ایم — وانچہ می فرمودہ نشنودہ ایم

ہم سب اصلی اندھے تھے — اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم — از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم[3]

لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں — ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ[4] با تو در سخن آمد شہیر — کز برائے غزوِ طالوتم بگیر

پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے — کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی — صد ہزاراں مرد را برہم زدی

آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے — لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد — ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد

آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے — ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دستِ تو چوں موم شد — چوں زرہ سازی ترا معلوم شد

آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا — جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا[5] با تو رسائل شد شکور — با تو میخوانند چوں مقری زبور

پہاڑ شکر گذاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے — آپ کے ساتھ (ملکر) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں چشمِ دل بکشادہ شد — از دمِ تو غیب را آمادہ شد

دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں — آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست — زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست

اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے — آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات اینست خود — کو ببخشد مردہ را جانِ ابد

یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے — کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد — ہر یکے از نو خدا را بندہ شد

ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا — ہر ایک از سرِ نو خدا کا بندہ بن گیا

---

[1] دوتو۔ دُہرا، مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤدؑ کے اس معجزے کو دیکھ کر سب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ ما ہمہ۔ چونکہ ہم کور باطن تھے اسلئے ہم ابتدا آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ از تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

[2] سنگ۔ جب طالوتؑ جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤدؑ کو ساتھ لیکر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا تھا کہ ہمیں لیکر چلئے جالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بنکر جالوت کی فوج پر لگے۔ آہن۔ حضرت داؤد زرہیں بناتے تھے اور لوہا ان کے ہاتھ میں آکر موم بن جاتا تھا۔

[3] کوہہا۔ جب حضرت داؤدؑ زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرنے لگتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لاکھوں کا فرمومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالمِ غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں

در بیانِ[1] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیت کہ مُدّعی گاؤ کشتہ بود و آں کشندہ گاؤ عقل ست و داؤدؑ حق ست یا شیخ کہ نائبِ حق ست کہ بقوت و یاری اُو تواند ظالم را کشتن و توانگر شدن بروزے بے کسب و بے حساب

اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اُس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے، اور حضرت داؤدؑ (حضرت حق (تعالیٰ)، یا شیخ کی (جگہ پر ہیں)، جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم کو قتل کیا جاسکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر حساب کے مالدار ہوا جاسکتا ہے

نفسِ خود را کُش جہاں را زندہ کُن ‏ ‏ خواجہ را کشت ست اُو را بندہ کُن

اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر ‏ ‏ اُس نے آقا کو قتل کیا ہے اُس کو غلام بنا

مُدّعیِ[2] گاؤ نفسِ تُست ہیں ‏ ‏ خویشتن را خواجہ کرد ست و مہین

خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے ‏ ‏ اُس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

آں کشندہ گاؤ عقلِ تُست رَو ‏ ‏ بر کُشندہ گاؤِ تن مُنکر مشو

وہ گائے ذبح کرنیوالا تیری عقل ہے، جا ‏ ‏ جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمی خواہد ز حق ‏ ‏ روزیِ بے رنج و نعمت بر طبق

عقل (نفس) کی قیدی ہے اور (خدا تعالیٰ سے چاہتی ہے) ‏ ‏ بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزیِ بے رنج اُو موقوف چیست ‏ ‏ آنکہ بکشد گاؤ را کاصلِ بدیست

اُس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟ ‏ ‏ یہ کہ وہ گائے کو ذبح کرے کیونکہ وہ بُرائی کی جڑ ہے

نفس[3] گوید چوں کُشی تو گاوِ من ‏ ‏ زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن

نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟ ‏ ‏ کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا ‏ ‏ نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا

عقل جو آقا ہے بیدا ہوئی بے سروسامان ہوگئی ‏ ‏ قاتل نفس، آقا اور پیشوا بن گیا

روزیِ بے رنج میدانی کہ چیست ‏ ‏ قوتِ ارواح ست و ارزاقِ نبی ست

تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟ ‏ ‏ روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (عطا کردہ) رزق ہیں

لیک موقوف ست بر قربانِ گاؤ ‏ ‏ گنج قتلِ گاؤ داں اے گنج کاؤ

لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے ‏ ‏ گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

---

[1] در بیان۔ پہلے فقرے مولانا نصیحت کیلئے کچھ نتیجے اخذ کرکے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤدؑ کی مثال اللہ تعالیٰ ہے یا وہ شیخ کامل جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے نفس خود جس طرح گائے کے مدعی کے قتل سے عالم زندہ ہوا، تو اپنے نفس کو قتل کر عالم زندہ ہوجائیگا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو غلام بنا۔

[2] مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا منکر۔ تمام لوگ ابتداءً گائے ذبح کرنیوالے کے مخالف ہوگئے تھے عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ ھدایت روح اُس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کروگے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

[3] نفس۔ بدن نفس کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کیلئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی۔ یعنی نبی کی شریعت و احکام۔ قربان گاؤ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ قربان کرنا۔

دوشش[۱] چیزے خوردہ ام ورنہ تمام ۔۔۔ دادمے در دستِ فہمِ تو زمام

میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری ۔۔۔ باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است ۔۔۔ ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است

کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے ۔۔۔ (ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالمِ غیب سے ہے

چشم بر اَسباب از چہ دوختم ۔۔۔ کہ ز خوش چشماں کرشمہ آموختم

میں نے اَسباب پر نظر کیوں جمائی؟ ۔۔۔ اِسلئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھی ہے

ہست بر اَسباب اَسبابِ دگر ۔۔۔ در سبب منگر دراں افگن نظر

اَسبابِ (دنیوی) سے اوپر دوسرے اَسباب ہیں ۔۔۔ (دنیوی) اَسباب کو نہ دیکھ، اُن پر نظر ڈال

انبیا در قطعِ اَسباب آمدند ۔۔۔ معجزاتِ خویش بر کیواں زدند

انبیاء قطعِ اَسباب میں ہیں ۔۔۔ اُنھوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سبب[۲] مر بحر را بشگافتند ۔۔۔ بے زراعت چاشِ گندم یافتند

اُنھوں نے بلا سبب (ظاہری)، کے دریا کو پھاڑا ہے ۔۔۔ اُنھوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شد از سعیِ شاں ۔۔۔ پشمِ بز ابریشم آمد کش کشاں

اُن کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں ۔۔۔ بھیڑ کی اُون کھچے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآں ہست در قطعِ سبب ۔۔۔ عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب

پورا قرآن (قطعِ اَسباب)، پر ناطق ہے ۔۔۔ درویش کی عزت، اور ابولہب کی ہلاکت

مرغ[۳] بابیلے دو سہ سنگ افگند ۔۔۔ لشکرِ زفتِ حبش را بشکند

پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے ۔۔۔ حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیدیتا ہے

پیل را سوراخ سوراخ افگند ۔۔۔ سنگِ مرغے کو ببالا پر زند

ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے ۔۔۔ پرند کی کنکری جو اوپر کو اُڑتا ہے

دمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن ۔۔۔ تا شود زندہ ہماں دم در کفن

ذبح شدہ گائے کی دُم مقتول پر مار ۔۔۔ تاکہ وہ اُسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

حلق بریدہ جہد از جائے خویش ۔۔۔ خونِ خود جوید ز خونِ پالائے خویش

گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ پڑے گا ۔۔۔ اپنے خون بہانیوالے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

---

۱ دوش۔ مئے عشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے۔ ورنہ میں غذائے روح حاصل کرنے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است یعنی سُرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانۂ غیب سے آتی ہے اور اُس کا سبب ذاتِ خداوندی ہے۔ چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذاتِ خداوندی ہے لیکن اَسبابِ ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیاء سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا خوش چشمان یعنی انبیاء کرام ہست۔ اَسباب کے علاوہ ایک ذات مُسبّب الاسباب ہے انبیاء۔ انبیاء نے مُعجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اَسبابِ ظاہری کے علاوہ بھی اور اَسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور رہے۔

۲ بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰؑ کے لئے دریائے نیل پھٹ گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر، حضرت موسیٰؑ کیلئے من وسلویٰ آترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ریت آٹا بن گیا تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کیلئے اُون ریشم بنگیا تھا۔ جملہ قرآں۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی مہمیں بغیر ظاہری اَسباب کے سر ہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اَسباب کے عزت حاصل ہوئی اور ابولہب باوجود تموّل کے تباہ ہوا ۔۔۔

۳ مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ ہوا۔ پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی۔ دم گاؤ۔ اِس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ بقر میں مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اُسکا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اُسنے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیا۔

همچنیں[۱] ز آغازِ قرآں تا تمام — رفضِ اسباب ست و علت والسلام

اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک — اسباب و علت کا ترک (مذکور ہے) والسلام

کشفِ ایں نز عقلِ کار افزا شود — بندگی کن تا ترا پیدا شود

اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے — بندگی کر، تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

بندِ[۲] معقولات آمد فلسفی — شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی

فلسفی، معقولات کا پابند ہے — منتخب (انسان) عقلِ کل کا شہسوار ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تست پوست — معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست

تیری عقل کی عقل مغز ہے اور تیری عقل چھلکا ہے — حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

مغز جو از پوست دارد صد ملال — مغزِ نغز آں را حلال آمد حلال

مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے — اچھا مغز اس کے لئے حلال ہی حلال ہے

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد — عقلِ کل کے گام بے ایقاں نہد

عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے — (تو) کلی عقل بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقل[۳] دفترہا کند یکسر سیاہ — عقلِ عقل آفاق دارد پُر زماہ

عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے — کلی عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست — نورِ ماہش بر دل و جاں بازغ ست

(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے — اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت — زاں شبِ قدر ست کاختر وار تافت

اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے — تو اس شبِ قدر سے (پایا)، جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زر ست — بے زر آں ہمیان و کیسہ ابتر ست

ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے — وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بود — قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود

جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے — جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں — ہیچ گفتے کافراں را میتوں

اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی — (تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

ہیں بگو کہ ناطقہ جو می کند — تا بقرنے بعدِ ما آبے رسد

ہاں کہدے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے — تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

---

۱ ہمچنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مسبب الاسباب کی وجہ سے ہے۔ کشف۔ مسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئیگا اس کیلئے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

۲ بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقلِ عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جس میں حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کیطرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ چونکہ۔ دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جن سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقلِ کل بدرجۂ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔

۳ عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقلِ عقل۔ یعنی نورِ حق۔ سیاہی۔ یعنی روشنائی۔ سفیدی۔ یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ حق انسانوں کے دلوں پر طلوع کرتا ہے۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ شبِ قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتوِ خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مردہ ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کو مردہ قرار دیا ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر میری باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آئندہ

گرچه[۱] ہر قرنے سخن آرے بُوَد
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا

لیک گفتِ سالفاں یاری بُوَد
لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہو گا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی

شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور
اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

روزی[۲] بے رنج جوئی و بے حسیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر

کز بہشتت آورد جبریلؑ سیب
تاکہ جبرئیلؑ تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملیگا)

بے صداعِ باغباں بے رنجِ کشت
باغبان کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ نان در آں نان دادِ اوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے

بدہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دیگا

ذوق پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست
نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دسترخوان جیسی ہے

نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست
بغیر دسترخوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ جانی[۲] کے بری با سعی و جست
روحانی رزق (ابھی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل

جز بعدلِ شیخ کو داؤدِ تست
شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤدؑ ہے

نفس چوں با شیخ بیند گامِ تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا

از بُنِ دنداں شود او رامِ تو
تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحبِ[۳] آں گاو رام آنگاہ شُد
گائے کا مدعی، اُس وقت فرمانبردار بنا

کز دمِ داؤدؑ او آگاہ شُد
جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہو گیا

عقل گاہے غالب آید در شکار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئیگی

بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار
تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

نفس اژدرہاست با صد زور و فن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے

روئے شیخ او را زمرد دیدہ کن
شیخ کا چہرہ اُسکے لئے آنکھیں نکالدینے والا زمرد ہے

گر تو صاحب گاو را خواہی زبوں
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے

چوں خراں سیخش کن آں سو اے حرو
اے سرکش! اُسکو گدھوں کیطرح کھینچ کر اُسطرف لیجا

اُس نے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ سنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہو گا۔ عقل عقل نفس کا شکار جب کریگی جب شیخ یار بن جائے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے چوں خراں نفس کو گدھے کی طرح کھینچکر شیخ کے پاس لیجا۔

۱۔ گرچہ۔ وہ آنیوالے سمجھدار خود بھی یہ اسرار بیان کر سکینگے لیکن مثنوی کی باتوں سے اُنکو تقویت حاصل ہو گی۔ نے کہ۔ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی، اسی طرح بعد میں آنیوالوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کریگی۔ روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تمھیں بغیر واسطہ فیض خداوندی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔ ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اُسکے لئے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کیلئے دسترخوان تو وہ نفع اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرما دیتا ہے۔

۲۔ رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہو گا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤدؑ کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کر دیتی ہے۔ از بُنِ دنداں۔ یعنی جبراً و قہراً۔

۳۔ صاحبِ آں گاو۔ گائے کے مدعی کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا
اگر تو اژدھے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے

دستش از داماں مکن یکدم رہا
کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

خاک شو در پیشِ شیخِ باصفا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا

تا ز خاکِ تو بروید کیمیا
تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں در ہر زبانش صد لغت ۱
(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور سو لغت ہر زبان میں

زرق و دستانش نیاید در صفت
اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیکِ ولی اللہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے

آں زبانِ صد گزش کوتہ شود
اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مدعیِ گاو نفس آمد فصیح ۲
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے

صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الا شاہ را
شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے

رہ نتاند زد شہِ آگاہ را
باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے

خنجر و شمشیر اندر آستیں
آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحف و سالوسِ او باور مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر

خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہمرتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہرِ وضو
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے

و اندر اندازد ترا در قعرِ او
اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

عقلِ نورانی و نیکو طالب است
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے

نفسِ ظلمانی برو چوں غالب است
تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو بروں
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے

گرچہ ملکِ اوست لیکن شد زبوں
(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکہ او در خانہ عقلِ تو غریب
کیونکہ وہ گھر میں ہے (اور) تیری عقل مسافر ہے

بر درِ خود سگ بود شیرِ مہیب
اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند ۳
ٹھہر کہ شیر کچھار میں پہنچیں

ویں سگانِ کور آنجا بگروند
یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

ل صد زباں۔ نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کوتہ۔ نفس کی زبان شیخ کی صحبت میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی۔ نفس گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں۔ شہر کے مدعی کی تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤدؑ فریب میں نہ آئے تھے۔

۲ نفس۔ نفس بگلا بھگت ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن بہت شریر ہے مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن۔ سوئے حوض۔ نیکی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے۔ عقل نورانی۔ عقل جیسی شریف چیز پر کمین نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ماری ماری پھرتی ہے۔

۳ باش۔ عقلیں جب اپنے اصلی مقام پر مقیم ہو گئیں تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مکرِ نفس و تن ندانند عامِ شہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے

[1] اُو نگردد جز بوحی القلب قہر
وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ اُو شود
جو اُس کا ہم جنس ہے اُس کا دوست بنجاتا ہے

جز مگر داوٗدؑ کو شیخت بود
مگر سوائے داوٗدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدّل گشت و جنسِ تن نماند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے

ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند
جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

[2] خلق جملہ علّتی اند از کمیں
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں

یارِ علّت می شود علّت یقیں
یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے دعویِ داوٗدی کند
ہر کمینہ داوٗدؑ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے

ہر کہ بے تمییز کف در وے زند
جو بے تمیز ہے اُس سے وابستہ ہوجاتا ہے

چوں ز صیّادے شنید آوازِ طیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے

مرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر
بیوقوف پرند اُس جانب اڑان بھرتا ہے

نقد را از قلب نشناسد غویست
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے

ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
خبردار! اُس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

[3] رستہ و بر بستہ پیشِ اُو یکے ست
آزاد اور گرفتار اُس کے نزدیک یکساں ہے

گر یقیں دعوے کند اُو در شکے ست
اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

اینچنیں کس گر ذکی مطلق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے

چونکش ایں تمییز نبود احمق ست
جب اُس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر
خبردار! اُس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن

سوئے اُو مشتاب اے دانا دلیر
اے عقلمند بہادر! اُس کی جانب نہ جا

گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فرازِ کوہ از احمقان و
بیوقوفوں کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر

شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن
جانا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

---

[1] اُو۔ نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داوٗدؑ کی قلبی وحی سے مغلوب ہوا ورنہ شہر والے اُس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اُس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے، شیخ چونکہ داوٗدؑ کی طرح ہے وہ اُس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدّل۔ شیخ کامل وہ ہے جو جسمیت کو ختم کر کے مجسّم روح بن جائے اور اس طرح سے مظہر خدا بن جائے جس طرح دل مظہر خدا ہے

[2] خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری، بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام، ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکّار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ اُن کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اُس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی سیٹی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ اِن احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز چاہیے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔

[3] رستہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔ اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اُس کو احمق سمجھو اور اُس سے اِس طرح بھاگو جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اِس قصّے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لاعلاج ہے۔

عیسئ[1] مریمؑ بکوہے می گریخت — شیر گوئی خونِ اُو میخواست ریخت

(حضرت) عیسیٰ (بن) مریمؑ ایک پہاڑ کیطرف بھاگ رہے تھے — گویا شیر اُن کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دوید و گفت خیر — در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے — آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرند کیطرح آپ کیوں ؟ دوڑ رہے ہیں

با شتاب اُو آنچناں میتاخت چست — کز شتابِ خود جواب اُو نگفت

جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے — کہ اپنی جلدی میں اُس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پئے عیسیٰؑ براند — پس بجدِّ جہد عیسیٰؑ را بخواند

وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا — پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰؑ کو پکارا

کز پئے مرضات[2] حق یک لحظہ ایست — کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست

کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہریئے — کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (درپیش) ہے

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم — نے پیت شیر و نہ خوفِ خصم و بیم

اے صاحبِ کرم! اِدھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ — آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

گفت از احمق گریزانم برو — می رہانم خویش را بندم مشو

فرمایا جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں — میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی — کہ شود کور و کر از تو مستوی

اُس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں — کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت آرے[3] گفت آں شہ نیستی — کہ فسونِ غیب را ماویستی

اُنھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟ — کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (وملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردہ — بر جہد چوں شیرِ صید آوردہ

آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں — وہ (مُردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے ز گِل مرغاں کنی اے خوبرو

اُنھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اُس نے کہا کہ — اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بناتے

بر دمی در وے شود تا جاں سبک — در ہوا اندر زماں پّراں شود

آپ اُنمیں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ جلد زندہ ہو جاتا ہے — (اور) فوراً ہی ہوا میں اُڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک — ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

اُنھوں نے فرمایا ہاں، اُسنے کہا، تو اے پاک روح! — آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (پھر) کس کا ڈر ہے

[1] عیسیٰ۔ عیسیٰ ابن مریم اِس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر اُن کے خون کے درپے ہے ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اِس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اُسکو جواب نہ دے سکے

[2] کز پئے مرضات۔ اُس شخص نے بھاگ کر اور اُن سے قریب ہو کر کہا خدا کے لئے رُک جایئے اور میرا جواب دیدیجئے۔ گفت۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک گفت۔ اُس شخص نے کہا آپ کے دَم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اِس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

[3] گفت آرے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جنکو اسم اعظم آتا ہے جب وہ آپ مُردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ اُنھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے، تو اُس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اُڑا دیتے ہیں اُنمیں پھونک مار دیتے ہیں تو اُڑنے لگتا ہے۔ گفت آرے۔ اُنھوں نے اِقرار کیا تو اُسنے پھر کہا جب آپکے پاس ایسے معجزے ہیں

با چنیں بُرہاں کہ باشد در جہاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہوگا؟
کہ نباشد مر ترا از بندگان
جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت عیسیٰؑ[ف۱] کہ بذاتِ پاکِ حق
حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم
مُبدعِ تن خالقِ جاں در سَبَق
جو کہ جسم کا پیدا کرنیوالا ازل میں روح کا خالق ہے

حُرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ اُو
اُس کی پاک ذات اور صفات کی قسم
کہ بود گردوں گریباں چاکِ اُو
جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

کاں فسُون و اسمِ اعظم را کہ من
کہ وہ منتر اور اسمِ اعظم جو میں نے
بر کر و بر کور خواندم شد حسَن
بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

بر کُہِ سنگیں بخواندم شد شگاف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا
خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
اُس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر تنِ[ف۲] مُردہ بخواندم گشت حَیّ
میں نے مُردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا
بر سرِ لاشَیٔ بخواندم گشت شَیٔ
میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بوُد
میں نے محبت سے اُس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا
صد ہزاراں بار و درمانے نشُد
لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگِ خارا گشت وزاں خو بر نگشت
سنگِ خارا بن گیا اور اُس عادت سے نہ ہٹا
ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت
ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اُگے

گفت[ف۳] حکمت چیست کانجا اسمِ حق
اُس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسمِ اعظم نے
سُود کرد اینجا نبُود آں را سبَق
فائدہ کیا، اس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا
وہ بھی بیماری ہے، اور یہ بھی بیماری کیوں
اُو نشد ایں را و آں را شد دوا
وہ اِس کے لئے (دوا) نہ ہوا اور اُسکے لئے دوا بنگیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے
رنجِ کوری نیست قہر آں ابتلا ست
اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

اِبتلا رنجیست کاں رحم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے
احمقی رنجیست کاں زخم آورد
بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

بر سر آرد زخم رنجِ احمقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے
رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
اُس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

ف۱ گفت۔ اُس سوال کرنیوالے کے جواب میں فرمایا۔ مُبدع۔ ایجاد کرنیوالا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بیشک اُس اسمِ اعظم کا یہی اثر ہے کہ اُس سے اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں۔ ہر کُہ۔ پہاڑ اُس کی عظمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

ف۲ بر تن۔ اسمِ اعظم مُردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ لاشَیٔ۔ یعنی اسمِ اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہو جاتا ہے۔ خُود۔ محبت۔ سنگِ خارا۔ یعنی احمق پر اسمِ اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہو گیا۔ خُو۔ یعنی حماقت کی عادت۔

ف۳ گفت۔ اُس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسمِ اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حماقت عذابِ الٰہی ہے اور اندھا پن ایک آزمائش ہے آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت پر ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

آنچہ داغِ اُوست مُہر اُو کردہ آست ۱ — چارہ بر وے نیار د بُرد دست

جو اُس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مُہر لگا دی ہے — کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰؑ گریخت — صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت

بیوقوفوں سے اسطرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰؑ بھاگے — احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزدد ہوا — ویں چنیں دُزدد ہم احمق از شما

ہوا، پانی کو تھوڑا تھوڑا چُراتی ہے — اِسی طرح بیوقوف تم میں سے چُراتا ہے

گرمیت را دُزدد و سردی دہد — ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد

وہ تیری گرمی کو چُراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے — جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نز بیم بُود — ایمن ست اُو از پئے تعلیم بُود ۲

حضرت عیسیٰؑ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا — وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لئے تھا

زمہریر ار پُر کُند آفاق را — چہ غم آں خورشیدِ با اشراق را

اگر سردی تمام دنیا کو بھر دے — روشن سورج کو کیا غم ہے؟

ہر کرا گرمی بود از نورِ حق — اُو چہ غم دارد ز سردیہائے بق

جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو — اُس کو مچھر کی بارش کی سردی کا کیا غم ہے!

قصۂ اہلِ سبا و حماقتِ ایشاں و اثر نا کردنِ پند و نصیحتِ انبیار در ایشاں

اہلِ سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیار کی نصیحت کا اُن پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا ۳ — کز دمِ احمق صباشاں شد وبا

مجھے اہلِ سبا کا قصہ یاد آگیا — احمقانہ باتوں سے صبا ہوا اُن کیلئے وبا بنگئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں

وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا — تو نے بچوں سے قصہ میں سُنا ہو گا

کودکاں افسانہا می آورند — درج در افسانہ شاں صد گونہ پند

بچے قصے بیان کرتے ہیں — ان کے افسانوں میں سو قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا — گنج می جو در ہمہ ویرانہا

افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں — تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

۱ آنچہ - حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مُہر ہے جس پر کوئی تدبیر مؤثر نہیں ہوتی ہے۔ زاحمقاں — بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰؑ بھاگے تھے۔ اندک جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چُراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چُراتی رہتی ہے۔ گرمیت بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اُس کی صحبت سردمہری اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے

۲ پے تعلیم - حضرت عیسیٰؑ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر - اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا حضرت عیسیٰؑ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے

۳ سبا - ایک شہر کا نام ہے۔ صبا - پُروا ہوا۔ وبا - بیماری۔ کودکاں - بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا - افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کے تلاش کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانہ میں خزانہ تلاش کرے۔

بود[۱] شہرے بس عظیم و مہ ولے — قدر او چوں قدر سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن — اُس کا رتبہ سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا — پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

مردم دہ شہر مجموع اندرو — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا — لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

اندرو نوع خلائق بے شمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار
اُس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں) — لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص پکی پکائی کھانے والے (تھے)

جان[۲] ناکردہ بجاناں تاختن — گر ہزاران ست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کرکے دوڑنا — اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہونگے

آن یکے بس دوربین دیدہ کور — از سلیمانؑ کور و دیدہ پائے مور
(انہیں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا — سلیمانؑ کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر — گنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا — خزانہ اور اُس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز — لیک دامنہائے جامہ او دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مریل ٹٹو دوڑانے والا — لیکن اُس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

گفت کور اینک سپاہے میرسند — من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
اندھے نے کہا یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں — میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کسقدر ہیں

گفت کر[۳] آرے شنیدم بانگ شاں — کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا ہاں میں نے اُنکی آواز سُن لی — کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

آں برہنہ گفت ترساں زیں منم — کہ ببرند از درازی دامنم
ننگا بولا، میں اِس سے خوف زدہ ہوں — کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند — خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا اب وہ قریب آگئے ہیں — اُٹھو ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ — می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل — خبردار، اے دوستو! بہت نزدیک آرہا ہے

---

۱ بود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اُس کا رتبہ مٹی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کیطرح تھا اور اُسمیں آبادی تھی۔ مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اُس میں گندے قسم کے تھے۔ سہ خام۔ وہ تینوں بھی عقل کے کچے اور کھانے کے پکے تھے۔

۲ جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آن یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دُور بین۔ سلیمانؑ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے۔ پائے مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے بڑے بینا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بُری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سبا دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی اُسمیں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

۳ گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سُن رہا ہوں۔ آں برہنہ۔ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دراز دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت۔ اندھے نے کہا میں دیکھ رہا ہوں وہ بہت قریب آگئے ہیں۔ مشغلہ۔ شور و غل۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔

آں برہنہ گفت آوہ[۱] دامنم — از طمع بُرّند و من ناایمنم

ننگے نے کہا، ہائے میرا دامن! — لالچ میں کاٹ لیں گے، اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را ہشتند و بیروں آمدند — وز ہزیمت در دہے اندر شدند

انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے — اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دہ مُرغِ فربہ یافتند — لیک ذرہ گوشتے بروے نزند

انھوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا — لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید — عور بگرفت و بداماں درکشید

اندھے نے اسکو دیکھا اور بہرے نے اسکی آواز سن لی — ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مُرغِ مُردہ خشک از زخمِ کلاغ — استخوانہا زار گشتہ چوں پناغ

مُرغ مُردہ کوّے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا) — ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

پس طلب کردند دیگے یافتند — بے سر و بے بُن، بُبک بشتافتند

انھوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پالی — جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سر[۲] آتش نہادند آں سہ تن — مُرغِ فربہ را بدیگ اندر زفن

ان تینوں نے آگ پر رکھا — موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

آتشش کردند چنداں اے پسر — کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر

اے بیٹا! انھوں نے اس قدر پکایا — کہ ہڈیاں پک گئیں، اسکے گوشت کو پتہ نہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر — ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر

انھوں نے اس کو اسطرح کھایا جسطرح شیر شکار کو — انکے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کیطرح سے پیٹ بھرا ہوگیا

ہر سہ[۳] زاں خوردند بس فربہ شدند — چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند

تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہوگئے — تین موٹے، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہوگئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں — در نگنجیدے ز زفتی در جہاں

ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے — بھاری پن سے، دنیا میں نہ سماتا تھا

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت — از شگافِ در بروں جستند تفت

ایسے موٹاپے، اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود — تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق ناپیدا رہی ست — در نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست

مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے — وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

---

۱ آدہ۔ افسوس۔ ایمن۔ مطمئن۔ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت پسپائی۔ نزند۔ لاغر، نزِ مردہ۔ زخم کلاغ۔ کوّے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ کچا دھاگا، مکڑی کا جالا۔ بے سر۔ یعنی اُن کو ایسی ہانڈی ملی جس کا نہ گلا تھا نہ تلا۔

۲ بر سر آتش۔ یعنی اُس مُردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈالکر پکانا شروع کیا۔ آتشش۔ یعنی اُس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اُس مُردہ مُرغ کو انھوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

۳ ہر سہ۔ تینوں اس مُردہ مُرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا پھولا کہ دنیا میں نہیں سمارہا تھا۔ باچنیں۔ لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہِ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نک پیاپے کاروانہا [1] مُقتفی　　زیں شگافِ در کہ ہست آں مُختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جارہے ہیں　　دروازے کی اِس دَرز سے جو پوشیدہ ہے

بر دَرار جوئی نیابی آں شگاف　　سخت ناپیدا و زو چندیں زفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائیگا　　بالکل پوشیدہ ہے اور اُس میں سے متعدد روانگی ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدیں عیاں　　باز باید کرد شرحِ ایں بیاں
اے ضیاء الحق حُسام الدین، واضح (طور پر)　　اِس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست　　آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے　　جاننے والے کا رخ، بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کورِ دُوربین و آں کرِ تیز شنو و آں برہنہ دراز دامن

اُس کورِ دور تک دیکھنے والے اندھے اور اُس تیز سننے والے بہرے اور اُس لمبے دامن والے ننگے کی شرح

کر [2] اَمَل را داں کہ مرگِ ما شنید　　مرگِ خود نشنید و نقلِ خود ندید
بہرا، امید کو سمجھ کہ اُسنے ہماری موت کی خبر سُنی　　اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مُو بمُو　　عیبِ خلقاں و بگوید کو بکو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے　　لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرّہ چشمِ کورِ او　　می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جُو
اُس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی　　نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جُو ہے

عُور می ترسد کہ دامانش بُرند　　دامنِ مردِ برہنہ کے دَرَند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اُس کا دامن کاٹ لینگے　　(حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مردِ [3] دنیا مُفلس ست و ترسناک　　ہیچ او را نیست از دزدانش باک
دنیا دار انسان مُفلس ہے اور خوفزدہ ہے　　اُس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اُسکو چوروں کا کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عُریاں رَوَد　　وز غمِ دُزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا، اور ننگا جائے گا　　اور چور کے غم سے اُس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بُوَد صد نوحہ پیش　　خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اسکے مرنے کیوقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے ہیں　　اُس کی جان کو اپنے اِس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کش نیست زر　　ہم ذکی داند کہ او بُد بے ہنر
اُسوقت مالدار جان جاتا ہے کہ اُسکے پاس مال نہیں ہے　　(اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

---

1. مُقتفی۔ پیچھے۔ مُختفی۔ پوشیدہ۔ بر دَر۔ کواڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ زفاف۔ دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر۔ ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اُس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ یعنی اہلِ دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے

2. کر۔ اِس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مُراد ہیں، تمنّا اور اُمید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص۔ اِس قصہ میں اندھے سے مُراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عُور۔ ننگے سے مُراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مُفلس ہے۔

3. مردِ دنیا۔ دنیا دار مُفلس ہے اِسلئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ۔ دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ۔ جب اِس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائیگی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اپنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں۔ جب دنیاوی دولت

۵۱ چوں کنارِ کودکے پُر از سفال | کو بر آں لرزاں بود چوں ربِّ مال

جیسا کہ بچے کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے | جو ان کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر ستانی پارہ گریاں شود | پارہ گر بازش دہی خنداں شود

اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے | اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دیدے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش دثار | گریہ و خندش ندارد اعتبار

چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے | اس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

۵۲ محتشم چوں عاریت را مِلک دید | پس بر آں مالِ دروغیں می طپید

مالدار نے، چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا | اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ او را ہست مال | ترسد از دزدے کہ بر باید جوال

خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے | چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اڑا لے جائیگا

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش | پس ز ترسِ خویش تسخر آیدش

جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے | تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں | کہ بود شاں علم و عقلِ ایں جہاں

اسی طرح کا ان ہنرمندوں کا خوف ہے | جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذو فنون | گفت ایزد در نُبی لا یعلمون

انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے | قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

ہر یکے ترساں ز دُزدیِ کسے | خویشتن را علم پندارد بسے

ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے | اپنا علم بہت سمجھتا ہے

۵۳ گوید او کہ روزگارم می برد | خود ندارد روزگارِ سودمند

کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے | حالانکہ وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم بر آوردند خلق | غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق

کہتا ہے لوگ مجھے بیکار بناتے ہیں | (حالانکہ) اسکی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

عور ترساں کہ منم دامن کشاں | چوں رہانم دامن از چنگالشاں

ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں | ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل داند از علوم | جانِ خود را می نداند آں ظلوم

علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے | وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

---

۵۱ چوں کنار۔ اس دنیادار کی حالت اس بچہ کی سی ہے جس نے بکّو میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور ان کو دولت سمجھ رہا ہو ان کنکریوں کے لینے سے ڈرتا ہو اور اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور اسکو واپس دیدے تو ہنسنے لگے۔ دثار بالائی لباس۔

۵۲ محتشم۔ دنیادار دولت وحشمت والا۔ عاریت۔ دنیا کی دولت اس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں ز۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اس کو اپنے اوپر ہنسی آ جائیگی یہی حال آخرت میں دنیادار کا ہوگا۔ از پئے۔ دنیا دار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے۔ ہر یکے۔ ہر دنیا دار اپنے علم کے بارے میں چور سے ڈرتا ہے۔

۵۳ گوید۔ دنیادار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ ہوتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اسکا وقت اس کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید۔ وہ کہتا ہے لوگ آکر مجھے بیکار بناتے ہیں حالانکہ جو اس کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ عور۔ ہر دنیا دار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے اسکے علوم کو برباد کر رہے ہیں۔ صد ہزاراں۔ دنیا کے لاکھوں علوم کا عالم ہے لیکن اپنی روح کے بارے میں وہ ظالم و جاہل ہے۔

دانداُو خاصیتِ ہر جوہرے ۱ — در بیانِ جوہر خود چوں خرے

وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے — اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم یجُوز و لایجُوز — خود ندانی تو یجوزی یا عجُوز

کہیں یجوز، اور لایجوز کو جانتا ہوں — تو خود نہیں جانتا کہ تو یجوزی ہے یا بُڑھیا

ایں رَوا آں ناروا دانی ولیک — تو روا یا ناروائی بیں تو نیک

تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن — تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقیست

تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے — تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سَعدہا و نحسہا دانستہٖ ۲ — ننگری سَعدی تو یا ناشُستہٖ

تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے — تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ عِلمہا اینست و ایں — کہ بدانی من کیم در یوم دیں

تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے — کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جُملہ عِلمہا اینست خود — کہ بہ بخشد جملہ را جان ابد

خود تمام علوم کی جان یہ ہے — کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصولِ دیں بدانستی تو لیک ۳ — بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک

تونے دین کے اصول جان لئے لیکن — اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ مہ

تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں — اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جانے

صفتِ خُرّمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — می رمیدندے ز اَسبابِ بقا

ان اہلِ سبا کی اصل، بُری تھی — وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

دادشاں چنداں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ

اُنکو (اللہ نے) اِسقدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی — دائیں، اور بائیں سے فراغت کے لئے

---

۱ دانَد۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے۔ کہ ہمی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مُفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اُس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا ناداں بڑھیا۔ یجوزی یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دلائل سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اُس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

۲ سَعدہا۔ دنیادار عالمِ نجوم، ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت رکھتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اُس کا کیا حال ہونا ہے۔

۳ اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔

خرّمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ ضیاع۔ جائداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔

بسکہ می افتاد از پُرّیؔ ثمار — تنگ می شد مَعبرہ بر رہگذار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے — چلنے والوں پر راستہ تنگ ہوجاتا تھا

آں نثارِ میوہ رہ را می گرفت — از پُریِ میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی بکھیر، راستہ روک دیتی تھی — پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سَلّہ بر سر در درختستانِ شاں — پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
اُن کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری — بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے — پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی — اُن پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زَفت تا زیر آمدہ — بر سَر و روئے روندہ می زدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے — چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

مَردِ گلخن تاب از پُریِ زر — بستہ بودے بر میاں زرّیں کمر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے — کمر پر زرّیں پیٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہؔ کوفتے دَر زیرِ پا — تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا
کتے پاؤں کے نیچے قلیچے روندتے — غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہوجاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دُزد و گرگ — بُز نترسیدے ہم از گرگِ سترگؔ
شہر اور گاؤں، چور اور بھیڑیئے سے محفوظ ہوگئے تھے — موٹے بھیڑیئے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شُدے — آتش سوزندہ شاں صابون بُدے
اگر اُن کے کپڑے میلے ہوجاتے — جلانے والی آگ اُن کا صابون ہوتا

دَر تنور انداختندے جامہ را — بعد یک ساعت شدے خوش با صفا
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے — تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہوجاتا

گر بگویم شرحِ نعمتہائے قوم — کہ زیادت می شد آں یوماً فیوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں — جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مُہم — انبیارؔ بُردند امرِ فَاسْتَقِمْ
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی — انبیار فَاسْتَقِمْ کا حکم لے کر گئے

چوں زحد بُردند ناشکری چُناں — غیرتِ حق کار گر شُد در زماں
جب انھوں نے اِس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی — اُس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

لہ پُرّی۔ کثرت۔ ثمار ثمرہ کی جمع، پھل۔ مَعبر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار مسافر۔ نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سَلّہ۔ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بےکسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی۔ کمر۔ پیٹی۔

لہ کلیچہ۔ قلیچہ۔ تخمہ۔ بدہضمی۔ گشتہ۔ مال و خوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیئے کو کسی کے پھاڑنے کی

لہ سترگ۔ موٹا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیار۔ یعنی انبیار کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدنِ پیغمبراں بہ نصیحت اہلِ سبا

اہلِ سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند — گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
تیرہ[۱۳] پیغمبر وہاں آئے — گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو — مرکبِ شکر ار بخسپد حرّکو[۵۱]
کہ خبردار! نعمت بہت ہوگئی، شکر کر — اگر شکر کی سواری سوگئی ہے (اس کو) چلاؤ

شکرِ منعم واجب آمد در خرد — ورنہ بکشاید درِ خشمِ ابد
عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے — ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید وایں خود کس کند — کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
ہاں کرم دیکھو، اور یہ خود کون کرتا ہے؟ — کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر بہ بخشد[۵۲] شکر خواہد سجدہ — پا بہ بخشد شکر خواہد قعدہ
وہ سر عنایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے — پاؤں بخشتا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکرِ نعمت نعمت افزوں کند — صد ہزاراں گل زخارے سر کند
نعمت کا شکر، نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے — لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

قوم گفتہ شکر ما را برد غول — ماشدیم از شکر واز نعمت ملول
قوم نے کہا، ہمارا شکر بھوت لے گیا — ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا — کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا
ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہوگئے ہیں — کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ — ما نمی خواہیم اسباب و فراغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے — ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے[۵۳] چہ سیر شد جاں ما ازیں — شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
نعمت کیا چیز ہے اس سے ہماری طبیعت بھر گئی — کاہے کا شکر کریں، ہاں بتاؤ؟

انبیاء گفتند در دل علتے ست — کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے — کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود — طعمہ در بیمار کے قوت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں — کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

---

۵۱ حرّکو: یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ در خرد: عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ ہیں: اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔

۵۲ سر: اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پا: اللہ نے پاؤں بخشے ہیں تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ ان کے لئے عبادت میں قیام وقعود کیا جائے۔ صد ہزاراں: مصائب نعمتوں سے بدل جائیں گے۔ غول: بھوت، شیطان۔ ماشدیم: اہلِ سبا نے کہا ہم تو ان نعمتوں سے تنگدل ہیں اور ہمارے لئے اب نہ طاعت میں لذت ہے نہ گناہ میں۔

۵۳ نعمتے: یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعثِ زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء: انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہوگیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کردیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دیجاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کردیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُصِر — جملہ ناخوش گشت و صاف اُو کدر
اے ضدی! تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں — سب ناقص ہوئیں اور اُن میں سے صاف، مکدّر ہو گئیں

تو عدوِّ[١] ایں خوشیہا آمدی — گشت ناخوش ہر چہ بر وے کف زدی
تو اِن خوشیوں کا دشمن بن گیا — جس چیز پر تو نے ہاتھ دھرا، وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ اُو شد آشنا و یارِ تو — شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
جو تیرا واقف، اور یار بنا — تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ اُو بیگانہ باشد با تو ہم — پیشِ تو اُو بس مہ است و محترم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو — وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزّت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست — زہرِ اُو در جملہ خلقاں ساری ست
یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر ہے — اُس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علّت بباید کرد زُود — شکر با آں ہم حدث خواہد نمُود
اُس بیماری کو فوراً، دفع کرنا چاہیئے — کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

ہر خوشی[٢] کاید بتو ناخوش شود — آبِ حیواں گر رسد آتش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بُری ہو جاتی ہے — اگر آبِ حیات آتا ہے آگ بن جاتا ہے

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت — مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
یہ صفت موت اور بے چینی کی کیمیا ہے — بالآخر اُسکی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہے

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد — چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دِل زندہ ہوتا ہے — وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد — چوں شکارت شد بر تو خوار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے — جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی[٣] عقل با عقل از صفا — چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے — جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفسِ پست — تو یقیں می داں کہ ہر دم کمتر ست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی — تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نفسش گردِ علّت می تند — معرفت را زُود فاسد میکند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے — جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

---

١ تو عدو۔ اسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ زہرِ او۔ اِس بیماری میں پوری قوم مُبتلا ہے۔ شکر با آں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

٢ ہر خوشی۔ اِس بیماری سے ہر اچھی چیز بُری بنجاتی ہے، آبِ حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ بس۔ اِس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اسکو ذلیل سمجھتے ہو۔

٣ آشنائی۔ جو دوستی عقل کی بنیاد پر ہوتی ہے اُس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ ہمیشہ گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی[1] دوست را فردا نفیر ۔۔۔ دوستی با عاقل و با عقل گیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابلِ نفرت نہیں (بنانا چاہتا) ۔۔۔ عقلمند اور عقل سے دوستی کر

از سموم نفس چوں با علتی ۔۔۔ ہر چہ گیری تو مرض را آلتی
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے ۔۔۔ تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (کار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود ۔۔۔ ور بگیری مہرِ دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائیگا ۔۔۔ اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی ہو جائیگی

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف ۔۔۔ بعد درکت گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریگا ۔۔۔ تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندہ ہو جائیگا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد ۔۔۔ چیزِ دیگر گو بجز ایں اے عضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے ۔۔۔ اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و نو گفتہ گیر ۔۔۔ باز فردا زاں شوی سیر و نفیر
فرض کرو، کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو ۔۔۔ پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہوگا

دفعِ[2] علت کن چو علت خو شود ۔۔۔ ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے، بیماری کو دفع کر ۔۔۔ ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ برآرد برگِ نو ۔۔۔ بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو
حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتے نکالے گی ۔۔۔ پرانی (بات) گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائیگی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق ۔۔۔ بحرِ قلزم دید ما را فانفلق
ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں ۔۔۔ ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا، تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگر اند ۔۔۔ کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب، دوسرے ہیں ۔۔۔ جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم ۔۔۔ کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں ۔۔۔ کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذا اند و ثمار ۔۔۔ جانِ حیوانی بدیشاں استوار
وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں ۔۔۔ حیوانی روح، ان سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال ۔۔۔ ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال
ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنیوالا ہے

ف۱ گر نخواہی۔ اگر ایسا دوست بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از سموم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اسکی بیماری میں اضافہ کریگا۔ ور بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو برے لگتے ہیں۔ چیز دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائیگا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

ف۲ دفع۔ اگر قلبی بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحرِ قلزم۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ نبضے۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

ف۳ ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلاواسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ مخفی علامتوں سے کسی چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اطباء کا کام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرنا ہے۔ ما طبیباں۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول مہلک ہے اور کون سا نافع ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کاینچنیں فعلے تُرا نافع بَوَد — وانچناں فعلے زرہ قاطع شوَد
کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہوگا — اور ایسا فعل راہِ (حق) سے جُدا کرنیوالا ہوگا

اینچنیں[۱] قولے تُرا پیش آوَرد — وانچناں قولے ترا نیش آورد
ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی — اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچنان واینچنیں از نیک و بَد — پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جَد
ایسا، اور ویسا، اچھا، اور بُرا — ہم تیرے سامنے رکھدیتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں — زہر و شکر سنگ و گوہر شُد عیاں
اگر تو چاہے اِسکو اختیار کر، تو چاہے، اُس کو — زہر اور شکر، پتھر اور جوہر، واضح ہو گیا

واں طبیباں را بُوَد بوئے دلیل — ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل
اُن طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے — اور ہماری دلیل اللہ (تعالےٰ) کی وحی ہوتی ہے

دَست مُزدے[۲] می نخواہیم از کسے — دستِ مُزدِ ما رسَد از حق بسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں — ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صَلا بیماریِ ناسُور را — دارُوئے ما یک بیک رنجور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکار ہے — ہماری دوا، ہر ہر بیمار کے لئے ہے

مُعجزہ خواستنِ قوم از پیغمبران علیہم السّلام

قوم کا پیغمبروں سے (اُن پر سلام ہو) مُعجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مُدّعی — کو گواہِ علم و طبّ نافعی
قوم نے کہا، اے دعوے دارو! — نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں[۳] شما بستہ ہمیں خواب و خورید — ہمچو ما باشید و در دِہ می چَرید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو — ہماری طرح بنو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دامِ ایں آب و گِلید — کے شما صیّادِ سیمرغ دلید
جبکہ تم اِسی پانی اور مٹی کے جال میں — تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حُبّ جاہ و سَروری دارد بر[۴] آں — کہ شمارد خویش از پیغمبراں
رتبہ اور سرداری کی محبت اُس پر آمادہ کرتی ہے — کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ — کردن اندر گوش و اُفتادن بدوغ
ہم اِس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے — سُننا، اور چھاچھ میں گرنا

---

۱ اینچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال واقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔ گر تو خواہی۔ اِس کے بعد پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں، ہم، وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

۲ دست مُزدے۔ تمام انبیاءؑ یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہِ۔ یعنی ہم تم سے اِس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمّہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ اِن لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں شما۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اِسی قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے انبیاء ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

۳ چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم خود جبکہ آب و گِل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کرسکتے ہو حُبّ جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ بڑا بننے کا شوق پیغمبری

انبیاء[1] گفتند کایں زاں علت ست — مایۂ کوری حجاب رؤیت ست
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اُسی بیماری کی وجہ سے ہیں — اندھے پن کا سرمایہ، دیدار کا پردہ ہے

دعوی ما را شنیدید و شما — می نہ بینید ایں گہر در دستِ ما
تم نے ہمارا دعوی سن لیا، اور تم — ہمارے ہاتھ میں اِس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را — ماش گردانیم گردِ چشمہا
یہ جوہر، لوگوں کی آزمائش ہے — ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست — کو نمی بیند گہر، حبسِ عماست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے؟ اُسکی بات (خود) گواہ ہے — کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز — کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
سورج کہے، کہ اُٹھ — دن نکل آیا، اُٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ — تجھ سے وہ کہیگا اے اندھے! اللہ تعالیٰ سے آنکھ مانگ

روز[2] روشن ہر کہ او جوید چراغ — عینِ جستن کوریش باشد بلاغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے — یہ ڈھونڈنا ہی اُس کے اندھے پن کا اعلان ہے

ور نمی بینی گمانے بردۂ — کہ صباح ست و تو اندر پردۂ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے — کہ صبح ہوگئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریِ خود را مکن زیں گفت فاش — خامش و در انتظارِ فضل باش
اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر — چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضلِ بے علت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے — اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

ورنہ[3] ماندی در چنیں کوری ابد — آئینہ پنہاں شد از تو در نمد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہیگا — آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

در میانِ روز گفتن روز کو — خویش رسوا کردن ست اے تند خو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟ — اے بدمزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذوبِ رحمت ست — ویں نشاں جستن نشانِ علت است
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے — اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

---

[1] انبیاء۔ انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھاپن ہے۔ دعوی۔ یعنی نبوت کا دعوی۔ ایں گہر یعنی نبوت و رسالت۔ ماش گردانیم۔ یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید۔ جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اِس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے۔ اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لا تو یہ اُس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

[2] روز۔ جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی۔ یعنی اگر کسی کو آفتابِ رسالت نظر بھی نہ آئے وہ کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرلے کہ شاید وہ نکلا ہوا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے فضلِ بے علت۔ یعنی فضلِ خداوندی۔ زیں شقاوت یعنی آفتابِ رسالت کا نظر نہ آنا

[3] ورنہ۔ اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائیگا اور اُسکو آئینۂ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ در میان۔ اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کرکے رسوائی

مول لیتا ہے۔ جستن نشان۔ یعنی ثبوت طلب کرنا۔

اَنْصِتُوْا بپذیر تا بر جانِ تو — **آید از جاناں جزائے اَنْصِتُوْا**[۱]

اَنْصِتُوْا کو قبول کر لیجئے تاکہ تیری جان پر — محبوب کی طرف سے اَنْصِتُوْا کا بدلہ آئے

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب — **بر زمیں زن زود سَر را اَے لبیب**

اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے تو اس طبیب کے سامنے — اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر — **بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر**

زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے — جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ھُو — **کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو**

تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے — کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل — **خود بہ بیبنید و شوید از خود خجل**

جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے — خود دیکھ لو گے، اور خود شرمندہ ہو گے

دفعِ ایں کوری بدستِ خلق نیست[۲] — **لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست**

اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے — لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسبابِ ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — **تا بمُشک و عنبر آگندہ شوید**

ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو — تاکہ مُشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

متہم داشتن قوم انبیاء را علیہم السلام

قوم کا انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند ایں ہمہ زرق ست و مکر — **کے خدا نائب کند از زید و بکر**

قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے — خدا زید، اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو — **آب و گِل کو خالقِ افلاک کو**

بادشاہ کا قاصد اُس کا ہم جنس ہونا چاہیئے — پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

مغزِ خر خوردیم تا ما چوں شما[۳] — **پشّہ را داریم ہمراز ھُما**

ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے — مچھروں کو ھُما کا ہمراز سمجھیں

کو ھُما کو پشّہ کو گِل کو خدا — **ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرّہ را**

کہاں ھُما کہاں مچھر کہاں مٹی، کہاں اللہ — ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود — **تا کہ در عقل و دماغے در رود**

یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟ — جو عقل اور دماغ میں آ سکے

---

[۱] اَنْصِتُوْا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ گر نخواہی نکس۔ یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیاء اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے اُن کیلئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیئے۔ تا ثنا۔ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائیگا کہ آسمان کو اُس پر حسد آئیگا۔ چوں جب اِن اطباء کی دلداری کی جائیگی تو انسان پر خود اپنی حقیقت کھُل جائے گی۔

[۲] دَفع۔ رسالت کے نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور اِن لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔ قوم۔ یعنی اہلِ سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اُس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، انسان جو آب و گِل سے بنا ہے اسکو اللہ سے کیا مناسبت ہے۔

[۳] مغزِ خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بنجاتا ہے۔ پشّہ یعنی انسان۔ ھُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ کو ھُما۔ اللہ تعالیٰ اور انسان میں کیا نسبت، ذرہ کو آفتاب سے کیا نسبت۔ ایں چہ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ سے ہمراز ہونا عقل میں نہیں آسکتا۔

تا کجا[۱] ایں گفتِ بیہودہ کجا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک؟
ایں چہ زرق ست و چہ شیدست و دغا
یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟
می نگیرد مغزِ ما ایں داستاں
اِس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم ایں قدر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں
گندنا را می شناسیم از گزر
کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیشِ فیل
اُن خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس قاصد بنا کر بھیجا

فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیشِ تو کہ ازیں
کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے

چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتاب کلیلہ و دمنہ آمدہ
اِس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا
من رسولِ ماہم و با ماہ جفت
میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز[۲] رمۂ پیلاں ازاں چشمۂ زلال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اِس صاف چشمہ پر
جملہ نخچیراں بُدند اندر وبال
تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے
حیلہ کردند چوں کم بود زور
چونکہ طاقت کم تھی، انھوں نے تدبیر کی

از سرِ کہ بانگ زد خرگوشِ زال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی
سوئے پیلاں در شبِ غرّہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہِ[۳] پیلاں من رسولم پیش باست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں
بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ
چشمہ آنِ ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کردوں گا، ظلم
گفتم از گردن بروں انداختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کردیا

[۱] تا کجا۔ اہلِ سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔ ریسماں۔ پندریا کا کچا دھاگا۔ غالبًا۔ ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کریں۔ گندنا عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار پھل ہے جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہلِ سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا من رسول۔ خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراز ساتھی ہوں۔

[۲] کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اسلئے بنا تھا کہ تمام جانور چشمے پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے مل کر یہ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ نخچیراں۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرّہ۔ پہلی رات کا چاند۔

[۳] شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کیطرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو۔ ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانوگے تو اندھا بنادوں گا۔

ترکِ ایں چشمہ بگو سید و رو ید — تا ز زخمِ تیغِ من ایمن شوید
یہ چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ — تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

۵۱ نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ — مضطرب گردد ز پیلِ آب خواہ
دیکھو علامت یہ ہے، کہ چاند پانی میں — پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیا رابعِ عشر اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ — تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل — تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آ جا — تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید — شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے — ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطومِ پیل آں شب در آب — مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی — پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

۵۲ پیل باور کرد از وے آں خطاب — چوں درونِ چشمہ مہ کرد اضطراب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کرلیا — جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ — بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہوگیا — اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

ما نہ زاں پیلاں گوییم اے گروہ — کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں جیسے نہیں ہیں — کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جوابِ گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردنِ ایشاں را

انبیاء کا ان کے اعتراض کا جواب دینا اور ان کی ایک مثال بیان کرنا

۵۳ انبیاء گفتند آوہ پندِ ماں — سخت تر کرد اے سفیہاں بندتاں
انبیاء نے فرمایا، افسوس ہماری نصیحت نے — اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کردیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں — گشت زہرِ جاں قہر آہنجِ تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا — جان کا زہر، تمہارا قاتل زہر بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را — چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے — جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

۵۱ نک نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہ بیا۔ اگر یقین نہیں ہے تو چودھویں شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا۔ چوں دو ہفتہ۔ جب چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گذر گئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

۵۲ پیل۔ جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آگیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سارے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ ما نہ زاں۔ یہ قصہ سنا کر اہلِ سبا نے کہا ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

۵۳ انبیاء۔ ان کی اس تقریر پر انبیاء نے ان سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہوگئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ ظلمت۔ جب کسی پر غضبِ خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بنجاتا ہے۔

چہ رئیسی جست خواہیم از شما[1]	کہ ریاست ماں فزون ست از سما
ہم، تم سے کیا سرداری چاہیں گے	ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے
چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر	خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پُر
موتیوں کا سمندر، کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟	خصوصًا اُس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے
اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود	کافتابے اندرو ذرہ نمود
اُس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے	جس میں سورج ایک ذرّہ نظر آئے
کادمے کو بُود بے مثل و فرید	دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدمؑ، جو کہ بے مثل اور یکتا تھے	شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا
چشمِ[2] دیوانہ بہارش دے نمود	زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
شیطانی آنکھ نے اُن کو، بہار کو خزاں دکھایا	اُسی طرف گئی جو اُس کا مقام تھا
اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ	پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں	بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں
اے بسا معشوق کا بد ناشناخت	پیشِ بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو لبِ جان پہچانے آجاتے ہیں	ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے
احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست	می نسازد گمرہاں را راہِ راست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟	گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے
ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست	ویں مقلبِ قلب را سوء القضاست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے	اور دیدہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے
چوں[3] بُتِ سنگیں شمارا قبلہ شد	لعنت و کوری شمارا ظلہ شد
جب پتھر کا بُت تمہارا قبلہ بن گیا	لعنت اور اندھا پن تمہارا سائبان بنگیا
چوں بشاید سنگ تاں انبازِ حق	چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا	عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں؟ نامناسب ہوا
پشّہ مُردہ ہما را شد شریک	چوں نشاید زندہ ہمراز ملیک
مَرا ہوا مچھر، ہُما کا شریک بن گیا	زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب؟ نہوا

بُت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمھیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشّہ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بُت۔ ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ملیک۔ اللہ تعالیٰ۔

---

[1] چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اُس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ اے دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔ کادمے۔ یہ شیطانی آنکھ ہے کہ اُس نے حضرت آدمؑ کے پُتلے کی مٹی کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

[2] چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدمؑ جو بمنزلہ بہار تھے وہ اُس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اُس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی۔ اے بسا۔ بدبختوں کو قیمتی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب اُن کی حرمان نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن پر مسلط ہے۔

[3] چوں۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا چونکہ تم بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لئے لعنت اور اندھا پن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے

آں[1] بُتِ مُردہ تراشیدہ شماست — پسّ زندہ تراشیدہ خداست

وہ مُردہ بُت تمہارا گھڑا ہوا ہے — زندہ پتھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویشند و صنعت کردِ خویش — دُمّ ماراں را سَرِ مار ست کیش

وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں — سانپوں کی دُم کا مذہب سانپ کا سَر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے — نے دراں سَر راحتے و لذّتے

نہ اُس دُم میں کوئی دولت اور نعمت ہے — نہ اُس سَر میں کوئی راحت اور لذّت ہے

گردِ سَر گرداں بُوَد آں دُمّ مار — لائق اند و در خورند آں ہر دو یار

وہ سانپ کی دُم سَر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے — وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں[2] گوید حکیمِ غزنوی — در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں — "الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سُنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر — در خور آمد شخصِ خر با گوشِ خر

تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر — گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا و ابدانہا — شد مناسب وصفہا با جانہا

اعضا، اور بدن مناسبت سے بنے ہیں — اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف[3] ہر جانے مناسب با شُدش — بیگماں با جاں کہ حق بتراشُدش

ہر روح کی صفت اُس کے مناسب ہوتی ہے — یقیناً اللہ (تعالےٰ)، اُس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

چوں صفت با جاں قرین کرد ست او — پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو

جبکہ اُس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے — تو اُس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شُد مناسب وصفہا در خوب و زشت — شُد مناسب حرفہا کہ حق نوشت

اچھائی اور بُرائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں — جو حروف اللہ (تعالےٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین — چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین

آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں — اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اصبعِ لطف ست و قہرے درمیاں — کلکِ دل با قبض و بسطے زیں بناں

مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں — اِن سرِ انگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

---

[1] آں بُت۔ بُت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا۔ عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمّ ماراں۔ سانپ کی دُم سانپ کے سَر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گردِ سَر۔ جس جانب مُنھ جائیگا اُسی جانب اُس کی دم جائیگی۔ دو یار۔ یعنی سانپ کی دُم اور سَر۔

[2] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں اُن کو بیان کرکے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفّار کی محرومی اور اُنکی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اُس میں اللہ تعالےٰ کی حکمتیں مُضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضولی۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنانا بیکار ہیں اُس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے عضوہا۔ اللہ تعالےٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص تناسب رکھا ہے ہر روح میں اُسکے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

[3] وصف۔ ہر جان کے اوصاف اُسکے مناسب پیدا فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ایک روح کیلئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اُسکے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلمِ تقدیر نے جو حرف لکھے وہی اُس شخص کے مناسب تھے۔ دیدہ و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہیں اُنکا رُخ موڑ دیتی ہیں۔ اصبع۔ جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلمِ دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری مہر کی انگلی ہے۔ بنان۔ بنانۃ کی جمع سرِ انگشت۔

اے قلمؔ بنگر گر اجلالیستی | کہ میانِ اصبعین کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ | کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست | فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست
تیرا سب ارادہ اور حرکت اُس انگلی سے ہے | تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر ظاہر ہونے والا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست | عزم و فسخت ہم زعزم و فسخِ اوست
تیرے احوال کے حروف اُس کی تحریر کے ہیں | تیرا ارادہ اور (اُسکو) فسخ کرنا اُسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست | زیں تقلب ہر قلمؔ آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے | اِس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود | قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد
اِسکو قلم جانتا ہے، لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر | اچھائی اور بُرائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

آنچہ در خرگوش و پیل آویختند | تا ازل را با حیل آمیختند
وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی (کے قصّہ) سے متعلق ہوئے | حتیٰ کہ (حکمتِ) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصّہ در کارِ الٰہی

اِس کا بیان کہ ہر شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کےؔ رسد تا ایں مثلہا ساختن | سوئے آں درگاہِ پاک انداختن
اُن کو کیا حق تھا کہ اُنھوں نے یہ مثالیں گھڑیں | اُس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آں مثل آوردن آں حضرت ست | کہ بعلمِ سرّ و جہر او آیت ست
مثال دینا اُس دربار کا (حق) ہے | کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

تو چہ دانی سرِّ چیزے تا تو کل | تا بزلف و یا برخ آری مثل
تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے | تاکہ تو زُلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰؑ آں را کہ عصا دید و بنود | اژدہا بد سرِّ او لب می کشود
موسیٰؑ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا | اژدہا تھا اُس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

وہ مثال ہے اُس سے اُس کو پوری واقفیت ہو۔ کلّ۔ گنجا اگر زلف اور رُخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اُس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدھا تھا اُس نے ہونٹ چلائے تو اُن پر راز مُنکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰؑ کا علم بھی ناقص ہے تو تم اِن نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

۱ اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اِس کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ جملہ۔ انسان کے تمام حرکات و سکنات اُس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے چوراہے پر ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلمِ تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ عزم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔ جز نیاز۔ قلمِ تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلب یعنی حالات کا تغیّر۔
۲ قلم یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور بُرائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ آنچہ۔ اب مولانا نے پھر اہلِ سبا کے قصّہ کی طرف رُخ کیا ہے اہلِ سبا نے رسولوں اور خدا کو کلیلہ و دمنہ کے قصّہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ ازلی یعنی ازلی حکمت۔ حِیَل یعنی دنیاوی حیلے۔
۳ کے رسد۔ اہلِ سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اِس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لئے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو مثال اور جس کے لئے

چوں چناں شاہے نداند سرِّ چوب — تو چہ دانی سرِّ ایں دام و حبوب
جبکہ ایسا شاہ، لکڑی کے راز کو نہ سمجھے — تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

چوں غلط شد چشمِ موسیٰؑ در مثل — چوں کند موشے فضولی[1] مدخل
جب مثال کے معاملہ میں حضرت موسیٰؑ کی آنکھ غلط ہو گئی — تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

آں مثالت را چو اژدرہا کند — تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے — تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

ایں مثال آورد ابلیسِ لعیں — تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں
ملعون شیطان، یہ مثال لایا — یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے قیامت تک کیلئے ملعون ہو گیا

ایں مثال آورد قاروں[2] از لجاج — تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج
قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا — یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

ایں مثال آورد نمرودِ جہول — تا کہ پشہ مغزِ سر خوردش عجول
جاہل نمرود، یہ مثال لایا — یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اسکے سر کا مغز کھا لیا

ایں مثال آورد فرعوں از غلط — تا کہ اندر آبِ دریا شد سقط
فرعون، غلطی سے یہ مثال لایا — یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عاد[3] — کاستخواں شاں خرد و مرد آمد زباد
قومِ عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی — کہ انکی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دوں — تا کہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا — یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں — کز ایشاں پست شد صد خانداں
تو اس مثال کو کوا اور الو سمجھ — کہ انکی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

مثلہا زدن قومِ نوحؑ باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قومِ نوحؑ کا حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت — صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
(حضرت) نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی — سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کیلئے دوڑے

زاغ و بوم۔ یہ تباہی اور نحوست کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔

[1] فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ مدخل۔ سوراخ، گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ”اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے“ لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔

[2] قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کا طالب بن تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ یعنی یہ دولت میرے علم اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ عجول۔ جلد باز۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سقط۔ بیکار چیز۔

[3] قومِ عاد حضرت ہودؑ کے ساتھ اُن لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ دیں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست[1]
اُس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے

می کُنَد کشتی چہ ناداں ابلہیست
وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا

واں یکے میگفت پرّش ہم بساز
اور ایک کہتا تھا کہ اُس کے پَر بھی لگا

آں یکے[2] میگفت دُنبالش کژست
ایک کہتا تھا کہ اُس کا دُنبالہ ٹیڑھا ہے

واں یکے میگفت پشتش کژمرست
ایک کہتا تھا کہ اُس کی پُشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آں یکے میگفت پالانش کجاست
ایک کہتا تھا کہ اُس کا پالان کہاں ہے؟

واں یکے میگفت پایش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

آں یکے میگفت کایں مشکِ تہی ست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے

واں یکے میگفت ایں خر بہرِ کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

آں یکے میگفت بیکاری مگر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے

یا شدی فرتوت و عقلت شُد ز سر
یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

اُو ہمی گفت ایں بفرمانِ خداست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے

ایں بچربکہا نخواہد گشت کاست
یہ ٹھٹھول سے نہ گھٹے گی

حکایتِ[3] آں دُزد کہ پرسیدند چہ میکُنی دَر نیم شب در زیرِ ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

اُس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اِس دیوار کے پاس کیا کر رہا ہے؟ اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مَثَل بشنو کہ شب دُزدِ عنید
یہ مثال سُن، کہ رات میں ایک سرکش چور

در بُنِ دیوار حُفرہ می بُرید
دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ اُو رنجور بُود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا

طقطقِ آہستہ اش را می شنود
اُس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سُن رہا تھا

رفت بر بام و فرو آویخت سر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا

گفت اُو را در چہ کاری اے پدر
اُس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکُنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟

تو کئی گفتا دُہل زن اے سنی
تو کون ہے؟ اُس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

---

[1] آب نیست۔۔۔۔۔ کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اُس میں نوحؑ کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بتاز۔ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اُس کو جنگل میں دوڑا۔ پرّش۔ اس کشتی کے پَر لگا تاکہ اُڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اُس میں چلے گی۔

[2] آں یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوحؑ سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصّہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اُس کی پُشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اُس کو گدھا قرار دیتا۔ اُو ہمی۔ حضرت نوحؑ جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اُڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

[3] حکایت۔ حضرت نوحؑ نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اُڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔ اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے۔ عنید۔ جھگڑالو۔ حُفرہ۔ گڑھا۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ گفت اُو را۔ اُس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد یعنی خیریت ہے آدھی رات کو تو کیا کر رہا ہے۔ سنی۔ بزرگ۔

در چہ کاری گفت می کوبم دُہل
تو کس کام میں (مصروف) ہے اُسنے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کو بانگِ دُہل اے بُوسُبل[1]
اُسنے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فردا بشنوی این بانگ را
اُس نے کہا تو اس آواز کو کل سُن لے گا

نعرۂ یا حسرتا وا ویلتا
یا حسرتا واویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سُن لیگا

آن زمان واقف شوی بر جُزو کُل
اُس وقت تو جزو کُل سے واقف ہو جائے گا

در غلط افتادۂ اے نیم خام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شو در آتشِ حق والسّلام
اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

آن دروغ ست و کژ و بر ساختہ
وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے

سرّ آن کژ را تو ہم نشناختہ
اُس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جوابِ آن مثل کہ منکران گفتند از رسالت خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اُس کا جواب

سرّ آن خرگوش دان دیو فضول
اُس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے

کہ بہ پیشِ نفسِ[2] تو آمد رسول
جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اُس نے محروم کر دیا

ز آبِ حیوانے کہ ازوے خضر خورد
اُس آبِ حیات سے جو خضر نے پیا

باز گونہ کردۂ معنیش را
تو نے اُس کے معنیٰ کو اُلٹ دیا

کفر گفتی مُستعد شو بیش را
تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اضطرابِ ماہ گفتی در زُلال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا

کہ بترسانید پیلان را شغال
جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے

خشیتِ پیلان زمہ در اضطراب
چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

این[3] چہ ماند آخر اے کوران خام
اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟

با مہے کہ شد زبونش خاص و عام
اُس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

---

[1] بُوسُبل۔ مختلف طریقوں والا، مونچھوں والا۔ نعرہ۔ یعنی تیرا سب لُٹ جائیگا اور تو واویلا کریگا تو وہ میرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سُن لیگا۔ من۔ یعنی جب میں چوری کر کے چلا جاؤنگا تب تجھے سب کچھ معلوم ہو جائیگا۔ درغلط۔ یہ انبیاءؑ کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط مثالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال خود فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اُس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے۔ جواب۔ اب مولانا اُس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔

[2] پیشِ نفس۔ ہاتھی سے مراد نفسِ انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مراد وہ آبِ حیات ہے جو خضرؑ نے حاصل کیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آبِ حیات سے محروم کرتا ہے۔ گول۔ احمق۔ بازگونہ۔ اہلِ سبا نے اِس قصہ کو اُلٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ بیش۔ یعنی سزا۔ زلال۔ صاف پانی۔ شغال یعنی گیدڑ۔

[3] این چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے، آسمان کا چاند اللہ تعالےٰ سے کیا مشابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہوسکتی ہیں۔ تمام جہاں اُس کا محکوم ہے۔

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک
کیا چاند، اور کیا سورج، اور کیا آسمان
چہ عقول و چہ نفوس و چہ مَلَک
کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتہ

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے، اور کیا پتھر
چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا شہنشاہ

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار
کیا شہر، اور کیا پہاڑ، اور کیا سمندر
چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات، اور دن

چہ ترابؔ[1] و آب و چہ باد و چہ نار
کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ
چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
کیا جاڑا، اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمانِ اُو
سب اُس کے حکم اور فرمان میں ہیں
ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ اُو
جیسا کہ گیند اپنے کے خم میں

آفتاب آفتاب آفتاب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)
ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

صد ہزاراں شہر را خشمِ شہاں
شاہوں کے غصّہ نے، لاکھوں شہر
سرنگوں کرد است اے بدگوہراں
اے بداصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے
آفتابے چوں خراسے در طواف
سورج پنچکی کے گدھے کیطرح چکر میں ہے

خشمِ مرداںؔ[2] خشک گرداند سحاب
مردانِ (خدا) کا غصّہ ابر کو خشک کر دیتا ہے
خشمِ دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصّہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

بنگرید اے مُردگانِ بے حنوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مُردو! دیکھ لو
در سیاستگاہ شہرستانِ لوط
لوطؑ کے شہر کی عذاب گاہ کو

پیلؔ[3] خود چہ بود کہ سہ مُرغِ پَراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اُڑنیوالے پرندوں نے
کوفتند آں پیلگاں را استخواں
اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

اضعفِ مرغاں ابابیل ست و اُو
ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے، اور اُس نے
پیل را ابدرید و نہ پذیرد رفو
ہاتھی کو ایسا، پھاڑا جس کا رفو نہیں ہوسکتا

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ
کون ہے جس نے طوفانِ نوحؑ (کے بارے میں) نہ سُنا ہو
یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح
یا فرعون اور حضرت جبرئیلؑ کا معرکہ

[1] چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر۔ خریف۔ موسم سرما۔ فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا بمعنی آفتاب حقیقت دوسرا بمعنی روشنی تیسرا بمعنی خورشید فلک۔ ہستم بخواب۔ یعنی میرا ذاتِ حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہلِ سبا کی گستاخی پر انکو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بنی ہے اُس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوتے ہیں سورج پنچکی کے گدھے کی طرح اُن کا طواف کرتا ہے

[2] مرداں۔ انبیاء۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیا کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکّب خوشبو ہے جو مُردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

[3] پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکرِ فرعون۔ حضرت موسیٰؑ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

روح شاں بشکست واندر آب ریخت ... ذرہ ذرہ آب شاں بر می گسیخت
(حضرت) جبرئیلؑ نے انکو شکست دی اور پانی میں بہا دیا ... پانی اُن کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید احوالِ ثمودؔ[1] ... وانکہ صرصر عادیاں را می ربُود
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سُنے ہوں؟ ... اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اُچک رہی تھی

چشم بارے زیں چنیں پیلاں کشا ... کہ بُدندے پیل کُش اندر وغا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول ... جو ہاتھیوں کو جنگ میں مارڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان وشاہانِ ظلوم ... زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رجوم[2]
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ ... (صاحبِ) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے ... میروند ونیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں ... جارہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید ... جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سُنا ہے ... سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

دیدہ را نادیدہ می آرید ولیک ... چشمِ تاں را وا کشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن ... موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور ... چوں روی در ظلمتے مانندِ کور
اگر دونوں جہان سورج اور نُور سے پُر ہوں ... ق جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم ... بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اُس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہوگا ... اس عظیم چاند کیطرف سے تیرا روشندان بند رہیگا

تو درون چاہ رفتستی زکاخ[3] ... چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے ... وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گرگی ماند او ... چوں بہ بیند روئے یوسفؑ را بگو
وہ جان، جو بھیڑیئے پن میں رہی ... بتا، وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و کہ رسید ... گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا ... اُن سنگدلوں کے کان نے نہ سُنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد ... ہر زماں واللہ اَعْلَمُ بالرَّشاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے ... ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] ثمود۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے کیوجہ سے چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہودؑ کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے۔ وغا۔ جنگ۔

[2] رجوم۔ سنگساری۔ ظلمت۔ ظلم۔ ظُلمت۔ تاریکی۔ غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم اُن تمام دیکھی بھالی چیزوں کو اَن دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید نیک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گر دو عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنالے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے۔ روزن۔ روشندان۔

[3] تو درون۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرالے اور دنیا کی وسعت سے محروم ہوجائے تو اُس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گرگی۔ یعنی نفسانی عیوب حرص طمع وغیرہ۔ یوسفؑ۔ یعنی انبیاءؑ و اولیاء۔ لحنِ داؤدی۔ یعنی انبیاء کے مُعجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا۔ آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہلِ سبا عقل وانصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صدِّقوا رُسلاً کراماً یا سبا ‏ ‏ ‏ صدِّقوا روحاً سباہا من سبا
اے سبا (والو)! شریف رسولوں کی تصدیق کرو ‏ ‏ ‏ اُس رُوح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

صدِّقوہم ہم شموسٌ طالعہ ‏ ‏ ‏ یؤمنوکم من مخازی القارعہ
اُن کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں ‏ ‏ ‏ وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

صدِّقوہم ہم بدورٌ زاہرہ ‏ ‏ ‏ قبل ان یلقوکم بالساہرہ
اُن کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں ‏ ‏ ‏ اِس سے پہلے کہ وہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صدِّقوہم ہم مصابیح الدجیٰ ‏ ‏ ‏ اکرموہم ہم مفاتیح الرجا
اُن کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں ‏ ‏ ‏ اُن کی عزت کرو وہ اُمید کی کنجیاں ہیں

صدِّقوا من لیس یرجو خیرکم ‏ ‏ ‏ لاتضلوا لا تصدوا غیرکم
اُس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے ‏ ‏ ‏ گمراہ نہ ہو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل ‏ ‏ ‏ ہندوی آں ترک باش اے آب و گل
ہم فارسی بولنے والے ہیں خبردار! عربی کو رہنے دے ‏ ‏ ‏ اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے)! اس ترک کا غلام بنجا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید ‏ ‏ ‏ بگرویدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو ‏ ‏ ‏ آسمان انکے گرویدہ ہیں تم (بھی)، گرویدہ بنو

یا بحالِ اولیناں بنگرید ‏ ‏ ‏ یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو ‏ ‏ ‏ یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنی حزم و مثالِ مردِ حازم

پختہ کاری کے معنی کا بیان اور پختہ کار انسان کی مثال

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط ‏ ‏ ‏ از دو آں گیری کہ دور است از خباط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر ‏ ‏ ‏ تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز ‏ ‏ ‏ نیست آب و ہست ریگِ پا سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک ‏ ‏ ‏ پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغ ست ایں بداں ‏ ‏ ‏ کہ بہر شب چشمۂ بینی رواں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے ‏ ‏ ‏ کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حَزم۔ حا کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری، احتیاط۔ خُباط۔ خبطی پن، لغزش۔

۵۱ صَدِّقوا۔ پھر مولانا اہلِ سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مان لو یہ عاشقانِ خدا ہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہ مجسم نور ہیں ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قَبْلَ اَن۔ لامحالہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا سامنا کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

۵۲ مَن لَیس۔ یہ رسول اِس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی رہنمائی کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو گمراہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کروگے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو لو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنیٰ غلام۔ ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اسکو سنو آسمان تک اُس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

۵۳ یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں

حَزم آں باشد کہ برگیری تو آب
پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے

تا رہی از ترس[1] و باشی بر صواب
تاکہ تو خوف سے نجات پاجائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بُوَد در راہ آب ایں را بریز
اگر راستہ میں پانی ہو اُس کو بہا دے

ور نباشد وائے بر مَردِ ستیز
اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کُنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو

حَزم بہرِ روزِ میعادے کُنید
قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوّے کز پدرتاں کیں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی

سوئے زندانش زِ علّییں کشید
علیین سے اُس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد
اُس نے دل کے شاہِ شطرنج کو مات دیدی

از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اُس کو بہشت سے نکالکر مصیبتوں کا پابند کردیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد
معرکے میں چند جگہ اُس پر پینچ ڈالا

تا بکُشتی در فکندش روئے زرد
یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اُسکو کشتی میں پچھاڑ دیا

اینچنیں کرد ست با آں پہلواں
اُس بہادر کے ساتھ یہ کیا

سُست سُستش منگرید اے دیگراں
اے بیگانو! اُس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے مارا آں حسُود
اُس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا

تاج و پیرایہ بچالاکی رُبُود
تاج اور لباس چالاکی سے اُچک لیا

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار
اُس جگہ اُن کو ننگا ذلیل اور بدحال کردیا

سالہا بگریست آدمؑ زار زار
آدمؑ سالوں زار زار روئے

کز اشکِ[3] چشم اُو روئید نبت
کہ انکی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی

کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ کیوں اعمال نامے میں اِنکار لکھا ہے؟

تو قیاسے گیر طرّاریش را
تو اُس کی چالاکی کا قیاس کرلے

کہ چناں سَرور گند زو ریش را
کہ ایسا سردار اُس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

اَلحذر اے گِل پرستاں از شرش
اے مٹی کے پجاریو! اُس کے شر سے بچو

تیغِ لاحولے زنید اندر سرش
اُس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

[1] از ترس - یعنی پانی نہ ملنے کا خوف - گر بُود - احتیاط اور حزم کا تقاضا یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمالِ صالحہ کا توشہ لے لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہو تو اعمالِ صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہرحال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمالِ صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقتاً ہوئی اور اعمالِ صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کرتے جائیں، یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ - یعنی حضرت آدمؑ - روزِ میعاد - روزِ قیامت - زنداں - یعنی دنیا - علیین - جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے - شہِ شطرنجِ دل - یعنی حضرت آدمؑ - بند - پینچ - نبرد - جنگ - پہلواں - یعنی حضرت آدمؑ - مادر - یعنی حوّا - بابا - حضرت آدمؑ - پیرایہ - لباس -

[3] کز اشک - یعنی حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر اِس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اُگ آئی - جریدہ - عینِ ثابت یعنی وہ وجودِ آدمؑ جو قبل تخلیقِ آدمؑ علمِ الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوحِ محفوظ - لا - یعنی کہنا نہ ماننا، لاتقربا کا حکم - طرّاری - جیب تراشی، مکاری - سرور - یعنی حضرت آدمؑ - ریش - ریش کندن - غم و غصہ کرنا - گِل پرست - تن پرست -

کو ہمی بیند شمارا از کمیں ۱ | کہ شما اُو را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے | خبردار! کہ تم اُسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیّاد ریزد دانہا | دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے | دانہ ظاہر، اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی اَلحذر | تا نہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ | تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حَمام | ورنہ چوں خوردی درافتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا | ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا، جال میں پھنسا

۲ زانکہ ہر مُرغے کہ ترکِ دانہ کرد | دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرندنے دانہ چھوڑا | بے مکر جنگل سے دانہ چُگ لیا

شاد مُرغے کو بترکِ دانہ گفت | در ریاضِ قُدس بہرش گُل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا | اور قُدس کے باغوں میں اُسکے لئے پھول کھِلے

ہم بداں قانع شُد و از دام جَست | ہیچ دامے پر و بالش را نہ بَست
اسی دانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا | کسی جال نے اُس کے بال و پر نہ باندھے

وَخامتِ حالِ آں مُرغ کہ ترکِ حزم کرد از حرص و ہوا

اُس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

۳ باز مُرغے فوقِ دیوارے نشست | دیدہ سُوئے دانہ و دامے بہ بَست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا | آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر اُو سُوئے صحرا می کُند | یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے | (اور) ایک نظر میں اسکو حرص دانہ کیطرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد | ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اُس نظر سے مقابلہ کیا | اچانک اُس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند | صائدش کُشت و بخورد و کام راند
وہ اُڑا، دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا | شکاری نے اسکو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مُرغے کاں تردّد را گذاشت | زاں نظر برکند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردّد کو چھوڑا | اُس نے اُس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگا دی

۱ کو ہمی بیند۔ چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اُس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما۔ شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے کہ نفسانی شہوات کے دانے ڈالدیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے۔ ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چُگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

۲ زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا وہ جنّت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو شیطان کے داؤں سے بچ گیا۔

۳ باز مرغے۔ اس تقریر میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے، ایک تو وہ جو حرص و لالچ میں عقل کھو بیٹھا اور دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اُس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرند ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پا گیا لہٰذا انسان کو اُس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرند کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، ناز سے چلنا۔ صائد۔ شکاری۔

شاد پرّ و بالِ اُو بختاً لہٗ — تا امامِ جملہ آزاداں شُد اُو[۱]

اس کے بال و پر بھلے ہیں، اس کے لئے خوبی ہے — یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ اُو را مقتدا سازد بَرَست — در مقامِ امن و آزادی نشست

جس نے اس کو مقتدا بنا لیا، نجات پا گیا — امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازماں آمد دلش — تا گلستان و چمن شد منزلش

کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا — یہاں تک کہ گلستان اور چمن اس کی منزل بنا

حزم ز و راضی و او راضی ز حزم — اینچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم

پختہ کاری اس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش — اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص اُفتادۂ — حلقِ خود را در بُریدن دادۂ

تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے — تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

باز آں توّاب[۲] لطف آزاد کرد — توبہ پذرفت و شما را شاد کرد

پھر تجھے اس مجسم، مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا — اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِن عُدتم کذا عُدنا کذا — نحن زوّجنا الفعال بالجزا

فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے — ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جُفتے را بَرِ خود آورم — آید آں جُفتش دوانہ لاجرم

جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں — اس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جُفت کردیم ایں عمل را با اثر — چوں رسد جُفتے رسد جُفتے دگر

ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے — جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آجاتا ہے

چوں[۳] رُباید غارتے از جفت شوئے — جُفت می آید پئے اُو شوئے جوئے

جبکہ کوئی غارتگر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے — مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید — خاک اندر دیدۂ توبہ زدید

تم پھر اس جال کی طرف آئے — تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں توّاب بکشاد آں گرہ — گفت ہیں بگریز رُو ایں سو منہ

توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی — فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید — جانِ تاں را جانبِ آتش کشید

پھر جب بھول کا پروانہ آیا — اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

---

[۱] تا امام۔ یعنی یہ نجات پانے والا پرند دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ او۔ جو پرند اس ہوشیار پرند کو امام بنا لیگا اس کو امن اور آزادی حاصل ہو گی۔ زانکہ۔ اس پرند کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا۔ اینچنیں۔ انسان کو بھی اس محتاط پرند کی طرح کام کرنا چاہیئے۔

[۲] توّاب۔ توبہ قبول کرنے والا، اللہ تعالیٰ۔ لطف۔ مہربانی یہ توّاب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ نحن۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ساتھ اس کے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ جفتے۔ نر، مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے دوسرا خود تمہارے پاس آجائے گا۔

[۳] چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرے اس کی مادہ، نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ بارِ دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔ باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کر لیتا ہے۔

بحم کن اے پروانہ[1] نسیان و شکے | در پر سوزیدہ بنگر تو یکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر | ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ | سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
جب تو بچ گیا اُس کا شکر یہ ہے کہ کبھی | اُس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او | روزی بے دام و بے خوفِ عدو
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے | وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکرِ آں نعمت کہ تاں آزاد کرد | نعمتِ حق را بباید یاد کرد
اُس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اُسنے آزاد کر دیا | اللہ (تعالےٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیئے

چند اندر رنجہا و در بلا | گفتی از دامم رہا کن اے خدا
کتنی بار تکلیفوں، اور مصیبت میں | تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم | خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں | شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت زیں امتحاں | ہمچنانستی کہ بودی ہمچناں
جب اللہ (تعالےٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی | تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامش کردیش | جانِ خود را مست و بیہش کردیش
جب اُسنے تجھے رہائی دیدی تو نے اُسکو بھلا دیا | اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں آید خانہ بسازیم از بہر زمستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ[3] زمستاں جمع گردد استخوانش | زخمِ سرما خرد گرداند چنانش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں | جاڑے کی تکلیف اُس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کایں قدر تن کہ منم | خانۂ از سنگ باید کردنم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں | پتھر کا گھر بنانا چاہیئے

چونکہ تابستاں بیاید من بچنگ | بہرِ سرما خانۂ سازم زسنگ
جب گرمی آجائے گی میں جنگل سے | جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

---

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے۔ اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اُس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیئے۔ چوں رہیدی۔ توبہ کا شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی معصیت کی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر، مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت۔ سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفتِ احسان پیدا کروں گا۔ کہ بودی۔ لیکن جب مصیبت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکار کی یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ کو۔ جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بنالوں گا تاکہ آنیوالے جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ[1] تابستاں بیاید از گشاد
جب گرمی آجاتی ہے، خوشی سے

استخوانہا پہن گردد پوست شاد
ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زفت گردد پا کشد در سایہ
وہ موٹا ہوجاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے

کاہلے سیرے غرے خود رایہ
کاہل پیٹ بھرا، غافل خود رائے (ہوجاتا ہے)

گوید او چوں زفت بیند خویش را
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے

در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گویدش دل خانہ ساز اے عمو
اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنالے

گوید او در خانہ کے گنجم بگو
وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوانِ حرص تو در وقتِ درد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں

درہم آید خرد گردد در نورد
درہم (برہم) ہوجاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہوجاتی ہیں

سازم[2] از توبہ بگوئی خانہ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا

در زمستاں باشدم کاشانہ
جو جاڑوں میں میرا گھر ہوگا

چوں بشد درد و شدت آں حرص زفت
[3] جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہوگئی

ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے

شکر بارہ کے سوئے نقمت رود
شکر سوار، عذاب کی طرف کب جاتا ہے؟

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست
شکر، نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے

زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لیجاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی

صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ
شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمتِ شکرت کند پر چشم و میر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا

تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر
تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق
اللہ تعالیٰ کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائیگا

تا رود از تو شکم خواری و دق
یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہیگا

---

[1] چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہوجاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہوجاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہوجاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غرے۔ غافل۔ گوید۔ اب اس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخواں۔ انسان کا حال بھی اسی کتے کا سا ہے۔

[2] سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرامگاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کردیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرلیتا ہے۔

[3] شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاصہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاصہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کروگے ہم نعمتوں میں اضافہ کردینگے"۔ نعمت شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ تن پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مبرا ہوجاتا ہے۔ دق۔ یعنی دَقُّ الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔

نعمتِ وہّاب را شکرے کُنید | تا سرِ منحوسِ خود را نشکنید

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو | تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر[۱] جذبِ نعمت او فزون کُند | کفرِ نعمت شخص را کافر کُند

شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے | نعمت کا کفر انسان کو کافر بنا تا ہے

منع کردنِ مُنکراں انبیارا علیہم السّلام از نصیحت کردن

مُنکروں کا انبیاء علیہم السّلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبریوں

وحجّت آوردن بطریقۂ جبریاں و نامعقول گفتن انبیا علیہم السّلام

کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السّلام کو نامناسب کہنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بُود | آنچہ گفتید ار دریں دہ کس بُود

قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوتا | جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اُس گاؤں میں کوئی با اختیار ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق | کس نداند بُرد بر خالق سبق

اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیئے ہیں | اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[۲] ما ایں کرد آں تصویر گر | ایں نخواہد شُد بگفت و گو دگر

تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے | یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو | کہنہ را صد بار گوئی باش نو

تو پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا | پُرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بنجا

خاک را گوئی صفاتِ آبگیر | آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر | تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو | پشّہ را گوئی کہ سوئے باد رَو

تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا | تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قُلب را گوئی کہ عینِ پاک شو | یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو

تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسّم صاف بن جا | یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ[۳] ازاں اوصاف دیگر گوں شوند | آب کے گردد عسل اے ارجمند

کبھی اُن اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ | اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں | خالقِ آب و تُراب و خاکیاں

آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنیوالے نے | پانی اور مٹّی اور خاک سے پیدا ہونیوالوں کے پیدا کرنیوالے نے

[۱] شکر۔ شکر مزید نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے۔ نصوح۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ قُفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[۲] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کسی کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سَنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پُرانے سے نیا بننے کو کہے، مٹی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، کھوٹے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[۳] ہیچ ازاں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے ان میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق۔ اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دَوران وصفا ‌ ‌ ‌ آب و گل را تیرہ رُوئی و نما
آسمان کو گھومنا، اور صفائی عنایت کی ‌ ‌ ‌ پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

کے[1] تواند آسماں دُردی گزید ‌ ‌ ‌ کے تواند آب و گل صفوت خرید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟ ‌ ‌ ‌ پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کردست ہر یک را رہے ‌ ‌ ‌ کے کُہے گردد بجہدت چوں کہے
ہر ایک کیلئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے ‌ ‌ ‌ تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیا علیہم السّلام جبریاں را
جبریوں کو انبیاء علیہم السّلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کارے آفرید ‌ ‌ ‌ وصفہائے کہ نتاں زاں سر کشید
انبیاء نے کہا، کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے ‌ ‌ ‌ ایسے اوصاف کہ تم اُن سے رُوگردانی نہیں کر سکتے

وا فرید اُو وصفہائے عارضی ‌ ‌ ‌ کہ کہے مبغوض میگردد رضی
اُس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں ‌ ‌ ‌ کہ ناپسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[2] را گوئی کہ زر شو بیہدست ‌ ‌ ‌ مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ (بات) ہے ‌ ‌ ‌ تو تانبے سے کہے کہ سونا بن (اُس کا) راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ست ‌ ‌ ‌ خاک را گوئی کہ گل شو جائز ست
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے ‌ ‌ ‌ تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست ‌ ‌ ‌ آں بمثل لنگی و فطس و عمی ست
اُس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے ‌ ‌ ‌ وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست ‌ ‌ ‌ آں بمثل لقوہ و درد سر ست
(کچھ) امراض دیئے ہیں، جن کا علاج ہے ‌ ‌ ‌ وہ مثلاً لقوہ، اور درد سر ہے

ایں[3] دواہا ساخت بہر ائتلاف ‌ ‌ ‌ نیست ایں درد و دواہا از گزاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں ‌ ‌ ‌ یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست ‌ ‌ ‌ چوں بجد جوئی بیاید آں بدست
بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے ‌ ‌ ‌ جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آجائیگا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را
منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دُہرانا

---

۱ کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مُصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اُس کو وہی حاصل ہو گا تیری کوشش سے پہاڑ کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ کہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بنجاتی ہے تو یہ اسکی صفت بدل گئی۔

۲ سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بنجائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہیں بعض امراض قابل علاج ہیں پیدائشی گونگا پن یا چپٹی ناک یا پیدائشی اندھا پن ناقابل علاج ہے۔ چارہ ہست۔ لقوے اور درد سر کا علاج ہو سکتا ہے۔

۳ ایں دواہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔ چوں بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ دَوَاءً خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جسکا علاج نہ ہو تلاش اور تجسس ضروری ہے۔

قوم گفتند اے گروہ ایں رنجِ ما[۱] | نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا
قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض | وہ مرض نہیں ہے جو دوا کا اثر قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسون و پند | سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند
تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی | اُس سے ہر دم، روک سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے | آخر از وے ذرّہ زائل شُدے
اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا | بالآخر اُس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ[۲] چوں شُد آب ناید در جگر | گر خورد دریا رود جائے دگر
جب سُدّہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے | اگر دریا بھی پیے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لاجرم آماس گیرد دست و پا | تشنگی را نشکند آں استقا
لامحالہ ہاتھ پاؤں متورم جاتے ہیں | وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جوابِ انبیاء علیہم السّلام جبریاں را
انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیاء گفتند نومیدی بد ست | فضل و رحمتہائے باری بیحد ست
انبیاء نے کہا، نا اُمیدی بُری ہے | اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید نا اُمید | دست در فتراکِ ایں رحمت زنید
ایسے محسن سے نا اُمید نہ ہونا چاہیئے | اس رحمت کے فتراک بند کو دستاویز بنالو

اے[۳] بسا کاریکہ اوّل صعب گشت | بعد ازاں بکشادہ شُد سختی گذشت
بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے | اُس کے بعد کھُل گئے، سختی رفع ہو گئی

بعد نومیدی بسے امید ہاست | از پسِ ظلمت بسے خورشید ہاست
مایوسی کے بعد بہت سی اُمیدیں ہیں | اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گرفتم کہ شما سنگیں شدید | قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو | تم نے کان اور دل پر قفل چڑھائے ہیں

ہیچ ما را با قبولی کار نیست | کارِ ما تسلیم و فرماں بُردنیست
ہمیں مان لینے سے (سروکار) نہیں ہے | ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگائے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کرنے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

۱ قوم گفتند۔ اہلِ سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کرلیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابلِ علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں اگر یہ مرض قابلِ علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

۲ سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو پانی، بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمیدی بُری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تھیلا جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔

۳ اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں نا اُمیدی کے بعد اُمیدیں پیدا ہو جاتی ہیں، تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ خود گرفتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم

اُو بفرمود ست ماں ایں بندگی
اُس نے اِس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے
نیست مارا از خود ایں گوئندگی
ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جانؔ[1] برائے امرِ اُو داریم ما
ہم اُس کے حکم کے لئے جیتے ہیں
گر بریگے گوید اُو کاریم ما
اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِؔ[2] حق را ما گروہِ بے ریا
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم
می رسانیم ایں رسالت باشما
(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے
با قبول و ردِّ خلقش کار نیست
اُسکو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مزدِ تبلیغِ رسالاتش ازوست
اُسکے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اُنکی جانب سے ہے
زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست
ہم دوست کیخاطر بُرے اور دشمن کے چہرے والے بنگئے ہیں

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم
ہم اِس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں
تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
کہ راستہ کی دُوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بُوَد
دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے
کز فراقِ یار در محبس بُوَد
جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبرؔ[3] و مطلوب با ما حاضر ست
ہمارا دلبر، اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے
در نثارِ رحمتش جاں شاکر ست
اُسکی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست
ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے
پیری و پژمردگی را راہ نیست
بڑھاپے اور مُرجھانے کیلئے (اندر) راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر (تازہ)، اور جوان اور پاکیزہ ہیں
تازہ و شیریں و خنداں و ظریف
تازہ اور میٹھے، اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سَو سال یکساں ہیں
کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جُدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے
آں دراز و کوتہ اندر جاں کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سالِ آں اصحابِ کہف
تین سَو نو سال اصحابِ کہف کے
پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
اُن کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

---

[1] جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اُس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اُگے۔

[2] امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ با قبول۔ ہمیں اِس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزد۔ ہم اللہ کیلئے تبلیغ کرتے ہیں اور اُس کام کی مزدوری اُسی سے لیں گے ہم تو اُسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ما بریں۔ تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سدِّ راہ نہیں ہے دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قربِ الٰہی حاصل ہے۔

[3] دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرتِ حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اُس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ در دل۔ ہمارے دل اُس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیشِ ما جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ سہ صد۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو اُن کے لئے تین سَو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

وانگہے[1] ننمود شاں یک روز ہم — کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
پھر انہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا — کہ رُوحیں عدم سے پھر جسم میں آگئیں

چوں نباشد روز و شب یا ماہ و سال — کے بود سیری و پیری و ملال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہوں — پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست — مستی از سُغراقِ لطفِ ایزدی ست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے — مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

لَمْ یَذُقْ[2] لَمْ یَدْرِ ہر کس کو نخورد — کے بوہم آرد جُعَل انفاسِ وَرد
جسنے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے — گبرونڈا خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کرسکتا ہے؟

نیست موہوم ار بُدے موہوم آں — ہمچو موہوماں شُدے معدوم آں
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا — تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہوجاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت — ہیچ تابد روئے خوب از خوک زشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کرسکتی ہے؟ — بدصورت سؤر سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں — اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو — مُنھ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

راہہائے[3] صعب پایاں بُردہ ایم — رہ براہلِ خویش آساں کردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کرلئے ہیں — ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کردیا ہے

ہر کہ ما را گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پاگیا — آگ کے عذاب سے، اور جنت نشین ہوگیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذابِ جاوداں شد مُبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سُنی — وہ دائمی عذاب میں مُبتلا ہوگیا

ہیں بجوئید از نجومِ سعد راہ — زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنوئیں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ ماٸید و ضدید و مُرتدید
قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو — ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مُرتد ہو

[1] وانگہے۔ اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں رہے ہیں۔ چون جبکہ روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن۔ گلستانِ عدم۔ یعنی عالمِ ارواح۔ مستی۔ اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

[2] لم یذق۔ یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا۔ جُعل۔ گبرونڈا، گوبر کا کیڑا۔ نیست۔ یعنی یہ مستی وہمی نہیں ہے، وہمی کیفیت زائل ہوجاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بُعد ہے اور دوزخ جنت کا تصور بھی نہیں کرسکتی اسی طرح اہلِ دنیا اور اس مستی میں بُعد ہے، دنیادار اس مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہان۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی مول نہ لو ہدایت حاصل کرلو۔

[3] راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جھیل چکتے ہیں قوم اُن سے بلا مجاہدے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ۔ انبیاء کی اطاعت کرنے والے نجات پاتے ہیں اور جو منکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجومِ ہدایت ہیں۔ قوم گفتند۔ انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت ہمارے لئے نحوست ہے

جانِ ما[۱] فارغ بُد از اندیشہا — دَر غم افگندید ما را و عنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی — تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق — شد ز فالِ زشتِ تاں صد افتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا — تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بنگیا

طوطیِ نُقل و شکر بودیم ما — مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے — تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بنگئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست — ہر کجا آوازۂ مُستنکری ست
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے — جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست — ہر کجا مسخے، نکالے، ماخذیست
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے — جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست — در غم انگیزی شما را اشتہاست
(وہ) تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے — غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

باز جواب گفتنِ انبیا علیہم السلام ایشاں را

انبیاء کا اُن کو پھر جواب دینا

انبیا[۲] گفتند فالِ زشت و بد — از میانِ جانِ تاں دارد مدد
انبیاء نے کہا اچھا اور بُرا شگون — تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی باخطر — اژدہا در قصدِ تو آید ز سر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو — اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آجائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد — کہ بجہ[۳] زود ار نہ اژدرہات خورد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کردیا — کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی — فال چہ برجہ ببیں در روشنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے — بدشگونی کیا ہوتی ہے، اُٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بد من خود ترا — می رہانم می برم سوئے سرا
میں تجھے بدشگونی سے — چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں — کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں
نبی کی طرح جو اُن پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے — کیونکہ جو کچھ اُسنے دیکھ لیا ہے دنیاداروں نے نہیں دیکھا ہے

۱؎ جانِ ما۔ تمہاری نحوست یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنادیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہوگئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نُقل۔ چبینا۔ مُستنکری۔ بُرائی۔ مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہار۔ خواہش۔

۲؎ انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری بُرائیاں جو تم نے بیان کیں اِن کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ گرتو۔ ہم تو تمہیں اُس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کردے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

۳؎ بجہ۔ کو دجا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو بُرائی دینے لگے۔ سرا۔ گھر۔ چوں نبی۔ نبی آنکھوں سے اُس عذاب کو دیکھتا ہے جو منکروں پر نازل ہونیوالا ہوتا ہے۔

گر طبیبے گویدت غورہ مخور ۱؎ ۔۔۔ کہ چنیں رنجے برآرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے، کچا انگور نہ کھا ۔۔۔ کہ فلاں مرض جلد سر ابھاریگا

تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی ۔۔۔ پس تو ناصح را مؤثّم میکنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے ۔۔۔ تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجّم گویدت کامروز ہیچ ۔۔۔ آنچناں کارے مکُن اندر پسیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی ۔۔۔ ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تا نگردی نادم و خاسر ازاں ۔۔۔ زانکہ نیکو نیست روزِ امروز ہاں
تاکہ تو اُس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے ۔۔۔ کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صد رہ ار بینی دروغِ اختری ۲؎ ۔۔۔ یکدوبارہ راست آید می خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے ۔۔۔ ایک دو بار سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجومِ ما نشُد ہرگز خلاف ۔۔۔ صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلّف نہیں ہوا ۔۔۔ اُن کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجّم از گماں ۔۔۔ می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے ۔۔۔ خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود می بینیم و آتش از کراں ۳؎ ۔۔۔ حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے ۔۔۔ منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کُن زیں مقال ۔۔۔ کہ زیانِ ماست قالِ شومِ فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چُپ رہ ۔۔۔ کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نُصحِ ناصحاں را نشنوی ۔۔۔ فالِ بد باتُست ہر جا می روی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے ۔۔۔ تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پشتِ تو بر می رود ۔۔۔ او ز بامے بیندش آگہ کُند
ایک اژدھا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے ۔۔۔ وہ اُسکو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے

گوئیش خاموش غمگینم مکُن ۔۔۔ گوید او خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اُسکو کہتا ہے چُپ رہ، مجھے غمگین نہ کر ۔۔۔ وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

چوں زند افعی دہاں بر گردنت ۔۔۔ تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدھا تیری گردن پر مُنھ مارے گا ۔۔۔ تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

۱؎ گر طبیبے۔ تمہاری مثال اُس مریض کی سی ہے جس کو طبیب مُضر چیز کھانے سے روکے اور وہ طبیب پر اُلٹے الزام دھرے، مؤثّم ۔ گنہگار۔ ور منجّم۔ تمہاری مثال اُس شخص کی سی ہے جس کو نجومی بُری گھڑی سے بچانا چاہے اور وہ اُلٹا نجومی پر الزام دھرے۔ پسیچ۔ قصد، ارادہ۔

۲؎ صد رہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اِس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ ایں نجوم۔ لیکن ہماری پیشین گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں اُن کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کرکے کہہ رہے ہیں۔

۳؎ دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دُھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری اِن باتوں کو بدفالی سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فالِ بد ہے۔ افعیے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدھا تمہارے درپے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اُسکو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں سانپ کی بات سُنا کر غمگین نہ کر۔ گوید۔ مجبور ہو کر وہ بتانیوالا یہی کہیگا کہ اچھا بری بات کو رفت و گذشت کرو اور تم خوش رہو۔

پس[۱] بدگوئی ہمیں بود اے فلاں — چوں نہ بدریدی گریبان و زفغاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا — تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یا ز بالایم تو سنگے می زدی — تا مرا آں جد نمودے ایں بدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا — تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

او بگوید زاں کہ می آزردۂ — تو بگوئی نیک شادم کردۂ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا — تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کردیا ہے

گفت من کردم جوانمردی و پند — تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
اُس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی، — تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حق آن نشناختی — مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
تو نے کمینہ پن سے اُس کی قدر نہ کی — اُس کو ایذار اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

ایں[۲] بود خوئے لئیمانِ دنی — بد کنند با تو چو نیکوئی کنی
کمینہ لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے — جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنیش — کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا — کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اُسکے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

با کریمے[۳] گر کنی احسان سزد — ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے — وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا — بندۂ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا — (وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا — باز در دوزخ نداشاں ربنا
کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں — پھر دوزخ میں اُن کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند — چوں وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں — جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفریدنِ دوزخ دراں جہاں و زندان دریں

دوزخ کو اُس عالم میں اور قیدخانہ کو اِس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت ... تاکہ

عالم تا معبدِ منکراں گردد کہ ائتیا طوعاً او کرھاً

وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ ائتیا طوعاً او کرھاً ہے

---

۱ پس بدو۔ پھر تو بتانیوالے سے کہیگا کہ تو میرے غم میں کپڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہوجاتا۔ او بگوید۔ وہ جواب میں کہدیگا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو وہ کہیگا کہ میں اب کونسا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہیگا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کی تھی۔ از لئیمی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اُس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اُس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنالیا۔

۲ ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم اُنسے بھلائی کرو تو وہ اُنکے بدلے میں تم سے برائی کرینگے۔ نفس۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اُسکے ساتھ بھلائی کرنا اور اُسکو مضبوط بنانا مناسب نہیں ہے اُسکو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

۳ باکریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتوگے تو وہ سترگنا شرافت برتتا ہے۔ بالئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کروگے تو پھر وہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں اُنکو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو مانیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیمان۔ کمینے ظالم کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ ائتیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں آؤ خواہ خوشی سے خواہ جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی

مسجد و طاعاتشان پس دوزخ[1] ست
انکی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے

پائے بند مرغ بیگانہ فخ ست
بیگانہ پرندے کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زندان صومعہ دزدِ لئیم
کمینے چور کا عبادتخانہ قیدخانہ ہے

کاندرو ذاکر شود حق را مقیم
اُس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر
چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے

شد عبادتگاہِ گردنکش سقر
متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی[2] را ہست در ہر کار دست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے

لیک ازو مقصود ایں خدمت بُدست
لیکن اُس کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ ایں بخواں
اس "نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو" پڑھ

جز عبادت نیست مقصود از جہاں
عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے

گر تواش بالش کنی ہم می شود
اگر تو اس کا تکیہ بنالے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک ازو مقصود ایں بالش نبود
لیکن اُس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا

علم بود و دانش و ارشاد و سود
علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو میخے[3] ساختی شمشیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنالے

برگزیدی بر ظفر ادبیر را
تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم وہدایت ہے

لیک ہر یک آدمی را معبدیست
لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

مَعبدِ مردِ کریم اَکرَمْتُہٗ
شریف انسان کی عبادتگاہ (مقام) اکرمتہٗ ہے

مَعبدِ مردِ لئیم اَسقَمْتُہٗ
کمین انسان کی عبادتگاہ اَسقمتُہٗ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند
کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں

مر کریماں را بدہ تا بر دہند
شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں

دوزخ آنہا را و اینہا را مزید
اُن کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادتخانہ جدا ہے شریف کا معبد تو اکرمتہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اُس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اَسقمتہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اسکو بیمار کیا شریف انعامِ الٰہی کے وقت عبادتگذار بنتا ہے اور کمینہ مصائب میں مبتلا ہو کر مزید۔ یعنی جنت جسکے لئے فرمایا گیا وَلَدَیْنَا مَزِیْد اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

۱ دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور خوشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ۔ جال۔ زندان۔ جب چور جیلخانہ میں ڈالدیا جاتا ہے تو نیکی شروع کر دیتا ہے۔ چوں۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبرًا کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گذاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

۲ آدمی۔ انسان میں بہت سے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اسکی تخلیق کا اصل منشاء عبادتگذاری ہے جیسا کہ آیت میں مذکور ہے۔ مَا خَلَقْتُ۔ قرآن پاک میں ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ "میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں" از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اُس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اُس کا تکیہ بنائیگا تو وہ تکیہ بنجائیگی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگیگا تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔

۳ گر تو میخے۔ تلوار کا اصل مقصد اسکے ذریعہ فتح پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اُس سے کھونٹے کا کام لیگا تو بڑی حماقت ہوگی۔ بقیہ۔

ساختنؑ موسیٰؑ قدس دُر باب صغیر
(حضرت) موسیٰؑ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا

تا فرود آرند سر قوم زحیر
تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

زاں کہ جبّاراں بُدند و سر فراز
کیونکہ وہ جبّار، اور متکبّر تھے

دوزخ آں باب صغیرست و نیاز
دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیازمندی کی جگہ ہے

بیانؑ آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سبب مسخّر کردنِ
اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت، اُن متکبّروں کو تابع بنانے کے

جبّاراں کہ مسخّر حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام
لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

باب صغیر ساخت بر بیضِ قدس جہت کوعِ جبّاراں
نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبّر آکے

بنی اسرائیل وقت درآمدن کہ ادخلوا الباب سجّدًا وّ قولوا حطّۃ
وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حِطّہ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق زلحم و استخواں
اِس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے

از شہاں باب صغیرے ساختہ
بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

اہل دنیا سجدۂ ایشاں کنند
دنیا دار اُن کو سجدہ کرتے ہیں

چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

ساخت سرگیں دانگی محراب شاں
اُن کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا

نامِ آں محراب میر و پہلواں
اُس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے

لائقؑ ایں حضرتِ پاکی نہ اید
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو

نیشکر پاکاں شما خالی نے اید
پاک لوگ گنا ہیں، تم صرف نرکل ہو

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند
یہ کمینے اُن کُتّوں کے تابعدار ہوتے ہیں

شیر را عارست کورا بگروند
شیروں کی توہین ہے کہ وہ اُس کے گرویدہ ہوں

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو
ہر موش خصلت کا کوتوال بلّی ہوتی ہے

موش کہ بود تا ز شیراں ترسد او
چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

آں سگاں یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں یعنی منکرین۔ شیر یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ۔ چوہا بلّی سے ڈرتا ہے شیر جوکہ اُس سے بدرجہا افضل ہے اُس سے نہیں ڈرتا۔

---

۱ ساخت موسیٰؑ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اُس میں جھک کر داخل ہوں اور اُن کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اُس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادت گذار بن جائیں گے۔

۲ بیان جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اُن متکبرو کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔ ربض۔ مکانات کا ماحول یعنی کا باڑہ۔ اُدخلوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ادخلوا الباب سجّدًا و قولوا حطّۃ یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کردے شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ساخت۔ اُن کی محراب اور عبادت گاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ منکر اُن کے سامنے جھکتے ہیں۔

۳ لائق۔ اُن کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ اُن کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیکوں کی اور اُن کی مثال ویسی ہو جو گنے اور نرکل کی ہے۔

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بود[1] | خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بود
اُن کو اللہ (تعالیٰ) کے کتّوں سے خوف ہوتا ہے | آفتابِ حق سے انھیں ڈر کہاں ہوتا ہے

ربّیَ الاعلیٰ ست وردِ آں مہاں | ربِّ ادنیٰ در خورِ ایں ابلہاں
سرداروں کا وظیفہ رَبِّیَ الاعلیٰ ہے | ربِّ ادنیٰ اِن بیوقوفوں کے لائق ہے

موش کے ترسد ز شیرانِ مصاف | بلکہ آں آہوتگانِ مشک ناف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟ | بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

روبہ پیش کاسہ لیس اے دیگ لیس | تُش خداوند و ولی نعمت نویس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا | تو اُس کو آقا، اور ولی نعمت لکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجو | تُش خداوند و ولی نعمت بگو
تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر | تو اُس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس کُن ار شرحے بگویم دور دست[2] | خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا | حاکم غصہ کرے گا اور سمجھ لے گا کہ وہ کچھ ہے

حاصل ایں آمد کہ بد کُن اے کریم | با لئیماں تا نہد گردن لئیم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! بُرائی کر | کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیمِ نفس چوں احساں کُند | چوں لئیماں نفسِ بد کفراں کُند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا | تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند | اہلِ نعمت طاغی اند و ماکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں | مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگلرِ زریں قبا | ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
سردار زریں قبا والا سرکش ہے | خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گذار ہے

شکر کے روید ز املاک و نعم[3] | شکر می روید ز بلوا و سقم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے! | شکر ابتلاء اور بیماری سے اُگتا ہے

قصہ عشقِ صوفئی بر سفرۂ تہی از خورش
کھانے سے خالی دسترخوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفئی بر میخ روزے سفرہ دید | چرخ می زد جامہا را می درید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا | رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

[1] خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کتّوں سے ڈرتے ہیں اور اُنکی اطاعت کرتے ہیں۔ ربّی الاعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ مِہاں۔ بالا و برتر خدا کو ماننا شریفوں کا کام ہے اِن منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہ اُسکو ہی پوجتے ہیں۔ ربِّ ادنیٰ۔ معمولی درجہ کا خدا۔ موش، شیروں سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا اِن منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔

[2] بس کُن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہونگے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں جبھی تو ہمارا اِس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ لئیم نفس۔ نفسِ لئیم۔ زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگلر۔ بیگ لر، سردار۔

[3] شکر۔ ابتلا اور بیماری شکر گذاری کا سبب ہے۔ قصہ۔ مولانا نے پہلے سمجھایا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ میخ۔ کھونٹی۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نک نوائے بے نوا
چیختا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے
قحطہا و دردہا را نک[1] دوا
یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ دردو سوزِ او بسیار شد
جب اُس کا درد اور سوزش بڑھی
ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جو بھی صوفی تھا اُس کا ساتھی ہوگیا

کخ کخے و ہائے ہوئے می زدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے
تا کہ چندیں مست و بیخود می شدند
یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟
سفرۂ آویختہ از ناں تہی ست
لٹکا ہوا دسترخوان روٹی سے خالی ہے

گفت رو رو نقش بے معنیستی
اُس (صوفی) نے کہا جا تو بے روح تصویر ہے
تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق نان بے ناں غذائے عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہے عاشق کی غذا ہے
بندِ ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبود با وجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے
عاشقاں راہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال[2] نے و گردِ عالم می پرند
پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں
دست نے و گوئے زمیداں می برند
ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لیجاتے ہیں

آں فقیرے کو ز معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کرلی
دست ببریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بُنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے
چوں عدم یکرنگ و نفسِ واحد اند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہوگئے ہیں

شیر[3] خوارہ کے شناسد ذوقِ لوت
دودھ پیتا بچہ کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے
مر پری را بوئے باشد لوت و قوت
پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بو برد از بوئے او
آدمی اُس خوشبو کا سراغ کب پاسکتا ہے
چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے او
کیونکہ اُسکی عادت اُسکی عادت کے خلاف ہے

[1] نک۔ یعنی یہ دسترخوان چونکہ اُس صوفی کے وجد پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آگئے۔ کخ کخ۔ دونوں کافوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔ بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی۔ یعنی تو طالب وجود ہستی، یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہٰذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صدیقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ عشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اُس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقان۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

[2] بال نے۔ جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں آں فقیرے۔ شیخ کا پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بُنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز وجودات میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہٰذا عاشقانِ خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[3] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا شیر خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اُس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

یا بداز بوئے آں پری بوئے کہ اش ... تو نیابی آں زصد مَن لوتِ خوش

پری اسکی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہو کہ اسکو ... تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پاسکتا ہے

لے پیشِ قبطی خوں بُود آں آبِ نیل ... آب باشد پیشِ سبطیِ جمیل

قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے ... اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیاں ... غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں

دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے ... ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

بادِ بُد بر عادیاں گرز و تبر ... لیک بُد بر ہودؑ و بر قومش ظفر

ہوا، قوم عاد پر گُرز اور کلہاڑا تھی ... لیکن حضرت ہودؑ، اور انکی قوم کیلئے فتح تھی

گلستاں ۲ے باشد بر ابراہیمؑ نار ... لیک بر نمرود باشد زہرِ مار

آگ (حضرت) ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے ... لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں ... لیک باشد بردگر مُرغاں زیاں

سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے ... لیکن دوسرے پرندوں کیلئے تباہی ہوتی ہے

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بُود ... لیک حلوا بر خساں بلوا بُود

عاشقوں کے لئے درد اور غم، حلوا ہوتا ہے ... لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

۳ے مخصوص بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق تعالےٰ از روئے یوسفؑ وکشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے یوسفؑ و حرمانِ برادراں وغیرہم ازیں ہر دو صفت

حضرت یوسفؑ کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے اللہ تعالےٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوبؑ کی خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا اِن دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رخِ یوسفؑ چشید ... وانچہ او از بوئے او اندر کشید

حضرت یعقوبؑ نے جو کچھ حضرت یوسفؑ کے رخ سے چکھا ... اور جو کچھ انھوں نے اُنکی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

وانچہ در وے بود اندر وے بدید ... خاص او بُد او باخواں کے رسید

اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انھوں نے دیکھا ... وہ اُن کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا؟

ایں ز عشقش خویش در چہ می کند ... واں بکیں از بہرِ او چہ می کند

یہ اُن کے عشق سے اپنے آپکو کنویں میں گرا رہے ہیں ... وہ کینہ وری سے اُنکے لئے کنواں کھود رہے ہیں

لے پیشِ قبطی۔ اشیاء کے احوال ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب جو حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی۔ جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہودؑ اور انکی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

۲ے گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعثِ ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کمینے حلوا بھی اس طرح کھاتے ہیں جس سے انکو بدہضمی ہوجاتی ہے۔

۳ے مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسفؑ کا چہرہ حضرت یعقوبؑ کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے اسکی تاثیر دوسری تھی۔ آنچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسفؑ میں تھیں وہ حضرت یعقوبؑ کو نظر آئیں بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیرہے تھے انکے بھائی انکو

سُفرۂ[1] او پیشِ ایں زناں تہی ست
اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان اِنکے لئے روٹی سے خالی ہے

پیشِ یعقوبؑ ست پُر کو مُشتہیست
(حضرت) یعقوبؑ کیلئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

رُوئے ناشُستہ نہ بیند رُوئے حُور
بن دُھلا مُنھ، حُور کا مُنھ نہیں دیکھتا ہے

لاصلوٰۃ گفت اِلّا بِالحُضُور
آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضورِ (قلب) کے نہیں ہے

عِشق باشد لُوت و پُوتِ جانہا
عشق، جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے

جُوع ازیں رُوئیست قُوتِ جانہا
اسی لئے بھوک، جانوں کی غذا ہے

جُوعِ[2] یوسفؑ بُود مَر یعقوبؑ را
(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسفؑ کی بھوک تھی

بُوئے نانش می رسید از دُور جا
اُن کو اُن کی روٹی کی خوشبو دُور سے پہنچ رہی تھی

آنکہ بِستد پیرہن را می شتافت
جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

وانکہ صد فرسنگ زاں سُو بُود او
وہ جو اُس جانب سے سینکڑوں فرسنگ تھا

چونکہ بُد یعقوبؑ می بُوئید بُو
چونکہ وہ حضرت یعقوبؑ تھے، وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالِم ز دانش بے نصیب
بہت سے عالِم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں

حافِظِ علم ست آں کس نے حَبیب
وہ عالِم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مُستمِع[3] از وے ہمی یابد مَشام
سُننے والا اُس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے

گرچہ باشد مُستمِع از جنسِ عام
خواہ سُننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است
کیونکہ اُس کے پاس لباس عارضی ہے

چوں بدستِ آں نخّاسی جاریہ است
جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیشِ نخّاسی سَرسَریست
غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کیلئے ہے

دَر کفِ اُو از بَرائے مُشتری ست
اُس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قِسمتِ حق ست روزی خواہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے، نہ کہ روزی چاہنے والے کی

ہر یکے را سُوئے دیگر راہ نے
کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغِ آں شُدہ
ایک اچھا خیال، اُس کیلئے گلزار بن گیا

یک خیالے زِشت راہِ ایں زدہ
ایک بُرا خیال، اِس کے لئے راہزن بن گیا

---

[1] سُفرۂ اُو۔ حضرت یوسفؑ کے چہرے کا دسترخوان حضرت یعقوبؑ کے لئے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ رُوئے ناشستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں اُن کو انوار نظر نہیں آتے ہیں۔ اِسی لئے کُفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اُس شخص کو میسّر آئیں گی جو قلب کو مُصفّیٰ کرکے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ عاشقوں کی جانوں کیلئے عشق غذا ہے۔ مجوع۔ مشہور مقولہ ہے اَلجُوعُ طَعَامُ الصِّدِّیقِیْن بھوک صدیقوں کی غذا ہے۔

[2] جُوع۔ حضرت یعقوبؑ میں حضرت یوسفؑ کی طلب صادق تھی اِسی لئے انھیں دُور سے اُنکی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بستد۔ وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی قمیص حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اُسکو اُس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ وانکہ۔ حضرت یعقوبؑ قمیص سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے اُن کو اُس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ اے بسا۔ جو عالِم بے عمل ہیں اُنکی مثال حضرت یوسفؑ کی قمیص لانیوالے کی سی ہے۔

[3] مستمع۔ عالِم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ جاہل جن میں طلبِ صادق ہوتی ہے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالِم کے پاس عِلم

ایک عارضی چیز ہے اُسکی مثال اُس غلام فروش کی سی ہو جسکے پاس فروخت کرنے کیلئے کوئی لونڈی ہو وہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نخّاسی۔ بردہ فروش۔ قسمتِ حق۔ یہ تمام تقسیم اللہ کیجانب سے ہے جس کا جو حصّہ ہے وہ اُسکو ملتا ہے طالب کا اُسمیں کوئی دخل نہیں ہے۔ یک خیال۔ ایک شخص کے نصیب میں *

آں[۱] خیالے از اثر باغے شُدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا
ویں خیالے عالمے برہم زدہ
اِس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنایا
وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ بنا دی

پس کہ داند راہِ گلشنہائے اُو
اُس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟
پس کہ داند جائے گلخنہائے اُو
اُس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال
دل کا محافظ تگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے
کز کُدامیں رُکنِ جاں آید خیال
کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[۲] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق
سوائے اُس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو
کونِ او را نیست کردہ کونِ حق
اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اسکے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مَطلعش را از احتیال
اگر تدبیر سے اُس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا
بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال
تو ہر بُرے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسَد جاسوس را آنجا قدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے
کہ بُوَد مرصاد و دربندِ عدم
جو عدم میں محفوظ، اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کُن کور وار
اندھوں کی طرح اُسکی رحمت کے دامن کو پکڑ لے
قبضِ اعمیٰ ایں بُوَد اے شہریار
اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ اُو امر و فرمانِ وَیست
حکم اور فرمان اُس کا دامن ہے
نیکبختے کہ تقی جانِ ویست
وہ نیک بخت ہے جس کی جان مُتقی ہے

آں[۳] یکے در مرغزار و جوئے آب
ایک چمنستان، اور پانی کی نہر میں ہے
واں یکے پہلوئے اُو اندر عذاب
اور ایک اُس کے پہلو میں عذاب میں ہے

اُو عجب ماندہ کہ ذوقِ اُو ز چیست
وہ تعجب میں ہے کہ اُس کا لُطف کس چیز میں ہے
واں عجب ماندہ کہ ایں در حبس کیست
اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست
خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں
ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

---

[۱] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بدخیال عالَم کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کُن ہیں۔ دیدہ باں۔ انسان کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ اُس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رُکن۔ گوشہ۔

[۲] جز مگر۔ انسان اپنے لئے اچھے بُرے خیالات کو خدا کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساختہ نہیں ہیں۔ مَطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد۔ خیالات کے آنے کی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اسکی رسائی ناممکن ہے مرصاد۔ گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں، اُنسے وابستہ ہو جا۔

[۳] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بدبخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اسکے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے اُو عجب۔ تکلیف اُٹھانیوالا، راحت اُٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اُٹھانے والا تکلیف اُٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اُٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی اِدھر آجا کیوں تکلیف اُٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اُدھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

ہمنشینا ہیں بیا[1] اندر چمن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آجا

گویدا اے جاں من نیارم آمدن
وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آسکتا

ہیں بیا جاناں کہ پایت بستہ نیست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں

گویدش نے نے تنانم تو بایست
وہ اُس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یک مثل آمد دریں معنی بگفت
اس سلسلے میں ایک کہاوت کہی گئی ہے

بو کہ یابی زیں بیاں سرِّ نہفت
شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

اندریں معنی بگویم قصۂ
اس سلسلے میں ایک قصہ سناتا ہوں

گوش بکشا تا بری زاں حصۂ
کان کھول لے تاکہ تو اُس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر کہ انس عظیم داشت در مناجات و نماز با حق

ایک حاکم کے اُس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالٰے کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا

بود سنقر[2] نام اُو را یک غلام
اُس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر شد محتاجِ گرمابہ سحر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی

بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
اُس نے پکارا، سنقر! خبردار اُٹھ جا

طاس و ایزار و گل از التوں بگیر
طشلا اور تہ بند اور ملتانی (مٹی) التون سے لیلے

تا بگرما بہ رویم از ناگزیر
تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ایزارِ نکو
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند

برگرفت و رفت با اُو دوبدو[3]
لے لیا، اور اُس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بُد و بانگ صلا
راستے میں مسجد تھی اور بُلاوے کی آواز

آمد اندر گوشِ سنقر برملا
صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سنقر سخت مولع در نماز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا

گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دکاں زمانے صبر کن
آپ اِس دُکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں

تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سنقر میر در دکاں نشست
سنقر چلا گیا، آقا دکان پر بیٹھ گیا

منتظر از بادۂ پندار مست
منتظر ہوکر، غرور کی شراب سے مست

---

[1] ہیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اُس سے کہتا ہے کہ تو بھی اُدھر نہ جا ٹھہر جا۔ غرضیکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اُس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اِس کا، ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔ قِصّہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ.... رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل.... رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔

[2] سنقر۔ اُس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ محتاج۔ یعنی اُس کو نہلانے کی حاجت ہوگئی۔ بردار سر یعنی بستر سے اُٹھ جا۔ طاس۔ طشلا ایزار۔ اِزار، تہ بند۔ گل۔ یعنی ملتانی مٹی جس کو مَل کر نہایا جاتا تھا۔ التون۔ زر سُرخ، اُس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

[3] دوبدو۔ دواں دواں۔ بانگِ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مولع۔ فریفتہ۔ لم یکن۔ یعنی سورۃ البینۃ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ[1] جاں — کرد یک ساعت توقّف بر دُکاں
آقا نے اُس زندہ رُوح کی خاطر سے — تھوڑی دیر دکان پر توقّف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند — از نماز و وِردہا فارغ شُدند
جب امام، اور لوگ باہر آئے — نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سُنقُر آں جا ماند تا نزدیکِ چاشت — میر سنقر را زمانے چشم داشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا — آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں — گفت می نگزاردم اے ذوفنوں
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟ — اُس نے کہا اے ہُنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

صبر کُن، نک آمدم اے روشنی — نیستم غافل کہ در گوشِ منی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا — میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد — تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
اُس نے سات بار صبر کیا، اور آواز دی — حتّٰی کہ آقا اُس کی ٹال مٹول سے عاجز آگیا

پاسخش[2] ایں بُود می نگزاردم — تا بروں آیم ہنوز اے محترم
اُس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے — اے محترم! تا کہ میں ابھی باہر نکلوں

گفت آخر مسجد اندر کس نماند — کیست وا امیدارد آنجا کت نشاند
بالآخر اُس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا — کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

گفت آنکہ بستہ استت از بروں — بستہ است اُو ہم مرا از اندروں
اُس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے — اُسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں — می نہ بگذارد مرا کایم بروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے — وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سُو پا نہی — اُو بدیں سُو بست پائے ایں رہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اِس طرف قدم دھرے — اُسی نے اِس جانب اِس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

ماہیاں[3] را بحر نگذارد بروں — خاکیاں را بحر نگذارد دروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا — سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

اصلِ ماہی زآب و حیواں از گِل ست — حیلہ و تدبیر اینجا باطل ست
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے — اِس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

---

[1] زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ وِردہا۔ یعنی وہ اوراد وظائف جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سُن رہا ہوں۔ تیبا۔ ٹال مٹول، انتظار۔

[2] پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا سب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ رہی۔ غلام۔

[3] ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر چیز اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفلِ[۱] زفت ست و کشاینده خدا — دست در تسلیم زن واندر رضا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے۔ — تسلیم اور رضا پر دسترس حاصل کرو

ذرّہ ذرّہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست از جز کبریا
ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں — یہ کشادگی، بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیرِ خویش — بخت یابی اے جواں از پیرِ خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے — اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کرلیگا

چوں فراموشِ خودی یادت کنند — بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کر دیگا وہ تجھے یاد کرینگے — تو غلام بن جائیگا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی حُرّی و دلِ زندگی — بندگی کُن بندگی کُن بندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے — غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از[۲] خودی بگذر کہ تا یابی خدا — فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا
خودی سے گذر جا، تاکہ تو خدا کو پائے — حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو واللّٰہُ اَعلَمُ بِالیَقِیں
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے — (تو) مِٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ انبیا علیہم السّلام از قبول و پذیرائی منکران قولہٗ تعالےٰ ”حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ“

انبیاء علیہم السّلام کا منکروں کے قبول اور پذیرائی سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے“

انبیا گفتند در خاطر کہ چند — میدہیم ایں را و آنرا وعظ و پند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا — ہم اِس اور اُس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند[۳] کوبیم آہنِ سردے زغے — در دمیدن در قفس ہیں تا بکے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟ — ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

دُمِّ خر پیمودن آخر تا بچند — چوں نیفزاید جوے جز ریشخند
گدھے کی دُم ناپنا آخر کب تک — جبکہ سوائے مذاق کے انہیں ایک جَو کا فائدہ نہیں ہے

جنبشِ خلق از قضا و وعدہ است — تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدہ (الٰہی) سے ہے — دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

[۱] قُفل۔ جنسی مُغایرت کا قُفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضاءِ خداوندی ہو جاؤ تب یہ قُفل کُھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ چوں۔ انسان جب اپنی تدابیر سے یہ قُفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مُرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اُس کو یاد کرتا ہے جب مُرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اُس کو علائقِ دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے۔ گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[۲] از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاءِ دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر ترا۔ صدیقین سے وصال اُس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن اب مولانا نے انبیاء اور منکرین کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے۔ انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء اُنکی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[۳] چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر یہ سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دُم۔ اُن لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اُڑوانے کا سبب ہے۔ جنبش۔ پھر سوچا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے جبتک اُدھر سے کشش نہو اُنکی ہدایت ناممکن ہے بھوک لگتی ہو تو دانت چلتے ہیں۔

نفسِ[1] اوّل راند بر نفسِ دوم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا

ماہی از سر گندہ باشد نے زدُم
مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دُم کی جانب سے

لیک ہم میدان و خر میراں چو تیر
لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ

چونکہ بلّغ گفت حق شُد ناگزیر
چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے (تبلیغ کر) فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟

جہد کُن چندانکہ بینی چیستی
کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پُشتِ کشتی بار را
جب تو کشتی پر مال لادتا ہے

بر توکّل می کُنی آں کار را
اُس کام کو تو توکّل (کی بناء) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے

غرقہ اندر سفر یا ناجئی
سفر میں ڈوبنے والا ہے، یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم
اگر تو کہے کہ جبتک میں جان لوں کہ میں کون ہوں

در نخواہم تاخت بر کشتی و یَم
میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا

کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
واضح کردے، میں کس فرقے میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ با گماں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤنگا

بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
دوسروں کی طرح خالی اُمید پر

ہیچ[3] بازرگانیئے ناید ز تو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی

زانکہ در غیبست سِرِّ ایں دو رُو
کیونکہ ان دونوں رُخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر

در طلب نے سود دارد نے زیاں
طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے

نور او یابد کہ باشد شُعلہ خوار
نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

چونکہ بر بوک ست جملہ کارہا
چونکہ تمام کاروبار اُمید پر ہے

کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہو کہ تو اُس سے سبکدوش ہو جائے

نیست دستورے دریں جا قرعِ باب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے

جز اُمید اللہُ اعلم بالصّواب
سوائے اُمید کے، خدا بہتر جانتا ہے

[1] نفسِ اول - انبیاء اللہ کی ذات حکمراں ہے جو کچھ ہے عالمِ بالا کی طرف سے ہے۔ لیک - لیکن قضا و قدر کے پیشِ نظر عمل و سعی ترک نہیں کیجا سکتی ہے انہیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ بینی چیستی - یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلیگا کہ انسان جہنمی ہے یا جنتی لیکن زندگی میں اُس کو عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ چوں نہی - دنیا کے تمام کاروبار توقع اور اُمید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفعِ موہوم کی اُمید پر کرتا ہے۔

[2] تو نمیدانی - تاجر سمندری سفر کرتا ہو تو اُسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبیگا یا پار ہو جائیگا۔ من نخواہم - اگر کوئی تاجر یہ کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امیدِ خشک - یعنی موہوم اُمید۔

[3] ہیچ - اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کر سکتا۔ دو رُو - یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجرِ ترسندہ - اس طرح کا ڈرنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل - پہلے مصرع میں نقصان اُٹھانیکا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین کا کاروبار اس کا زیادہ مستحق ہے کہ موہوم نفع کی بنیاد پر کیا جائے۔ بہ نیت عبادات رحمت اور قبولیت کی اُمید پر کرنا ضروری ہیں۔

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا

اِس کا بیان کہ مُقلّد کا ایمان امید و بیم میں ہے

[1] داعیِ ہر پیشہ امید ست و بُوک
گرچہ گردن شاں زکوشش شُد چو دُوک

ہر پیشے کی محرک اُمید اور تمنا ہے
اگرچہ اُن کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہے

بامداداں چوں سُوئے دُکّاں رَوَد
بر اُمید و بُوکِ روزی میرَوَد

صبح کو وہ جب دُکان کی جانب جاتا ہے
کمائی کی اُمید اور تمنا پر جاتا ہے

بُوکِ روزی نبُوَدت چوں میرَوی
خوفِ حرماں ہست تجھ چونی قوی

تجھے روزی کی اُمید نہ ہو تو کیوں جائے؟
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ قُوت
چوں نکردت سُست اندر جُستجوت

روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے
تجھے تیری جُستجو میں سُست کیوں نہ کیا؟

[2] گوئی آرے خوفِ حرماں ہست پیش
ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش

تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیشِ (نظر) ہے
(لیکن) سُستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم بیشتر
دارم اندر کاہلی افزوں خطر

کوشش میں مجھے زیادہ اُمید ہے
سُستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا در کارِ دیں اے بدگماں
دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں

اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا
در چہ سُودند انبیا و اولیا

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اِس بازار والے
انبیاء اور اولیاء کِس قدر نفع میں ہیں

[3] زیں دُکاں رفتن چہ کاں شاں رُو نمود
اندریں بازار چوں بستند سُود

اِس دُکان سے جانے نے اُنکو کیسی کان دکھائی
اِس بازار میں اُنھوں نے کیسا نفع کمایا؟

آتش آنرا رام چوں خلخال شُد
بحر ایں را رام چوں حمّال شُد

اُن کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی
سمندر بوجھ اُٹھانیوالے کی طرح اُنکا فرمانبردار ہوا

از دمِ آں مُردہ زندہ شُدہ
ابر آنرا سائبانے آمدہ

اُن کے پھُونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوا۔
ابر اُن کے لئے سائبان بنا

---

[1] داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض اُمید پر کرتا ہے اور اُسمیں اتنی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اُس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی اُمید پر دُکان کھولتا ہے۔ بُوک۔ اگر نفع کی اُمید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔ خوفِ حرماں۔ یہاں بھی محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سُستی کیوں برتی جائے۔ قُوت۔ کھانا۔ روزی۔

[2] گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہے سُستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اُس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال اُمید ہے اور سُستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کیجاتی ہے۔ یا ندیدی۔ دین کے معاملات میں کوشش کرکے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

[3] زیں دکاں۔ دنیا کی دُکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اُس دُکان سے لوٹے ہیں تو انکو روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں مل ہیں۔ آتش۔ اِس دنیا کی دُکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور زیور بن گئی۔ بحر۔ حضرت موسیٰؑ کی دریائے نیل نے حمالی کی۔ از دم۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونک مارنے سے مُردے زندہ ہوئے۔ ابر۔ آنحضورؐ پر ابر نے سایہ کیا۔

آہن۱ آنرا رام ہمچوں موم شد ۔ باد آنرا بندہ و محکوم شد

لوہا اُن کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا ۔ ہوا اُن کی غلام اور محکوم ہوئی

شد براں در دفعِ دشمن چوب مار ۔ عنکبوتے شد مرایں را پردہ دار

دشمن کو دفع کرنے کیلئے لکڑی اُن کیلئے سانپ بنی ۔ مکڑی اُن کے لئے پردہ کرنیوالی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمود اِنّ للہ تعالےٰ اولیاءِ اخفیاء

اس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند ۔ شہرۂ خلقاں ظاہر کے شوند

کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں ۔ (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں؟

اینہمہ دارند و چشمِ ہیچ کس ۔ بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس

یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ ۔ اُن کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کراماتِ شاں ہم ایشاں در حرم۲ ۔ نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم

اُنکی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حریم میں ہیں ۔ ابدال بھی اُن کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا ۔ کو ترا میخواند ایں سو کہ بیا

کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں ۔ جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرامِ اوست ۔ ہر طرف کہ بنگری اعلامِ اوست

عالم کی شش جہت میں اُس کے اکرام ہیں ۔ تو جس طرف دیکھے اُس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش در آ ۔ اندر آ زود و مگو سوزد مرا

جب کریم تجھ سے کہے، کہ آگ میں آجا ۔ جلد اندر آجا، اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دیگی

کز آتش نرگس و نسریں کند ۔ وز میانش غنچہا سر بر زند

کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے ۔ اُس کے اندر سے غنچے کِھلتے ہیں

درحقیقت آتش از ہیبت چو ماست ۔ گازرِ دستارخوانِ انبیاست

درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے ۔ وہ انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایت۳ مندیل در تنور انداختنِ انس رضؓ بن مالک و ناسوختنِ او

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اُس کے نہ جلنے کا قصہ

۳ حکایت۔ اِس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء، اولیاء کے حکم سے آگ، پانی کا کام کر دیتی ہے۔

۱ آہن۔ حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا کاندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کیلئے غار ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضورؐ کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیاء نے جو نفعے کمائے اُن کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام اُن کو کیا سمجھے۔ اینہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نفعے ہیں وہ اُنکو حاصل ہیں۔

۲ در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور اُنکی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سُستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بُلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔ چوں کریمے۔ شعر کز۔ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دیگا اور اُسمیں پھول کھلینگے۔ ما۔ پانی۔ گازر۔ دھوبی۔

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است — کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است
انسؓ، مالک کے بیٹے کی بابت منقول ہے — کہ ایک شخص اُن کا مہمان بنا

او حکایت کرد کز بعدِ طعام — دید انسؓ دستارخواں را زرد فام[۱]
اُس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد — (حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ — اندر افگن در تنورش یک دمہ
میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی! — ایک دم اُس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند — آں زماں دستارخواں را ہوشمند
آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا — فورًا دسترخوان کو (اُس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند — انتظارِ دودِ کندوری بُدند
سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہوگئے — دسترخوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعد یک ساعت برآورد از تنور — پاک و اسپید و ازاں اوساخ دور
تھوڑی دیر کے بعد اُس نے تنور سے نکالا — پاک اور سفید، اور اُس میل کچیل سے دُور

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز — چوں نسوزید و منقّیٰ گشت نیز
لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی! — وہ کیوں نہ جلا؟ اور صاف بھی ہوگیا

گفت زانکہ مصطفٰے دست و دہاں — بس بمالید اندریں دستارخواں
انہوں نے کہا اِس لئے کہ مصطفٰے نے ہاتھ اور مُنہ — اِس دسترخوان سے بہت پونچھا ہے

[۲]اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب — باچناں دست و لبے کن اقتراب
اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل! — ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہوجا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد — جانِ عاشق را چہا خواہد گشاد
جب بے جان کو اُس نے اتنی شرافت دیدی — عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا؟

مر کلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد — خاکِ مرداں باش اے جاں در نبرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اُس نے قبلہ بنادیا — اے جان! معرکہ میں مردانِ حق کی خاک بنجا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ — تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
اُس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا — یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں[۳] فگندی زود آں از گفتِ وے — گیرم او بُردست در اسرار پے
اُن کے کہنے سے تُونے جلدی سے کیوں ڈالدیا؟ — میں نے مانا کہ اُن کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

۱ زرد فام یعنی سالن کی چکنائی وغیرہ اُس پر لگی ہوئی تھی۔ یک دمہ فورًا۔ در تنور۔ خادمہ نے اُس کو فورًا تنور میں ڈال دیا۔ کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دسترخوان۔ اوساخ۔ وسخ کی جمع، میل۔ منقّیٰ۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اِس سے بہت سی مرتبہ آنحضورؐ نے ہاتھ مُنہ پونچھا ہے، اِس لئے اِس کو آگ نہیں جلاسکتی ہے۔

۲ اے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اُسکو چاہیئے کہ وہ اولیاء، اور علماء کی دست بوسی کرلے تاکہ آگ اُس کو نہ ستائے۔ چوں جمادے۔ جب بے جان دسترخوان اِسقدر فیض حاصل کرسکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ مر کلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونیکے اِس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اِس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

۳ چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اِس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے اُنکے کہنے پر بلا تامل دسترخوان کیوں آگ میں ڈالدیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

انچنیں دستار خوانِ قیمتی
ایسا قیمتی دستر خوان
چوں فگندی اندر آتش اے ستی
اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈالدیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید
اُس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے
از عبادُ اللہ دارم بس اُمید
میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت اُمید رکھتی ہوں

میزرے[1] چہ بُود اگر اُو گویدم
تہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں
در رَو اندر عینِ آتش بے ندم
بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر اُفتم از کمالِ اعتقید
پکّے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھُس جاؤں
نیستم زاکرامِ ایشاں نااُمید
میں اُن کے کرم سے نااُمید نہیں ہوں

سر در اندازم نہ ایں دستار خواں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان
زاعتمادِ بر کریمِ راز داں
راز داں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اِس اکسیر سے رگڑ دے
کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن
مرد (کے اعتقاد) کی سچائی عورت کی سچائی سے

آں دلِ مردے کہ از زن کم بُود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو
آن دلے باشد کہ کم از اشکم بُود
وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصّۂ[2] فریاد رسیدنِ رسول علیہ السّلام کاروانِ[3] عرب راکہ از
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصّہ جو پیاس سے
تشنگی و بے آبی درماندہ بودند و دل بمرگ نہادہ و شتران
اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہوگیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ
وخلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ
اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب
اُس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی
خشک شُد از قحطِ باراں شاں قِرَب
مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہوگئی تھیں

درمیانِ آں بیاباں ماندہ
اُس جنگل میں رہ گیا تھا
کاروانے مرگ بر خود خواندہ
وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس
مصطفٰےؐ پیدا شُد از رہ بہرِ عون
مصطفٰےؐ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہوگئے

---

[1] میزر۔ تہبند، ازار۔ اندر۔ چونکہ مجھے پکّا اعتقاد ہے میں آگ میں کود پڑونگی۔ سَر۔ یعنی دستر خوان تو معمولی چیز ہے میں خود آگ میں سَر گھسا دونگی۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ مردوں کا اعتقاد اِس خادمہ سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ اکسیر۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ اشکم۔ انسان کا پیٹ ذلیل حصّہ ہے۔

[2] قصّہ۔ چونکہ انبیاء اور اولیاء کی صحبت کو اکسیر قرار دیا تھا اب ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اُس کا اکسیر ہونا ثابت کریں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اُس حبشی کا رنگ اور رُوپ بدل گیا۔

[3] کارواں۔ قافلہ۔ قِرَب۔ قِربہ کی جمع ہے، مشکیزہ۔ مرگ۔ یعنی انھوں نے اپنی موت کو دعوت دیدی تھی۔ مُغیث۔ فریاد رس۔ عَون۔ مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انھوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا
بر تف[۵۱] ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں را زباں آویختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی
خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زوتر روید
ان کو رحم آیا، فرمایا، آگاہ! جلد جاؤ
چند بارے سوئے آں کثباں دوید
چند بار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے
سوئے میر خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے
سوئے من آرید با فرمانِ مر[۵۲]
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثبان آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے
بعدِ یک ساعت بدیدند آنچناں
تھوڑی دیر بعد انھوں نے ویسا ہی دیکھا

بندۂ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا
راویۂ پر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انھوں نے اس سے کہا تجھے بلاتے ہیں
ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین اس جانب

گفت من نشناسم او را کیست او
اس نے کہا میں ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟
گفت او آں ماہ روئے قند خو
انھوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے ہیں،

سید و سرور محمد نورِ جاں
سید اور سردار محمد جو جان کا نور ہیں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں
سب بالا اور سب اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

نوعہا[۵۳] تعریف کردندش کہ ہست
انھوں نے ان کی اس طرح کی تعریف کی جو تھی
گفت مانا او مگر آں ساحر است
اس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہو
من نیایم جانب او نیم شبر
میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے
او فغاں بر داشت در تشنیع و تف
اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

۵۱ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

۵۲ فرمانِ مر۔ تلخ حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا۔ می شد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

۵۳ نوعہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس الامری تھی۔ گفت۔ اس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گروہے۔ اس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ شبر۔ بالشت۔ تشنیع۔ برا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔

چوں کشیدندش بہ پیش آں عزیز — گفت[1] نوشید آب و بردارید نیز
جب وہ اُس کو اُن معزز کے سامنے کھینچ لائے — اُنھوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

جملہ را زاں مشک اُو سیراب کرد — اشتران و ہر کسے زاں آب خورد
اُنھوں نے اُس مشک سے سب کو سیراب کر دیا — اونٹوں اور ہر شخص نے اُس سے پانی پیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشکِ اُو — ابرِ گردوں خیرہ شد از رشکِ اُو
مشک اور پکھال اُس کی مشک سے بھر لی — آسمان کا اَبر اُس کے رشک سے حیران رہ گیا

ایں کسے دیدست کز یک راویہ — سرد گردد سوزِ چندیں ہاویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے — اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

ایں کسے دیدست کز یک مشکِ آب — گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے — بغیر پریشانی کے اِتنی مشکیں بھر جائیں

مشک[2] خود رُوپوش بُود و موجِ فضل — می رسید از امرِ اُو از بحرِ اصل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج — اُس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

آب از جوشش ہمی گردد ہوا — واں ہوا گردد ز سردی آبہا
پانی اُس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے — ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

بلکہ بے اسباب بیروں زیں حکم — آب رویانید تکوین از عدم
بلکہ بغیر اسباب کے اور اِن حکمتوں کے علاوہ — (اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

تو زِ طفلی چوں سببہا دیدۂ — در سبب از جہل بر چفسیدۂ
چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے — تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

با[3] سببہا از مسبّب غافلی — سوئے ایں رُوپوشہا زاں مائلی
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے — اِس وجہ سے تو اِن آڑوں کی طرف مائل ہے

چوں سببہا رفت بر سر می زنی — رَبَّنا و رَبَّنا ہا می کُنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے — اے ہمارے رب، اے ہمارے رب بہت کرتا ہے

ربّ میگوید برو سوئے سبب — چوں ز صُنعم یاد کردی اے عجب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا — تعجب ہے، تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ — ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ
(بندہ) کہتا ہے اِس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا — سبب اور اُس فریب کی جانب نظر نہ کروں گا

[1] گفت نوشید۔ آنحضورؐ نے پیاسوں سے کہا بڑا اَبر ید۔ برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ اَبر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ اَبر کو مشکیزہ پر رشک آنے لگا۔ ایں کسے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

[2] مشک خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آ رہا تھا اور اُس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اُس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اُس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اَشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔ تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اَشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اسلئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

[3] با سببہا۔ چونکہ ہم مسبّب الاسباب یعنی ذاتِ خداوندی سے غافل ہیں اسلئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چونکہ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُس کو پکارتا ہے۔ ربّ میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب کیوں میری طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ گفت۔ بندہ کہتا ہے میری توبہ ہے میں اب اسباب پر سہارا نہ کروں گا۔

گویدش[۵۱] رُدُّوا لَعَادُوا کارِ تُست — اے تو اندر توبہ و میثاق سُست

(اللہ تعالیٰ) اُس سے فرمائیگا رُدُّوا لَعَادُوا تیرا کام ہے — اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کُنم — رحمتم پُرّ است بر رحمت تنم

لیکن میں اُس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں — میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا — از کرم ایں دم چو میخوانی مرا

میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا، بخشش کرتا ہوں — کرم کی وجہ سے جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جُملہ احسان و وفا — وز تو بدعہدی و تقصیر و خطا

میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے — تیری جانب سے بدعہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصل[۵۲] آنکہ در سبب پیچیدہ — لیک معذوری ہمیں را دیدہ

خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں اُلجھا ہے — لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شُدند از کارِ اُو — یا محمدؐ چیست ایں اے بحرِ خُو

اُن کے کارنامے سے قافلہ حیران ہوگیا — اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردہ رُوپوش مَشکِ خُرد را — غرق کردی ہم عرب ہم کُرد را

آپ نے ایک چھوٹی مَشک کو آڑ بنایا — آپنے عربوں کو بھی اور کُردوں کو بھی انہیں ڈبودیا

مَشکِ آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے معجزے سے اُس غلام کی مَشک کا بھر جانا

و سپید شدنِ آں غلامِ سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اور خدا کے حکم سے اُس غلام کا سفید ہو جانا

اے غلام[۵۳] اکنوں تو پُر بیں مَشکِ خود — تا نگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام! اب تو اپنی مَشک کو بھرا ہوا دیکھ لے — تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شُد از بُرہانِ اُو — می دمید از لامکاں ایمانِ اُو

وہ حبشی اُن کے معجزے سے حیران ہوگیا — غیب سے اُس کا ایمان اُگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شُدہ — مَشکِ اُو رُوپوشِ فیض آں شُدہ

اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا — اُس کی مَشک اُس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر رُوپوشہا ہم بر درید — تا معینِ چشمۂ غیبی بدید

اُس نے اِس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا — یہاں تک کہ اُس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

۵۱ گویدش۔ اُس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کرکے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا لَعَادُوا۔ قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹادے تو ہم نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا "اگر وہ لوٹا دیئے جائیں پھر پلٹ جائیں گے"۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بدعہدی اور گناہ کرے۔

۵۲ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصلِ ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اُسکی اسباب سے وابستگی قابلِ معافی ہے۔ قافلہ۔ مشکیزے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہوگیا۔ غرق کردی۔ آپنے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کُردی سب کو سیراب کردیا۔

۵۳ اے غلام۔ سب کو سیراب کرنیکے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے غلام سے کہا۔ بُرہان۔ معجزہ۔ می دمید یعنی اللہ تعالیٰ نے اُسکے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرمادی۔ چشمہ۔ اب اُسکی باطنی آنکھیں روشن ہوگئی تھیں۔ زاں نظر۔ اُس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی۔ معین۔ جاری۔

چشمہا[١] پُر آب کرد آں دم غلام — شُد فراموشش ز خواجہ وز مقام

اُس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا — اُس سے ٹھکانا، اور آقا فراموش ہوگیا

دست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش اِلٰہ

اُس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہوگئے — خدا نے اُس کی حالت میں ہلچل پیدا کردی

باز بہرِ مصلحت بازش کشید — کہ بخویش آ، باز رو اے مُستفید

(آنحضورؐ نے) پھر اُس کو مصلحتاً کھینچا — کہ اے طالبِ فیض! ہوش میں آجا (اور) واپس جا

وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تست — ایں زماں در رہ درآ چالاک و چست

(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنیوالی ہے — اب ہوشیاری اور چستی سے راہِ (ہدایت) پر آجا

دستہائے[٢] مُصطفٰے بر رُو نہاد — بوسہائے عاشقانہ بس بداد

اُس نے مصطفٰےؐ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے — بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

مُصطفٰےؐ دستِ مبارک بر رُخش — آں زماں مالید و کرد اُو فرخش

مصطفٰےؐ نے بابرکت ہاتھ اُس کے چہرے پر — اُس وقت ملے، اور اُس کو بابرکت بنایا

شُد سپید آں زنگی و پورِ حبش — ہمچو بدر و روزِ روشن شُد شبش

وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہوگیا — چودھویں کے چاند کیطرح اور اُسکی رات روشن دن بنگئی

یوسفے شُد در جمال و در دلال — گفتش اکنوں رو بدہ وا گوئے حال

حُسن اور ناز و انداز میں یوسفؑ بن گیا — اُنھوں نے اُس سے فرمایا اب گاؤں چلا جا حال بیان کردے

او ہمی[٣] شد بے سر و بے پائے و مست — پائے می نشناخت در رفتن ز دست

وہ اندھا دُھن اور مست روانہ ہوگیا — چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سُوئے خواجہ از نواحی کارواں

وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا — قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بُود — کاں غلامش دیر می آمد نہ زود

آقا، راستے پر منتظر بیٹھا تھا — کیونکہ اُسکا غلام تاخیر سے آیا تھا، نہ کہ جلدی سے

دیدنِ خواجہ غلامِ خود را سپید و نشناختن کہ اوست و با غلام

آقا کا اپنے غلام کو سفید چہرے والا دیکھنا اور نہ پہچاننا کہ وہ وہی ہے اور غلام سے کہنا کہ تو نے میرے

گفتن کہ تو غلامِ مرا کشتہ و خونِ اُو ترا گرفتہ و خدا ترا بدستِ من انداخت

غلام کو قتل کیا ہے، اور اُس کے خون نے تجھے گرفتار کیا ہے اور اللہ (تعالیٰ) نے تجھے میرے ہاتھ میں ڈالدیا

[١] چشمہا۔ اُس غلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اُس کو آقا اور گھر فراموش ہوگیا۔ ماند۔ چونکہ مقامِ تحیّر میں پہنچ گیا تھا۔ بازش کشید۔ آنحضورؐ اُس کو مقامِ حیرت سے مقامِ صحو میں لائے۔ پیشِ تست جبکہ اور مقامات طے ہونگے۔

[٢] دستہائے۔ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑکر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔ پور۔ بوزنِ نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ شبش۔ یعنی اُس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح منوّر ہوگیا۔

[٣] او ہمی شد۔ وہ خوشی کی مستی میں اِس طرح رواں ہوا کہ اُس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ ناحیہ کی جمع ہے، طرف، کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اسلئے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ[۵۱] ماند — از تحیُّر اہلِ آں دِہ را بخواند
آقا نے اُس کو دُور سے دیکھا، اور حیران رہ گیا — حیرانی سے اُس گاؤں والوں کو بُلایا

راوِیہ ما اشترِ ما ہست ایں — پس کجا شُد بندۂ زنگی جبیں
یہ ہماری پکھال، اور ہمارا ہی اونٹ ہے — تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بدریست می آید زدُور — میزند بر نورِ روز از رُوش نور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دُور سے آرہا ہے — اُس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کُو غلامِ ما مگر سرگشتہ شُد — یا بدو گرگے رسید و کُشتہ شُد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہوگیا ہے — یا اُس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر[۵۲] اُو را بکُشت ایں بدگہر — اُشترش آورد اینجا از قدر
یا شاید اِس بدذات نے اُس کو قتل کیا — اور تقدیر سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی — از یمن زادی و یا تُرکیستی
جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا تو کون ہے؟ — تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا تُرک ہے؟

تو غلامم را چہ کردی راست گُو — گر بکُشتی وا نُما حیلت مجُو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا — اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہدے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کُشتم بتو چوں آمدم — چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اُسنے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟ — اپنے پاؤں سے خود اُس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہوگیا ہوں

گفت نے نے درنگیرد با منت — راست باید گفت سردستی فنت
اُسنے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی — سچ کہنا چاہیے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کُو غلامِ من بگفت اینک منم — کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم
میرا غلام کہاں ہے، اُس نے کہا یہ میں ہوں — اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے مُنوّر کردیا ہے

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام — صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بنگیا ہوں — مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست — ہیں نخواہی رَست از من جز براست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟ — خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا

گفت[۵۳] اسرارِ تُرا با آں غلام — جملہ وا گویم یکایک من تمام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز — میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

۵۱ خیرہ۔ حیران۔ راوِیہ۔ مشکیزہ، پکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اُس کے چہرے کا نور دن کی روشنی پر غالب آرہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔
۵۲ یا مگر۔ شاید اُس نے اُس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیرِ خداوندی سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دریں خوں۔ قتل کرکے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سردست۔ یعنی چالاکی نہ چلیگی۔ صدر۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔
۵۳ گفت۔ اُس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنادوں جو کہ مجھے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آجائیگا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا — تا باکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے — اب تک کا قصہ دُھرائے دیتا ہوں

تا بدانی کہ ہماں ام در وجود — گرچہ از شبدیز[۵۱] من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں — اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک — فارغ از رنگ ست و از ارکانِ خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان — عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

تن شناساں زود مارا گم کنند — آب نوشاں ترکِ مشک و خم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں — پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

جاں[۵۲] شناساں از عددہا فارغند — غرقہ دریائے بیچونند و چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں — وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس — یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان — مشاہدہ کا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند — بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں — حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہر اند — در پئے ہم ہمچو دنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں — دُم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت — ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لئے — اِس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

لاجرم[۵۳] ہر دو مناصر آمدند — ہر دو خوش رو پشتِ ہمدیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے — دونوں بخوبی ایک دوسرے کے رو پشت بنگئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے — ہر دو آدم را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنیوالے ہیں — لہٰذا دونوں آدمؑ کے مددگار اور سجدہ کرنیوالے ہیں

---

۵۱ شبدیز۔ تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ صبح۔ یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔ رنگ۔ رنگت بدل جانے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا روح رنگ وغیرہ سے مبرّا ہے۔ تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرمادیا کہ جس طرح اُس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اِس لئے وہ اُس کو نہیں پہچان رہا تھا اِسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مٹکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

۵۲ جاں شناساں جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعدد اور تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کرو انکو اپنا دوست سمجھو اور اُس آقا کی طرح نہ بنو جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں ملک۔ اپنی رُوح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض انکے قرارگاہ کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقتِ ملکیہ اور حقیقتِ عقل ایک ہے دونوں کو جداگانہ صورتیں عطا کردینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقتِ ملکیہ نے بال و پر اختیار کرلئے لہٰذا انمیں پرواز کی قوت آگئی عقل نے ادراکِ حقائق کی شان و شوکت حاصل کرلی۔

۵۳ لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور اُن دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رُو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالےٰ کو پہچانتے میں متحد ہیں اور دونوں آدمؑ کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

نفس[1] و شیطاں بود ز اوّل واحدے | بود آدمؑ را عدو و حاسدے

نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے | آدمؑ کے دشمن، اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید | وانکہ نورِ مؤتمن دید او خمید

جس نے آدمؑ کو محض جسم سمجھا وہ بدک گیا | جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں | ویں دو را دیدہ ندیدہ غیر طیں

وہ دونوں آنکھیں اِس سے روشن ہو گئیں | اِن دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند | چوں نشاید بر جہود انجیل خواند

اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا | چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سُنائی جا سکتی

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ | کے تواں بربط زدن در پیش کر

شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ | بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر در دہ بگوشہ یک کس ست | ہائے و ہوئے کہ بر آورد م بس ست

لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے | جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحقِ شرح را سنگ و کلوخ | ناطقے گردد مُشرّح با رسوخ

شرح کے لائق کے لئے پتھر اور ڈھیلا | اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

دربیان آنکہ حق تعالیٰ ہرچہ داد و آفرید از سمٰوٰت و ارض و اعیان و

اِس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور

اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاج چیزے دیگر باید

عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کیے ہیں اور اپنے آپکو دوسری چیز کا محتاج بنانا

کردن تا بدہد کہ اَمَّن یُّجیبُ المُضطرَّ اِذا دَعَاہُ و اضطرار گواہِ استحقاق ست

چاہیے تاکہ وہ عطا کرے کیونکہ (اُسنے فرمایا ہے) کون ہے جو مجبور کی دُعا سنے جبکہ وہ اسکو پکارتا ہے اور مجبوری کو اُسنے مستحق ہونے کا گواہ

آں[3] نیازِ مریمی بودست و درد | کہ چُناں طفلے سخن آغاز کرد

وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا | کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کردی

جزوِ او بے اُو برائے اُو بگفت | جزو جزوت گفت دارد در نہفت

اُنکے جزو نے بغیر (اُنکے کہے) اُنکے لئے گفتگو کی | تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

---

[1] نفس و شیطان۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لئے دونوں آدمؑ کے دشمن اور حاسد تھے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدمؑ کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا عقل اور فرشتے نے اُن کے نورِ باطنی کو دیکھا تو اُنکے سامنے جھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں اِس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی وحدت اور شیطان اور نفس کی وحدت کا بیان نہیں ہو سکا چونکہ تم اِس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو چوں نشاید تمہارے سامنے اِس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے، تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائیگا جو مجمل باتیں میں نے کہدی ہیں وہ اُسکے لئے کافی ہیں۔ مستحق۔ تفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل جو ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر اُنسے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے اصل چیز استحقاق اور طلبِ حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی ہے۔ آگے مولانا نے اِسی مضمون کو واضح کیا ہے —

[3] آں نیاز۔ حضرت مریم کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرادی اور حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں اُنکی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزو او۔ جس طرح عیسیٰؑ، مریمؑ کے جزوِ بدن تھے وہ گواہ بنے اِسی طرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضاء تمہارے افعال کی گواہی دینگے۔

دست و پا شاہد شوندت اے رہی — **منکری را چند دست و پا نہی**
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے — تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ور نباشی[١] مستحقِ شرح و گفت — **ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت**
اگر تو تشریح اور گفت گو کا مستحق نہیں ہے — بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سو گئی

ہر چہ روئید از پئے محتاج رُست — **تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست**
جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لئے اُگا ہے — تاکہ طلبگار، ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سموات آفرید — **از برائے دفعِ حاجات آفرید**
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا — حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت — **مایہ اش درد ست و اصلِ مرحمت**
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے — اُس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود — **ہر کجا فقرے نوا آنجا رود**
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود — **ہر کجا کشتے ست آب آنجا رود**
جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہاں جاتا ہے — جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

آب کم جو[٢] تشنگی آور بدست — **تا بجوشد آبت از بالا و پست**
پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر — تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلو — **کے رواں گردد ز پستان شیرِ او**
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا — اُس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رَو[٣] بدیں بالا و پستیہا بدو — **تا شوی تشنہ و حرارت را گرو**
جا، اس نشیب و فراز میں دوڑ — تاکہ تو پیاسا بنے، اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگِ زنبورِ ہوا — **بانگِ آبِ جو بنوشی اے کیا**
اُس کے بعد ہوا کی بھڑ کی آواز سے — اے عزیز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش — **آب را گیری سوئے او می کشیش**
تیری ضرورت گھاس سے کم نہ ہونی چاہیئے — تو پانی لیتا ہے اور اسکو اسکی جانب لیجاتا ہے

غرضکہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اُس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔ حاجت تو۔ گھاس کو جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اُس تک پانی پہنچاتا ہے اسی طرح تم حاجت پیدا کرلو تو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔

[١] ور نباشی۔ اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی سُست پڑ جائیگا اور تشریح نہ کرے گا۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے وہ مخلوق کی ضرورت پوری کرنیکے لئے بنایا ہے۔ حق تعالیٰ۔ آسمانو کی تخلیق بھی مخلوق کی ضرورت اور احتیاج کی وجہ سے ہے۔ ہر کہ۔ جبکہ تمام چیزوں کی تخلیق احتیاج کی وجہ سے ہے تو جو بھی محتاج ہوگا اور اُس میں طلب ہوگی وہ ضرور مقصود حاصل کرلے گا۔ مایہ اش۔ رحمت کی اصل اور سرمایہ انسان کا درد ہے۔ ہر کجا۔ جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں ضرورت کی چیز پہنچ جاتی ہے درد ہو تو دوا حاصل ہو جاتی ہے فقیر ہو تو سامان مل جاتا ہے جواب اشکال کے پاس پہنچ جاتا ہے اور پانی کھیتی کے پاس پہنچتا ہے۔

[٢] آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائیگا۔ تا نہ زاید۔ جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور اُسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے تو قدرت اُس کی ماں کے پستان میں دودھ پیدا فرما دیتی ہے۔

[٣] رَو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر۔ بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کرے گا غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی

گوش گیری آب را تو می کشی — سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اُسکو تو کھینچتا ہے — خشک کھیتی کی جانب، تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ[1] جاں را کش جواہر مضمرست — ابرِ رحمت پُر ز آبِ کوثرست
جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں — رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سقاهم ربهم آید خطاب — تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ "اُنکو اُنکے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے — پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدنِ زنے کافرہ با طفلِ شیر خوارہ نزدِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

و ناطق شدنِ عیسیٰؑ وار بمعجزۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اور اُس کا (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم[2] ازاں دہ یک زنے از کافراں — سوئے پیغمبرؐ دواں شد زامتحاں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے — امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبرؐ در آمد با خمار — کودکے دو ماہہ زن را در کنار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی — دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سلّم اللہ علیک — یا رسول اللہ قد جئنا الیک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو — اے اللہ کے رسول، ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش — کیت افگند ایں شہادت[3] را بگوش
اُس کی ماں غصے سے بولی خبردار! چپ — یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر — کز زبانت گشت در طفلی جریر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ — کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل — در بیاں با جبرئیلم من رسیل
اُس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے — میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت — می نہ بینی کن بہ بالا منظرت
اُس نے کہا وہ کہاں ہے، کہا کہ تیرے سر پر — تو نہیں دیکھ رہی ہے، اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل — مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
تیرے سر پر جبرئیلؑ کھڑے ہیں — وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

---

[1] زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لئے ابرِ رحمت کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سقاهم ربهم کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاهم۔ قرآن پاک میں ہے وسقاهم ربهم شرابا طهورا "اور پلائی اُن کو اُن کے خدا نے پاک شراب"۔

[2] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضورؐ نے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضورؐ کی باتیں اور معجزے کا اُس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضورؐ کے پاس آئی اب اُس کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے۔ گفت۔ وہ بچہ آنحضورؐ کے معجزے سے بول پڑا اور اُس نے آنحضورؐ کو سلام کیا اور آنحضورؐ کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[3] شہادت یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان، فصیح عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہم زبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے
اُس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں
بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

می بیاموزد مرا وصفِ رسولؐ
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں
زاں علوم[1] می رہاند زیں سفول
اُس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع
پھر رسولؐ نے اُس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!
چیست نامت باز گو و شو مطیع
صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار ہو؟

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز
اُس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبد العزیز ہے
عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشت حیز
اِن چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزّیٰ ہے

من ز عزّیٰ پاک بیزار و بری
میں عزّیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں
حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری
اُس ذات کی قسم جس نے آپکو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے
درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس حنوط[2] آں دم ز جنت در رسید
پھر اُسی وقت جنت سے حنوط آئی
تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے
جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط
اِس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے
جامد و نامیش صد مروق زند
بے جان، جاندار اُس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

آں[3] کسے را کش معرِّف حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو
جامد و نامیش صد صدق زند
بے جان اور جاندار اسکی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے را کش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو
مرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرند اور مچھلی اُس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودنِ عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بردن بہوا و
باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اڑنا اور

نگوں کردن و از موزہ مارے سیاہ افتادن
اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

---

[1] علو۔ بلندی۔ سفول۔ پستی۔ رضیع۔ دودھ پیتا بچہ۔ حیز۔ نامرد۔ درسِ بالغ یعنی آنحضورؐ کی صفت کا مکمل بیان۔ اصحابِ صدر یعنی صدر نشین عمائد۔

[2] حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی اُن کو خوشبو اِس قدر پسند آئی کہ اُس کے ختم ہوجانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مروق۔ خوشی کا آلہ۔

[3] آں کسے۔ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اُس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اُس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔

اندریں بودند کآوازِ صلا[۵۱]
لوگ اِسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز
مصطفیٰ بشنید از راہِ علا
اونچائی سے مصطفیٰؐ نے سُنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا
دست و رُو را شُست اُو زاں آبِ سرد
اُس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور مُنھ دُھویا

ہر دو پا شُست و بموزہ کرد رائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا
موزہ را بر بُود یک موزہ ربائے
ایک موزہ لے اُڑنے والا، موزہ لے اُڑا

دست سوئے موزہ بُرد آں خوش خطاب
اُس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا
موزہ را بر بُود از دستش عقاب
باز اُن کے ہاتھ سے موزہ اُچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا بُرد اُو چو باد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اُڑا
پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد
پھر اس کو اُس نے اوندھا کیا، اُس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مارِ سیاہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا
زاں عنایت[۵۲] شد عقابش نیکخواہ
اِس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز
پھر باز اُس موزے کو واپس لایا
گفت ہیں بستاں و رَو سوئے نماز
بولا ہاں لے لیجئے، اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے
میں نے یہ گستاخی مجبوراً کی
از ادب دارم شکستہ شاخیے
میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد
افسوس اُس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے
بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
بغیر ضرورت کے جبکہ اُسکو خواہش نفسانی فتویٰ دیدے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما
پھر رسولؐ نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم
ایں[۵۳] جفا دیدیم و بُود آں خود وفا
یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بر بُودی و من درہم شدم
تو موزہ اُچک لے گیا، اور میں بگڑا
تو غمم بُردی و من در غم شدم
تو نے غم ہٹایا، اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمُود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے
دل دراں لحظہ بخود مشغول بُود
(لیکن) دل اُس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رُست
اُس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں
دیدنم آں غیب را ہم عکسِ تُست
میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پَرتو ہے

---

۵۱ آوازِ صلا۔ یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کیلئے اِلہام ہوا یا مؤذن کی اذان سُنی رائے۔ یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ رُبا۔ یعنی عقاب۔

۵۲ عنایت۔ یعنی عقاب کا موزہ اُچک لے جانا۔ شکستہ۔ یعنی اِس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر مُرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مُرجھا جاتی ہے۔ وائے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابلِ گرفت نہیں ہے، نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔

۵۳ ایں۔ یعنی موزہ لے اُڑنا۔ درہم شدم۔ میں بگڑا۔ غمم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضورؐ کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزلِ اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں
نیست از من عکسِ[1] تُست اے مُصطفےٰ!
یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفےٰ! یہ آپکا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بُود
نُورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے
عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بُود
ظلمانی پرتو بالکل بھٹّی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بُود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے
عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بُود
بیگانے کا پرتو، بالکل اندھا پن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جان ببیں
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے
پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں
تو ہمجنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[2] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ العُسْرِ یُسْرًا

اِس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرت ست ایں قصہ اے جاں مر ترا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعثِ عبرت ہے
تا شوی راضی تو در حکمِ خُدا
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں
تاکہ تو ہوشیار، اور نیک گمان بن جائے
چوں بہ بینی واقعہ بد ناگہاں
جب تو اچانک کوئی بُرا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد از بیمِ آں
دوسرے اُس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں
تو چو گل خنداں گہِ سُود و زیاں
تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھِلے

زانکہ از گل گر تو برگش می کَنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتّیاں کر دے
خندہ نگذارد نگردد مُنثنی
وہ مُسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مُرجھائیگا

گوید[3] از خارے چرا اُفتم بغم
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟
خندہ را من خود ز خار آوردہ ام
میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گُم ہو جائے
تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
تو یقین کر لے کہ اُسنے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الفَرَح
تصوّف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا
فِی الفُؤَادِ عِنْدَ اِتْیَانِ التَّرَح
دل میں رنج آنے کے وقت

آں عِقابش را عُقابے داں کہ او
اِس سزا کو وہ باز سمجھ لے، جو
در ربود آں موزہ را زاں نیک خو
اُن نیک خصلت سے موزہ اُڑا لے گیا

---

[1] عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشفِ باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

[2] وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے۔ تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اُس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیئے۔ دیگراں۔ عام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے اُسکو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ زانکہ۔ اگر پھول کی پتّیاں علیحدہ علیحدہ بھی کر دی جائیں تو اُس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔

[3] گوید۔ پھول یہی سمجھتا ہے کہ میری ہر چیز عدم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جُزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ خار۔ یعنی مصیبت، عدم۔ یاوہ۔ گم، یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔ ما التصوف۔ تصوّف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے "ہر چہ از دوست می رسد نیکوست"۔ فرح۔ خوشی۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے
اے[1] خنک عقلے کہ باشد بے غبار
قابلِ مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ
فرمایا جو تم سے جاتا رہے، اُس پر غم نہ کرو
اِنْ اَتَی السِّرْحَانُ وَاَرْدٰی شَاتَكُمْ
اگر بھیڑیا آجائے، اور تمہاری بکری ہلاک کردے

گفت ہر چہ آں فوت شد غمگیں مشو
فرمایا جو چیز فوت ہوجائے (اس پر) غمگین نہ بن
زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
کیونکہ اگر پُرانی جاتی رہی ہے نئی پھر آجائیگی

گر بلا آید تُرا اندُہ مَبَر
اگر تجھ پر مصیبت آئے، غم نہ کر
ور زیاں بینی غم آں ہم مخور
اگر تو نقصان دیکھے اُس کا غم نہ کھا

کاں[2] بلا دفعِ بلاہائے بزرگ
کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کیلئے دافع ہے
واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ
اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے
مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! جب مال جمع ہوجاتا ہے وبالِ جان ہوجاتا ہے

اِستدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبانِ بہائم و
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست

طیور و قبول کردنِ موسیٰؑ بامرِ حق
اور اُن کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اُسکو قبول کرلینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰؑ سے عرض کیا
کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا[3] بُوَد کز بانگِ حیوانات و دَد
ہوسکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے
عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کرلوں

چوں زبانہائے بنی آدمؑ ہمہ
چونکہ تمام اولادِ آدمؑ کی زبانیں
در پئے آبست و نان و دمدمہ
روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بُو کہ حیوانات را وِردِ دگر
ہوسکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول
باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا جا اِس ہوس سے درگذر کر
کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

[1] اے خنک یعنی وہ عقل قابلِ مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہو۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو"۔ اِنْ اَتٰی۔ اس کا تعلق قرآنی آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

[2] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے انتہا۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[3] تا بُوَد۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیا داری کی ہیں شاید... جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں اُنسے عبرت حاصل کرلوں گا۔ وِرد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگامِ گذر۔ موت کا وقت۔

عبرت[1] و بیداری از یزداں طلب　　نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ　　نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زآں منعش کہ کرد　　گرم تر گردد ہمی از منع مرد
وہ اُس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا　　روکنے سے انسان اور مُصر ہو جاتا ہے

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت　　ہر چہ چیزے بُود از تو چیز یافت
اُسنے کہا اے موسیٰؑ! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے　　جو کچھ بھی تھا (اس نے) آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد　　لائقِ لطفت نباشد اے جواد
اِس مقصد سے مجھے محروم کرنا　　اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قایم مقامِ حق توئی　　یاس باشد کہ مرا مانع شوی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں　　اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو مایوسی ہوگی

گفت[2] موسیٰؑ یا رب ایں مردِ سلیم　　سُخرہ کردستش مگر دیوِ رجیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو　　شاید، ملعون شیطان نے اُس کو بہکایا ہے

گر بیاموزم زیاں کارش بُود　　ور نیاموزم دلش بدمی شود
اگر میں سکھا دوں وہ اسکے لئے نقصان دِہ ہوگا　　اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اِس کا دل بُرا ہوگا

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما　　رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اُسکو سکھا دو کیونکہ ہم نے　　کرم سے، ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یا رب اُو پشیمانی خورد　　دست خاید جامہا را بر دَرد
(موسیٰؑ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہوگا　　ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[3] قدرت ہر کسے را سازوار　　عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے　　عاجزی، پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رُو فخر آمد جاوداں　　کہ بتقوےٰ ماند دستِ نارساں
اِسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے　　نارسا ہاتھ، پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غِنا وزاں غنی مردود شد　　کہ ز قدرت صبر ہا پدرود شد
اِسی لئے مالداریٔ اور مالدار مردود ہوا ہے　　کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں　　از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعثِ) امن ہے　　حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

---

[1] عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ کے انکار سے اُس کا اصرار اور بڑھ گیا اِس لئے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے اِصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

[2] گفت۔ اُس کے اصرار سے عاجز آکر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰؑ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس کو سکھا دو۔ گفت یا رب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر اُس کو سکھا دوں گا تو وہ اُس کے نتائج سے شرمندہ ہوگا اور افسوس کرے گا۔

[3] نیست۔ با اختیار اور باقدرت ہونا ہر شخص کے لئے بہتر نہیں ہوتا ہے قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اِسی لئے وہ باعثِ فخر ہے مالدارانِ مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اِس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

۵۱ آں غم آید ز آرزوہائے فضول
بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے

کہ بداں خو کردہ است آں صیدِ غول
جن کی اُس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہے

آرزوئے گِل بُود گِل خوارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے

گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
اُس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیاموز

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اُس کو کچھ

چیزے کہ استدعامی کُنَد بعضے را ازاں

تھوڑا سا سکھادو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں تو بدہ بایستِ اُو
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اُسکی مراد پوری کردے

بر گُشا در اختیار آں دستِ اُو
اختیار میں اُس کا ہاتھ کھول دے

اختیار آمد عبادت را نمک
اختیار، عبادت کا نمک ہے

ورنہ می گردد بناخواہ ایں فلک
ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردشِ اُو را نہ اجر و نے عتاب
اُس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے

کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
کیونکہ حساب کے وقت، اختیار معیار ہے

۵۲ جُملہ عالم خود مُسبّح آمدند
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں

نیست آں تسبیحِ جبری مُزدمند
(لیکن) وہ جبری تسبیح، اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکَن
اُس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اُسکا عجز ختم کردے

تاکہ غازی گردد اُو یا راہزن
تاکہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

۵۳ زانکہ کرّمنا شُد آدم ز اختیار
اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کرّمنا کا مصداق بنا

نیم زنبورِ عسل نیمیش مار
اُس کا نصف شہد کی مکھی، نصف سانپ ہے

مُومناں کانِ عسل زنبور وار
مُومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں

کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
کافر زہر کی کان ہیں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مُومن خورد بگزیدہ نبات
کیونکہ مُومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں

تا چو نحلے گشت ریقِ اُو حیات
یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اُسکا لعاب آبِ حیات بنا ہے

کی بھی۔ کرّمنا۔ قرآنِ پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔ مُومناں۔ نیک عمل کرنیوالے دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

۵۱ آں غم۔ مالدار میں غلط قسم کی تمنائیں پیدا ہوجاتی ہیں جن سے وہ فکر میں مبتلا رہتا ہے اور اُس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اُس کو موافق ہی نہیں آتی۔ بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اُسکو قدرت اور اختیار عطا کردے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اُسکو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مُضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے اُنمیں خوبی ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا نہ اُسپر ثواب کا ترتب ہے نہ عقاب کا۔ حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کریگا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔

۵۲ جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہو لیکن یہ اُنکی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اُسپر اُنکو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مُزد مند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو ۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو بن جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

۵۳ زانکہ۔ انسان کو کرّمنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اُس میں بُرائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی

باز کافر خورد شربت از صدید — ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا — اُس کی غذا سے بھی اُس میں زہر پیدا ہو گیا

اہلِ الہامِ خدا عین الحیات — اہلِ تسویل ہوا سمّ الممات
خدا کے اِلہام والے (آبِ) حیات کا چشمہ ہیں — خواہشِ نفسانی کے ملمع والے موت کا زہر ہیں

در جہاں[۱] ایں مدح و شاباش و زہے — ز اختیار ست و حفاظ و آگہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ — اختیار اور مروّت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند — متقی و زاہد و حق خواں شوند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے — متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائینگے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل — ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا — خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرتت سرمایۂ سود ست ہیں — وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے — قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگ[۲] کرّمنا سوار — در کفِ درکش عنانِ اختیار
انسان، کرّمنا کے گھوڑے پر سوار ہے — اُس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسےٰ داد پند اُو را بمہر — کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
حضرت موسیٰ نے محبت سے پھر اُسے نصیحت کی — کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترکِ ایں سودا بگو و ز حق بترس — دیو داد ستت برائے مکر درس
اِس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر — شیطان نے مکر کیلئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب — کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے — کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دیگی

قانع[۳] شدن آں مرد طالب بتعلیم زبانِ مرغِ خانگی و سگ و اجابت کردن موسیٰ علیہ السلام اُو را

اُس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُس کو مان جانا

گفت بارے نطقِ سگ کو بر در ست — نطقِ مرغِ خانگی کاہل پرست
اُس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے — گھریلو مرغ کی بولی جو پَردار ہے

---

۱ در جہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں۔ جملہ رنداں۔ دوزخ میں جاکر دوزخی عبادت کرینگے لیکن وہ اُنکی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اُس وقت کی قدر کرنی چاہیئے جس میں اُس کو اختیار حاصل ہے وہی اُسکے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہیگی اُس وقت کی نیکی بیکار ہے۔

۲ خنگ۔ سفید گھوڑا، سفید درکٔ۔ ادراک، عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مرادت۔ یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

۳ قانع۔ پہلے وہ مُصر تھا کہ سب جانوروں کی بولی جان جائے اب اِس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتّے کی بولی جان لے۔

گفت[1] موسیٰؑ ہیں تو دانی زو رسید
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہاں تو جان لیگا اُس اللہ سے (اجازت) آگئی

نُطق ایں ہر دو شود بر تو پدید
اِن دونوں کی بولی تجھے معلوم ہوجائے گی

بامداداں از برائے اِمتحاں
صبح کو آزمایش کے لئے

ایستاد اُو منتظر بر آستاں
وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہوگیا

خادمہ سُفرہ بیفشاند و فتاد
خادمہ نے دستر خوان جھاڑا اور گرا

پارۂ نانِ بیَات آثارِ زاد
باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

دَر ربود آنرا خرُوسے چوں گرو
مُرغ اُس کو گروی (چیز) کی طرح اُچک لے گیا

گفت سَگ کردی تو بر ما ظلم رَو
کُتّے نے کہا جا، تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم[2] توانی خورد و من
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں

عاجزم از دانہ خوردن در وطن
وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حُبوب
گیہوں اور جَو اور باقی دانے

می توانی خورد و من نے اے طَروب
اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

ایں لَبِ نانے کہ قِسمِ ما ست آں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصّہ ہے

می رُبائی ایں قدر را از سگاں
اتنے کو (بھی)، تو کُتّوں سے اُچک لیتا ہے

جوابِ خُروسِ سَگ را
مُرغ کا کُتّے کو جواب

پس خُروسش گفت تن زن غم مخور
پھر مُرغ نے اُس سے کہا چُپ ہوجا، غم نہ کر

کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اِس سے بہتر دوسرا بدلہ دیگا

اسپِ ایں خواجہ سَقَط خواہد شدن
اِس آقا کا گھوڑا مرجائے گا

روزِ فردا سیر خور کم کُن حَزَن
کل کو پیٹ بھر کر کھانا! غم نہ کر

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسپ
گھوڑے کا مرنا کُتّوں کی عید ہوتی ہے

روزیِ وافر[3] بُود بے جہد و کسب
بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اَسپ را بفروخت چوں بشنید مَرد
مَرد نے جب سُنا، گھوڑا فروخت کردیا

پیشِ سَگ شُد آں خروس رُوئے زرد
وہ بیچارہ مُرغ کُتّے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را رُبود
دوسرے دن بھی اِسی طرح سے روٹی لے اُڑا

آں خروس و سَگ بر و لَب بر گشود
وہ مُرغ، اور کُتّے نے اُس پر لب کشائی کی

---

[1] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اُس کے سکھانے کی اجازت آگئی پر تو اب جان جائیگا۔ اِمتحان۔ اِس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ نانِ بیَات۔ باسی روٹی۔ چوں گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانۂ گندم۔ کُتّے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ یہ روٹی میرا حصّہ تھی تو دانہ چُگ سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ حُبوب۔ دانے۔ طَروب۔ مست۔ لبِ نان۔ روٹی کا کنارہ۔ سَقَط۔ قاف کے سکون کے ساتھ، چوپایہ کا مرنا۔ حَزَن۔ غم۔

[3] وافر۔ بھرپور۔ رُوئے زرد۔ چونکہ مُرغ کی پیشگوئی کے مطابق کُتّے کو مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مُرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خروس عشوہ[1] دہ چندیں دروغ — ظالمی و کاذبی و بے فروغ

کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ — تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست — کوراختر گوئی محرومی ز راست

وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟ — تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اورا آں خروس باخبر — کہ سقط شد اسپ او جائے دگر

اس باخبر مرغ نے اس سے کہا — کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

اسپ را بفروخت جست او از زیاں — آں زیاں انداخت او بر دیگراں

گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا — اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا استرش[2] گردد سقط — مر سگاں را باشد آں نعمت فقط

لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا — وہ صرف کتوں کے لئے نعمت رہو گا

زود استر را فروشید آں حریص — یافت از غم وز زیاں آں دم محیص

اس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا — اس وقت (بھی) وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روز ثالث گفت سگ با آں خروس — اے امیر کاذباں با طبل و کوس

تیسرے دن کتے نے اس مرغ سے کہا — اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ — دوغی اے نا اہل دوغی دوغ دوغ

تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟ — اے نااہل! تو چھاچھ ہے تو چھاچھ ہے چھاچھ چھاچھ

گفت او بفروخت استر را شتاب — لیک فردا ایش غلام آید مصاب

کہا، اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا — لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلام او بمیرد نانہا — بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا

جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں — کتوں اور مانگنے والوں پر اس کے رشتہ دار بہا دینگے

ایں شنید و آں غلامش را فروخت — رست از خسران و رخ را بر فروخت

یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا — نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

شکر ہا می کرد و شادیہا کہ من — رستم از سہ[3] واقعہ اندر زمن

شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں، کہ میں — زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

تا زبان مرغ و سگ آموختم — دیدۂ سوء القضا را دوختم

جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے — بری قضا کی آنکھ سی دی ہے

[1] عشوہ۔ مکر و فریب۔ اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

[2] استر۔ خچر۔ فقط۔ چونکہ مرغ اس کو نہ کھا سکے گا۔ محیص۔ چھٹکارا، نجات۔ با طبل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ چھاچھ۔ مصاب۔ بیمار۔

[3] رخ۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ۔ گھوڑے، خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدۂ۔ یعنی اب بری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدن خروس پیشِ سگ بسببِ دروغ شدن سہ وعدہ

تین وعدوں کے جھوٹے ہوجانے سے، مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگِ محروم گفت — کاے خروسِ ژاژخا کو طاق و جفت[1]

دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا — اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دُہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دروغ و مکرِ تو — خود نہ پرّد جز دروغ از وکرِ تو

تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟ — تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اُڑتا ہے

گفت حاشا از من و از جنسِ من — کہ بگردیم از دروغے ممتحن

اُس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے — کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ما خروساں چوں مؤذّن راست گو — ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو

ہم مرغ، مؤذّن کی طرح سچ بولنے والے ہیں — ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

پاسبانِ آفتابیم از دروں — گر کنی بالائے ما طشتے نگوں

ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں — اگر تو ہم پر طشت اوندھا کردے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں — انسانوں میں، خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما را حق پئے بانگ و نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز[2]

ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کیلئے — سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام سہوِ ماں رود — در اذاں آں مقتلِ ما می شود

اگر بے وقت ہم سے بھول ہوجائے — اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفتِ ناہنگام حیَّ علَی الفلاح — خونِ ما را می کند خوار و مباح

بے وقت حیَّ علَی الفلاح کہنا — ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کردیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط — آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے — وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش[3] مُرد پیشِ مشتری — شُد زیانِ مشتری آں یکسری

اُس کا وہ غلام خریدار کے پاس مرگیا — وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

اُو گریزانید مالش را ولیک — خونِ خود را ریخت آں دُریاب نیک

اُس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن — اُس نے اپنا خون بہایا، اِسکو خوب سمجھ لے

---

[1] طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر۔ پرند کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ما خروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسباں۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبحِ صادق کا احساس ہوجاتا ہے۔ اولیاء۔ جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرارِ خداوندی ہیں اُن کو پہچان لیتے ہیں۔

[2] در جہاز۔ سامان یا حضرت نوحؑ کی کشتی یعنی مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی... اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اُس کو ذبح کردیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

[3] آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سُن کر اُس غلام کو جلد فروخت کرڈالا اور وہ خریدار کے پاس جاکر مرگیا۔ او۔ اُس مالک نے اپنا مال بچالیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن نتیجہ میں اُس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک[1] زیاں دفعِ زیانہا می شُدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہوجاتا

جسم ومالِ ماست جانہا را فِدے
ہمارا جسم، اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیشِ شاہاں در سیاست گستری
بادشاہوں کے روبرو، انصاف کرنے میں

میدہی تو مال و سر رامی خری
تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

اعجمی[2] چوں گشتۂ اندر قضا
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے

می گریزانی زداور مال را
اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود
کیونکہ تیرا مال، اگر تجھ پر قربان ہوجائے

آں زیانے نیست سُودِ تو بُوَد
وہ نقصان نہیں ہے، تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادنِ خُروس از مرگ آں خواجہ
مُرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد اُو مُردن یقین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا

گاو خواہد کُشت وارث در حنین
(اس کے) غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحب خانہ بخواہد مُرد و رفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا

روزِ فردا نک رسیدت لوتِ زفت
کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

پارہائے نان و لالنگ و طعام
روٹی کے ٹکڑے، اور لنگر، اور کھانا

درمیانِ کوئے یابد خاص و عام
ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تُنک
قربانی کی گائے، اور ہلکی چپاتی

بر سگان و سائلاں ریزد سُبک
کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و استر و مرگِ غلام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا

بُد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
اس متکبر، ناتجربہ کار کی قضا کو ٹالنے والا تھا

از زیانِ مال و درد آں گریخت
یہ مال کے نقصان، اور اس کی تکلیف سے بھاگا

مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت[3]
اس نے مال بڑھا لیا، اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے درویشاں چراست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟

کاں بلا بر تن بقائے جانہاست
اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے

چوں کند تن را سقیم و ہالکے
تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

---

[1] یک زیاں۔ ایک نقصان قضاء و قدر میں بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہوتا ہے۔ پیشِ شاہاں۔ دنیاوی عدالتوں میں انسان مال خرچ کر کے جان بچاتا ہے۔

[2] اعجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوتِ زفت۔ قیمتی غذا۔ لالنگ۔ لنگر۔ خام۔ ناتجربہ کار۔

[3] ریخت۔ اگر مال ضائع ہوجاتا تو جان بچ جاتی۔ ریاضتہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوکِ معرفت طے کرنے والا چونکہ فنا جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دستؔ کے جنبد بایثار و عمل — تا نہ بیند دادہ را جانش بدل

ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے — جب تک کہ دیئے ہوئے کا بدلہ جان کیلئے نہ سمجھ لے

آنکہ بدہد بے امید و سود ہا — آں خدا ایست، آں خدا ایست آں خدا

جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے — وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

یا ولیِ حق کہ خوئے حق گرفت — نور گشت و تابشِ مطلق گرفت

یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کرلئے ہیں — جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کرلی ہے

کو غنیؔ ست و جز او جملہ فقیر — کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اُسکے علاوہ سب محتاج ہیں — محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست — اُو پیازِ گندہ را ندہد ز دست

جب تک بچّہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے — وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

اینہمہ بازار بہرِ ایں غرض — بر دکانہا شستہ بر بوئے عوض

یہ تمام بازار (والے)، اسی غرض سے — بدلے کی اُمید پر دُکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

صد متاعِؔ خوب عرضہ می کنند — واندرونِ دل عوضہا می تنند

سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں — اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں — کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سُنے گا — جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام — من سلامے اے برادر والسّلام

میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے — ایک سلام (بھی)، اے بھائی! والسّلام

جز سلامِ حق تو ہیں آں را بجو — خانہ خانہ جا بجا و کو بکو

سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو ضرور اُسکی جستجو کر — گھر گھر، جگہ جگہ، اور کوچے کوچے

از دہانِؔ آدمیِ خوش مشام — ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام

صحیح الدماغ آدمی کے منھ سے — میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی (اور) سلام بھی

ویں سلامِ باقیاں بر بوئے آں — من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جاں

بقیہ لوگوں کا سلام (بھی) اُسی کی خوشبو کی وجہ سے — میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

زاں سلامِ او سلامِ حق شدہ ست — کاتش اندر دودمانِ خود زدہ ست

اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے — کیونکہ اُس نے اپنے خاندان کو آگ لگادی ہے

لے دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ آنکہ۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا ولی چونکہ اولیا اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا اُنکے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کو غنی۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اسلئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر اسلئے مبنی ہیں کہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔ اینہمہ۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

کے متاع۔ سامان، تاجر اپنے عمدہ قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اُس کا بدلہ لینے کیلئے دامن پکڑتا ہے۔ جز۔ اللہ کیجانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

سے از دہاں۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام و سلام سنا ہے میں اُسی سلام کی توقع پر عوام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کہ شاید انہیں کوئی اسطرح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اسوجہ سے ہوگیا ہے کہ انھوں نے اپنے آپکو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ

[illegible]

مُردہ است از خود شُدہ زندہ برب — زاں بُود اسرارِ حقّش در دو لب

وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے — اسی لئے اُس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

مُردنِ تن[۱] در ریاضت زندگی ست — رنج ایں تن رُوح را پایندگی ست

ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے — اِس جسم کی تکلیف، روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مردِ خبیث — می شنید او از خروسش ایں حدیث

وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا — یہ بات وہ اپنے مرغ سے سُن رہا تھا

دویدنِ آں شخص بسُوئے موسیٰؑ بزینہار چوں خبرِ مرگِ خود بشنید

اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف پناہ کیلئے دوڑنا جبکہ اُس نے اپنی موت کی خبر سُنی

چوں شنید اینہا رواں شُد تیز تفت — بر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رفت

جب اُس نے یہ سُنا تیزی اور تُندی سے دوڑا — حضرت موسیٰ کلیم اللہؑ کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک اُو ز بیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم

وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا — کہ اے کلیم! اِس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

گفت رَو بفروش خود را و برہ — چونکہ اُستا گشتۂ برجہ زچہ

فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پالے — چونکہ تو ماہر بن گیا ہے، کنویں سے کُود نکل

بر مُسلماناں[۲] زیاں انداز تو — کیسہ و ہمیانہا را کُن دُوتو

تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے — ہمیانیوں اور تھیلی کو دُوگنا کرلے

مَن درونِ خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شُد مر ترا

میں نے اِس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے — جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقِل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مُقِل

عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے — عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کاے نیکو خصال[۳] — مر مرا بر سر مزن بر رُو ممال

وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت! — میرے سر پر نہ ماریئے، مُنھ پر نہ ملیئے

از من آں آمد کہ بُودم ناسزا — ناسزایم را تو دِہ حُسنُ الجزا

مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا — مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شست اے پسر — نیست سُنّت کاید آں واپس بسر

فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا — سُنّتِ الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

۱؎ مُردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے، اہل اللہ کو یہ درجہ اسی لئے حاصل ہوتا ہے۔ گوش۔ جانوروں کی بولی سیکھ لینے والے نے مُرغ سے جب اپنی موت کی خبر سُنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے کیونکہ کوہ طور پر آپ کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوتی تھی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے طنزاً فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کر کے جس طرح تو نقصان سے بچا اسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کر دے۔

۲؎ بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کر کے تو نے اُن کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ من درون۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اسی وقت سمجھ گیا تو اپنے بُرے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مُقِل۔ نادار، مُفلس۔

۳؎ خصال خصلت کی جمع ہے، عادت۔ مر مرا یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از من۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے نالائقی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کر دیں۔ نیست سُنّت۔ یعنی عام طور پر سُنّتِ الٰہی یہی ہے کہ قضا و قدر نہیں ٹلتی ہے۔

لیک درخواہم ز نیکو داوریؔ[۱] — تا کہ ایماں آں زماں با خود بری

ہاں بہترین انصاف والے سے میں درخواست کرونگا — تاکہ تو اُس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بُردہ باشی زندہ — چونکہ با ایماں روی پائندہ

جب تو ایمان کو (ساتھ) لیجائے گا، تو زندہ ہے — جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ٹھیک رہے گا

ہم دراندم حال بر خواجہ بگشت — تا دلش شوریدہ آوردند طشت

اُسی وقت، آقا کا حال دگرگوں ہوگیا — یہاں تک کہ اُس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورشِ مرگ ست نے ہیضۂ طعام — قے چہ سودت دارد اے بد بخت خام

موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بد ہضمی — اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بُردند تا سوئے وُثاق — ساق می مالید او بر پشتِ ساق

(اُس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے — وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

پندِ موسیٰؑ[۲] نشنوی شوخی کُنی — خویشتن بر تیغِ پولادی زنی

تو حضرت موسیٰؑ کی نصیحت نہیں سنتا، گستاخی کرتا ہے — اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم نآید تیغ را از جانِ تو — آنِ تُست ایں اے برادر آنِ تو

تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے — اے بھائی: یہی تیرا حصہ ہے، تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہتِ سلامتیِ ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰؑ در مُناجاتِ آں سحر — کاے خدا ایماں ازو مستاں مبر

اُس صبح کو (حضرت) موسیٰؑ نے دعا میں عرض کیا — کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کُن بروبخشا کہ او — سہو کرد و خیرہ روئی و غلو

شاہی برت، اُس کو بخش دے کیونکہ اُس نے — غلطی، اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتمش[۳] ایں علم نے درخورد تست — دفعِ پندار ید گفتم را و سست

میں نے اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے — میری بات کو اُس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند — کہ عصا را دستش اژدرہا کُند

اژدھے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے — جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

سرِ غیب آں را سزد آموختن — کہ تواند لب ز گفتن دوختن

غیب کا راز سیکھنا اُس کے لئے مناسب ہے — جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

ف۱ داوری۔ انصاف۔ تاکہ۔ یعنی تو مومن مرے کیونکہ مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم دراں دم۔ حضرت موسیٰؑ اُس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اُس کو متلی شروع ہوگئی۔ طشت۔ "تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بدہضمی کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔۔۔ چار کس۔ یعنی چارپائی پر ڈالکر چار آدمی اُٹھاکر لے گئے ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا نزع کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

ف۲ پندِ موسیٰؑ۔ مولانا کا مقولہ ہے کہ قضا و قدر سے ٹکرانا اپنی موت مول لینا ہے۔ آنِ تست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اُس گنہگار کی خطا پر اُسکی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اُس کو معاف کردے۔

ف۳ گفتمش۔ بمناجات میں حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اُس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ سانپ پر حضرت موسیٰؑ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں ضبط کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

در خورِ[۱] دریا نشُد جز مُرغِ آب
دریائی پرندکے سوا دریا کے لائق نہیں ہے
فہم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

اُو بدریا رفت و مُرغابی نبُود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا
گشت غرقہ دست گیرش اے وَدُود
ڈوب گیا، اے خدا اُسکی دستگیری فرما

اِجابت کردن حق تعالیٰ دُعائے موسیٰ علیہ السّلام را
(حضرت) موسیٰ علیہ السّلام کی دعا کو، اللہ تعالیٰ کا قبول فرما لینا

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم
فرمایا ہاں میں نے اُس کو ایمان بخشا
ور تو خواہی ایں زماں ندش کُنم
اگر تو چاہے تو میں اُس کو ابھی زندہ کردوں

بلکہ جُملہ مُردگانِ خاک را
بلکہ زمین کے تمام مُردوں کو
ایں زماں زندہ کُنم بہرِ تو ما
ہم تیرے لئے ابھی زندہ کردیں

گفت موسیٰؑ[۲] ایں جہانِ مُردن ست
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے
آں جہاں انگیز کانجا روشن ست
اُس جہان میں اٹھائے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بُود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ (ہمیشہ) رہنے کا جہان نہیں ہے
باز گشتِ عاریت پس سُود نیست
عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں برایشاں ہم کنون
اُن پر اب رحمت نازل فرما
در نہاں خانہ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
"لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مخفی مقام میں

تا بدانی کہ زیانِ جسم و مال
خبر دار سمجھ جا کہ جسم، اور مال کا نقصان
سُودِ جاں باشد رہاند از وبال
جان کا نفع ہے (اُسکو) وبال سے رہائی دیدیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مُشتری
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر
چوں سپُردی تن بخدمت جاں بری
جب تو جسم کو خدمت میں لگا دیگا نجات پا جائیگا

ور ریاضت[۳] آیدت بے اختیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے
سر بنہ شُکرانہ دہ اے کامیار
اے کامیاب اطاعت کر، شُکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شُکر کُن
جب اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ ریاضت عطا کردی تو شکریہ ادا کر
تو نکردی اُو کشیدت زامرِ کُن
تو نے خود نہیں کی اُس نے تجھے کُن کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

[۱] در خور۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ اُو بدریا۔ یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کرکے تباہ ہوا۔ وَدُود۔ بہت محبت کرنے والا' خدا کا نام ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ کی دعا قبول فرماکر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اُس کو ایمان عطا کیا اگر تم چاہو تو ہم اُس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اُسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

[۲] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالمِ آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ اُسکو بخش دیجئے اور دوسرے مُردوں پر جو عدم کے تہخانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں اُن پر رحم فرما دیجئے۔ لَدَیْنَا۔ قرآنِ پاک میں مُردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَاِنْ کُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ "یقیناً تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے"۔ تا بدانی۔ مولانا اس قصہ کے نتیجہ میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کرکے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کا بڑھاوا حاصل ہو۔

[۳] ور ریاضت۔ جس طرح عمداً مجاہدے کرکے جسم کو گھٹانے کا نتیجہ روح کی بالیدگی ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جو جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں اُن پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ امرِ کُن۔ جو جسمانی مصائب بحکمِ خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

حکایتِ[1] آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اُس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

وجواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدۂ تُست

اور جواب آنا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و عظے شمر — تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سُن، اور نصیحت حاصل کر — تاکہ تو نقصان، اور تکلیف سے خستہ (دل) نہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر — بیش از شش مہ نبودے عمرِ ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی — (لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ — نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے اِلٰہ

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہوجاتا — وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نہ مہم بار ست و سہ ماہم فرح — نعمتم زوتر رواز قوسِ قزح

میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے — میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانیوالی ہے

پیشِ مردانِ خدا کردے نفیر — زیں شکایت آں زن از دردِ نذیر

خاصانِ خدا کے سامنے شکایت کرتی — وہ عورت، اِس تکلیف کے ہولناک درد سے

بیست[2] فرزند ایں چنیں در گور رفت — آتشے در جانِ اُو افتاد و تفت

اِس طرح بیس بچے قبر میں گئے — شورش، اور آگ اُس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود اُو را جنّتے — باغکِ سبزے خوشے بے ضنّتے

یہاں تک کہ اُس کو ایک رات جنت نظر آئی — جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را — سبز گفتم خلد دار الضیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہدیا — میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

ورنہ لَاعَیْنٌ[3] رَأَتْ چہ جائے باغ — گفت نورِ غیب را یزداں چراغ

ورنہ باغ (کے ذکر کا) کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو (نہیں دیکھا) — اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

مِثل نبود ایں مثالِ آں بود — تا برد بو آنکہ اُو حیراں بود

مِثل نہیں ہے یہ اُس کی مثال ہے — تاکہ جو حیراں ہے وہ کچھ سُراغ پالے

انسانوں کی فہم کیلئے فرما دیا ہے اِسیطرح جنّت کا ذکر ہے ورنہ جنّت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے مِثل میم کے کسرہ کے ساتھ کسی چیز کی مِثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اُسکے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اُس کو مثال کہا جاسکتا ہے۔

---

[1] حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اُس عورت کے قدرتی مصائب اسکے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وعظے۔ یعنی اِس قصے سے نصیحت حاصل کرلے۔ بیش۔ یعنی اُس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ یعنی چار مہینے میں مرجاتا۔ نہ مہم۔ اُس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور صرف تین چار ماہ بچے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ قوسِ قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ نفیر۔ نالہ و فریاد۔ دردِ نذیر۔ ڈرانیوالا درد۔

[2] بیست۔ اُس عورت کے متواتر بیس بچے اِس طرح مرے تو اُن مصائب نے اُس کے لئے مجاہدوں کا کام کیا اور اُس پر اَسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اَسرارِ غیب اِس طرح نمودار ہوئے کہ اُس نے خواب میں جنت دیکھی۔

[3] لَاعَیْنٌ۔ جنت کے متعلق ایک حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَاعَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغِ مصفّا

حاصل آں را دید آں زن مست شد — زاں تجلی آں ضعیف از دست شد

خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اسکو دیکھا وہ عورت مست ہو گئی — اس تجلی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

دید در قصرے[۱] نبشتہ نامِ خویش — آنِ خود دانستش آں محبوب کیش

اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا — اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت ورا ست — کو بجانبازی بجز صادق نخواست

اسکے بعد انھوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت اسکی ہو — جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد — مر ترا تا برخوری زیں چاشت خورد

بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیئے — تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا — آں مصیبتہا عوض دادت خدا

چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی — خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

گفت یارب تا بصد سال و فزوں — ایں چنینم دہ بریز از من تو خوں

اسنے عرض کیا اے خدا! تو سو سال اور زیادہ تک — مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہادے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش — دید در وے جملہ فرزندانِ خویش

اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی — اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد — بے دو چشمِ غیب کس مردم نشد

اسنے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے — غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

تو نکردی[۲] فصد و از بینی دوید — خونِ افزوں تا ز تب جانت رہید

تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا — بڑھا ہوا خون حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغزِ[۳] ہر میوہ بہ است از پوستش — پوست داں تن را و مغز آں دوستش

ہر پھل کا مغز، اس کے چھلکے سے بہتر ہے — جسم کو چھلکا سمجھ، اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گر زاں دمی

آخر آدمی (بھی)، عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کیلئے اسکی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

در آمدنِ حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِ مصطفےٰ — با زرہ می شد مدام اندر وغا

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہؓ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

---

۱ قصر: محل۔ صادق یعنی اللہ تعالیٰ۔ خدمت۔ یہ بھی ہاتفِ غیبی کا مقولہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چوں۔ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادات کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرارِ غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان، انسان نہیں بنتا ہے۔

۲ تو نکردی۔ جس قدر مصائب ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھو کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اس کی نکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

۳ مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے دوسرا چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اسکو اپنے باپ کی طرح روح کا مربی اور طالب بننا چاہیئے۔ در آمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کی چیز روح ہے جسم نہیں۔ عم۔ چچا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے

بے زرہ خود را بصفہا[1] بر زدے
بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہؓ صف میں آتے

بے زرہ سرمست در غزو آمدے
جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے

در فگندے در صفِ شمشیر خویش
اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عمِّ رسولؐ
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا!

اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول
اے صفوں کو شکست دینے والے شیر، بہادروں کے بادشاہ!

نے تو لَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلٰی
کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو

تہلکہ خواندی ز پیغامِ خدا
ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں

می دراندازی چنیں در معرکہ
ڈالتے ہیں، اس طرح میدانِ جنگ میں؟

چوں جواں بودی زفت و سخت زہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے

تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
تو آپ صف کی جانب، بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی[2]
جب آپ بوڑھے، اور کمزور اور کُبڑے ہو گئے

پردہائے لاابالی می زنی
(تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لاابالی وار با تیغ و سناں
بے پروائی کے ساتھ، تلوار اور نیزہ لے کر

می نمائی دار و گیر و امتحاں
جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را
تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے

کے بود تمییز تیغ و تیر را
تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر

کشتہ گردد زار بر دستِ عدو
دشمن کے ہاتھ سے بُری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر
بے خبر، ہمدرد اس طرح کی

پند می دادند او را از عبر[3]
عبرتوں سے اُن کو نصیحت کرتے تھے

جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

اُن لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

---

[1] بصفہائے۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ فحل کی جمع ہے، نر۔ لَا تُلْقُوا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنیٰ ترکِ جہاد کے لئے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی۔ کوزہ پشت۔ لاابالی۔ بے پروا۔ سناں۔ بھالا۔ تیغ۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

[3] از عبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونکہ بُودم من جواں — مرگ[1] می دیدم وداعِ ایں جہاں

(حضرت) حمزہؓ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا — اِس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سُوئے مُردن کس برغبت کے رَوَد — پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟ — اژدھوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں — نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں

لیکن اب محمدؐ کے نور سے — میں اِس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از برونِ حِسّ زلشکرگاہِ شاہ — پُر ہمی بینم زنورِ حق سِپاہ

حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو — اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب — شُکر آنکہ کرد بیدارم زخواب

خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں — اُس کا شکر ہے جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

آنکہ[2] مُردن پیشِ چشمش تہلکہ است — امرِ "لَا تُلْقُوْا" بگیرد اُو بدست

جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے — وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ اُو شد فتحِ باب — سَارِعُوا آید مَر اُورا در خطاب

جس کے لئے مرنا بابِ (رحمت) کا کُھلنا بنگیا ہے — اُس کیلئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلْحَذَر اے مرگ بیناں بَارِعُوا — اَلْعَجَل اے حشر بیناں سَارِعُوا

ڈرو! اے موت سمجھنے والو، بازی لے جاؤ — جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو پھُرتی کرو

اَلصَّلَا اے لُطف بیناں اِفْرَحُوا — اَلْبَلَا اے قہر بیناں اِتْرَحُوا

دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ — مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر[3] کہ یوسفؑ دید جاں کردش فدا — ہر کہ گرگش دید برگشت از ہُدا

جس نے یوسفؑ سمجھا اُس نے جان قربان کی — جس نے اُسکو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک اے پسر ہم رنگِ اوست — پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست

اے بیٹا! ہر شخص کی موت اُس کے ہم رنگ ہے — دشمن کے سامنے دشمن، دوست کیلئے دوست ہے،

پیشِ تُرک آئینہ را خوش رنگی است — پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است

تُرک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے — حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

---

[1] مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اِس موت کو موت سمجھتا تھا اب اُس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از برونِ حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ شُکر۔ میں آنحضورؐ کی ذات کا شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اَسرار نظر آتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اُس کے لیے لَا تُلْقُوْا کا حکم ہے۔ آنکہ مُردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اَسرارِ غیبی کا دروازہ کُھلنا سمجھتا ہے اُس کے لئے سَارِعُوْا کا حکم ہے۔ سَارِعُوْا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ اَلصَّلَا۔ یعنی یہ موت خوانِ نعمت کی طرف دعوت اُن لوگوں کیلئے ہے جو اُسکو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ اَلْبَلَا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں اُن کیلئے یہ بلا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو موت کو یوسفؑ کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اُس پر جان قربان کر دیتا ہے جو اسکو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ بھاگتا ہے اور گمراہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جیسی وہ موت سے توقع رکھتا ہے جو اُسکو دوست رکھتا ہے اُنکے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے، جو اُسکو دشمن سمجھتا ہے اُنکے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیشِ تُرک۔ موت کی مثال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا خود ہے ویسا ہی اُسکے لئے آئینہ ہے اگر تُرک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اُسکے

آنکہ می ترسی زمرگ اندر فرار [1] — ترسی از خویش ست اے جان ہوشدار

تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے — اے جان سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

زشت روئے تست نے رخسار مرگ — جان تو ہمچوں درخت و مرگ برگ

تیرا چہرہ بھدا ہے، نہ کہ موت کا رخسار — تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

از تو رستست ار نکویست ار بدست — ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست

وہ تجھ سے اگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہو — تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ — ور حریر و قز دری خود رشتۂ

اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے — اور اگر تو ریشم اور ریشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا — ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا

لیکن عمل جزا کا ہم رنگ نہیں ہوتا ہے — کوئی خدمتگزاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

مزد مزدوراں نمی ماند بکار [2] — کاں عرض ویں جوہرست و پایدار

مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے — کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ پائیدار جوہر ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق — ویں ہمہ سیم ست و زرست و طبق

وہ سب سختی، اور طاقت، اور پسینہ ہے — یہ سب چاندی ہے اور سونا ہے اور طباق ہے

گر ترا آید زجائے تہمتے — کرد مظلومت دعا در محنتے

اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے — مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام [3] — بر کسے من تہمتے ننہادہ ام

تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں — میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

تو گناہے کردۂ شکل دگر — دانہ کشتی دانہ کے ماند بہ بر

تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے — تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

او زنا کرد و جزا صد چوب بود — گوید او من کے زدم کس را بعود

اس نے زنا کیا، اور سزا سو درے ہوئے — وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے درے کب مارے ہیں

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا — چوب کے ماند زنا را در جزا

کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟ — درے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ او زنا کرد۔ زنا کی سزا سو درے ہیں تو زنا اور سو دروں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[1] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اسکو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ از تو۔ موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ گر بخارے۔ موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کاشتہ اور پرداختہ ہوتی ہے۔ لیک انسان کے افعال کی جزا اور سزا صورت کے اعتبار سے افعال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

[2] مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہو۔

[3] تو ہمی گوئی۔ اگر تو یہ کہنے لگے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی مجھے سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دانہ بوتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے

مار[1] کے ماند عصا را اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟

درد کے ماند دوا را اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آبِ منی
تو نے اُس عصا کی بجائے منی کا نطفہ

چوں بیفگندی شُد آں شخصے سنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شُد یا مار شُد آں آبِ تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا

زاں عصا چُونست ایں اعجابِ تو
(پھر)، تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ[2] ماند آب آں فرزند را
نطفہ، اُس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند نیشکر مر قند را
گنّا، شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے یا رکوعے مرد کِشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بو یا

شُد دراں عالم سجودِ او بہشت
اُس جہان میں اُس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرّید از دہانش حمدِ حق
جب اُس کے مُنھ سے اللہ کی تعریف نکلی

مُرغ جنّت ساختش ربُّ الفلق
ربّ الفلق نے اُس کو جنّت کا پرند بنادیا

حمد و تسبیحت نماند مُرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرند کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ نطفہ مُرغ باد ست و ہوا
اگرچہ پرند کا نطفہ، باد اور ہوا ہے

چوں ز دستت رست ایثار و زکات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اُگی

کِشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
اِس ہاتھ نے اُس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آبِ[3] صبرت آبِ جُوئے خُلد شُد
تیرے صبر کا پانی، جنّت کی نہر کا پانی ہے

جُوئے شیرِ خُلد مہرِ تست و وُدّ
جنّت کی دودھ کی نہر تیری محبّت اور دوستی ہے

ذوقِ طاعت گشت جوئے انگبیں
عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا

مستی و شوقِ تو جُوئے خمر بیں
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہا آں اثرہا را نماند
یہ اسباب اُن نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں

کس نداند چونش جائے آں نشاند
کوئی نہیں جانتا کہ اُن کو اُن کی جگہ کیوں بٹھایا ہے؟

ایں سببہا چوں بفرمانِ تو بُود
یہ اسباب چونکہ تیرے حُکم میں تھے

چار جُو ہم مر ترا فرماں نمُود
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

---

[1] مار کے ماند۔ ایک چیز جو دوسری چیز پہ مرتب ہوتی ہے اُن میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ یار شد۔ انسان کے نطفہ کے نتیجہ میں جو بچّہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب نطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ نطفہ اور بچّہ میں مشابہت ہے نہ گنّے اور شکر میں۔ چوں سجودے۔ انسان کی عبادات کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمدِ حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنّت میں اُس کے لئے ہونگی۔ حمد۔ حمد اور تسبیح جو جنّت میں بشکلِ پرند بنیں اگرچہ اُن میں اِس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرند کے نطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صوری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ چوں ز دست۔ انسان جو کارِ خیر کرتا ہے وہ جنّت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی، پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبۂ محبّت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کریگا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور عشقِ الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ اِن نہروں کے اسباب اُن نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ اِن چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنّتی کے اختیار میں ہونگی جس طرف چاہیگا وہ رواں ہو جائیں گی۔

ہر طرف خواہی روانش میکنی — آں صفت چوں بُد چنانش میکُنی

جس طرف تو چاہے اُن کو جاری کرتا ہے — وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو اُنسے کرتا ہے

چوں[۵۱] مَنیِ تو کہ در فرمانِ تُست — نسلِ آں در امرِ تو آیند چُست

جبکہ تیری مَنی تیرے حکم میں ہے — اُس کی نسل تیرے حکم میں چُست ہے

می دَوَد بر امرِ تو فرزندِ تو — کہ مَنَم جزوت کہ کردیّش گرو

تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے — کہ میں تیرا جزو ہوں، جو تونے گروی رکھا تھا

آں[۵۲] صفت در امرِ تو بُود ایں جہاں — ہم در امرِ تُست آں جُوہا رواں

اِس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا — وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مر تُرا فرماں برند — کاں درختاں از صفاتت بابرند

وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے — کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

چوں بامرِ تُست اینجا ایں صفات — پس در امرِ تُست آنجا آں جزات

چونکہ اِس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں — تو تیرے وہ بدلے اُس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رُست — آں درختے گشت زاں زقوم رُست

جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا — وہ درخت بنا اس سے تھُوہر اُگا

چوں ز خشم آتش تو در دلہا زدی — مایۂ نارِ جہنّم آمدی

چونکہ تونے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی — تو جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت[۵۳] اینجا چو آدم سوز بُود — آنچہ از وے زاد مرد افروز بود

اِس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانیوالی تھی — جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانیوالا تھا

آتشِ تو قصدِ مردم میکُند — نار کز وے زاد بر مردم زند

تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے — جو آگ اُس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

آں سُخنہاے چو مار و کژدمت — مار و کژدم گشت و میگیرد دمت

وہ تیری باتیں، سانپ اور بچھو جیسی — سانپ اور بچھو بنیں، اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار — انتظارِ رستخیزت گشت بار

تونے دوستوں کو انتظار میں رکھا — قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

تھا تو اِس انتظار سے اُس کے لئے حشر میں وہ انتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اُس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

۵۱ چوں مَنی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اُس کا ثمرہ یعنی اولاد بھی حکم کے تابع ہوتی ہے۔ می دَوَد۔ اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور سمجھتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس نے رحمِ مادر میں رکھ دیا تھا۔

۵۲ آں صفت جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنّتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنّت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں ز دستت۔ جس طرح جنّت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اِسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم۔ تھُوہر کا پھَل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔ ز خشم۔ غصہ جہنّم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔

۵۳ آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ سخنہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا

وعدۂ[1] فردا و پس فردائے تو — انتظارِ حشرت آمد وائے تو

تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ — تیرا حشر کا اِنتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز — در حساب و آفتابِ جاں گداز

اُس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا — حساب اور جان کو پگھلانے والے سُورج میں

کاسماں را منتظر می داشتی — تخمِ "فردا رہ رَوم" می کاشتی

اس لئے تو نے آسمان کو مُنتظر رکھا — تو نے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بو یا

خشمِ تو تخمِ سعیر و دوزخ ست — ہیں بکُش ایں دوزخت را کایں فخ ست

تیرا غصّہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے — آگاہ! اپنی اِس دوزخ کو بُجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

کُشتنِ[2] ایں نار نبوُد جُز بنور — نُورُكَ أَطفَأَ نارَنا نَحنُ الشَّكُور

اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جاسکتا — تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست — آتشت زندہ ست و در خاکستر ست

اگر تو بغیر نور کے بُردباری اختیار کرے گا — تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

آں تکلّف باشد و رُو پوش ہیں — نار را نکُشد بغیرِ نُورِ دیں

خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہوگا — آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بُجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش — کاتشِ پنہاں شود یک روز فاش

جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو — کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کُھل جائیگی

نور آبے داں و ہم بر آب چفس — چونکہ داری آب از آتش مترس

نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا — جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آب[3] آتش را کُشد کاتش بخو — می بسوزد نسل و فرزندانِ او

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ عادتًا — اُس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مُرغابیاں رَو روز چند — تا تُرا در آبِ حیوانی کشند

کچھ دن اُن مرغابیوں کی طرف جا — تاکہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مُرغِ خاکی مُرغِ آبی ہم تن اند — لیک ضدّ اند و آب و روغن اند

خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں — لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

ہے اسی لئے آگ اُس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزنداں یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔ مُرغِ خاکی۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں متضاد ہیں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔

[1] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کرکے اُن کو اِنتظار کی تکلیف میں مبتلا کرتا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا۔ کاسماں۔ عبادت کے جھوٹے وعدے کرکے آسمان والوں کو منتظر بناتا تھا۔ رہ رَوم۔ یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا۔ خشم۔ انسان کا غصّہ دوزخ کا بیج ہے اور انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے۔ فخ۔ جال۔

[2] کُشتن۔ انسان غصّہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پلصراط پر سے گذرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھا دی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مُرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصّہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ گر تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بُردباری سے غصّہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی۔ روز فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کسی وقت نمودار ہو جائے گی۔ نورِ دین کے نور کو اُس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھو اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔

[3] آب۔ پانی آگ کو بجھاتا

هر یکے[1] بر اصلِ خود رانندہ اند | احتیاطے کن بہم مانندہ اند

ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے | احتیاط کر، (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ و وحیِ الست | ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست

جیساکہ وسوسہ، اور الست کا الہام | دونوں عقلی ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر | رختہا را می ستایند اے امیر

دونوں دل کے بازار کے دلّال ہیں | اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کررہے ہیں

گر تو صرّافِ دلی فکرت شناس | فرق کن ہر دو فکرت چوں نخاس

اگر تو دل کا صرّاف ہے، اپنے فکر کو پہچان | بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں | لاخلابہ گوئی و مشتاب و مراں

اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے | "دھوکا نہ ہو" کہدے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکر جانِ تو | غبن ناید بر تو و بر خانِ تو

تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے | تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

حیلۂ دفعِ مغبون[2] شدن در بیع و شریٰ

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبر را بگفت | کہ منم در بیعہا با غبن جفت

ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا | کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد | ہمچو سحر ست و ز راہم می برد

جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری | جادو کی طرح ہے، اور مجھے گمراہ کردیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار | شرط کن سہ روز خود را اختیار

فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے | تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کرلے

کہ تأنّی[3] ہست از رحمٰن یقیں | ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں

کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے | تیری جلدبازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیشِ سگ چوں لقمۂ ناں افگنی | بو کند آنگہ خورد اے معتنی

تو جب کتّے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے | اے خورشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

---

۱ ہر یکے۔ حقیقی شیخ اور مزوّر شیخ اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہمچناں۔ دونوں کی مثال وسوسہ اور الہام ہے دونوں عقلی اور غیر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی یعنی الہام۔ اَلَسْتُ یعنی عہدِ اَلَسْتُ کی قسم کا الہام۔ ہر دو وسوسہ۔ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آکر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ انسان اُن کی طرف راغب ہوجائے۔ نخاس۔ غلام فروش۔ لاخلابہ۔ "دھوکا نہ ہو" یہ جملہ خریدار اُس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی اچھائی بُرائی کا فوری فیصلہ نہ کرسکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کردوں۔

۲ مغبون۔ وہ شخص جو معاملے میں نقصان میں ہو۔ یارے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان تمیمی رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروباری ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَاخِلَابَةَ وَلِيَ الْخِيَارُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ غرار۔ دھوکا۔

۳ تانّی۔ توقف، جلدبازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے اَلتَّأَنِّيْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلدبازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔

پیشِ سگ۔ کتّے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ اسکو سونگھتا ہے۔

ل۵۱ اُو بہ بینی بُو کند ما با خرد ۔۔۔ رَو بہ بُوئش خوش بعقلِ منتقد
وہ ناک سے سُونگھتا ہے ہم عقل سے ۔۔۔ جا اُسکو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سُونگھ لے

باتأنّی گشت مُوجود از خدا ۔۔۔ تا بشش روز ایں زمین و چرخہا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے ۔۔۔ چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

ورنہ قادر بود کز کُن فیکُوں ۔۔۔ صد زمین و چرخ آوردے بروں
ورنہ وہ قادر تھا، کہ کُن فیکُون کے ذریعہ ۔۔۔ سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

آدمی ل۵۲ را اندک اندک آں ہُمام ۔۔۔ تا چہل سالش کُند مردِ تمام
وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ ۔۔۔ اُس کے چالیس سال میں پورا مَرد بناتا ہے

گرچہ قادر بُود کاندر یک نفس ۔۔۔ از عدم پرّاں کُند پنجاہ کس
اگرچہ وہ قادر تھا، کہ ایک دم میں ۔۔۔ عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بُود عیسیٰؑ را دَمے کز یک دُعا ۔۔۔ بے توقّف زندہ کردے مُردہ را
(حضرت) عیسیٰؑ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دُعا سے ۔۔۔ مُردے کو بلا توقّف زندہ کر دیتے

خالقِ عیسیٰؑ نہ بتواند کہ اُو ۔۔۔ بے توقّف مردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰؑ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ ۔۔۔ بے توقّف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

ایں تأنّی از پئے تعلیمِ تُست ۔۔۔ کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لئے ہے ۔۔۔ اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیئے

جُو یکے کوچک کہ دائم می رَود ۔۔۔ نے نجس گردد نہ گندہ می شوَد
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے ۔۔۔ (وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

زیں تأنّی زاید اقبال و سُرُور ۔۔۔ ایں تأنّی بیضہ دولت چوں طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے ۔۔۔ یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

ل۵۳ مُرغ کے ماند بہ بیضہ اے عَنید ۔۔۔ گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سَرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟ ۔۔۔ اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا ۔۔۔ مُرغہا زایند اندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح ۔۔۔ آخر میں پرند جنیں

بیضۂ مار ارچہ ماند در شَبہ ۔۔۔ بیضۂ کنجشک را، دور ست رَہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے ۔۔۔ چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

ل۵۱ آو۔ جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیئے منتقد۔ پرکھی ہوئی۔ باتأنّی۔ اللہ تعالےٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کُن۔ یعنی امر خداوندی جس سے چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔
ل۵۲ آدمی۔ انسان کے قویٰ چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں۔ گرچہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے، کہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ بُود عیسیٰ۔ ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔ ایں تأنّی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی انسانوں کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جُو یک۔ چھوٹی سی نہر جو آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی نجس اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور نیک بختی کی دولت حاصل ہوتی ہے۔
ل۵۳ مُرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرند پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صوری مشابہت نہیں ہے۔ بیضۂ مار جس طرح عمل اور اس کے نتیجہ میں مشابہت ضروری نہیں ہے اسیطرح یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن انکے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کا انڈا۔

دانی اے عاقل کہ مانند سین[۵۱] بہ شین | در نوشتن لیک زنقطہ ببین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے | لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کرلے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز | گرچہ مانند فرقہا داں اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے | اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

برگہا ہم رنگ باشد در نظر | میوہا ہر یک بود نوع دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں | ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند | لیک ہر جانے بریعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں | لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند | آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں | (لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

ہمچناں[۵۲] در مرگ یکساں میرویم | نیم در خسران و نیمے خسرویم
اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں | ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو | از بلال رضی اللہ عنہ و از ہلال و کار او
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ | (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ اور ہلال اور انکے کارنامے کی بات

وفات یافتن بلال رضی اللہ عنہ با شادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور مستی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلال رضی اللہ عنہ از ضعف شد ہمچوں ہلال | رنگ مرگ افتاد بر روئے بلال رضی اللہ عنہ
جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کمزوری سے چاند کی طرح ہوگئے | (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ کے چہرے پر موت کے آثار آگئے

جفت[۵۳] او دیدش بگفتا وا حرب | پس بلالش گفت نے نے وا طرب
انکی بیوی نے ان کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے | تو (حضرت) بلال رضی اللہ عنہ نے اُنسے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تا کنوں اندر حرب بودم ز زیست | تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا | تو کیا جانے موت میں کسقدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و رخش در عین گفت | نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان انکا چہرہ | نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ کیطرح کھل رہا تھا

تاب رو و چشم پر انوار او | می گواہی داد بر گفتار او
چہرے کی رونق اور ان کی پُرنور آنکھیں | اُن کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

---

۵۱ سین اور شین، بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن اُنپر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن اعمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

۵۲ ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔ ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہوگئے۔ رنگ مرگ۔ موت کے آثار۔

۵۳ جفت۔ بیوی۔ وا حرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ وا طرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ ز زیست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و عشرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات اُن کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار اُن پر مرتب ہو رہے تھے۔

ہر سیہ[1] دل خود سیہ دیدے وُرا — مَردُمِ دیدہ سیہ آمد چرا
ہر سیہ دل اُن کو کالا دیکھتا — آنکھ کی پُتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَردُمِ نادیدہ آمد رُو سیاہ — مَردُمِ دیدہ بُوَد مرآتِ ماہ
نابینا، انسان رُو سیاہ ہوئے — آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

خود کہ بیند مَردُمِ دیدہ تُرا — دَر جہاں جُز مَردُمِ دیدہ فزا
آپ کو آنکھ کی پُتلی کون سمجھ سکتا ہے — دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پُتلی کے؟

چوں بغیر مَردُمِ دیدہ اش ندید — پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید
جبکہ اُن (بلال رضؓ) کو آنکھ کی پُتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ — تو اُس (آنکھ کی پُتلی کے) سوا کون اُن (بلالؓ) کے رنگ کو سمجھ سکتا ہے

پس جُز[2] اُو جملہ مقلّد آمدند — دَر صفاتِ مَردُمِ دیدہ بُلند
اُن (آنکھ کی پُتلی) کے علاوہ سب مقلّد ہیں — بلند آنکھ کی پُتلی کے صفات کے بارے میں

گفت جُفتش الفراق اے خوش خصال — گفت نے نے الوصال است ایں فصال
اُنکی بیوی نے کہا اے خوش خصلت! جُدائی ہے — اُنھوں نے فرمایا، نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

گفت جُفت امشب غریبے[3] میروی — از تبار و خویش غائب میشوی
بیوی نے کہا، آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو — خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من — میرسد خود از غریبی دَر وطن
اُنھوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آجکی رات میری جان — خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

گفت اے جان و دِلم وَا حسرتا — گفت نے نے جانِ من یا دولتاہ
اُنھوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے — اُنھوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

گفت رُویت را کجا بینیم ما — گفت اندر حلقۂ خاصِ خُدا
اُنھوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے — فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است — گر نظر بالا کُنی نے سُوئے پست
اُس کا خاص حلقہ تجھ سے جُڑا ہوا ہے — اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

اندراں حلقہ ز ربُّ العالمین — نور می تابد چو در حلقہ نگیں
اُس حلقہ میں ربُّ العالمین کا — نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اُس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

[1] جن کا دل سیاہ ہے وہ بلال رضؓ کو سیاہ رُو دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اُس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اُسکی فضیلت ظاہر ہے، اندھا روسیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلالؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا افضل وہی ذاتِ گرامی سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضا میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام۔ چوں۔ حضرت بلال رضؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورؐ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ اُن کے صحیح مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر اُن کو جانتے ہیں خِصال۔ خصلت کی جمع ہے، عادت۔ فِصال۔ جُدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہو کر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالمِ آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ۔ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔

گفت ویران گشت این خانہ[1] دریغ	گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ
اُنھوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا	فرمایا چاند کو دیکھ، ابر کو نہ دیکھ

حکمتِ ویران گشتنِ تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کُند معمور تر	قومِ اَنبُہ بود و خانہ مختصر
ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے	لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر (تھا)
من چو آدمؑ بودم اوّل حبسِ کرب	پُر شد اکنون نسلِ جانم شرق و غرب
میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا	اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی
من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ	شاہ گشتم قصر باید بہرِ شاہ
میں اِس کنوئیں جیسے گھر میں فقیر تھا	میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیئے
قصرہا[2] خود مر شہاں را مانِس ست	مُردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست
قلعے، شاہوں کے لئے مانوس ہیں	مُردے کیلئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے
انبیاء را تنگ آمد ایں جہاں	چوں شہاں رفتند اندر لامکاں
انبیا کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا	(تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے
مُردگاں را ایں جہاں بنمود فر	ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر
مُردوں کو اِس جہان نے شان و شوکت دکھائی	جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے
گر نبودے[3] تنگ ایں افغاں ز چیست	چوں دو تا شُد ہر کہ در وے بیش زیست
اگر وہ تنگ نہ ہوتا، تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟	جو اُس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟
در زمانِ خواب چوں آزاد شُد	زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شُد
نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے	اُس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے
ظالم از ظلمِ طبیعت باز رست	مردِ زندانی ز فکرِ حبس جست
ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا	قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا
ایں زمین و آسمانِ بس فراخ	سخت تنگ آمد بہنگامِ مُناخ
یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں	ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے
چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ	خندہ اُو گریہ فخرش جملہ ننگ
(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے	اُس کی ہنسی رونا ہے اُس کا فخر ذلت ہے

[1] خانہ یعنی جسم۔ مہ۔ یعنی روح۔ بمیغ۔ ابر یعنی جسم ویراں۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اُس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تنہائی سے گھبرائے تب حضرت حوّا اور نسل کی پیدائش ہوئی۔ نسلِ جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنوئیں کی طرح ہے۔

[2] قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اِس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف اور اسرار کی وجہ سے شاہ بنگیا ہوں تو قصرِ بلند کی ضرورت ہے۔ اَنبیاء۔ انبیاءؑ بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مُردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہلِ دنیا کیلئے وسیع اور اہلِ باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

[3] گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اُس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو مکان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ آیں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اُسوقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اُسکی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے محض نظر بندی کی وجہ سے وسیع معلوم ہوتی ہے اِس کی مسرتیں اور فخر سب بالعکس ہیں۔

تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنیٰ تنگ و تشبیہ خواب کہ خلاصی ست از تنگی

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ وہ تنگی سے نجات ہے

ہمچو گرمابہ[1] کہ تفتیدہ بُوَد — اندر آئی جانت بخسیدہ بُوَد
حمام کی طرح، جو گرم ہو — تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرمابہ عریض ست و طویل — زاں تپش تنگ آیدت جان و کلیل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے — اُس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آجاتی ہے

تا بروں نائی نہ بگشاید دلت — پس چہ سود آمد فراخیٔ منزلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا — تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابان فراخے می روی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتہ پہنے — (اور) وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخیٔ بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی — وہ جنگل، اور میدان تیرے لئے قیدخانہ ہوگا

ہر[2] کہ دید او مر ترا از دور گفت — کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا — وہ اُس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں — از بروں در گلشنی جاں در فغاں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح — باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو آں کفش بیروں کردن ست — کہ زمانے جانت آزاد از تن ست
تیری نیند اُس جوتے (جسم) کو اُتار دینا ہے — کیونکہ اُس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیا را خواب مُلک ست اے فلاں — ہمچو آں اصحاب کہف اندر جہاں
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے — جس طرح دنیا میں اصحابِ کہف

خواب[3] می بینند و آنجا خواب نے — در عدم در می روند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے — وہ عدم میں چلے جاتے ہیں، اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک — کرد ویراں تا کُند قصر مُلوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اٹیرن ہے — اُس کو ویران کیا، تاکہ شاہوں کا محل بنائے

---

[1] ہمچو گرمابہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا اب اِس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وہاں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفسیدن گرم ہونا بخسیدہ۔ بخسیدن، پژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتہ پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اُس کے لئے تنگ بھی ہے یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

[2] ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جو دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بہت آرام سے ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر اُنکی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اُس کے پاؤں سے تنگ جوتہ اتر جاتا ہے۔ اولیاء۔ اولیاء کی روح حالتِ بیداری میں اِس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، اُنکی مثال اصحابِ کہف کی سی ہے جو دنیا کے لحاظ سے نیند میں تھے اور آخرت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

[3] خواب۔ اولیاء حالتِ بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور مُلکِ عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جس کا کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانۂ تنگ۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا زندگی کی

حالت میں [illegible] چنگلوک۔ [illegible] ابن [illegible] ملک ایران

چنگلوکم چوں جنین[1] اندر رحم
میں اٹیرن ہوں، جیساکہ رحم میں بچہ

نُہ مہِ گشتم شُد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زِہ بر مادرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا

مَن دریں زنداں میانِ آذرم
میں اِس قیدخانہ میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم زدردِ مرگِ خویش
میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے

می کُند زہ تا رہد برّہ زمیش
زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چَرد آں برّہ در صحرائے سبز
تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چُگے

ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

دردِ زہ[2] گر رنجِ آبستاں بُوَد
دردِ زہ، اگرچہ حاملہ کے لئے موجبِ تکلیف ہوتا ہے

بر جنین اشکستنِ زنداں بُوَد
بچے کے لئے قیدخانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں زِ زہ کاین المناص
حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے؟

واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند اُمّہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جماد و از بہیمہ و زنبات
جمادات، اور حیوانات، اور نباتات سے

ہر یکے[3] از دردِ غیرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
سوائے اُن کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں
جو بچّی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلمہ از خانہ خودش کے داند آں
لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو
صاحبِ دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے

تو ز حالِ خود ندانی اے عمو
اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ بیند در جبینت اہلِ دل
صاحبِ دل، جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست
اِس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

---

[1] جنین۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ٹیڑھا ٹیڑھا رہتا ہے۔ نُہ مہ۔ یہ مدّتِ حمل ہے۔ گر نباشد۔ بدن پر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے۔ آذر۔ آگ۔ برّہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ آں برّہ۔ موت کے بعد روح ملاءِ اعلیٰ کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اُس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ المناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ اُمّہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جننے والی مائیں

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اُسی سے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو عموماً ذہین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ۔ بلمہ۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ تم آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اِس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا۔ تم آنچہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچے کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت[1] از تن بُود چوں تن رُوح شُد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم رُوح بنا

بیند او اسرار را بے ہیچ بُد
وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں برخاست از جوِّ فلک
جب زمین، آسمان کی فضا سے نکل جائے

نے شب و نے سایہ باشد نے دُلُک
نہ رات ہوگی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

ہر کُجا سایہ ست و شب یا سایگہ
جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے

از زمیں باشد نہ از افلاک و مَہ
وہ زمین کی وجہ سے، نہ آسمانوں اور چاند سے

دُود پیوستہ ہم از ہیزم بُود
دُھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے

نے ز آتشہائے مستنجم بُود
نہ کہ روشن کرنے والے شُعلوں سے

وہم[2] اُفتد در خطا و در غلط
وہم، خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے

عقل باشد در اصابتہا فقط
دُرستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست
ہر گرانی، اور سُستی جسم کی وجہ سے ہے

جاں ز خفت جملہ در پریدن ست
جان ہلکے پن سے، پوری اُڑان میں ہے

رُوئے سُرخ از کثرتِ خونہا بُود
سُرخ چہرہ، خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے

رُوئے زرد از جنبشِ صفرا بُود
زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

رُو سفید از قوّتِ بلغم بُود
سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے

باشد از سودا کہ رُو ادہم بُود
سودا کیوجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت[3] خالقِ آثار اُوست
درحقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے

لیک جُز علّت نہ بیند اہلِ پوست
لیکن کھال والے علّت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست
مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے

از طبیب و علّت اُو را چارہ نیست
طبیب، اور بیماری سے اُس کو مفر نہیں ہے

چوں دوّم بار آدمی زادہ بزاد
جب انسان، دو بار پیدا ہوا

پائے خود بر فرقِ علّتہا نہاد
اُس نے علّتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھدیا ہے

علّتِ اولیٰ نباشد دینِ اُو
پہلی علّت اُس کا دین نہیں ہوتی

علّتِ آخری ندارد کینِ اُو
آخری علّت اُس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

---

[1] غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادّی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چوں۔ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اُس کے جس حصّہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے ورنہ رات اب اگر زمین اِس دائرہ سے خارج ہوجائے تو پھر اُسکی یہ صفت بدل جائے اِسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کردیا جائے تو روح ہمیشہ منوّر رہے اور اُسپر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دُلک۔ سورج کا زوال۔ دُود۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اِسیطرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح اُن کا مخزن نہیں ہے۔ مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

[2] وہم۔ وہم دھوئیں کی مانند ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل، نورِ محض ہے۔ زردی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا، زردی کا سبب، بلغم سفیدی کا سبب، سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اِسی طرح روح میں کدورتیں اسباب کیوجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ منوّر چیز ہے۔

[3] درحقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اُسکو علّت اور موثر کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ علم جو استدلالی ہے اُس میں غلطی واقع ہوتی ہے علمِ کشفی اور الہامی غلطی سے مُبرّا ہے۔ دوّم بار۔ پیدا ہونیکے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اُس حیات حاصل کرلیتا ہے تو اسباب پر لات ماردیتا ہے اور مسبب الاسباب ہی کو موثرِ حقیقی سمجھتا ہے۔ علّتِ اولیٰ فلاسفہ خدا کو علّتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہلِ مذہب اُسکو فاعلِ مختار مانتے ہیں علّت سے معلول کا صدور اضطراری ہوتا ہے۔ علّتِ آخری۔ ظاہری سبب کو دیکھ کر اُسکو مسبّبِ حقیقی سے غفلت نہیں ہوتی ہے۔

می[1] پرد چوں آفتاب اندر اُفق ۔۔۔ با عروسِ صدق و صفوت در تتق
وہ اُفق میں سورج کی طرح اڑتا ہے ۔۔۔ خلوص، اور سچائی کی دُلہن کیساتھ دَرپردہ

بلکہ بیروں از اُفق و ز چرخہا ۔۔۔ بے مکاں باشد چوں اَرواح و نُہیٰ
بلکہ وہ اُفق، اور آسمانوں سے باہر ۔۔۔ بے مکان ہوجاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقول ماست سایہ اے عمو ۔۔۔ می فتد چوں سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں ۔۔۔ سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہ نص با قیاس
نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد[2] ہرگہ کہ باشد نص شناس ۔۔۔ اندراں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے ۔۔۔ وہ اُس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے ۔۔۔ از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اُس کو نص نہیں ملتی ہو ۔۔۔ قیاس سے اُس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحیِ روحِ قدسی داں یقیں ۔۔۔ واں قیاسِ عقلِ جزوی تحتِ ایں
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ ۔۔۔ اور ناقص عقل کا قیاس اُس سے کم ہے

عقل از جاں گشت با ادراک و فر ۔۔۔ روح اُو را کے شود زیرِ نظر
عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی ۔۔۔ رُوح اُس کے ماتحت کب ہوسکتی ہے؟

لیک جاں در عقل تاثیرے کند ۔۔۔ زاں اثر آں عقل تدبیرے کند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے ۔۔۔ اِس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوحؑ[3] وار ار صد متے زد در تو روح ۔۔۔ کو یم و کو کشتی و طوفانِ نوح
اگر روح نے نوحؑ کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے ۔۔۔ سمندر کہاں ہے کشتی اور نوحؑ کا طوفان کہاں ہے؟

عقل اثر را روح پندارد ولیک ۔۔۔ نورِ خور از قرصِ خور دور ست نیک
عقل، تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن ۔۔۔ سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شد ۔۔۔ تا ز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک اِس نور کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا ۔۔۔ یہانتک کہ اُسکے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

سمجھ بیٹھتی ہے یہ اُس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اُس کے نور میں ہے۔
زاں جب یہ معلوم ہوگیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

ے۱ می پرد۔ وہ ملا اعلیٰ کی سیر کرتا رہتا ہے۔ تتق۔ سراپردہ۔ چوں ارواح۔ جس طرح روحیں اور عقلیں لامکان میں رہتی ہیں اِسی طرح یہ بھی لامکانی بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اِس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرتا ہے کہ روحِ کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔

ے۲ مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن وحدیث میں مذکورہ احکام کو اُن چیزوں پر حکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے اُس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اسکے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کر کے حکم جاری کرتا ہے۔ روحِ قدسی۔ روحِ قدسی کا احساس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقل ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے۔ عقل۔ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اُس سے کمتر کیسے ہوسکتی ہے۔ جان در عقل۔ روح عقل میں مؤثر ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

ے۳ نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کردی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اُس میں وہ اسباب وعلامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں۔ عقل۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو روح

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل[1] ست — نیست دائم روز و شب او آفل ست

اِس لئے کہ یہ نور جو عالمِ سفلی میں ہے — مستقل نہیں ہے روز و شب میں غروب کرجانیوالا ہے

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا — غرقہ آں نور باشد دائما

وہ جو ٹکیہ میں قیام، اور جگہ رکھتا ہے — وہ ہمیشہ اُس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب — وارہید او از فراقِ سینہ کوب

نہ ابر اُس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا — وہ سینہ پیٹنے والی جُدائی سے نجات پاگیا

ایں چنیں کس اصلش از افلاک بود — یا مبدّل گشت گر از خاک بود

ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے — اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہوگیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تاب آں — کہ زند بر وے شعاعش جاوداں

کیونکہ خاکی میں اُس کی طاقت نہیں ہوتی ہے — کہ اُس پر اُس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تابِ خور — آنچناں سوزد کہ ناید زو ثمر

اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے — ایسی جل جائے کہ اُس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[2] اندر آب کارِ ماہی ست — مار را با او کجا ہمراہی ست

ہمیشہ پانی میں رہنا، مچھلی کا کام ہے — سانپ کی اُسکے ساتھ ہمراہی کہاں ہوسکتی ہے؟

لیک در کہ مارہائے پُر فن اند — اندریں یم ماہیاں را می کشند

لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں — جو اِس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند — ہم ز دریا تاسہ شاں رُسوا کند

اُن کی مکاری، اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے — (لیکن) دریا سے اُنکی گھبراہٹ اُنکو رُسوا کرتی ہو

واندریں[3] یم ماہیانِ پُرفن اند — مار را از سحر ماہی می کنند

اِس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں — جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرینِ ماہیاں — تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں

اگر تو سانپ ہے، مچھلیوں کا ساتھی بن جا — تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال — بحر شاں آموختہ سحرِ حلال

دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں — (کہ) سمندر نے اُن کو حلال جادو سکھا دیا ہے

[1] اندر سافل۔ دنیا میں جو آثارِ قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ وانکہ۔ جس کا وصول ذات تک ہوجائیگا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا۔ نے سحابش۔ اب نہ اُسکی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہونگی نہ مظاہرِ قدرت کا فنا ہونا اُس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ ایں چنیں۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو لاہوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اُس نے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کردیا ہے زانکہ۔ خاکی اور ناسوتی، ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اِس کو اِس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو وہ برداشت نہ کریگی اور اُس میں اُگانے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

[2] دائم۔ مچھلی چونکہ آبی چیز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کرسکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اسیطرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ مکرِ شاں۔ کبھی ناسوتی، لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحرِ وحدت اُن کو رسوا کردیتا ہے۔

[3] واندریں یم۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنادیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر وہ تجھے دریائے وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے لیکن اِن کا جادو حلال جادو ہے۔

بس[۵۱] محال از تاب ایشاں حال شُد | نحس آنجا رفت و نیکو فال شُد

بہت سے محال اُن کی طاقت سے واقعہ بنگئے ہیں | منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین | سنگ آنجا رفت گوہر شُد ثمین

وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے | وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زر شُد سنگ گوہر پائے سَر | می نہ بیند جز بشر چشمِ بشر

خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہوگیا ہے | انسان کی آنکھ انکو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[۵۲] گر بگویم زین کلام | صد قیامت بگذرد ویں ناتمام

اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں | سو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

آدابُ المستمعینَ و المُریدینَ عندَ فیضِ الحکمۃِ من لسانِ الشیخ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سُننے والوں اور مُریدوں کے آداب

بر مَلولاں ایں مکرّر کردن ست | نزدِ من عمرے مکرّر بُردن ست

تنگدلوں پر یہ مکرّر کرنا ہے | میرے نزدیک دوبارہ زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرّر بر شوَد | خاک از تابِ مکرّر زر شوَد

شمع مکرّر نور سے، اونچی ہوتی ہے | مٹی، مکرّر گرمی سے، سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اند و یک ملول | از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ | پیغام پہنچانے سے رسول رُک جاتا ہے

ایں[۵۳] رسولانِ ضمیر و راز گو | مستمع خواہند اسرافیل خو

یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنیوالے | (حضرت) اسرافیلؑ کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں | چاکری خواہند از اہلِ جہاں

وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں | دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا اَدبہا شاں بجا گہ ناوری | از رسالت شاں چگونہ برخوری

جب تک تو اُن کے اداب بجا نہ لائے | اُن کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اُٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو | تا نباشی پیشِ شاں راکع دو تو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ | جب تک کہ اُن کے سامنے رکوع میں دوہرا نہ ہو جائے

[۵۱] بس محال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنادیتے ہیں۔ نحس۔ اُن کی صحبت میں بُرے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ می نہ بیند۔ لیکن منکرین اُن کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

[۵۲] تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر ملولاں۔ جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع۔ روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے خاک۔ سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہوجاتی ہے۔ گر ہزاراں۔ بزرگوں کی محفل ایک مکدر سے مکدر ہوجاتی ہے اور مضامین عالیہ کی آمد بند ہوجاتی ہے۔ رسول۔ یعنی عالی مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

[۵۳] ایں۔ یعنی اولیاء اللہ دل کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سُناتے ہیں۔ اسرافیل خو حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالےٰ کا حکم سُننے کے لئے منتظر ہیں۔ نخوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مُریدوں کی اصلاح کیلئے اُن سے خدمتگذاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مُرید کے لئے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجا لانا بھی ضروری ہے۔ کے۔ شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مُرید کے سپرد کرتا ہے۔

ہر ادب[1] شاں کے ہمی آید پسند | کامدند ایشاں ز ایوانِ بلند

اُن کو ہر ادب کب پسند آئے گا | کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے | از تو دارند اے مزوّر منّتے

وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے | اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر | صدقۂ سلطاں بیفشاں وا مگیر

لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود | شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں | در ملولاں منگر و اندر جہاں

اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے | بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

فرخ[2] آں ترکے کہ استیزہ نہد | اسپش اندر خندقِ آتش جہد

مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق) رکھدے | اُس کا گھوڑا، آگ کی خندق کو د جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں | کہ کند آہنگِ اوجِ آسماں

وہ گھوڑے کو ایسا گرم کردے | کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را از غیر و غیرت دوختہ | ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

بیگانے، اور غیرت سے آنکھ بند کرلی ہو | خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی برو عیبے کند | آتش اوّل در پشیمانی زند

اگر پشیمانی اُس کی عیب گیری کرے | پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

خود[3] پشیمانی نروید از عدم | چوں بہ بیند گرمیِ صاحب قدم

خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے | جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختنِ ہر حیوان بوئے عدوّئے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بربادی،

و بطالت و خسارتِ آں کسے کہ عدوّے کسے بود کہ

اور نقصان اُس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

از و حذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے

بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

شناختن جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے اپشیمانی مُرشدِ کامل کی خوشبو پاکر بھاگ جاتی ہے۔ بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

[1] ہر ادب۔ معمولی ادب کا کام نہ چلے گا شیخ کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ منّت۔ غیر مناسب ادب سے اُس میں شکر گذاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گذشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلبِ صادق نہ ہو اَسرار کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اِس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود اُن پر اَسرار کی بارش کی جائے۔ رسولِ آسماں یعنی اَسرارِ الٰہی بیان کرنے والا، اِس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔

[2] فرخ۔ جو مبلغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپِ بیان کو دوڑا دے وہ قابلِ مبارک باد ہے۔ چشم را۔ اَغیار کے سامنے اَسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضہ ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اَسرار نہ بیان کئے جائیں لیکن ایسا مبلغ قابلِ مبارکباد ہے جو اِن موانع سے قطع نظر کرلے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اَسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اُس کو پھونک ڈالے۔

[3] خود پشیمانی یعنی کامل مُرشد کو ایسے حالات میں بھی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحبِ قدم۔ مُرشدِ کامل۔

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را
گھوڑا شیر کی آواز، اور بُو کو جانتا ہے

گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا[1]
اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بَل عَدُوِّ خویش را ہر جانور
بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو

خود بداند از نشان واز اثر
علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز خُفّاشک نیارد بر پرید
چمگادڑ دن میں نہیں اُڑ سکتی ہے

شب برُوں آید چو دُزدانِ جرید
رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خُفّاش بُود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے

کہ عَدُوِّ آفتابِ فاش بُود
کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد
نہ تو میدان میں اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے

نے بنفریں تا ندش مقہور کرد
نہ نفرت کی وجہ سے اُس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنکہ[2] آں خورشید از احسان وجود
پھر بھی وہ سورج، احسان اور سخاوت کی وجہ سے

بر نہ درّاند ز قہرش تار و پُود
غصہ سے اُس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش
سورج اپنا رُخ کب موڑتا ہے؟

از برائے غصّہ و قہرِ خُفاش
چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لُطف و کمالِ اُو بُود
(یہ) اُس کا انتہائی کرم، اور کمال ہے

ورنہ خُفّاشش کجا مانع شود
ورنہ چمگادڑ کہاں اُس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بحدِّ خویش گیر
اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے رُتبہ کے اعتبار سے بنا

تا بُود ممکن کہ گردانی اسیر
تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اُس کو قابو میں کرلے

قطرہ[3] با قلزم چو استیزہ کند
قطرہ، جب سمندر سے دشمنی کرے

ابلہ است اُو ریشِ خود بر می کند
وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلتِ اُو از سبالش نگذرد
اُس کی تدبیر اُس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہو

حنجر و حلقِ قمر چوں بر دَرَد
چاند کا گلا، اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

با عَدُوِّ آفتاب ایں بُد خطاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی

اے عَدُوِّ آفتابِ آفتاب
اے سورج کے سورج کے دشمن!

اے عَدُوِّ آفتابے کز فرش
اے اُس سورج کے دشمن جس کی شان شوکت سے

می بلرزد آفتاب و اخترش
سورج، اور اُس کے ستارے لرزتے ہیں

---

[1] الّا نادرا۔ بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بُو کو نہ پہچانے۔ بَل۔ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ جرید۔ تنہا۔ خُفّاش۔ چمگادڑ سب سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اُس کی دشمنی ہے حالانکہ اُس سے اُس کو کوئی مفر نہیں اسی طرح سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مَصَاف۔ میدانِ جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[2] آنکہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو خاکستر نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا یعنی رُخ۔ دشمن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بُری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

[3] قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ، سمندر سے دشمنی کرے جو محض اُس کی حماقت ہے۔ حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر یعنی ولی کامل۔ با عَدو۔ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اسکی بات تو ہم نے بتا دی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتابِ آفتاب۔ ولی، آفتابِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عدوِ[1] او نہ خصمِ خودی ۔۔۔ چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی
تو اُس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے ۔۔۔ آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود ۔۔۔ یا ز درد و غصہ ات پُر غم شود
تعجب ہے، اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے ۔۔۔ یا تیرے درد، اور غصہ سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمت آدم بود ۔۔۔ کہ مزاجِ رحم آدم غم بود
اُس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے ۔۔۔ انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

رحمتِ[2] مخلوق باشد غصہ ناک ۔۔۔ رحمتِ حق از غم و غصہ است پاک
مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے ۔۔۔ اللہ کی رحمت غم و غصہ سے پاک ہے

رحمتِ بیچوں چنیں داں اے پسر ۔۔۔ ناید اندر وہم از وے جز اثر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ ۔۔۔ کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق[3] میانِ دانستنِ چیزے بمثال و تقلید و میانِ دانستنِ ماہیت آں چیز

کسی چیز کو، مثال، اور علمِ تقلیدی سے جاننے میں اور اُس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہر ست آثارِ میوہ رحمتش ۔۔۔ لیک کہ داند جز او ماہیتش
اُس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں ۔۔۔ لیکن اُس کی حقیقت سوائے اُسکے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال ۔۔۔ کس نداند جز بآثار و مثال
کمالی اوصاف کی ماہیتیں ۔۔۔ کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طفل، ماہیت نداند طمث را ۔۔۔ جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
بچہ، جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے ۔۔۔ سوائے اِسکے کہ تو کہدے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طفل را نبود ز وطیِ زن خبر ۔۔۔ جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے ۔۔۔ سوائے اِسکے کہ تو کہدے کہ وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

کے بود ماہیتِ ذوقِ جماع ۔۔۔ مثلِ ماہیاتِ حلوا اے مطاع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟ ۔۔۔ اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیک نسبت کرد از روئے خوشی ۔۔۔ با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی ۔۔۔ اُس عقلمند نے تیرے لئے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

[1] تو عدو۔ ولی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اُس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کرسکتی۔ رحمتش جس طرح اللہ کا جلال بے پایاں ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھکر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اُس کی رحمت اُبھرتی ہے۔

[2] رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت و شفقت غصہ سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اِن تمام باتوں سے پاک ہے۔ رحمتِ بے چوں جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اِسی طرح اسکی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف اُن صفتوں کو اُن کے اثرات سے سمجھا جاسکتا ہے۔

[3] فرق۔ کسی چیز کو مثال و آثار سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے۔ اوصافِ کمال حضرت حق تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ۔ طفل۔ ہماری عقلوں میں اِن صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی جاسکتی ہے کہ اُس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا۔ کے لوٹ۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

تا بداند[۱] کودک آں را از مثال — گر نداند ماہیت با عینِ حال
تاکہ بچہ اُس کو مثال سے سمجھ لے — اگر اُسکی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دُور نیست — ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے — اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[۲] گوید کہ دانی نوحؑ را — واں رسولِ حق و نورِ روح را
اگر کوئی کہے، کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے — اُس اللہ کے رسولؑ، اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر — ہست از خورشید و مہ مشہور تر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں — جو سورج، اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کُودکانِ خُرد در کُتّابہا — واں اماماں جملہ در محرابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں — اور تمام امام محرابوں میں

نامِ اُو خوانند در قرآں صریح — قصہ اَش گویند از ماضی فصیح
اُن کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں — اُن کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

راست گو دانیش تو از روئے وصف — گرچہ ماہیت نشد از نوحؑ کشف
سچ ہے کہ تو اُن کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے — اگرچہ (حضرت) نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را — آں گزیدہ حق و محضِ رُوح را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوحؑ کو کیا جانوں؟ — اُس اللہ کے برگزیدہ، اور خالص روح کو

من[۳] کجا دانستنِ اُو از کجا — ہمچو اُوئے داند اُو را اے فتیٰ
میں کہاں، اور اُن کا جاننا کہاں — اے نوجوان! اُن کو اُن جیسا ہی جان سکتا ہے

مورِ لنگم من چہ دانم فیل را — پشۂ کے داند اسرافیلؑ را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟ — مچھر (حضرت) اسرافیلؑ کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست از روئے آں — کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ — اے فلاں! اُنکی حقیقت کے اعتبار سے تو اُنکو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو — حالتِ عامہ بود دریاب تو
اے چچا! ماہیتوں کے اِدراک سے عجز — عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کرلے

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آں — پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں
کیونکہ ماہیتیں اور اُن کے راز کا راز — کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

[۱] تا بداند۔ جب حقیقت کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے تو اُس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس۔ یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اُس کو اُس چیز کا علم بھی کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہرحال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اُس چیز کا جہل بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

[۲] گر کسے۔ اگر کسی کو حضرت نوحؑ کا علم اُنکی بعض صفات سے حاصل ہے اور کما حقہٗ اُنکی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اُس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں اُنسے واقف نہیں ہوں۔ قمر۔ یعنی حضرت نوحؑ۔ کُتّاب۔ مکتب، مدرسہ۔ کشف۔ کشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

[۳] من کجا۔ یعنی میں اس قابل کہاں کہ اُنکی حقیقت سے واقف ہوسکوں۔ عجز۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت عوام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کرسکے۔ زانکہ۔ کامل لوگ ماہیتوں اور اُن کے راز کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں ماہیات سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سرِ ماہیات سے مراد اسماءِ الٰہی ہیں اور سرِ سرِ ماہیات کے سر سے مُراد حقیقتِ الٰہیّہ ہے۔

در وجود[1] از سرِّ حق و ذاتِ او — دُور تر از فہم و استبصار کو
اللہ اور اُس کی ذات کے راز سے، وجود میں — فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں — ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا — تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

عقلِ بحثی[2] گوید ایں دور ست گو — بے ز تاویلے مُحالے کم شنو
بحث کرنیوالی عقل کہتی ہے کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟ — کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سُن

قُطب گوید مر ترا اے سُست حال — آنچہ فوقِ حالِ تست آید مُحال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سُست حال! — جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے مُحال (نظر) آتا ہے

واقعاتے کہ کنونت بر کشود — نے کہ اوّل ہم مُحالت می نمود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کُھلے ہیں — کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے مُحال نظر آتے تھے؟

چوں[3] رہانیدت ز دہ زنداں کرم — تیہ را بر خود مکُن حبسِ ستم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے — ظلم کر کے تیہ کو، اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا — فقر را بر خود مکُن رنج و عنا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پاگیا ہے — فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تا نگردد مُشکلت — ور نہ شُد شکّر چو زہرِ قاتلت
اُسکو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لئے مُشکل نہ بنے — ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سُوئے بحثِ خویش تاز آ بوالحسن — کایں سخن پایاں ندارد جانِ مَن
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ — اے جانِ من! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخُست — گر بیانش می کُنی بر گو دُرست
اِثبات، اور نفی کی نسبت کا شروع سے — اگر تو بیان کرتا ہے، تو ٹھیک بیان کر

جمع و تفریق میانِ نفی و اِثباتِ یک چیز از رُوئے نسبت و اختلافِ جہت

ایک چیز کے بارے میں اقرار اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو افلاس اور فقر کی مصیبت کو بھی ٹال دیگا، جب دسوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آجائے گا۔ بحثِ خویش۔ یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن۔ یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ بوالحسن۔ اِس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور اُن میں تفریق بھی ہے، حیثیت اور جہت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نا معلوم ہے۔

[1] در وجود۔ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات عقل اور سمجھ سے دور تر ہیں پھر بھی کامل اولیا اُس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و وصفے۔ جبکہ اولیا ذات و صفاتِ احدیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات اُن پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[2] عقلِ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو الفاظ ہیں وہ حقیقی معنیٰ پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا اُنکی تاویل کی جائیگی اور اُن کو تاویلی معنیٰ میں سمجھنا ضروری ہے۔ قُطب۔ ولی جو واقفِ حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اُسکو مُحال نظر آتی ہیں۔ واقعاتے۔ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اُسکو محال قرار دیتا ہے جب اُس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب زمین کو متحرک مان لیا گیا ہے۔

[3] چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے۔ چوں خلاصی۔

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست — چوں جہت شد مختلف نسبت دوتاست

ایک ہی چیز کی نفی، اور اثبات درست ہے — جب جہت بدل گئی، نسبتیں دو ہو گئیں

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ[۵۱] از نسبت است — نفی و اثبات ست ہر دو مثبت است

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے ہے — نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

آں تو افگندی چو بر دستِ تو بود — تو نیفگندی کہ قوت حق نمود

"تو نے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا — "تو نے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

زورِ آدم زادہ را حدے بود — مشتِ خاکے اشکستِ لشکرے شود

انسان کی طاقت کی ایک حد ہے — ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا سبب) کب ہو سکتی ہے؟

مشت مشتِ تست و افگندن زماست — زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست

مٹھی تو تیری مٹھی ہے، اور پھینکنا ہمارا ہے — ان دو نسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یَعْرِفُوْنَ[۵۲] الْاَنْبِیَاءَ اَضْدَادُھُمْ — مِثْلَ مَا لَا یَشْتَبِہْ اَوْلَادُھُمْ

انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں — اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں — منکراں با صد دلیل و صد نشاں

ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں — منکر لوگ، دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند — خویشتن را بر ندانم می زنند

لیکن رشک اور حسد سے چھپتے رہتے ہیں — اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

پس چو یعرف گفت چوں جائے دگر — گفت لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ

پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں — "ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا بس رہنے دے" فرمایا

اِنَّھُمْ تَحْتَ قِبَائِیْ کَامِنُوْن — جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں

وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں — ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

ہم بہ نسبت[۵۳] گیر ایں مفتوح را — کہ بدانی و ندانی نوح را

اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے — کہ تو نوحؑ کو جانتا بھی ہے، اور نہیں جانتا ہے

زیں نمط بسیار آمد در خبر — کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر

اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے — اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا، اور بقا کا معاملہ

---

۵۱ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے۔ چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ مٹی پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

۵۲ یَعْرِفُوْنَ۔ انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

۵۳ ہم بہ نسبت۔ حضرت نوحؑ کو جاننا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں نمط۔ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں۔ مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قائل در جہاں درویش نیست ۔۔۔ ور بود[1] درویش آں درویش نیست

ایک کہنے والے نے کہا، دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے ۔۔۔ اور اگر درویش ہوگا تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او ۔۔۔ نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہو

اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ "ہے" ۔۔۔ اس کا وصف اللہ کے وصف میں "نیست" ہو گیا ہے

چوں زبانۂ شمع پیشِ آفتاب ۔۔۔ نیست باشد ہست باشد در حساب

جیسا کہ شمع کا شعلہ، سورج کے بالمقابل ۔۔۔ "نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے"

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر ۔۔۔ بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر

اس کی ذات موجود ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر تو ۔۔۔ روئی رکھدے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا ۔۔۔ کردہ باشد آفتاب او را فنا

معدوم ہوتا ہے، تجھے روشنی نہیں دیتا ہے ۔۔۔ سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در دو صد[2] من شہد یک وقیہ خل ۔۔۔ چوں در افگندی و در وے گشت حل

دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ ۔۔۔ جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہوگیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی ۔۔۔ ہست یک وقیہ فزوں چوں می کشی

جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہوگا ۔۔۔ جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیشش[3] شیرے آہوئے بیہوش شد ۔۔۔ ہستیش در ہستِ او روپوش شد

ایک ہرن، شیر کے سامنے بے ہوش ہوگیا ۔۔۔ اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب ۔۔۔ جوششِ عشق ست نز ترکِ ادب

اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس ۔۔۔ ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب بر می جہد ۔۔۔ خویش را در کفۂ شہ می نہد

عاشق کی نبض بلا لحاظ ادب تڑپتی ہے ۔۔۔ اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں ۔۔۔ با ادب تر نیست زو کس در نہاں

دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے ۔۔۔ در پردہ اس سے زیادہ با ادب کوئی نہیں ہے

ف۱ ور بود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے۔ چوں زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر متضاد حکم لگ سکتے ہیں چونکہ آفتاب کی روشنی کے سامنے اس کی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے۔

ف۲ در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ملا دو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہوگا۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہدیتے ہیں۔

ف۳ پیشش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہوگیا تو وہ فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے۔ ایں قیاس۔ فنا و بقا میں یہ مثالیں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کی شایانِ شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترکِ ادب مقصود نہیں ہے بلکہ عاشق عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک درجہ میں برابری کا دعویٰ ہے اِس لئے کہ عاشق و معشوق میں لا محالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور ممکن واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق عشق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتخب — ایں دو ضد با ادب با بے ادب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ — با ادب اور بے ادب اِن دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری — کہ بود دعویٰ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا، وہ بظاہر بے ادب ہوگا — کیونکہ اُس کا عشق کا دعویٰ، برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست — اُو و دعویٰ پیش آں سلطاں فناست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟ — وہ اور اُس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مات زیدٌ زید اگر فاعل بود — لیک فاعل نیست کو عاطل بود
"زید مرگیا" زید اگرچہ فاعل ہے — لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

اُو ز روئے لفظِ نحوی فاعل ست — ورنہ اُو مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اِصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے — ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اُسکی قاتل ہے

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد — فاعلیہا جملہ از وے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے — تمام فاعلی اُس سے دور ہوگئی ہے

قصہ وکیلِ صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از بیمِ جاں، باز عشقش گریباں گرفت کہ کارِ جاں بہرِ جاناں سہل باشد عاشقاں را

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہوگیا تھا، اور جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا تھا، پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں — متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں، صدرِ جہاں کا ایک غلام — متہم ہوگیا، اُس کے دربار سے غائب ہوگیا۔

مدتِ دہ سال سرگرداں بگشت — گہ خراساں گہ کہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا — کبھی خراسان میں، کبھی کہستان میں کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال اُو از اشتیاق — گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے — جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہوگیا

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند — صبر کے داند خلاعت را نشاند
اُس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے — صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کرسکتا ہے؟

---

۱ ہم بہ نسبت۔ اُس کا با ادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے اگر وہ باتیں اُس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے، اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو یہ با ادب ہے۔ چوں بباطن چونکہ اُس کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہوگیا ہے لہٰذا اُس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

۲ مات زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے مات فعل ہے اور زیدٌ اُس کا فاعل ہے یہ محض لفظی بات ہے ورنہ زید میں موت کی حالت میں طاقت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اُس کی قاتل ہے۔ فاعلے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے لہٰذا فعل کی اُس کی طرف نسبت نہیں کی جاسکتی۔

۳ قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کرکے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاشق اپنی ذات و صفات سے قطع نظر کرلیتا ہے۔ صدرش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے روپوش ہوگیا۔ کہستان ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ عشق یا فراق سے ڈرنا۔

از فراق[1] این خاکہا شورہ شود | آب زرد و گندہ و تیرہ شود

فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں | پانی زرد اور گندہ، اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افزا وخم گردد وبا | آتشے خاکسترے گردد ہبا

روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے | آگ، راکھ، فضا کے ذرے بنجاتی ہے

باغ چوں جنت شود دار المرض | زرد و ریزاں برگِ او اندر حرض

جنت جیسا باغ بیماری کا گھر بن جاتا ہے | خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنیوالے بنجاتے ہیں

عقلِ درّاک از فراقِ دوستاں | ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں

دوستوں کی جدائی سے، حساس عقل | ٹوٹی ہوئی کمان والے، تیر انداز کی طرح ہے

دوزخ[2] از فرقت چناں سوزاں شدہ ست | بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است

دوزخ، فراق سے اس قدر جلانیوالی بنگئی ہے | بید، فراق سے اس قدر لرزنے والی بنگئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار | تا قیامت یک بود از صد ہزار

اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں | قیامت تک، لاکھ میں سے ایک ہوگا

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس | ربِّ سلّم ربِّ سلّم گوئی و بس

لہذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر | بس خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ[3] از وے شاد گردی در جہاں | از فراقِ او بیندیش آں زماں

تو دنیا میں، جس چیز سے خوش ہو | اسی وقت، اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد | آخر از وے جست و ہمچوں باد شد

جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت خوش ہو چکے ہیں | بالآخر اس سے وہ چیز علیحدہ ہو گئی اور ہوا جیسی ہوگئی

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ | پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ

وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی اس سے دل نہ لگا | اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوئی پیش از فوتِ ملک | نفس را کاعوذُ بالرحمٰن منک

ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کیطرح کہدے | نفس سے، میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی بر مریمؑ بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحقِ تعالیٰ

حضرت جبرئیلؑ کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریمؑ کے سامنے رونما ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

---

[1] از فراق۔ زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ باد۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بنجاتی ہے۔ آتشے۔ آگ ایندھن کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ۔ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اسکے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

[2] دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پُرسوز بنی ہوئی ہے بید کا درخت طاقت کے فراق سے لرزتا ہے۔ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس۔ فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے اَلاَمان اَلاَمان کہنا چاہیے۔

[3] ہر چہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے۔ زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹا لیگا تو فراق کی تکلیف نہوگی۔ ہمچو مریمؑ۔ جسطرح مریمؑ نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کرلے اور ان کے فوت ہونے سے قبل ہی خدا کیطرف رجوع کرلے

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا — جانفزائے دلربائے در خلا[1]
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی — خلوت میں، جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او بر رُست از روئے زمیں — چوں مہ و خورشید آں روح الامیں
اُن کے سامنے زمین سے نکل آئے — جبریلؑ، چاند اور سورج جیسے

از زمیں بر رُست خوبے بے نقاب — آنچناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا — جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ[2] بر اعضائے مریم اُوفتاد — کو برہنہ بود و ترسید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہوگئی — کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسفؑ ار دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر حضرت یوسفؑ اسکو دیکھ لیتے — عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش برویید او ز گل — چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
وہ زمین سے پھول کی طرح اُنکے سامنے اُگ آئے — جس طرح خیال دل سے سر اُبھارتا ہے

گشت مریمؑ بیخود و در بیخودی — گفت بجہم در پناہِ ایزدی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہوگئیں، اور بیخودی میں — فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ[3] عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب
کیونکہ اُن پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی — عاجزی میں، غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں را دید مُلکے بیقرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار
چونکہ انھوں نے دنیا کو بے ٹھکانہ مُلک سمجھ لیا تھا — پختہ کاری سے، اُس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ اُن کا قلعہ بنے — تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیکِ آں دژ برگزید
انھوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا — اِس قلعہ کے نزدیک اُنھوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ از و می شد جگرہا تیر دوز
جب اُنھوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں — جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ — خسروانِ ہوش بیہوشش شدہ
شاہ اور لشکر اُس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے — عقل کے شہنشاہ بیہوش ہوگئے تھے

[1] در خلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیلؑ زمین سے نمودار ہوئے تھے۔ بے نقاب۔ حضرت جبرئیلؑ بے حجاب اِس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

[2] لرزہ۔ حضرت جبرئیلؑ کے نمودار ہونے سے حضرت مریمؑ گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آجائے۔ صورت۔ حضرت جبرئیلؑ ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسفؑ اُن کو دیکھتے تو اُن کے حُسن سے مبہوت ہو کر اِسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح اُن کے حُسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔ گفت۔ حضرت مریمؑ نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنِّی اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰن۔ میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں۔

[3] زانکہ۔ حضرت مریمؑ کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہ لیتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ حازمانہ۔ پختہ کاری۔ حصار۔ قلعہ۔ یورتگہ۔ قیام کی جگہ۔ دژ۔ قلعہ۔ غمزہ۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیلؑ کی تعریف میں ہیں۔

صد ہزاراں شاہ مملوکش بِرِق ۱ — صد ہزاراں بدر را دادہ بدِق

لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اُسکے مملوک ہوگئے تھے — لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اُسنے گھٹاؤ میں مبتلا کر دیا تھا

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند — عقلِ کلّش چوں بہ بیند کم زند

زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مار سکے — جب اسکو عقلِ کل دیکھ لے (کاروبار) چھوڑ دے

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است — دُمگہم را دمگہ او سوخت است

میں کیا بتاؤں جبکہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے — اُس کے امنظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

دُودِ آں نارم دلیلم من بر او — دُور ازاں شہ باطلُ مَا عَبَّرُوا

میں اُس آگ کا دھواں ہوں میں اسکی نشانی ہوں — اُس شاہ سے دور ہے، لوگوں نے جو تعبیر کی ہو وہ باطل ہو

خود نباشد آفتابے را دلیل ۲ — جُز کہ نورِ آفتابِ مستطیل

سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی — سورج کے لمبے نُور کے سوا

سایہ کہ بُود تا دلیلِ او بُود — ایں بسستش کہ ذلیلِ او بُود

سایہ کیا ہوتا ہے جو اُس کی دلیل بنے — اِس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اُس کا تابع ہو

ایں جلالت در دلالت صادق ست — جُملہ ادراکات پس، او سابق ست

یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے — تمام ادراکات پیچھے ہیں، وہ آگے ہے

جملہ ادراکات ۳ بر خرہائے لنگ — او سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ

تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں — وہ تیر کی طرح اُڑنے والی ہوا پر سوار ہے

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ — ور گریزند او بگیرد پیشِ رہ

اگر شاہ بھاگے کوئی اُس کی گرد نہیں پا سکتا — اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک لے

جملہ ادراکات را آرام نے — وقت میدان است وقتِ جام نے

جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے — میدان کا وقت ہے، جام کا وقت نہیں ہے

آں یکے وہمے چو بازے می پرد — واں یکے چوں تیر، منغفری درد

ایک خیال، باز کی طرح اُڑتا ہے — اور ایک، تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

واں دگر چوں کشتی با بادباں — واں دگر اندر تراجع ہر زماں

اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے — اور دوسرا ہر وقت تردّد میں ہے

---

۱ رِق۔ غلامی۔ دِق گھٹاؤ، کمزوری۔ زَہرہ۔ زار کے زبر سے پتہ، زار کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقلِ کُل۔ عقلِ اوّل۔ من چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیلؑ کے حُسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ دمگہ۔ گلا، صنعت۔ دُود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اُس کے آثار ہیں اور اثر موثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اُس کے وجود کی دلیل ہوں اِس کے علاوہ ذاتِ باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

۲ خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ "آفتاب آمد دلیلِ آفتاب" سایہ۔ مولانا نے اپنے آپ کو دُھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الورا ہے۔

۳ جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجودِ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور ہوا پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اُس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اُس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان کے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اُسکی حقیقت تک پہنچکر مطمئن نہیں ہے پھر بھی جستجو جاری رہنی ضروری ہے۔ آں یکے۔ انسانوں کے ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک موانع اور حجابات کو دور کرنے اور ہٹانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم وخیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ تردّد۔

چوں شکارےؔ می نماید شاں ز دُور
جب اُن کو کوئی شکار دُور سے نظر آتا ہے
جُملہ حملہ می فزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں
ہمچو جُغداں سوئے ہر ویراں شوند
اُلّوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

مُنتظِر چشمے بہم یک چشم باز
اِس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند
تا کہ پیدا گردد آں صیدِ نیاز
تاکہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

چوں بماند دیر گویند از ملال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں
صید بُود آں خود عجب یا خود خیال
تعجب ہے، وہ شکار تھا، یا خود خیال (تھا)

مَصلحتؔ آنست تا یک ساعتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر
قوّتے گیرند و زور از راحتے
آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے
خویشتن را سوختندے زاہتزاز
بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس و ز حرص سُود اندوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے
ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رحمتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے
تا رہند از حرصِ خود یک ساعتے
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے حرص سے نجات پا جائیں

چونکہؔ قبضے آیدت اے راہرو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو
آں صلاحِ تُست آیس دل مشو
وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط و کشاد
کیونکہ تو اُس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے
خرج را دخلے بباید ز اعتداد
خرچ کے لئے ذخیرے میں سے آمد چاہیئے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بُدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا
سوزشِ خورشید در بُستاں زدے
سورج کی گرمی، باغ کو پھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بُن
اُس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی
کہ دِگر تازہ نگشتے آں کُہن
کہ وہ پُرانا کبھی (ترو) تازہ نہ بنتا

گر ترش رویست آں دے مُشفِق ست
اگر وہ خزاں تُرشرو ہے تو مہربان (بھی) ہے
صیف خندانست و امّا مُحرِق ست
گرمی کا موسم مُسکرانے والا ہے لیکن جلانیوالا ہے

ؔ۱ شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور۔ یعنی حواس۔ جُغداں۔ یعنی اس تجلی کے اِدراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مُنتظر۔ اِنسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے۔ صید۔ یعنی تجلی۔ چوں۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض غیر واقعی خیال تھا۔

ؔ۲ مصلحت۔ اِن حالات میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اُس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ گر نبودے۔ اللہ تعالےٰ نے رات کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اُس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اِہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروفِ کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ شب۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

ؔ۳ چونکہ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آیس۔ مایوس۔ دخل۔ آمدنی۔ اِعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات رحمتِ خداوندی ہیں۔ مَنبت۔ کھیت کیاری۔ دے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اُسمیں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھول بھی کھلتے ہیں۔

۵۱ چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں ‌ ‌ تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر ‌ ‌ تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش ‌ ‌ غم جگر را باشد و شادی ز شش

بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں ‌ ‌ غم جگر کے لئے ہے اور خوشی پھیپھڑے سے

چشم کودک ہمچو خر در آخرست ‌ ‌ چشم عاقل در حساب آخرست

بچے کی نظر، گدھے کی طرح آخور پر ہے ‌ ‌ عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

او در آخر چرب می بیند علف ‌ ‌ ویں ز قصاب آخرش بیند تلف

وہ آخور میں، لذیذ گھاس دیکھتا ہے ‌ ‌ اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

۵۲ آں علف تلخ ست کیں قصاب داد ‌ ‌ بہر لحم ما ترازوے نہاد

جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے ‌ ‌ اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کر لی ہے

رو ز حکمت خور علف کاں را خدا ‌ ‌ بے عوض دادست و از محض عطا

جا، دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے ‌ ‌ مفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی ‌ ‌ چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ

اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت ‌ ‌ جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا، اس کا رزق کھاؤ

رزق حکمت بہ بود در مرتبت ‌ ‌ کاں گلوگیرت نباشد عاقبت

رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے ‌ ‌ اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

ایں ۵۳ دہاں بستی دہانے باز شد ‌ ‌ کو خورندہ لقمہائے راز شد

تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا ‌ ‌ جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیر ایں دیو تن را وابری ‌ ‌ در فطام او بسے نعمت خوری

اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹائے گا ‌ ‌ اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

ترک جوشش کردہ ام من نیم خام ‌ ‌ از حکیم غزنوی بشنو تمام

میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے ‌ ‌ حکیم غزنوی سے مکمل سن لے

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں ‌ ‌ آں حکیم غیب و فخر العارفین

اس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے ‌ ‌ اس اسرار کے دانا اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و نان غم افزایاں مخور ‌ ‌ زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر

غم کھا، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا ‌ ‌ کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

---

۵۱ چونکہ قبض۔ اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیے اس کو مفید سمجھے۔ کودکاں۔ بسط کی کیفیت بھی ایک طفلانہ حرکت ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ ہو۔ چشم کودک۔ بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشم عاقل۔ عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اس کے حساب و کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

۵۲ آں علف۔ دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھو اصل خوراک دین کا تفقہ اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کلوا من رزقہ۔ تم اس کا رزق کھاؤ، اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزق حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

۵۳ ایں دہاں۔ حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ شعر۔

اندروں از طعام خالی دار
تا درو نور معرفت بینی

گر۔ دنیوی لذتیں ترک کرنے سے اسرار خداوندی کا رزق حاصل ہونے لگے گا۔ ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھایا اگر پورا سمجھنا ہو تو "الٰہی نامہ" پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ غم خور۔ انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہو۔

[1] قندِ شادی میوۂ باغِ غم ست — ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اُس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شئ بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمّالاں پریر — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں، بوجھ اُٹھانیوالے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اُٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اُس کا بوجھ اُٹھاؤں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
کیونکہ اُنھوں نے اُس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اِسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اُچکتا تھا

[2] مزدِ حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اُس مفلس کی (مزدوری) — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنجِ زرے کہ چو خسپی زیر ریگ — با تو باشد آں نباشد مُردہ ریگ
سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئیگا — وہ تیرے پاس ہوگا، وہ موروثی مال نہ ہوگا

پیش پیشِ آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہوگا

[3] بہرِ روزِ مرگ ایں دم مُردہ باش — تا شوی با عشقِ سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے اِس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد — رُوئے چوں گلنار و زلفین مراد
صبر، مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زُلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اُس ضد میں (اُسکی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِّ رنج آں ضدِّ دگر — رُو دہد یعنی کشاد و کرّ و فر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان وشوکت

---

[1] قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کریگا دنیا کی خوشی تو زغم ہے۔ دمشق۔ ملکِ شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حُسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اُس کو کہا جاتا تھا کہ اُس ٹیلے پر چڑھکر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حُسن کا قائل ہو جائیگا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غمِ امروز سے مسرتِ فردا کو دیکھو۔ حمّالاں۔ مزدور بوجھ کی مصیبت انجام یعنی مزدوری کے لالچ میں برداشت کرتا ہے۔

[2] مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اُٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملے گی اُس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ تسو۔ چار جَو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہوگا جو قبر میں کام آئیگا۔ مُردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مُردے سے پہلے ہی راحت رسانی کیلئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

[3] بہرِ روزِ مرگ۔ یہ حکم ہے۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اُس کی لذتوں کو خیرباد کہدو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ گلنار۔ انار کے درخت کی ایک قسم ہے جس پر پھل نہیں آتا وہ صرف پھولوں سے لدھ جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنیوالا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ ضدِ رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اُسکے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا "بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔"

این دو[۱] وصف از پنجه و دستت ببیں — بعد قبضِ مُشت بسط آید یقیں
اِن دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے — مُٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما — یا ہمہ بسط او بُوَد چوں مُبتلا
اگر مُٹھی ہمیشہ بند رہے — یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہیگا

زیں دو وصفش کار و مکسب مُنتظم — چوں پرِ مُرغ ایں دو حال او را مہم
اُس کے اِن دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے — جس طرح پرندے کے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روح القُدس مریم را علیہما السّلام کہ من رسولِ حقّم آشفتہ و پنہاں از من مشو

حضرت جبرئیلؑ کا حضرت مریمؑ سے کہنا اُن دونوں پر سلام ہو، کہ میں اللہ تعالیٰ کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھُپ

چونکہ[۲] مریم مضطرب شُد یک زماں — ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریمؑ تڑپیں — جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم — کہ امینِ حضرتم از من مرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے اُنھیں پُکارا — کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگیے

از سر افرازانِ عزّت سر مکش — از چنیں خوش محرماں دم درمکش
(بارگاہ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریئے — اتنے بہترین رازداروں سے سراسیمہ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ذُبالہ نورِ پاک — از لبش می شُد پیاپے بر سِماک
وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع — اُن کے ہونٹوں سے پے در پے سِماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گُریزی در عدم — در عدم من شاہم و صاحبِ علم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟ — میں آخرت کا شاہ، اور علمبردار ہوں

خود بنہ[۳] و بُنگاہِ من در نیستی ست — یک سوارہ نقشِ من پیشِ ستی ست
میرا سامان اور گھر (مُلک) عدم میں ہے — تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مُشکلم — ہم ہلالم ہم خیالِ اندر دِلم
اے مریمؑ! دیکھو میں ایک مُشکل نقش ہوں — میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دلت آمد نشست — ہر کجا کہ میگریزی با توہست
خیال جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا — جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

[۱] ایں دو وصف یعنی تنگی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مُٹھی سے سمجھ لو ہاتھ کی مُٹھی بند رکھوگے تو فراغ البالی اور کشادگی میسر آئے گی۔ پنجہ را۔ ہاتھ کی مُٹھی کا نہ ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے نہ بند رہنا۔ زیں دو وصف۔ مُٹھی کا نہ ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرند کی پرواز اُسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو بَروقت کھلیں اور بَروقت بند ہوں۔

[۲] چونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیلؑ کے اچانک رُونما ہوجانے سے ایسی تڑپیں جیساکہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین حضرت جبرئیلؑ کو روح الامین کہا جاتا ہے حضرت۔ دربارِ خداوندی۔ مَرَم۔ نہ بھاگ۔ سرافراز۔ باعزت۔ ذُبالہ۔ چراغ کی بتّی۔ سِماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ در عدم۔ عالمِ آخرت۔

[۳] بُنہ و بُنگاہ۔ بُنہ۔ سامان۔ بُنگاہ۔ سامان رکھنے کی جگہ۔ ستی۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی وجود بھی ہے، وجودِ مثالی بشکل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جز خیالے عارضیّ باطلے — کو بود چوں صبح کاذب آفلے

سوائے عارضی، باطل خیال کے — جو صبح کاذب کی طرح غائب ہوجانے والا ہے

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب — کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب

میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں — کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن لاحول عمران زادہ ام — کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ ام

اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو — میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لاحول بود — نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود

میری اصل اور غذا "لاحول" ہے — اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق — من نگاریدہ پناہم در سبق

آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں — میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مخلصہات بود — تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے — آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے نبود بتر از ناشناخت — تو برِ یاری ندانی عشق باخت

نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے — تو معشوق کے پاس ہے اور عشقبازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی — شادیِ را نام بنہادی غمی

تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے — تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چنیں لطفے کہ دارد یارِ ما — تو گریزانی ازو اے بیوفا

اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے — اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطف یارِ ماست — چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست

کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے — جبکہ ہم چور ہیں اس کا کھجور کا درخت ہمارے لیے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست — چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست

ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں — جبکہ ہم بے عقلی کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے می رود — چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود

ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے — جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہوجاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز — یوسفم گرگ از توام اے پُرستیز

خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا — میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں۔

ا؎ جز خیالے۔ عارضی خیال۔ خیال سے جدائی ممکن ہے۔ صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہوکر غائب ہوجاتی ہے۔ صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہوکر غائب نہیں ہوتی ہے۔ مکن۔ لاحول کے معنیٰ ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی طاقت سے نمودار ہوئی ہو اُس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

۲؎ لاحول یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ آں پناہم۔ جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اور اعوذ سے وہی چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ بود۔ دال مجہول ہے یعنی بود جاتی ہے۔

۳؎ آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیلؑ کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرمادیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے مخاطب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار۔ خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں خدا کی اِسقدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اُس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے زحمت کے اسباب بنگئے ہیں۔ مشکیں۔

خوشبودار چیز۔ تیر۔ آقا۔ زنجیر۔ زلف یعنی نعمتیں زحمتیں بنجاتی ہیں۔ خون۔ جو پانی خون بنگیا تھا وہ کہتا ہے مجھے ضائع نہ کر اور پانی بنا کر مجھ سے فائدہ اُٹھالے۔

تو نمی۱ بینی کہ یارِ بُردبار
تو نہیں دیکھتا ہے، کہ بُردبار دوست

چونکہ با اُو ضِد شُدی گردد چو مار
جب تو اُس کی ضِد بنا وہ سانپ جیسا بنجاتا ہے

لحمِ اُو و شحمِ اُو دیگر نشُد
اُس کا گوشت، اور چربی نہیں بدلی

بر قرارِ اوّلست آنساں کہ بُد
پہلے ہی کی طرح ہے جیساکہ تھا

عزم کردنِ آں وکیل از عشق کہ رجُوع کُند بہ بُخارا لااُبالی وار

محبت کی وجہ سے اُس وکیل کا ارادہ کرلینا، کہ لاپروا ہوکر بُخارا میں واپس آجائیگا

شمعِ مریمؑ را بہِل افروختہ
(حضرت) مریمؑ کی شمع جلتی چھوڑ

کہ بُخارا میرود آں سوختہ
کیونکہ وہ دِل جلا بُخارا کو جارہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز
سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں

رُو سوئے صدرِ جہاں کُن می گریز
(کہتا تھا) صدرِ جہاں کا رُخ کر، بھاگ،

ایں بُخارا منبعِ دانش بُوَد
یہ بُخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے

پس بُخارائیست ہر کانش بُوَد
جو اِس طرح کا ہو وہ بُخاری ہے

پیشِ شیخے۲ در بُخارا اندری
شیخ کے سامنے تو بُخارا میں ہے

تا بخواری در بُخارا ننگری
بُخارا کو ذلّت سے ہرگز نہ دیکھنا

جز بخواری در بُخارائے دلش
اُس کے دل کے بُخارا میں عاجزی کے سِوا

راہ ندہد جزر و مدِّ مُشکلش
اُسکی مُشکلات کا مدّ و جزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خُنک آں را کہ ذلّت نفسُہٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہوگیا ہے

وائے آں کس را کہ یُردی رفسُہٗ
اُس شخص پر حسرت ہے، جسکی دولتیاں اُسکو ہلاک کرتی ہیں

فُرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو
صدرِ جہاں کی جدائی جو اُس کی جان میں تھی

پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو
اُس نے اُس کے اعضاء کو پارہ پارہ کردیا تھا

گفت۳ برخیزم ہمانجا وا روم
اُس نے کہا میں اٹھتا ہوں اُسی جگہ واپس جاتا ہوں

کافر ار گشتم دِگر رہ بگروم
اگر میں کافر ہوگیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

وا روم آنجا بیفتم پیشِ اُو
اُسی جگہ واپس جاتا ہوں اُسکے سامنے گرتا ہوں

پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ اُو
اُس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لاڈالی ہے

زندہ کُن یا سَر بِبُر ما را چو میش
زندہ کردے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سَر قلم کردے

۱ تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو تو وہ دشمنی پر اُتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اُس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اِسی طرح سے ہے جیساکہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اُسکے مزاج میں تغیّر آیا ہے۔ لااُبالی۔ لاپروا۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بُخارا۔ یہ بُخار سے بنا ہے جو مجمعِ علوم کے معنیٰ میں ہے۔ منبع چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بُخارائی۔ لہٰذا بُخارائی اور بُخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

۲ پیشِ شیخے۔ شیخ کا دل بھی اِن معنیٰ کے اعتبار سے بُخارا ہے لہٰذا اُس کی عزّت کرو۔ جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اُسوقت جگہ پاؤگے جبکہ خواری اور ذلّت اختیار کروگے۔ رَفسُہٗ یعنی اُس کی گستاخی، رَفث یعنی شہوت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء۔

۳ گفت۔ یعنی وکیل نے کہا ہمانجا۔ یعنی بُخارا۔ نکو اندیش۔ معشوق جو کچھ بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کشتہ ۵۱ و مردہ بہ پیشت اے قمر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا

بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دگر
دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا

بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش
میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِیْ یَا مُنْیَتِیْ لَحْنَ النُّشُوْر
اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا

اُبْرُکِیْ یَا نَاقَتِیْ تَمَّ السُّرُوْر
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سُرور مکمل ہوگیا ہے

اِبْلَعِیْ ۵۲ یَا اَرْضُ دَمْعِیْ قَدْ کَفٰی
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں

اِشْرَبِیْ یَا نَفْسُ وُدًّا قَدْ صَفَا
اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہوگئی ہے

عُدْتَ یَا عِیْدِیْ اِلَیْنَا مَرْحَبَا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا

نِعْمَ مَا رَوَّحْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا
اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے جو تو نے مہکائی ہے

گفت اے یاراں رواں گشتم وداع
اُس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع

سوئے آں صدرے کہ میر است و مُطاع
اُس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دمبدم در سوز بریاں می شوم
میں دمبدم سوزش میں بُھن رہا ہوں

ہر چہ بادا باد آنجا می روم
جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند ۵۳
اگر وہ (اپنا) دل سنگِ خارا کی طرح بنا رہا ہے

جانِ من عزمِ بخارا می کند
میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من
وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے

پیشِ عاشق ایں بود حبُّ الوطن
عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہر ہا کدام بہتر ست
ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کون شہر بہتر ہے

وانبوہ تر و پُر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق اورا
اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اُس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان!

تو بغربت دیدہ بس شہر ہا
تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کدامیں شہر زانہا خوشتر ست
اُن میں سے کون شہر بہتر ہے؟

گفت آں شہرے کہ دروے دلبر ست
اُس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے

۵۱ کُشتہ۔ معشوق کے قدموں میں مر جانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ غَنِّ۔ تو گا۔ مُنْیَتِی۔ میری تمنا۔ اَلنُّشُوْر۔ دوبارہ زندہ ہونا۔ تَمَّ السُّرُوْر۔ سرور مکمل ہوگیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہوگیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف کوچ کروں۔

۵۲ اِبْلَعِی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو اُن کو نگل لے۔ وُدّ۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وَدَاع۔ رخصت۔ مُطاع جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بُخارا۔

۵۳ میکند۔ یعنی صدرِ جہاں نے اگرچہ اپنا دل سنگِ خارا کی طرح بنا لیا ہے۔ حُبُّ الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اُس کا محبوب ہو اُس شہر سے محبت کرے۔ غربت۔ بسا فر۔

هر کجا باشد شہِ ما را بِساط[1] — ہست صحرا گر بود سَمِّ الخیاط

جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو — وہ جنگل ہے، خواہ سوئیں کا ناکہ ہو

ہر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ — جنّت ست آں ارچہ باشد قعرِ چاہ

جہاں چاند جیسا یوسف ہو — وہ جنّت ہے، خواہ کنوئیں کی گہرائی ہو

با تو[2] دوزخ جنّت ست اے جاں فزا — با تو زنداں گُلشن ست اے دلربا

اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے — اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

شُد جہنّم با تو رضوان و نعیم — بے تو شُد ریحان و گُل نارِ جحیم

تیرے ساتھ جہنّم رضوان اور نعمت بن گئی — تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

ہر کجا تو با منی من خوش دلم — وَر بُود در قعرِ گورے منزلم

جہاں تو میرے ساتھ ہے، میں خوش دل ہوں — خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بُود — کہ تُرا با من سر و سودا بُود

دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے — جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس دراز ست ایں سخن از انتظار — عاشقِ صدرِ جہاں شُد بیقرار

یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے — صدرِ جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں اُورا از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لا اُبالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اُس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا، اور اُس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت اُورا ناصحے کاے بیخبر — عاقبت اندیش اگر داری ہُنر

اُس سے ایک نصیحت کرنیوالے نے کہا اے بے خبر! — اگر تو لیاقت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

درنگر پیس را بعقل و پیش را — ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را

عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے — اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں[3] بخارا می روی دیوانۂ — لائقِ زنجیر و زنداں خانۂ

بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے — قید خانہ، اور بیڑی کے لائق ہے

اُو ز تو آہن ہمی خاید ز خشم — اُو ہمی جوید تُرا با بیست چشم

وہ تجھ سے غصّہ میں لوہا چبا رہا ہے — وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

---

[1] بِساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سَمِّ الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنوئیں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف وہ مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شُد جہنّم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کہ تُرا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اُورا۔ یعنی وکیل کو۔ ہُنر۔ لیاقت۔ درنگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر اسکو شرطیہ مانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جارہا ہے تو تو دیوانہ ہے۔ بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ۔

میکند اُو تیز از بہرِ تو کارد[1] — اُو سگِ قحط ست و تو انبانِ آرد
وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے — وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رہیدی و خدایت راہ داد — سُوئے زنداں میروی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا — تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں مُوکّل آمدے — عقل بایستے کز ایشاں گم زدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے — عقل کا تقاضہ ہے، کہ تو اُن سے نہ ملتا

چوں مُوکّل نیست بر تو ہیچ کس — از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے — تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

عشقِ پنہاں کردہ بود اُو را اسیر — آں مُوکّل را نمی دید آں نذیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا — وہ ڈرانے والا اُس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکّل را مُوکّل مختفی ست — ورنہ اُو در بندِ سگ طبعی زچیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے — ورنہ کُتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ[2] عشق بر جانش نشست — بر عوانی و سیہ رُوئیش بست
شاہِ عشق کا غصہ اُس کی جان پر نازل ہوا ہے — اُس کو سپاہ گری اور رُو سیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند اُو را کہ ہیں اُو را بزن — زاں عوانانِ نہاں افغانِ مَن
وہ اُس کو مارتا ہے، کہ ہاں اُس کو مار — اُن مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد — گرچہ تنہا با عوانے میرود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے — اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کیساتھ جا رہا ہے

گر ازو واقف بُدے افغاں زدے — پیشِ آں سُلطانِ سُلطاناں شدے
اگر وہ اُس سے واقف ہوتا فریاد کرتا — شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک — تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا — یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر[3] دیدی خویش را اے کم ز مُور — زاں ندیدی آں مُوکّل را تو کور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے — اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

غرّہ گشتی زیں دروغیں پرّ و بال — پرّ و بالے کو کشد سُوئے وبال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے — وہ پر و بال جو تجھے مصیبت کیطرف کھینچ رہے ہیں

---

[1] کارد۔ چھری۔ انبان۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ دہ گوں۔ دس طرح۔ مُوکّل۔ یعنی سپاہی۔ گم زدے۔ عقل کا تقاضہ تھا کہ تو اُن سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکّل۔ یعنی تو بغیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اُس وکیل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈرانے والا نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہر مُوکّل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اِس وکیل پر ایک غیبی مُوکّل مُسلّط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مُسلّط ہوتا ہے جو اُس کو کُتے کی طرح کٹکھنا بنا دیتا ہے۔

[2] شاہِ عشق۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں۔ مولانا اُن غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دُعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

[3] میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لئے اس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ غرّہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور وہی دولت اور رتبہ اُس کو تباہ کرتا ہے۔

پَرِ سُبُک[1] دارد رہِ بالا کُند | چوں گِل آلودش گرانپا کُند

ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے | جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کُن پَر را گِل آلودہ مکُن | لیک گوشت کر شد و پندم کہن

کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان | لیکن تیرے کان بہرے ہوگئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہوگئی ہے

پند داد القصہ عاشق را بسے | عاذِل بیدرد ہمچوں ققنسے

القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی | ققنس جیسے، بیدرد ملامت گر نے

لااُبالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذِل را از سرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپرواہی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمُش کُن چند چند | پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند

اس نے کہا اے ناصح چپ ہوجا اس قدر | نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شُد بندِ من از پندِ تو | عشق را نشناخت دانشمند تو

تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہوگئی ہے | اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود درد | بوحنیفہؒ[2] و شافعیؒ درسے نکرد

جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے | ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکُن تہدید از کشتن کہ من | تشنہ زارم بخونِ خویشتن

تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں | اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست | مُردنِ عُشاق خود یک نوع نیست

عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے | عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او[3] دو صد جاں دارد از جانِ ہُدیٰ | واں دو صد را می کند ہر دم فدا

وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے | اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا | از نبی بر خواں تو عشر امثالہا

ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے | "اس کے دس گنا" قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رُو | پائے کوباں جاں برافشانم برو

وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے | میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کردوں

[1] پرِ سُبک۔ اگر انسان دولت اور غرور سے نجات پاجائے تو وہ عالَمِ بالا کی طرف پرواز کرسکتا ہے۔ گوشت۔ گوشِ تو۔ عاذِل۔ ملامتگر۔ ققنس۔ یہ ققنوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے، ایک پرند کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اِس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سُرود پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرند سے لیا ہے اسکی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اسمیں نر مادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرندہ اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کرکے اپنے چاروں طرف جمالیتا ہے اور دیپک راگ شروع کردیتا ہے جس سے اُن لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرند جل کر راکھ ہوجاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اِس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور انھیں سے پھر یہ پرند پیدا ہوجاتا ہے۔

[2] بوحنیفہؒ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کامل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن دردِ عشق کا انھوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکُن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جاسکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہے جو زندگی ختم ہونے پر آتی ہے بلکہ انکی موت کی بہت سی قسمیں ہیں سُرخ موت ہے جو نفس کشی سے حاصل ہوتی ہے سبز موت ہے جو پیوند لگی گدڑی سے حاصل ہوتی ہے ایک سیاہ موت ہے جو مخلوق کی اذیت سے حاصل ہوتی ہے اسلئے فرمایا گیا ہے مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ۔

[3] او۔ عاشق سینکڑوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اسکو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں۔ عشر۔ قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ یعنی جسنے ایک نیکی کی اسکو اُس جیسی دس حاصل ہوتی ہیں۔ گر بریزد۔ اگر محبوب عاشق کو قتل کر ڈالے تو [illegible]

آزمودم[۵۱] مرگِ مَن در زندگی ست — چوں رہم زیں زندگی پایندگی ست
میں نے آزمالیا، میری موت زندگی میں ہے — جب میں اِس زندگی سے نجات پا جاؤنگا تو ہمیشگی ہے

اُقْتُلُوْنِیْ اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتْ — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتاً فِیْ حَیَاتْ
اے معتمدو! مجھے قتل کردو، مجھے قتل کردو — بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیْرَ الْخَدِّ یَا رُوْحَ الْبَقَاءْ — اِجْتَذِبْ رُوْحِیْ وَجُدْ لِیْ بِاللِّقَا
اے روشن رُو! اے بقا کی جان! — میری روح کو جذب کرلے اور مجھے ملاقات بخش دے

لِیْ حَبِیْبٌ حُبُّہٗ یَشْوِی الْحَشَا — لَوْ یَشَا یَمْشِیْ عَلٰی عَیْنِیْ مَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلاتی ہے — اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبانِ دیگر ست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے — خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بوئے[۵۲] آں دلبر چو پرّاں می شود — ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
جب اُس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے — یہ سب زبانیں حیران ہوجاتی ہیں

بس کُنم دلبر درآمد در خطاب — گوش شو واللهُ اَعْلَمُ بِالصَّواب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کردی — کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں بترس — کو چو عیّاراں کُند بر دار درس
چونکہ اب ڈر، عاشق نے توبہ کرلی — وہ مکاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھائیگا

گرچہ[۵۳] ایں عاشق بُخارا می رود — نے بہ درس و نے باُستا می رود
اگرچہ یہ عاشق بُخارا کو جا رہا ہے — لیکن، سبق اور اُستاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

عاشقاں را شد مُدرّس حُسنِ دوست — دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
محبوب کا حُسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے — اُنکی کتاب اور درس اور سبق اُس کا چہرہ ہے

خامُش اند و نعرۂ تکرارِ شاں — می رود تا عرش و تختِ یارِ شاں
وہ چُپ ہیں، اور اُن کی تکرار کی آواز — عرش اور اُن کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ — نے زیادات ست و باب و سلسلہ
اُن کا سبق شور، اور رقص، اور جوش ہے — نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

---

[۵۱] آزمودم۔ عاشق کی زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے یعنی معتمد علیہ۔ خد۔ رخسارہ۔ حشا۔ باطن۔ پارسی۔ چونکہ اہلِ وطن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہارِ خیال کر اگرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان بڑھی ہوئی ہے۔ عشق۔ داستانِ عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن اُن کو سمجھنے والے کم ہیں۔

[۵۲] بوئے۔ معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ بس کُنم۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ۔ عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کرلے تو اُس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کرلیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کردیتا ہو۔ عیّاراں۔ دھوکے باز۔

[۵۳] گرچہ۔ اُس عاشق کی بُخارا کی طرف روانگی۔ درس، سبق اور اُستاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جارہا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق کا اُستاد تو حُسنِ دوست ہو اور اُس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار۔ سبق کا دُھرانا۔ آشوب۔ شور و غوغا۔ چرخ۔ رقص۔ زیادات۔ امام محمدؒ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب۔ کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب۔ سلسلہ۔ کتاب کا نام ہے، لاانتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہوکر موجود ہونا، سلسلۂ حدیث۔

سلسلۂ ایں قوم جعدِ[1] مشکبار | مسئلہ دورست لیکن دورِ یار
اِس قوم کا سلسلہ مُشک برسانیوالے گھنگریالے بال ہیں | دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلۂ کیس ار بپرسد کس ترا | گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے | کہدے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا

گر دمِ خُلع و مَبارا می رود | بد مبیں ذکرِ بخارا می رود
اگر خُلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے | بُرا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکرِ ہر[2] چیزے دہد خاصیتے | زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے | کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بخارا در ہنرہا بالغی | چوں بخواری رُو نہی زو فارغی
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے | جب خواری کیساتھ رُخ کریگا تو اُنکا فارغ التحصیل بنے گا

آں بخاری غصۂ دانش نداشت | چشم بر خورشیدِ بینش می گماشت
اُس بُخارا کو جانیوالے کو علم کا اُچھُو نہ لگتا تھا | اُس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ | اُو ز دانشہا بجوید دستگاہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا | وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

با[3] جمالِ جاں چو شد ہم کاسہ | باشدش ز اخبار و دانش تاسہ
جو رُوح کے حُسن کا ہم پیالہ بن گیا | اُس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بُود غالب فرا | زاں ہمی دُنیا بچربد عامہ را
آنکھوں سے دیکھ لینا، عقل پر غالب ہوتا ہے | اِسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین | واں جہانے را ہمی دانند دین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں | اور اُس عالم کو اُدھار سمجھتے ہیں

قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنیٰ نہیں ہیں اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی ہے مشہور ہے "بآوازِ دولاب مستی کنند" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ در بخارا۔ بُخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب بنو گے کہ خواری جو لوازمِ عشق میں سے ہے اختیار کرلو۔ غُصّہ۔ گلے کا اُچھو، غم، یعنی اِس وکیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ وہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جسکو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے وہ محض ذکرِ اسمار و صفات کا متمنی نہیں ہوتا ہے۔

[3] با جمال جس کو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہوجاتے ہیں۔ دید۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اِسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اُن کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ واں جہانے یعنی عالمِ آخرت۔ دین۔ اُدھار۔

[1] جعد گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا، ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اُس چیز پر موقوف ہو۔ کیس۔ تھیلی یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تھیلی کو امانت میں رکھتے وقت تھیلی کی رقم گن کر نہ دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کرکے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟ گو۔ یعنی مسائل فقیہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تھیلی میں نہیں سما سکتے ہیں اور اُس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا مطالبہ کرنا۔ مُبارا۔ مُبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کیوجہ سے جُدائی۔ بد مبین۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اُس کو روحانی احوال پر محمول کرلے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنیٰ پہنالے۔

[2] ذکر ہر چیزے۔ یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اُس سے عاشق بہت سے معنیٰ اخذ کرلیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اُس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیار کے

باز رو سوئے حدیثِ آں جواں | کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں
اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ | کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادنِ آں عاشق بسوئے بُخارا

اُس عاشق کا بخارا کی جانب رُخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونابہ ریز | دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز
اُس خون بہانے والے عاشق نے رُخ کیا | جلتے ہوئے دل کے ساتھ، بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہاموں[1] پیشِ اُو ہمچوں حریر | آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیر
جنگل کا ریت اُس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا | جیحوں کا پانی اُس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں | می فتاد از خندہ اُو چوں گل ستاں
وہ جنگل اُس کے سامنے چمن کی طرح تھا | وہ مسرت سے پھول چُننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمرقند ست قند اما لبش | از بخارا یافت واں شُد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اُسکے ہونٹوں نے | بخارا سے حاصل کی، وہی اُس کا مذہب ہوگیا

اے بُخارا عقل افزا بودۂ | لیک از من عقل و دیں بر بودۂ
اے بُخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا | لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدر می جویم ازانم چوں ہلال | صدر می جویم دریں صفِ نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسی وجہ سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں | اِن جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

چوں سوادِ[2] آں بخارا را بدید | در سوادِ غم بیاضے شُد پدید
جب اُس نے اِس بُخارا کے اطراف کو دیکھا | غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بیہوش و دراز | عقلِ اُو پرید در بستانِ راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا | اُس کی عقل اَسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سر و رُویش گلابے میزدند | از گلابِ عشقِ اُو غافل بُدند
لوگوں نے اُس کے منہ اور سر پر عرقِ گلاب چھڑکا | وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بود | غارتِ عشقش ز خود بربیدہ بود
اُس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا | عشق کی غارتگری نے اُسکو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہ[3] در خورِ ایں دم نۂ | با شکر مقروں نۂ گرچہ نئی
تو ٹھٹھرا ہوا اِس بات کے لائق نہیں ہے | تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنّا ہے

---

۱ ہاموں۔ صحرا، جنگل۔ حریر۔ ریشمین کپڑا۔ جیحوں۔ دریا کا نام ہے۔ آبگیر۔ تالاب۔ گُل ستاں۔ پھول چُننے والا۔ مذہبش۔ یعنی اُس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ اے بُخارا۔ وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ ہلال۔ پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صفِ نعال۔ یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

۲ سواد۔ شہر کے اطراف۔ گلابے۔ بیہوش کو ہوش میں لانے کیلئے عرقِ گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے، یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرقِ گلاب سے۔ غارت۔ یعنی اُس کو عشق کے حملے نے بیہوش بنایا تھا۔

۳ تو فسردہ۔ مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں اُنس کا مادّہ نہیں ہے۔

رختِ[1] عقلت با تو ہست و عاقلی — کز جنودً لَّم تروہا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحبِ عقل ہے — کیونکہ تو اُن لشکروں سے جنکو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رود سوئے بخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل — تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

در آمدن آں عاشقِ لاابالی در بخارا و تحذیر کردن دوستانش او را از پیدا شدن

اُس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اُس کو نمودار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادماں — شہرِ معشوق خود و دارالاماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آگیا — اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر — مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اُس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے — چاند اُس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن منشیں گریز
جس نے بھی اُس کو بخارا میں دیکھا کہا اُٹھ جا — ظاہر ہونے سے پہلے، مت بیٹھ، بھاگ جا

کز ترا می جوید آں شہ خشمگیں — تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے — تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ اللہ[2] در میا در خونِ خویش — تکیہ کم کن بر دم و افسونِ خویش
خدا کے لئے، اپنے خون کے درپے نہ ہو — اپنے دَم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنہ صدرِ جہاں بودی و راد — معتمد بودی مہندس اوستاد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا — تو معتمد تھا، اُستاد انجنیر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم — گشتی از بہر گناہے متہم
تو اُس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا — ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

غدر کردی و زجزا بگریختی — رستہ بودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا — تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا[3] بگریختی با صد حیل — ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا — تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارد دق کند — عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے — عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

---

[1] رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرارِ غیبی سے غافل ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اُس نے وہ لشکر اُتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اِس سے لشکرِ عشق مُراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔۔۔۔ دارالامان۔ امن کی جگہ۔ اثیر آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آگیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

[2] اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے۔ تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کہ لوگ تجھے بچا لیں گے نہ یہ سمجھ کہ خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس۔ انجنیر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

[3] از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عُطارد۔ دبیرِ فلک۔

نحس ۵۱ خرگوشی کہ باشد شیر جُو — زیرکی و عقل و چالاکیت کُو

تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جُستجو کرے — تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی ؟

صد ہست چندیں فسونہائے قضا — گفت اِذا جَاءَ القَضَا ضَاقَ الفَضَا

قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں — فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہوجاتی ہے

صد رہ و مخلص بُود از چپ و راست — از قضا بستہ شود گر اژدہاست

دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں — قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

جوابِ گفتنِ عاشق عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامتگروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مُستَسقیم آبم کَشد — گرچہ میدانم کہ ہم آبم کُشد

اُس نے کہا میں اِستسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے — اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا

ہیچ مُستسقی نہ بگریزد ز آب — گر دو صد بارش کند مات و خراب

کوئی اِستسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے — اگرچہ وہ اُس کو دو سَو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شِکم — عشقِ آب از من نخواہد گشت کم

اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں — پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہوگا

گو ۵۲ یم آنگہ کہ بپرسند از بُطوں — کاشکے بحرم رواں بودے دروں

جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھینگے تو میں کہونگا — کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیکِ اِشکم گو بدر از موجِ آب — گر بمیرم ہست مرگم مُستطاب

میرے پیٹ کی مَشک کو کہدو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے — اگر میں مرگیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

من بہر جائے کہ بینم آبِ جُو — رشکم آید بُودمے من جائے اُو

میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں — مجھے رشک آتا ہے، کاش میں اُس کی جگہ ہوتا

دست ۵۳ چوں دف و شِکم ہمچوں دُہل — طبلِ عشقِ آب می کوبم چو گُل

ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے — میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

گر بریزد خونم آں رُوحُ الاَمیں — جُرعہ جُرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں

اگر وہ روحُ الاَمین میرا خون بہادے — میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام — تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام

میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں — جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

۵۱
نحس - جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اِذا - یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہوجاتی ہے۔ . . . . . از قضا - اژدھے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہوجاتا ہے جیسے کسی نے اُس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں - عاذ کی جمع ہے، ملامتگر۔ مُستسقی - اِستسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کشد - پانی پینا اُس کیلئے سخت مُضر ہوتا ہے۔ کُند - یعنی وہ پانی اُس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کردیتا ہے اُس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

۵۲ گو یم - اِس مریض سے اگر باطن کے اَحوال دریافت کرو تو وہ تمنا کرے گا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بُطون - اندرون۔ خیک - مَشک۔ مُستطاب - پاکیزہ۔

۵۳ دست - اِستسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دُہل - ڈھول۔ گُل - پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ رُوحُ الاَمین - اِس سے مُراد حضرت جبرئیلؑ ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدرِ جہاں مراد ہے۔ چوں زمین - زمین اور پیٹ کا بچہ خون پیتا ہے عاشق بھی خونِ جگر پیتا ہے۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ ‌ ‌ ‌ روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں ‌ ‌ ‌ دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم[۵۱] کہ مکر انگیختم ‌ ‌ ‌ از مرادو خشمِ اُو بگریختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا ‌ ‌ ‌ میں نے اُس کے غصّہ اور مقصد سے گریز کیا

گو براں برجانِ مستم خشمِ خویش ‌ ‌ ‌ عیدِ قرباں اُوست عاشق گاؤمیش
کہدے، میری مست جان پر اپنا غصّہ جاری کرے ‌ ‌ ‌ وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خُسپید و گر چیزے خورد ‌ ‌ ‌ بہرِ عید و ذبح اُو می پرورد
گائے اگر سوتی ہے، اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے ‌ ‌ ‌ عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاوِ موسیٰؑ داں مرا جان دادۂ ‌ ‌ ‌ جُزو جُزوم حشرِ ہر آزادۂ
مجھے (حضرت) موسیٰؑ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی ‌ ‌ ‌ میرا جزو جزو ہر ہر آزاد کا حشر ہے

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں گشتۂ ‌ ‌ ‌ کمتریں جزوش حیاتِ کُشتۂ
(حضرت) موسیٰؑ کی گائے قربان شدہ تھی ‌ ‌ ‌ اُس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کُشتہ زاں آسیبش زجا ‌ ‌ ‌ در خطابِ اِضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا
اُس کی چوٹ سے مُردہ جگہ سے اُٹھ گیا ‌ ‌ ‌ "اُس کو اُس کے بعض سے مارو" کے حکم کے مطابق

یا کرامی[۵۲] اِذبحوا ھٰذا البقر ‌ ‌ ‌ اِن اَردتُم حشرَ اَرواحِ النظر
اے میرے بزرگو! اِس گائے کو ذبح کر دو ‌ ‌ ‌ اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی مُردم و نامی شُدم ‌ ‌ ‌ وز نما مُردم بحیواں سر زدم
میں جمادیت سے مَرا اور نباتی بن گیا ‌ ‌ ‌ اور نباتیت سے مَرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شُدم ‌ ‌ ‌ پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شُدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا ‌ ‌ ‌ تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ[۵۳] دیگر بمیرم از بشر ‌ ‌ ‌ تا برآرم از ملائک بال و پر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا ‌ ‌ ‌ تاکہ فرشتوں میں (ہو کر) بال و پر نکالوں

وز ملک ہم بایدم جستن زجُو ‌ ‌ ‌ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَهٗ
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیئے ‌ ‌ ‌ (کیونکہ) بجز اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم ‌ ‌ ‌ آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا ‌ ‌ ‌ وہ جو عقل میں نہیں آسکتا وہ ہو جاؤں گا

۵۱ من پشیمانم۔ میں اپنے محبوب صدرِ جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں۔ گو۔ محبوب سے کہہ دو کہ میرے اوپر اپنا غصّہ اُتار لے۔ گاؤمیش بھینس۔ گاؤ۔ گائے کا خواب و خورسب عید قرباں میں قربان ہونے کیلئے ہوتا ہے۔ گاوِ موسیٰؑ۔ قرآن پاک کے اس قصّہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا کچھ حصّہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ تو دوسروں کی زندگی ہے مجھ کو اسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْهُ۔ قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض سے مارو۔

۵۲ یا کرامی۔ اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ تم جسم کو جو بمنزلہ گائے کے ہے مجاہدے کے ذریعہ فنا کر دو تو تمہاری نظری روحیں جو حواس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں زندہ ہو جائینگی۔ از جمادی۔ عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اسکا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا لغو بات ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ اسکی ساخت اسطرح ہوتی ہو کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتیت اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسمِ انسانی بنجاتے ہیں۔

۵۳ حملۂ دیگر۔ جب انسان مرتا ہو تو یہ مادی جسم جسمِ مثالی بنجاتا ہے اور وہ انسان ملائک کی صفت میں آجاتا ہے۔ وز ملک۔ پھر مجھے ملکیت کو بھی ختم کرنا ہے کیونکہ وہ بھی فانی ہے اور عدمِ اضافی اختیار کرکے بحرِ وحدت میں شامل ہوجاتا ہے۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1] — گویدم کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون

پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح — مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اُسکی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کاتفاق اُمّت ست — کاب حیوانی نہاں در ظلمت ست

موت کو سمجھ لے، کیونکہ تمام لوگوں کا اتّفاق ہے — کہ آب حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بروزیں طرف جُو — ہمچو مُستسقی حریص و آب جُو

نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اُگ جا — اِستسقاء کے مریض کیطرح پانی کا حریص اور تلاش کرنیوالا

مرگِ اُو آبست و اُو جویائے آب — می خورد وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اِس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے — اُس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسُردہ عاشقِ ننگیں نمد — کو ز بیمِ جاں ز جاناں می رمد

اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق! — کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سُوئے تیغِ عشقش اے ننگِ زناں — صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں

اے زمانہ کیلئے باعثِ ذلّت! اُسکے عشق کی تلوار کیجانب — لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جُوئے[2] دیدی کوزہ اندر جُو ریز — آب را از جُوئے کے باشد گریز

تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہادے — پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آبِ کوزہ چوں در آبِ جُو شود — محو گردد در وے و چوں اُو شود

پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے — اُس میں فنا ہو جاتا ہے اور اُس جیسا ہو جاتا ہے

وصفِ اُو فانی شود ذاتش بقا — زیں سپس نے کم شود نے بد لقا

اُس کا وصف فانی اور اُسکی ذات باقی بنجاتی ہے — اُسکے بعد نہ وہ گھٹتا ہے، نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدنِ آں عاشق بمعشوق چوں دست از جاں بشُست

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اُس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل[3] اُو آویختم — عذر آں را کہ از وے بگریختم

میں نے اپنے آپ کو اُسکے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا — اِس معذرت میں کہ میں اُس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کُن بر رُوے و سر — جانبِ آں صدر شد با چشمِ تر

سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح — پُرنم آنکھوں کیساتھ اس صدرِ(جہاں) کیطرف روانہ ہو گیا

بر رُخِ چوں زعفراں اشک رواں — رفت آں بیدل سوئے صدرِ جہاں

زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا — وہ بیدل، صدرِ جہاں کی جانب چلا

---

[1] ارغنون۔ ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔ مرگ۔ موت بمنزلہ اُس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر گھاس دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگِ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اُسکی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اُس کی تیغ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

[2] جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈالدے تو اُس کا اپنا تشخص ختم ہوجائیگا اور وہ باقی ببقاء حق ہوجائیگا پھر اُسمیں نہ کمی آئیگی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

[3] بر نخل۔ چونکہ میں اُس سے بھاگا تھا اب اُسکے قدم پر قربان ہوجاؤں گا۔ ہمچو۔ وہ گیند کی طرح لُڑھکتا ہوا اور روتا ہوا صدرِ جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفران۔ فراق میں اُس کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا تھا۔

هم کفن[۱] ہم تیغ اندر دستِ اُو
کفن بھی، اور تلوار بھی اُس کے ہاتھ میں

چونکہ بُود اُو عاشق و سرمستِ اُو
کیونکہ وہ اُس کا عاشق اور متوالا تھا

جُملہ خلقاں مُنتظِر سر در ہوا
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے

کِش بسوزد یا برآویزد وُرا
کہ وہ اُس کو جلائے گا یا اُس کو پھانسی دیگا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را
اب اِس پورے احمق کے ساتھ

آں نماید کہ زماں بدبخت را
(صدرِ جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت کے ساتھ کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید
اُس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا

احمقانہ در فتاد از جاں بُرید
بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیک شمعِ[۲] عشق چوں آں شمع نیست
لیکن عشق کی شمع اُس شمع کی طرح نہیں ہے

روشن اندر روشن اندر روشنیست
روشن، در روشن، در روشن ہے

اُو بعکسِ شمعہائے آتشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے

می نماید آتش و جملہ خوشی ست
آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

صفت کردنِ آں مسجد کہ مہمان کُش بُود و آں عاشقِ مرگ
اُس مسجد کی بات جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اُس لاپروا، موت

جوئے لاابالی کہ دراں مسجد مہمان شُد
کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کُن اے نیک پے
اے نیک خصلت! ایک قصہ سُن

مسجدے بُد بر کنارِ شہرِ رَے[۳]
رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس در وے نخفتے شب ز بیم
کوئی شخص رات کو اُس میں نہ سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے

کہ نہ فرزندش شُدے آں شب یتیم
اُس رات میں اُس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

ہر کہ در وے بیخبر چوں کور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اُس میں چلا گیا

صُبحدم چوں اختراں در گور رفت
صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

خویشتن را نیک ازیں آگاہ کُن
اپنے آپ کو اِس سے اچھی طرح باخبر کرلے

صُبح آمد خواب را کوتاہ کُن
صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ پریانند تند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں

اندر و مہماں کُشاں با تیغِ کُند
اُس میں مہمان کو کُند تلوار سے مار ڈالنے والی

---

۱ ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کرلی تھی۔ سر در ہوا۔ یعنی سر اُبھارے ہوئے۔ کِش۔ یعنی صدر جہاں اُس کو کس قسم کی سزا دے گا۔ ایں زماں۔ اب اُس کو ایسی سزا ملے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا۔

۲ لیک۔ لیکن اُن کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمعِ عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اِس شمع پر قربان ہونا مجسّم خوشی ہے۔ مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔

۳ رَے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔ یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اُس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔ خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ اِس کہانی سے عبرت حاصل کرے صبحِ قیامت نزدیک ہے خوابِ غفلت سے بیدار ہو جا۔ تند۔ یعنی بد مزاج پریاں تکلیف دیکر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحرست[۵۱] و طلسم
کوئی کہتا کہ جادو، اور طلسم ہے
کہ رَصد باشد عدوِّ جان و جسم
جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں بیٹھا ہے

آں دگر گفتے کہ بر نہ نقشِ فاش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان لگا دے
بَر درش کاے میہماں اینجا مباش
اُسکے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخُسپ اینجا اگر جاں بایدت
اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سو
وَرنہ مرگ اینجا کمیں بکُشایدت
ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا لگا دو
غافلے کاید شمارہ کم دہید
کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد
ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں دَر آمد وقتِ شب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا
کو شنیدہ بُود آں صیتِ عجب
جس نے وہ عجیب شہرت سُنی تھی

از برائے آزموں می آزمُود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا
زانکہ بس مَردانہ و جانباز بُود
کیونکہ وہ بہت بہادر اور جان باز تھا

گفت کم گیرم سَر و اشکنبہ
اُس نے کہا میں سَر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں
رفتہ گیر از گنجِ جاں یک حبّہ
فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

صورتِ[۵۲] تن گو برو من کیستم
جسم کی صورت کو کہدے چل جائے اور میں کون ہوں
نقش کم ناید چو من باقیستم
صورت کی کمی نہ ہوگی جب میں باقی ہوں

چوں نَفَخۡتُ بُودم از لطفِ خدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نَفَخۡتُ تھا
نفخِ حق باشم زنائے تن جُدا
میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہونگا بدن کی بانسری سے

تا نیفتد بانگ نفخش ایں طرف
جبتک کہ اُس (کے صُور) کی آواز اس طرف نہ آئے
تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف
حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں تَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ[۵۳] گفت اے صادقیں
جبکہ اُس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو!
صادقم جاں را بر افشانم بریں
میں سچا ہوں اس فرمان پر جان نثار کر دوں گا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن
مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اُس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

۵۱ سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگا دے۔ واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوتی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ صیت۔ شہرت۔ گفت۔ اُس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہو جائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔

۵۲ صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہو جائیگا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہیگی۔ نفخت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخۡتُ فِيهِ مِن رُّوحِي یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہو گیا تو اللہ کی پھونک باقی رہیگی۔ تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہو کر صرف نفخِ حق رہوں گا جب تک کہ اُس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہوگا تب پھر وہ نفخِ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہو جائیگا۔ تا رہد۔ میں نفخِ حق کو تن سے اسلئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہرِ نفخِ حق کیلئے یہ صدفِ جسم تنگ ہے۔

۵۳ چوں۔ قرآن پاک میں یہود کو خطاب کر کے فرمایا گیا فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ إِن كُنتُمۡ صَادِقِينَ "تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو" یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ — تا نکوبد جانستانت ہمچو کسپ[1]

لوگوں نے اُس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا — تاکہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال — کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال

اسلئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے — کہ اس جگہ جو سویا ہے (اُس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا — دیدہ ایم و جُملہ اصحابِ نُہٰے

اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ — دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شُدش — نیم شب مرگِ ہلاہل[2] آمدش

وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے — اُس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام — نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام

ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے — نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سُنا ہے

گفت الدِّینُ النَّصِیحَۃ آں رسُول — آں نصیحت در لغت ضدِ غلول

رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیر خواہی ہے" فرمایا ہے — خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی — در غلولی خائن و سگ پوستی

یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے — خود غرضی میں خیانت اور کُتا پن ہے

بے خیانت ایں نصیحت از وداد — می نمائیمت مگرد از عقل و داد

یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے — ہم تجھے کر رہے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جوابِ گفتنِ عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کا نصیحت کرنے والوں اور ملامتگروں کو جواب دینا

گفت او اے ناصحاں من بے ندم[3] — از جہانِ زندگی سیر آمدم

اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے — زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جُو و زخم خواہ — عافیت کم جُوئے از منبل براہ

میں بے حس زخم کو تلاش کرنیوالا اور زخم کا خواہشمند ہوں — بے حس آدمی سے راہِ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

منبلے نے کو بود خود برگ جُو — منبلے ام لا اُبالی مرگ جُو

(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے — میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواہ موت کا تلاش کرنیوالا ہو

منبلم بے زخم نا ساید تنم — عاشقم بر زخمہا بر می تنم

میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے — میں عاشق ہوں زخموں کے جگر کاٹتا ہوں

منبلے نے کو بکف پول آورد — منبلے چستے کزیں پل بگذرد

میں وہ بے حس نہیں ہوں جو مٹھی میں روپیہ جمع کرے — وہ بے حس چالاک (ہوں) جو اس پل سے گزر جائے

---

[1] کُسب۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ کھل۔ کُھلی۔ نُہیٰ۔ نُہیہ کی جمع ہے، عقل۔

[2] ہلاہل۔ چین میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اُگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنیٰ میں آنے لگا ہے۔ ایں را۔ یعنی اِس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ النّصیحۃ خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وِداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف

[3] ندم۔ ندامت۔ منبل۔ سُست، بے حس۔ برگ۔ ساز و سامان۔ پول۔ نقدی۔ ازیں پل۔ یعنی دنیا طلبی۔

آں نہ کو بر ہر دُکانے بر زند — بل جہد از کَون و کانے بر زند
نہ وہ کہ جو ہر دُکان پر مارا مارا پھرے — بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگِ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفص ہشتن پریدن مُرغ را
اِس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لئے شیریں ہوگئی ہے — جیسا کہ پرند کے لئے پنجرا چھوڑنا (اور) اُڑ جانا

آں قفص کو ہست عینِ باغ در — مُرغ می بیند گلستان و شجر
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے — پرند باغ، اور درخت دیکھ رہا ہے

جوقِ مُرغاں از بروں گردِ قفص — خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف — آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مُرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست وے صبر و قرار
پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے — نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند — تا بُود کایں بند از پا بر کند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے — کہ شاید اُس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بُود — آں قفص را در کشائی چوں بُود
جب اُس کا دل اور جان اسطرح باہر (کی مشتاق) ہو — اُس پنجرے کا دروازہ کُھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں مُرغِ قفص در اندہاں — گرد بر گرد ش بحلقہ گربکاں
وہ پنجرے کے اُس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں — (اور) اُس کے اِرد گرد بلّیاں حلقہ کئے ہوں

کے بُود اُو را دریں خوف و حزن — آرزوئے از قفص بیروں شدن
اُس کو اِس ڈر اور رنج میں کب ہوگی؟ — پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

اُو ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص — صد قفص باشد بگردِ ایں قفص
وہ چاہے گا کہ اِس ناگوار زنبیل کی بجائے — اُس پنجرے کے چاروں طرف سَو پنجرے ہوں

بیانِ آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بُود کہ فنِ اُو
اُس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اِس دنیاوی زندگی پر اِس وجہ سے

ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نور زیدہ است کہ دراں بازار
تھا کہ اُس کا فن اِس جگہ کام آتا تھا اور اُسنے وہ ہنر اختیار کیا تھا

بکار آید آنجا خود را بعوام یکساں می بیند وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ
جو اُس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اُس دن خدا کے لئے ہے

ا کانے۔ یعنی معرفتِ خداوندی کی کان۔ نقلم یعنی اِس دنیا سے منتقل ہونا۔ چوں قفص۔ یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اُڑ جانا شیریں ہوتا ہے۔ باغ در یعنی در باغ۔

۲ قِصص۔ قصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرند کو پنجرے میں نہ دانا اچھا لگتا ہے اور نہ اُس کو صبر و قرار ہوتا ہے۔ چوں۔ جب پرند کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اُس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

۳ نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلّیاں دیکھے تو وہ بیشک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص۔ فا ساکن کے ساتھ زنبیل، بھولا فروزِ شعری کی وجہ سے فا پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے چونکہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اُس کو کوئی علم نہ تھا لہٰذا وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ رادؔ[1] | از ہوائے ایں جہاں واز مُراد
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا | اس دنیا کی محبت اور مُراد میں

راضیم کز من بماند نیم جاں | کہ ز کونِ استرے بینم جہاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے | تاکہ خچر کی دُبر سے دُنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود قطار | مُرغش آئس گشتہ بودست از مطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلّیاں دیکھتا ہے | اُس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہوگیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں | در عدم نادیدہ او حشرِ نہاں
یا اُس نے اِس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے | اُس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنینؔ[2] کش میکشد بیروں کرم | می گریزد او پسپس سوئے شکم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اُسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے | وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لطف رُویش سوئے مصدر میکند | او مقر در پشت مادر می کند
مہربانی اُس کا رُخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے | وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام | اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
کہ میں اگر اِس شہر سے قدم باہر رکھوں گا | ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا درے بودے دریں شہرِ وخم | کہ نظّارہ کردمے اندر رحم
یا اِس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی | کہ میں رحم میں سے نظّارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بُدے | کہ ز بیرونِ رحم دیدہ شُدے
یا سوئیں کے نکوے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا | کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

اینچنیں ہم غافل ست از عالمے | ہمچو جالینوس او نا محرمےؔ[3]
وہ بھی دنیا سے اِسی طرح غافل ہے | وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

او نداند کو رطوباتے کہ ہست | آں مدد از عالمِ بیرونی است
وہ نہیں سمجھتا، کہ وہ رطوبتیں جو ہیں | وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر در جہاں | صد مدد دارد ز شہرِ لامکاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر | لامکان کے شہر سے سینکڑوں مددیں پاتے ہیں

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است | آں ز باغ و عرصہ در تافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے | وہ باغ اور میدان سے رونما ہوا ہے

---

[1] رادؔ۔ عقلمند۔ ہوا۔ خواہش، محبت۔ کونِ استرے یعنی ذلیل مقام۔ آئس۔ مایوس۔ مطار۔ اُڑنے کی جگہ، اُڑان۔

[2] جنینؔ۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ پسپس۔ واپس۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ مقر۔ قیام گاہ۔ گام۔ قدم۔ وخم۔ ناموافق مقام۔ چشمِ سوزن۔ سوئیں کا نکوا۔

[3] نامحرم۔ ناواقف راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی اُن غذاؤں سے حاصل ہوئی ہیں جو باہر سے اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ اسمار، عالمِ ملکوت۔

جانہائے[1] انبیاء بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ

انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں — اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس ز جالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں — وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور ز جالینوس ایں گفت افتریست — پس جوابم بہرِ جالینوس نیست

اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے — تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جوابِ آنکس آمد کایں بگفت — کہ نبود ستش دلے با نور جفت

(پھر) یہ اس کیلئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے — کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مرغِ[2] جانش موش شد سوراخ جو — چوں شنید از گربگاں او عرجوا

اُسکی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا — جب اُس نے بلیوں سے "گیر لو" سُنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار — اندریں سوراخِ دنیا موش وار

اسی لئے اُس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا — چوہے کی طرح اِس دنیا کے سوراخ میں

ہم دریں سوراخ بنّائی گرفت — در خورِ سوراخ دانائی گرفت

اِسی سوراخ میں اُس نے تعمیر سازی کی — سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مر اورا در مزید — اندریں سوراخ کار آید گزید

وہ پیشے جو اُس کے لئے اضافے میں — اِس سوراخ میں کام آئیں، اُس نے اختیار کئے

زانکہ دل برکند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رہیدن از بدن

کیونکہ اُس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

عنکبوت[3] ار طبعِ عنقا داشتے — از لعابے خیمہ کے افراشتے

مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص

بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈال دیا — اُس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و سُدّہ و جذام و ماشرا

چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ اور سُدّہ، اور کوڑھ، اور منہ کا ورم ہے

---

[1] جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور مثلِ فارغ اقبال ہیں۔ افترے یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے ہو جو اس عقیدے کا ہے اور اُس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

[2] مرغِ جانش۔ جسکے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سُن لی ہو اور بھٹ کی جستجو کرے۔ زاں۔ اسی سے وہ اِس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہمدریں۔ وہ اِس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اِس کی دنیا بنائیں۔ زانکہ۔ چونکہ اُس کو عالمِ آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

[3] عنکبوت۔ اُس کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک کمزور جالا تنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورتِ امراض اُس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آجاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ کھسرا۔ قولنج۔ آنتوں کا درد جو سُدّہ بیٹھ جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ سُدّہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

گربہ[1] مرگ ست و مرض چنگالِ او — میزند بر مرغ و پرّو بالِ او

موت بلی ہے، اور مرض اُس کا پنجہ ہے — جو وہ پرندا اور اُس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دَوَد سُوئے دوا — مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا

وہ دوا کی جانب اِدھر اُدھر دوڑتا ہے — موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا — کہ ہمی خواند ترا تا حُکم گاہ

یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے — کہ وہ تجھے عدالت میں بُلاتا ہے

مُہلتے خواہی تو از وے در گریز — گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز

تو بچاؤ کے لئے اس سے مُہلت مانگتا ہے — اگر اُسنے مان لیا تو وہ مہلت ملی، ورنہ وہ کہیگا اٹھ جا

جُستنِ مُہلت دوا و چارہا — کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا

مُہلت طلب کرنا، دوا اور تدبیریں ہیں — تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

عاقبت[2] آید صباحے خشم وار — چند باشد مُہلت آخر شرم دار

بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہوکر آتا ہے — آخر مُہلت کتنی ہوگی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد — پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد

اے حاسد! بادشاہ سے عُذر خواہی کرلے — اُس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی — برکند زاں نُورِ دل یکبارگی

اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے — اُس نُور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش — کاں گوا سُوئے قضا میخواندش

وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بھاگتا ہے — کیونکہ وہ گواہ اُس کو موت کی طرف بُلاتا ہے

ناگہاں[3] گیرند اُورا خوار و زار — کش کشاں تا پیشِ قاضی شرمسار

اُسکو ذلیل اور عاجز (بنا کر) اچانک پکڑینگے — شرمندگی کی حالت میں اُسکو قاضی کے سامنے کھینچ لیجائینگے

زیں گذر کُن جانبِ آں شخص راں — کو بمسجد آمد آں شب میہماں

اِس کو چھوڑ اُس شخص کی جانب چل — جو اُس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردنِ اہلِ مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکُن جلدی برو — تا نگردد جامہ و جانت گرو

لوگوں نے اُس سے کہا بہادری نہ دکھا چلاجا — تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہوجائیں

---

[1] گربہ۔ موت بلی ہے اور یہ امراض اسکے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بُلاتی ہے۔ حکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ مُہلتے۔ تو دوا کرنے کے لئے مُہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مُہلت دیدی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر اُس نے مُہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کردیتا ہے۔ خیز یعنی اُٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اسکو درست کرنا چاہتا ہے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئیگا اور پھر وہ مُہلت نہ دیگا۔ عذر لہٰذا مناسب ہے کہ اُس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کرلی جائے۔ ظلمت یعنی خواہشاتِ نفسانی کی ظلمت۔ بارگی۔ گھوڑا۔ برکند۔ خواہشات کا انہماک نورِ خداوندی سے جُدا کردیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے۔

[3] ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ قاضی یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اُس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرو یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غزو جُو
خیال کے وقت اُس کا دل جنگجو ہے

پس[1] بیک سوزن تہی شُد خیکِ اُو
پھر ایک سوئیں سے اُس کی مشک خالی ہوگئی

من عجب دارم ز جُویائے صفا
مجھے صفائی کے (اُس) طالب پر تعجب ہے

کُو رمد در وقتِ صیقل از جفا
جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعوئ جفا دیدن گواہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے

چوں گواہت نیست شُد دعوی تباہ
جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو

بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج
سانپ کو چوم لے، تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے

بلکہ با وصفِ بدی اندر تو در
بلکہ اُس بُری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد[2] چوبے کہ آں را مرد زد
اُس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری

بر نمد آں را نزد بر گرد زد
وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا

آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اُسنے گھوڑے کو نہیں مارا اُسکی سُست رفتاری کو

تا ز سکسک وا رہد خوش پے شود
تاکہ وہ سُست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار (ہوجائے)

شیرہ را زنداں کُنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بنجائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا

قند بُود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مردے آنچناں اش زار زار
ایک شخص نے اُس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا

آمد و بگرفت زودش در کنار
کہ وہ آیا اور فوراً اُس کو بغل میں لے لیا

گفت[3] چنداں آں یتیمک را زدی
اُس نے کہا تونے اِس یتیم بچے کو اتنا مارا

چوں نترسیدی ز قہر ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت اُو را کے زدم اے جانِ دوست
اُسنے کہا اے پیارے! میں نے اُسکو کب مارا ہے؟

من بر آں دیوے زدم کو اندر وست
میں نے اُس شیطان کو مارا ہے جو اُسکے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے

مرگ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

[1] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئیں چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفائے قلب چاہتا ہے اُس کیلئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اُس کا گواہ ہے، دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے۔ بوسہ۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اُس کو مانوس کرکے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا دراصل اُس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[2] بر نمد۔ محسوسات میں اُس کی مثال یہ ہے کہ کمبل جھاڑنے کے لئے اُس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کمبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گر بزد۔ سُست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اُس کی سُستی پر مارا جاتا ہے۔ سکسک۔ سُست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے شیرہ کو مٹکے میں اسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اُس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ اُستاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اُس میں اُسکی اصلاح اور خوبی ہے۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے اُستاد کو ڈانٹا تو اُستاد نے یہی کہا کہ مقصد اِس بچہ کو مارنا نہیں ہے بلکہ اُس شیطان کو مارنا ہے جو اِس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ ماں بچہ کو کوستی ہو اور مرنے کی بد دعا دیتی ہے تو اُس کا مقصد اُسکی بُری عادت کی موت ہوتی ہے۔

آں گروہے[1] کز ادب بگریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے
آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند
انھوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی کی

عاذِلاں شاں از وغا وا راندند
ملامت کرنیوالوں نے انھیں جنگ سے باز رکھا
تا چنیں حیز و مخنّث ماندند
یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرّہ ژاژ خا را کم شنو
بکواس کرنیوالے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن
با چنیہا در صفِ ہیجا مرو
ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

زانکہ زادُوکُم خبالاً گفت حق
کیونکہ (اللہ تعالیٰ) نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں" فرمایا ہے
کز رفاقِ سست برگرداں ورق
تاکہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شُما ہمرہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے
غازیاں بیمغز ہمچوں کہ شوند
غازی، تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن[2] را با شما ہم صف کنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے
پس گریزند و دلِ صف بشکنند
پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دیں گے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر
بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر
بہتر ہیں بہ نسبت اسکے کہ منافقوں کیساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کمِ خوش بیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے
بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ
بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک تی اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں
نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نئے اند
خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

گبر[3] ترساں دل بود کو از گماں
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان
می زید در شک ز حالِ آنجہاں
میں جی رہا ہے اُس جہان کے حال کے شک میں

میرود در رہ نداند منزلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے
گام ترساں می نہد اعمیٰ دلے
اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟
با تردّدہا و دلِ پُر خوں رود
متشکک اور پُرخون دل کے ساتھ چلتا ہے

---

۱ آں گروہے۔ جو لوگ مجاہدات کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذِلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ غرّہ۔ گھمنڈ۔ زَادُوْکُمْ خَبَالاً قرآن پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالاً "اگر وہ تم میں مل کر نکلتے تو زیادہ خرابیاں ڈالتے"۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق یعنی ان کی بات ہی نہ کرنا ان سے قطع نظر کر لو۔ غازیاں۔ یعنی انکی بزدلی مجاہدوں کو بھی ناکارہ بنا دیگی۔

۲ خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل ٹوٹیں گے۔ پس۔ تھوڑے بہادر بندوں کے مجمع سے بہتر نما ہست۔ اگر چھنے گھٹے تھوڑے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ باداموں سے جن میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن ان کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

۳ گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اسلئے ان کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

ہر کہ گوید ہائے ایں سو راہ نیست
جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اِس طرف راستہ نہیں ہے

اُو کُند از بیم آنجا وقف و ایست
وہ اُسی جگہ خوف سے توقف اور ٹھکاؤ کر دیتا ہے

ور بداند[٥١] رہ دلِ باہوش اُو
اگر اُس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے

کے رَوَد ہر ہائے و ہو در گوشِ اُو
تو ہر ہائے و ہو اُس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

پس مَشو ہمراہ ایں اُشتر دلاں
تو اِن اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن

زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفِلاں
کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند
وہ بھاگ جائیں گے، اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے

گرچہ اندر لاف سحرِ بابل اند
اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو ز رعنایاں مجو ہیں کارزار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ

تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبعِ طاؤسیت وَسواست کُند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے

دم دہد از تا مقامت بر کَند
وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹا دے

گفتنِ[٥٢] شیطان قریش را کہ بجنگ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آیید کہ
شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لئے کہنا کہ آؤ میں مدد کروں گا

من یاریہا کُنم و قبیلۂ خود را بیاری خوانم و گریختنِ اُو در ملاقات صفین
اور اپنے کنبہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا اور دونوں صفوں کی مڈبھیڑ کے وقت اُس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ

دم دمید و گفت گرد آرید جیش
منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کرو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم
تاکہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈالدیں

بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
زمین سے اُس کی بیخ و بُنیاد اکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد یکم
جب شیطان سپاہیوں میں ایکسو ایکواں بنگیا

خواند افسوں کا نّنی جارٌ لّکُم[٥٣]
اُس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمدند از گفتِ اُو
جب اُس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے

کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
تو اُن سے چالاکی سے گفتگو کی

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ اُلٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

---

٥١ ور بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شبہ ڈالنے سے سُست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا اُن منافقوں کو شریکِ سفر نہ کرنا چاہیے۔ اُشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے۔ آفلاں۔ آفِل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحرِ بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام۔ طبعِ طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اُس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔

٥٢ گفتن۔ جنگِ بدر کے موقع پر شیطان نے سُراقہ نجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا جیش۔ یعنی جنگِ بدر کے لئے لشکر جمع کرلو۔ صد یکم یعنی سَو پر ایک کا اضافہ افسوں۔ منتر۔

٥٣ جارٌ لّکُم۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ۔ اور جب شیطان نے اُن کی حرکتوں کو اُن کو اچھا کرکے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں

که بیارم من قبیلهٔ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا
تا که در ہیجا[1] بود پشتِ شما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون و یار یہا کنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا
تا سپاہِ دشمناں تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

چوں قریش از گفتِ او حاضر شدند
قریش جب اُس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہوگئے
ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
(اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک اِسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا
سوئے صفِّ مؤمناں اندر رہے
مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا)، راستے میں

آں جنودٌ لم تروہا صف زدہ
اُس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی
گشت جانِ او ز بیم آتشکدہ
اُس کی جان، خوف سے بھٹی بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں، واپس کھینچ کے روکتا تھا
که ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اَخافُ اللہَ مالی مِنہُ عَون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اُس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے
اِذْهَبُوا اِنِّی اَرٰی مالا ترون
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا، اے سراقہ کی شکل والے، ہائیں!
دی چرا تو می نگفتی ایں چنیں
کل تو نے اِس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اُس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں
گفت می بینی جعاشیشِ عرب
اُس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نبینی غیر ایں لیک اے تو شنگ
اِسکے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن اے شوخ!
آں زمانِ لاف بود ایں وقتِ جنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمّہ دار ہوں
کہ بود تاں فتح و نصرت دمبدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نُصرت ہوگی

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا
ویں زماں نامرد و ناچیز و مہیں
اب نامرد، اور ناچیز، اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دمِ تو و آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آگئے
تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

ف۱ ہیجا۔ جنگ۔ عون۔ مدد۔ چوں قریش۔ جنگِ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو یہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی۔ جنودٌ لم تروہا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اُتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

ف۲ گفت حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سُراقہ کی شکل میں آکر بہکایا تھا۔ حَرَب۔ راء کے فتحہ سے سختی۔ جعاشیش۔ جعشوش کی جمع ہے، گدا، فقیر۔ شنگ۔ بخری، شوخ۔

ف۳ پابنداں شدم۔ میں ذمہ دار ہوں۔ زعیم الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم۔ ہم تیرے مکر میں پھنس کر میدانِ بدر میں آگئے۔ تون۔ بھٹی۔ حمام۔ ہیزم۔ ایندھن۔

چونکہ حارث با سُراقہ گفت ایں ۔۔۔ از عتابش خشمگیں شد آں لعیں[1]

جب حارث نے سُراقہ سے یہ بات کہی ۔۔۔ وہ ملعون اُس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود خشمیں ز دستِ اُو کشید ۔۔۔ چوں ز گفتِ اُوش درد دل رسید

غصہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے چھڑا لیا ۔۔۔ چونکہ اُس کی گفتگو سے اُس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت ۔۔۔ خونِ آں بیچارگاں زیں مکر ریخت

شیطان نے اُسکے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا ۔۔۔ اِس مکاری سے اُن بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم اُو ۔۔۔ پس بگفت اِنّی بَرِیٓءٌ مِّنکُم

جب اُس نے اِتنی دنیا ویران کر دی ۔۔۔ تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

کوفت اندر سینہ و اَنداختش ۔۔۔ پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش

اُس کی چھاتی پیٹی اور اُس کو گرا دیا ۔۔۔ پھر بھاگ گیا جبکہ اُس پر ہیبت طاری ہُوئی

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند ۔۔۔ در دو صورت خویش را بنمودہ اند

نفس اور شیطان دونوں ایک تھے ۔۔۔ اُنھوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں فرشتہ[2] و عقل کایشاں یک بُدند ۔۔۔ بہرِ حکمتہاش دو صورت شدند

جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے ۔۔۔ اُس (اللہ) کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے ہیں

دشمنے داری چنیں در سِرِّ خویش ۔۔۔ مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش

تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے ۔۔۔ جو عقل کیلئے مانع، اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار ۔۔۔ پس بسوراخے گریزد در فرار

وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے ۔۔۔ پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ اُو سوراخہا دارد کنوں ۔۔۔ سر ز ہر سوراخ می آرد بروں

وہ اب اُس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے ۔۔۔ (اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نامِ[3] پنہاں گشتنِ دیو از نفوس ۔۔۔ واندراں سوراخ رفتن شد خنوس

شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے ۔۔۔ اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوسِ قنفذ ست ۔۔۔ چوں سرِ قنفذ ورا آمد شد ست

اُس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے ۔۔۔ سیہی کے سر کی طرح اُس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیو را خنّاس خواند ۔۔۔ کو سرِ آں خارپشتک را بماند

اللہ (تعالیٰ) نے اُس شیطان کو خنّاس کہا ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

---

[1] لعیں۔ یعنی شیطان جو بصورتِ سُراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں اُن کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

[2] چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام علیحدہ علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اُن کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے۔ جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سُنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اُس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[3] نام پنہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اِسی لئے قرآن میں اُس کو خنّاس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بلی سے چھوٹا ایک جنگلی جانور ہے اُسکے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منھ اندر کو گھسا لیتا ہے۔ خارپشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے۔

می نہاں گردد سرِ آں خار پُشت
اُس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے

دمبدم از بیمِ صیّادِ[۵۱] درُشت
فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں
جب اُس نے موقع پایا سر باہر نکالا

زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
ایسے مکر سے اُس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا

رہزناں را بر تو دستے کے بُدے
رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

زاں عوانِ مقتضی کہ شہوت ست
اُس تقاضہ کرنیوالے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے

دل اسیرِ حرص و آز و آفت ست
دل حرص، اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سِرّ شدی دزد و تباہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا

تا عواناں را بقہر تُست راہ
یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

در خبر[۵۲] بشنو تو ایں پندِ نکو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سُن لے

بَیْنَ جَنْبَیْکُمْ لَکُمْ اَعْدٰی عَدُوْ
کہ، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز
اس دشمن کی شان و شوکت (کی باتیں)، نہ سُن بھاگ جا

کو چو ابلیس ست در لج و ستیز
کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو او از بہرِ دنیا و نبرد
تجھ پر اُس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر

آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
اُس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[۵۳] گر مرگ را آساں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے

او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
وہ اپنے جادو سے اِس سے سَو گنا کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کہ کند
جادو، کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے

باز کوہے را چو کاہے می تند
پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بفن
فریب سے بُرائیوں کو بھلا کر دیتا ہے

نغزہا را زشت گرداند بظن
بدگمانی سے بھلائیوں کو بُرا بنا دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے

آدمی سازد خرے را از آیتے
فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

---

۵۱ صیّاد۔ شکاری۔ تا چو۔ سیہی موقع پا کر حملہ کرتا ہے۔ اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اُس سے عاجز آجاتا ہے۔ گر نہ۔ انسانی بُری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر بُرے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ زاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جسکو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو بُرائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب ہی بیرونی سپاہیوں کو اُس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

۵۲ در خبر۔ حدیث شریف میں ہے، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں انکی شان و شوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں۔ بر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کے دائمی عذاب کو سہل سمجھنے لگتا ہے۔

۵۳ چہ عجب۔ اِس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اُس کی ابدی موت کو آسان کر دے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سینکڑوں کام کر جاتا ہو۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھا دیتا ہے۔ زشتہا۔ شیطانی فریب میں انسان بھلائیوں کو بُرائی اور بُرائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی۔ شیطان نیکوں کو بد اور بدوں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کر دیتا ہے۔

کارِ سحر[۱] اینست کو دم میزند — ہر نفس قلبِ حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے — ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست سر — اِنَّ فِی الوَسواسِ سحراً مُستَتِر
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے — بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا — ساحراں ہستند جادوئے کُشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں — (وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رست ایں زہرِ تر — نیز رُوئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اُگا ہے — اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اُگا ہے

گویدت[۲] تریاق از من جو سپر — کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے — کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست و ویرانیِ تو — گفتِ من سحرست و دفعِ سحرِ او
اُس کی گفتگو جادو ہے اور تیری تباہی ہے — میری باتیں جادو ہیں اور اُسکے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ اِنَّ فِی البیاں — سحراً حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں — جادو ہے، اُس اچھے سردار نے صحیح فرمایا

لیک[۳] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں — مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے — (اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیاء و اصفیاست — کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے — جو تمام نفسانی غرضوں سے جُدا ہے

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز — نوش کُن تریاقِ مُرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ — چستی اور تیزی سے مُرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن — سوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے — کامل شیخ کے خزانے کی طرف سوراخ کرے

بس درازست ایں سوئے آغاز راں — جانبِ مہمان و مسجد باز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کی طرف چل — مہمان، اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کُن باز تا مسجد بیا — قصۂ مہمان بگو واں ماجرا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ — مہمان کا قصہ، اور وہ سرگذشت بیان کر

---

۱ کارِ سحر۔ جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اینچنیں۔ نفسِ امّارہ وسوسے ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔ اندراں۔ نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرلے۔ اندراں۔ اللہ تعالےٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اُس کا تریاق بھی پیدا فرما دیا ہے۔

۲ گویدت۔ وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بُلا رہے ہیں۔ گفت۔ اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳ لیک۔ بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کر دیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیاں۔ یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنجِ پیر۔ یعنی مُرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرلے۔

مکرّر کردنِ عاذلاں پندرا براں مہمانِ مسجدِ مہماں کُش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت گروں کا مکرّر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدیؔ برو اے بوالکرم — مسجد و مارا مکُن زیں مُتّہم

خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا — ہمیں اور مسجد کو مُتّہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی — آتشے در ما زند فردا دَنی

اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا — تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتاسانید اُو را ظالمے — بر بہانہ مسجد اُو بُد سالمے

کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے — مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد — چونکہ بدنام ست مسجد اُو جہد

تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے — چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں — کہ نہ ایم ایمن زمکرِ دشمناں

اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ — کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُن سودا مپز — کہ نتاںؔ پیمود گردوں را بگز

خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا — کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بسیاراں بلافید ز بخت — ریش خود بر کند یک یک لخت لخت

تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ وری کی شیخی ماری ہے — ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل و قالؔ — خویش و مارا در میفگن در وبال

خبردار! چلا جا اِس بحث و مباحثہ کو مختصر کر — اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتنِ مہماں ایشاں را و مثل آوردن بدفعِ حارسِ

مہمان کا اُن کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی

کِشت بانگ دُف از کِشت آں اُشترے را کہ کوس

ڈھول کی آواز سے اُس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پشت پر

محمودی بر پشتِ اُو زندے

(رکھ کر) محمودی نقارے کو بجاتے تھے

گفت اے یاراں از آں دیواں نیم — کہ ز لاحولے ضعیف آید پیَم

اُس نے کہا اے دوستو! میں اُن بھوتوں میں سے نہیں ہوں — کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

ؔ۱ جلدی۔ بہادری۔ بگوید یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ دَنی۔ کمینہ۔ بتاسانید۔ تاسانیدن، گلا گھونٹا۔ یہ شعر اور اگلا شعر چفلخور کا مقولہ ہے۔

ؔ۲ کہ نتاں۔ جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اِسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ چوں تو۔ نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی شیخی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

ؔ۳ قیل وقال۔ بحث و مباحثہ۔ حارِس۔ نگہبان، رکھوالا۔ کوسِ محمودی۔ یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیَم۔ پائے ام۔

کودکے کو حارسِ کِشتے[۱] بُدے ‌ ‌ طبلکے در دفعِ مُرغاں می زدے

ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا ‌ ‌ پرندوں کو اُڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

تا رمیدے مُرغ ازاں طبلک ز کشت ‌ ‌ کِشت از مُرغانِ بد بےخوف گشت

حتیٰ کہ پرندے اس ڈفلی سے کھیتی سے اُڑ جاتے ‌ ‌ کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سُلطاں شاہ محمودِ کریم ‌ ‌ بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم

جب شاہ سلطان محمود کریم ‌ ‌ گذرا، وہاں اُس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر ‌ ‌ انبہ و فیروز صفدر مُلک گیر

ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کیطرح تھا ‌ ‌ گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنیوالا ملک کو فتح کرنیوالا

اُشترے بُد کو بُدے حمّالِ کوس ‌ ‌ بُختیِ بُد پیشرو ہمچوں خروس

ایک اونٹ تھا جو نقارہ اُٹھانے والا تھا ‌ ‌ آگے چلنے والا بُختی (نسل کا) تھا مُرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بر وے روز و شب ‌ ‌ می زدند اندر رجوع و در طلب

رات دن نقارہ، اور ڈھول اُس پر ‌ ‌ بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر ‌ ‌ کودک آں طبلک بزد در حفظِ بُر

وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا ‌ ‌ گیہوں کی حفاظت کیلئے بچے نے وہ ڈفلی بجائی

عاقلے[۲] گفتش مزن طبلک کہ اُو ‌ ‌ بُختیِ طبل ست و با آنست خُو

ایک عقلمند نے اُس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ ‌ ‌ نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اُسکی عادت ہے

پیشِ اُو چہ بُود تبوراکِ تو طفل ‌ ‌ کہ کشد اُو طبلِ سُلطاں بیست کفل

اُس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے؟ ‌ ‌ کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اُٹھاتا ہے

عاشقم من کُشتۂ قربانِ لا ‌ ‌ جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا

میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں ‌ ‌ میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

خود[۳] تبوراک ست ایں تہدیدہا ‌ ‌ پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا

یہ ڈراوے ڈفلی ہیں ‌ ‌ اُس کے سامنے جو کچھ اِن آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من ازانہا نیستم ‌ ‌ کز خیالاتے دریں رہ بیستم

اے دوستو! میں اُن میں سے نہیں ہوں ‌ ‌ کہ خیالات کیوجہ سے اِس راستہ سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر ‌ ‌ بل چو اسماعیلؑ آزادم ز سر

میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں ‌ ‌ بلکہ (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

ؔ۱ کشت۔ کھیتی۔ طبلک۔ چھوٹا طبل، ڈفلی۔ اثیر۔ اجرام فلکیہ، آسمان۔ صفدر۔ صف شکن۔ بُختی۔ اُس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سُرخ رنگ کا عظیم الجُثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمّال۔ اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ بُر۔ گیہوں۔

ؔ۲ عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اِس اونٹ کے بھگانے کے لئے ڈفلی بجانا بیکار ہے، یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اُس کی عادت ہے۔ تبوراک۔ کھٹکھٹا جو باغ میں چڑیوں کو اُڑانے کیلئے باندھا جاتا ہے ڈفلی۔ کِفل۔ حصّہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کا مقولہ ہے۔ لا۔ یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقار خانہ۔

ؔ۳ خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مسجد میں سونے پر مجھے دے رہے ہو اُن مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈفلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں یعنی وہ عاشقانِ خدا جو راہِ خدا میں حضرت اسماعیلؑ کی طرح جان دینے سے دریغ نہ کریں۔

فارغم از طمطراق[1] و از ریا — قُل تَعَالَوا گفت جانم را بیا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں — اُس نے قُل تَعَالَوا، میری جان کیلئے کہاہے کہ آجا

گفت پیغمبر کہ جادَ فِی السَّلَف — بِالعَطِیَّۃ مَن تَیَقَّنَ بِالخَلَف
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض — دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض — زُود در بازد عطا را زیں غرض
جو دینے میں سَو بدلے دیکھتا ہے — اِس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جُملہ[2] در بازار زاں گشتند بند — تا چُو سود اُفتاد مالِ خود دہند
تمام لوگ بازار میں اِسی لئے پھنسے ہیں — تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زر در انبانہا نشستہ مُنتظر — تا کہ سُود آید ببذل آید مُصِرّ
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے — خرچ کر دینے پر مُصر ہے، تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہ در ربح بیش — سرد گردد عشقش از کالائے خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے — اپنے سامان سے اُس کا عشق ٹھنڈا پڑجاتا ہے

گرم زاں ماندست با آں کو ندید — کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لئے رہا ہے، کہ اُس نے نہیں دیکھا — اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

ہمچنیں[3] علم و ہنرہائے و حرف — چوں ندید افزوں ازانہا در شرف
یہی حال علم اور ہُنروں اور پیشوں کا ہے — جبکہ اُس نے فضیلت میں اُنسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز — چوں بہ آمد نامِ جاں شد چیز لیز
جبتک وہ جان سے زیادہ پیارے نہوں جان پیاری ہوتی ہے — جب وہ بہتر ہوں، جان کا نام ناچیز ہوجاتا ہے

لُعبتِ مُردہ بُود جاں طفل را — تا نگشت اُو در بزرگی طفل زا
مُردہ گڑیا، بچے کی جان ہوتی ہے — جبتک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنیوالا نہ بنجائے

ایں تصور ویں تخیل لُعبت ست — تا تو طفلی پس بدانت حاجت ست
یہ تصور، اور تخیل گڑیا ہے — جب تک تو بچہ ہے اُس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال — فارغ از حس ست و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پاگئی واصل ہوگئی — حِس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہوگئی

[1] طمطراق۔ شان و شوکت۔ قُل تَعَالَوا۔ آپ کہہ دیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اِس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاد۔ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اُس کا عوض اور بدلہ آخرت میں عطا فرمائیگا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہو۔ حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَن تَیَقَّنَ بِالخَلَف یعنی قرض دینے میں اُس شخص نے جود و کرم کیا جسنے آخرت کے اجر کا یقین کرکے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجرِ اُخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطا و بخشش کرتا ہے۔

[2] جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کیخاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر در۔ تاجر تھیلی میں روپیہ بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنیکا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا ۔ گرم۔ اپنا مال جمع کرنے میں اسوقت تک سرگرم ہے جبتک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے۔

[3] ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر انکو حاصل کرتا ہے۔ لیز۔ تابع ہے یعنی ہیچ۔ لُعبت۔ کھلونا، گڑیا۔ تا نگشت۔ یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بیخبر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز پر اکتفا کرلیتا ہے۔ طفل زا۔ بچہ کو جننے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جبتک ہی پیاری ہو جبتک وصال حاصل نہیں ہو وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیستؔ[1] محرم تا بگویم بے نفاق — تن زدم وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالْوِفَاق

محرم نہیں ہے تاکہ بغیر تصنع کہہ دوں — میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

مال و تن برف اند ریزانِ فنا — حق خریدارش کہ اَللّٰہُ اشْتَرٰی

مال اور جسم برف ہیں، جو فنا سے پگھل رہے ہیں — اللہ (تعالیٰ) اُن کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت — کہ توئی در شک یقینے نیستت

تیرے لئے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے — کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویںؔ[2] عجب ظنے ست در تو اے مہیں — کہ نمی پرد بہ بُستانِ یقیں

اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے — جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر — می زند اندر تزاید بال و پر

اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے — جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس پر پا شود — مر یقیں را علم اُو پویا شود

جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے — اُس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریقِ مُفْتَتَن — علم کمتر از یقین و فوقِ ظن

چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں — علم، یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جُویائے یقیں باشد بداں — واں یقیں جویائے دید ست و عیاں

سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے — اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندرؔ[3] اَلْہٰکُمْ بجُو ایں را کنوں — از پسِ کَلَّا پسِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ

(سورۂ) اَلْهٰكُمْ میں اِس کو تلاش کر لے — کَلَّا کے پیچھے، لَوْ تَعْلَمُوْنَ کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم — گر یقیں بودے بدیدندے جحیم

اے علم والے! علم، مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے — اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال — آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال

مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے — جس طرح ظن سے، خیال پیدا ہوتا ہے

---

[1] نیست۔ یہ حقائق محرمِ راز ہی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا فقدان ہے۔ وِفاق۔ یعنی وہ لوگ جو میرے اِس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن۔ یہ پھر اُس عاشق مہمان کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اَللّٰہ۔ قرآنِ پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ برفہا یعنی انسان کو اپنی جان اور مال اُسی وقت تک پیارا ہے جب تک اُس کو اُن کی اِس قیمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔

[2] ویں عجب۔ حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اجرِ اُخروی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور اُن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ دنیاوی اُمور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔ چوں رسد۔ مولانا کی تحقیق کے مطابق ابتداءً کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ مُفْتَتَن آزمودہ۔ علم کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے، علم سے مراد وہ جازم اعتقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو۔ یقین اُس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ ہو۔ عیاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے۔ اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔

[3] اندر اَلْہٰکُمْ۔ سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا ہے کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ تم ضرور جان لوگے پھر تم ضرور جان لوگے اگر تم یقینی طور پر جان لوگے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لوگے پھر تم عین الیقین سے اُس کو دیکھ لوگے۔ اِس آیت سے ثابت ہوا ہے کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ از پسِ کلا۔ یعنی کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پسِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ

اندر اَلْهٰکُمْ بیانِ ایں ببیں — گر شود علم الیقین[1] عین الیقین

(سورۂ) اَلْہٰکُمْ میں اِس کا بیان دیکھ لے — کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

از گماں واز یقیں بالاتَرم — وز ملامت بر نمیگردد سَرم

میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں — ملامت سے میرا سر نہیں چکراتا ہے

چوں دہانم خورد از حلوائے اُو — چشمِ روشن گشتم و بینائے اُو

جبکہ میرا منہ اُس کا حلوا کھا چکا ہے — میں روشن چشم اور اُسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہم گستاخ چوں خانہ رَوَم — پا نہ لرزانم نہ کورانہ رَوَم

میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں — نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دُھند چلتا ہوں

آنچہ گُل را گفتِ حق خنداں کرد — با دلِ من گفت صد خنداں کرد

جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اُسکو شگفتہ کر دیا — میرے دل سے کہا اور اس کو سَو گُنا کر دیا

آنچہ زد بر سَرو[2] و قدش راست کرد — وانچہ از وے نرگس و نسریں بخورد

وہ جو سَرو پر نازل کی اور اُس کا قد سیدھا کر دیا — اور وہ جو اُس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل — وانچہ خاکی یافت زو نقشِ چگل

وہ جس نے گنّے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا — اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

آنچہ ابرو را چناں طرّار ساخت — چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت

جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا — چہرے کو سُرخ اور گلنار بنایا

مر زباں را داد صد افسونگری — وانکہ کاں را داد زرِ جعفری

جس نے زبان کو سَو جادو سکھائے — جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

چوں درِ زرّاد خانہ باز شد — غمزہائے چشم تیر انداز شد

جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا — آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

بر دلم[3] زد تیر و سودائیش کرد — عاشقِ شکر و شکر خائیش کرد

اُس نے میرے دل پر تیر مارا اُسکو مجنون بنایا — شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عاشقِ آنم کہ ہر آن آنِ اوست — عقل و جاں جاندار یک مرجانِ اوست

میں اُس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اُسکی ملکیت ہے — عقل اور جان اُس کے لب سے جاندار ہے

من نلافم ور بلافم ہمچو آب — نیست در آتش کشی ام اضطراب

میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح — آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

---

[1] گر شود یعنی لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْم ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْن۔ بالاترم یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی شبہ و شک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکے گا چونکہ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پا نہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ کسی شک شبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلّیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنّے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حُسن اور تیر اندازی مشہور تھی۔ طرّار۔ تیز زبان، گرہ کٹ۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔

[3] بر دلم۔ جبکہ اسقدر تجلّیات مجھ پر ہیں تو اب میں اُس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان و عقل اُس کے ہونٹ کا عطیہ۔ مرجان، ہونٹ کا یہاں لبِ معشوق مراد ہے۔ ور بلافم۔ اگر میں شیخی بگھاروں تو وہ بھی واقعی ہے۔

چوں[١] بُد زدم چوں حفیظِ مخزن اُوست — چوں نباشم سخت رُو پُشت من اُوست

میں کیسے چُرا سکتا ہوں، جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے — میں ٹکڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پُشت (پناہ) ہے

ہر کہ از خورشید باشد پُشت گرم — سخت رُو باشد نہ بیم اُو را نہ شرم

جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو — وہ ہیکڑ ہوگا، اُس کو نہ ڈر ہوگا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتابِ بیحذر — گشت رُویش خصم سوز و پردہ دَر

نڈر سورج کے چہرے کی طرح — اُسکا چہرہ دشمن کو جلانیوالا اور پردہ دری کرنیوالا ہوتا ہے

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں — یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں

دنیا میں ہر پیغمبر بیباک ہوا ہے — اُس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگردانید از ترس و غمے — یک تنہ تنہا بزد بر عالمے

اُس نے کسی غم اور ڈر سے مُنہ نہیں موڑا ہے — تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُو و چشم شوخ — اُو نترسد از جہانِ پُر کلوخ

پتھر سخت رُو، اور نڈر ہوتا ہے — وہ ڈھیلوں بھرے جہاں سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شُد — سنگ از صُنعِ خدائی سخت شُد

ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجسّم بنا ہے — پتھر، خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں[٢] گر برُوں اند از حساب — زانبُہیِ شاں کے بترسد آں قصاب

بکریاں اگرچہ شمار سے باہر ہوں — قصائی، اُن کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

کُلُّکُم رَاعٍ نبی چوں راعی ست — خلق مانندِ رمہ اُو ساعی ست

تم سب ریوڑ ہو، نبی گلہ بان کی طرح ہے — مخلوق ریوڑ اور وہ (انکی بھلائی کیلئے) کوشاں ہے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد — لیک شاں حافظ بُود از گرم و سرد

مقابلے میں گڈریہ ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے — ہاں وہ اچھے بُرے سے اُن کا نگہبان ہوتا ہے

گر[٣] زند بانگے ز قہر اُو بر رمہ — واں ز مہر ست آنکہ دارد بر ہمہ

اگر وہ غصے سے ریوڑ پر چیختا ہے — وہ اُس محبت کیوجہ سے ہے جو اُسکی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو — گر ترا غمگیں کُنم غمگیں مشو

نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے — اگر میں تجھے غمگین کردوں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کُنم — تا کِت از چشمِ بداں پنہاں کُنم

میں تجھے غمگین اور رونے والا اِسلئے بناتی ہوں — تاکہ تجھے بُروں کی نگاہ سے پوشیدہ کردوں

---

١ چوں بُد زدم۔ جبکہ مجھے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیمبر۔ انبیاء کو چونکہ قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اِس لئے وہ نڈر ہر تنہا بھی شاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ سنگ۔ انبیاء پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ کلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

٢ گوسفنداں۔ مخالفین بکریاں ہیں اور انبیاء بمنزلہ قصاب کے۔ کُلّکم۔ نبی بمنزلہ چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر ذمّہ وار کا ہے۔ از رمہ۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی اُن سے خوف نہیں کھاتا ہے۔

٣ گر زند۔ اگر نبی قوم پر ناراض بھی ہوتا ہے تو اُس کا سبب قوم کی محبت ہوتی ہے۔ ہر زماں۔ یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہونا انہیں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تاکت۔ تاکہ تُرا۔

تلخ گردانم زِ غمہا خوئے تو ۔۔۔ تا بگردد چشمِ بد از روئے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں ۔۔۔ تاکہ نظرِ بد کو تیرے چہرے سے واپس کردوں

(۱) نے تو صیادی نہ جویائے منی ۔۔۔ بندہ و افگندۂ رائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟ ۔۔۔ تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من دررسی ۔۔۔ در فراق و جُستنِ من بیکسی
تو تدبیر سوچتا ہے، کہ مجھ تک پہنچے ۔۔۔ تو میری جُدائی اور جُستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تو ۔۔۔ می شنودم دوش آہِ سردِ تو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے ۔۔۔ میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سُن رہا تھا

من توانم ہم کہ بے ایں انتظار ۔۔۔ رہ دہم بنمایمت راہِ گذار
میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ بغیر اِس انتظار کے ۔۔۔ راستہ دیدوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھادوں

تا ازیں گردابِ دوراں وارہی ۔۔۔ بر سرِ گنجِ وصالم پا نہی
تاکہ تو زمانے کے اِس بھنور سے نکل جائے ۔۔۔ میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھدے

(۲) لیک شیرینیّ و لذاتِ مقر ۔۔۔ ہست بر اندازۂ رنجِ سفر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں ۔۔۔ سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

ہر چہ آساں یافتی آساں دہی ۔۔۔ دردِ مُشکل یاب را بر جاں نہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے، آسانی سے دیدیتا ہے ۔۔۔ مُشکل سے حاصل ہونیوالی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

آنکہ از شہر و ز خویشاں برخوری ۔۔۔ کز غریبی رنج و محنتہا بری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اُٹھائیگا ۔۔۔ جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اُٹھائیگا

وز بلاہا رو مگرداں اے جواں ۔۔۔ بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں
اے جوان! مصیبتوں سے مُنھ نہ موڑ ۔۔۔ یہ مثال سُن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

(۳) تمثیلِ گریختنِ مؤمن و تعجیل و بے صبری اُو در بلا باضطراب

مصیبت میں مؤمن کے بھاگنے اور اُس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا چنے

و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ دویدن

اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ، اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے

تا بیروں جہد و منع کردنِ کدبانو اُورا

کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اُسکو روکنے کی مثال

ك۱ نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے جبکہ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہوکر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے۔ من توانم۔ میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تکلیف اُٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کردوں۔

ك۲ لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو اقامت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر چہ۔ جو مقصد بلا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا۔ آنکہ۔ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ وز بلاہا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کریگا اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

ك۳ تمثیل۔ اِس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اور مجاہدات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کدبانو۔ گھر کی مالکہ۔

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں — می جہد بالا چو شد ز آتش زبوں[1]
چنے کو دیکھ کہ، وہ دیگ میں کیسا — اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آجاتا ہے

ہر زمانے می بر آید وقت جوش — بر سرِ دیگ و بر آرد صد خروش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے — دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

کہ چرا آتش بمن در می زنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟ — جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

می زند کفلیز کدبانو کہ نے — خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں — خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی — بلکہ تاگیری تو ذوق و چاشنی
میں تجھے اسلئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے — بلکہ (اسلئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہوجائے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں — بہر خواری نیستت ایں امتحاں
تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے — یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

آب[2] می خوردی بہ بستاں سبز و تر — بہر ایں آتش بدست آں آبخور
تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا — وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

رحمتش سابق بدست از قہر زاں — تا ز رحمت گردد اہلِ امتحاں
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

رحمتش بر قہر زاں سابق شدست — تاکہ سرمایہ وجود آید بدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے — تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آجائے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست — چوں نروید چہ گدازد عشقِ دوست
کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے — جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائیگا؟

زاں[3] تقاضہ گر بیاید قہرہا — تا کنی ایثار آں سرمایہ را
اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں — تاکہ تو اس سرمایہ کو قربان کردے

باز لطف آید برائے عذرِ او — کہ بجردی غسل و برجستی ز جو
پھر اس کی معذرت خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے — کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

با نخود گوید چریدی در بہار — رنج مہمانِ تو شد نیکوش دار
وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے — رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

---

[1] زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہوکر اچھلتا ہے۔ صد خروش۔ ہانڈی میں کھدبھد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا۔ گویا زبانِ حال سے مالکہ سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کرلائی تھی اب تو مجھے ذلیل کررہی ہے۔ کفلیز۔ کفگیر۔ آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زاں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں۔ تا غذا۔ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بنکر انسان کی جان بنجائے۔

[2] آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لئے اگایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیث قدسی ہے۔ رَحْمَتِی سَبَقَتْ غَضَبِی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہوکر وہ امتحان کے قابل بنجائے۔ تاکہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ زانکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائیگا۔

[3] زاں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذرخواہی کرتی ہے اور اس کو قرب و وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے [illegible]

تاکہ[۵۱] مہماں باز گردد شکر ساز
تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے

پیشِ شہ گوید ز ایثارِ تو باز
بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھول کر بیان کرے

تا بجائے نعمتت منعم رسد
تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آجائے

جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ بچک
میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے

سر بنہ اِنّی اَرانی اَذبحک
سر رکھ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار
اطمینانِ قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے

تا بُبرّم حلقت اسمٰعیل وار
تاکہ اسماعیلؑ کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سر بُبرّم لیک ایں سر آں سرے ست
میں سر کاٹ رہی ہوں، لیکن یہ سر وہ سر ہے

کز بریدہ گشتن و کشتن بری ست
جو کٹنے، اور مرنے سے بری ہے

لیک[۵۲] مقصودم ازاں تعلیمِ تست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے

اے مسلماں بایدت تسلیم جست
اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیئے

اے نخودمی جوش اندر ابتلا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا

تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندراں بستاں اگر خندیدۂ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے

تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ
(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر[۵۳] جدا از باغِ آب و گل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے

لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے، اور زندوں کے اندر آگیا ہے

شو غذا و قوّتِ اندیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا

شیر بودی شیر شو در بیشہا
تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

از صفاتش رستۂ واللہ نخست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعے اگا ہے

در صفاتِ آں بازرو چالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے

پس شدی اوصاف و گردوں شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان سے بالا ہو گیا

۵۱ تاکہ۔ رنج بھی اللہ کا بھیجا ہوا مہمان ہے اگر اس کیساتھ ایثار و قربانی کی جائیگی تو وہ خدا کے دربار میں جاکر تعریف کریگا۔ تا بجائے۔ رنج پر شکر گذاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ آنی۔ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا اے اسماعیلؑ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے اور وہ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سر برّم۔ میں تجھے فنا کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر فنا ہے اور در حقیقت بقا ہے۔

۵۲ لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس الامر میں کٹ نہیں رہا ہے۔ باایں ہمہ ظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے نخود۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائیگا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔ اندراں۔ چنے کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشگن تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بنجانے کے بعد وہ انسانی جان و دل کے باغ کا گل ہو جائیگا

۵۳ گر جدا۔ اب چنا ترقی کر کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہو گیا کیونکہ وہ جزو حیوان بنگیا ہے۔ شو۔ اب غذاءِ انسانی بنکر انسانی افکار کی غذا بنجا۔ شو غذا۔ چنا پک کر انسانی افکار کی غذا بنجاتا ہے۔ انسانی جزو ہو جانے کیوجہ سے اپنے وجود سے اعلیٰ وجود حاصل کر لیتا ہے۔ از صفاتش۔ چنا انسان کی صفات کی پیداوار تھا غذا بنجانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کر لیتا ہے۔ ز ابر۔ نباتات کی پیداوار میں ان تینوں چیزوں کے اثرات ہیں۔

آمدی در صورتِ باران و تاب
تو بارش، اور دھوپ کی صورت میں آیا

می روی اندر صفاتِ مستطاب[1]
(اب)، تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و ابر و انجم بُدی
تو سورج، اور ابر، اور ستاروں کا جزو تھا

نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی
روح، اور فعل، اور قول، اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شُد از مرگِ نبات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے

راست آمد اُقتُلُونِی یا ثِقات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کر دو"

چُوں چنیں بُردیست ما را بعدِ مات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اسطرح کی جیت ہے

راست آمد اِنَّ فِی قَتْلِی حَیات
سچ ثابت ہوا "بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قول[2] صدق شُد قوتِ مَلَک
سچا قول و فعل، فرشتے کی روزی بنا

تا بدیں معراج شُد سُوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طُعمہ شُد قوتِ بشر
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا

از جمادی بر شُد و شُد جانور
جمادیت سے بلند ہوگیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ پہناورے
اس بات کا مفصّل بیان

گفتہ آید در مقامِ دیگرے
دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم زگردوں می رسد
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے

تا تجارت میکُند و امی رود
تاکہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

پس برو شیریں و خُوش باختیار
پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا

نے بتلخی و کراہت دُزد وار
نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[3] حدیثِ تلخ میگویم تُرا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں

تا ز تلخیہا فرو شُویم تُرا
تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآبِ سرد انگور افسردہ رہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے

سردی و افسردگی بیروں نہد
(پھر) سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پُرخون دل والا بنتا ہے

پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی
پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائیگا

[1] صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے خوراک حاصل کرلیتا ہے لہٰذا نباتات کی موت اُن کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقتُلُونِی۔ یہ منصورِ حلاج کا قول ہے انھوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کردو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا اُن کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یہ نصف مات ہے۔ مات۔ بازی میں شاہِ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زچ ہوجائے یہ پوری ہار ہے۔ راست آمد۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو ثابت ہوگیا کہ قتل ہی میں زندگی مُضمر ہے۔

[2] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بنکر بلندی حاصل کرلیتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بنکر بلندی حاصل کرلیتی ہے۔ ایں سخن یعنی یہ کہ نوعِ ادنیٰ فنا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کرلیتی ہے۔ کارواں۔ انسانی روحوں کے قافلے عالمِ بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالمِ بالا ہے۔ پس۔ جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی سے سُرخرو ہو کر جا۔

[3] زاں۔ بی بی نے بچنے سے یہ بھی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اسلئے کہتی ہوں تاکہ تیری تلخی دُور ہو جائے۔ زآب۔ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اُسکو دیا جاتا ہے اِس سے اُس میں جوش آجاتا ہے اور اُسکی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے لئے تلخ باتیں تیری تلخیاں دُور کردیں گی۔

ہر کہ اُو اندر بلا صابر نشُد ۱ — مُقبلِ ایں درگہِ فاخر نشُد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا — اِس قابلِ فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارِغ آئی گر بتو ریزند خل — آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر ہے — اُس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہوگا

سگ شکاری نیست اُو را طوق نیست — خام وناجوشیدہ جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹہ نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے — کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شُدنِ مُومن چوں اُو بر سرّ بلا واقف شوَد
مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں نخود گفت ار چنیں است اے ستی ۲ — خُوش بجوشم یاریم دہ راستی
اُس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے — مجھے خوب جوش دے میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

تو دریں جوشش چو معمارِ منی — کفچلیزم زن کہ بس خُوش میزنی
بے شک تو اِس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے کفگیر مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو پیلیم بر سرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم و داغ لگا — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب دیکھوں

تا کہ خود را در دہم در جُوش من ۳ — تا رہے یابم دریں آغوش من
تاکہ میں اپنے جوش دکھانے میں خودی کو دیدوں — تاکہ میں اِس آغوش میں راستہ پالوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شوَد — ہمچو پیلِ خواب بیں یاغی شوَد
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بنجاتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بنجاتا ہے

پیل چوں در خواب بیند ہند را — پیلباں را نشنوَد آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے — فیلبان کی نہیں سنتا ہے، دغا بازی کرتا ہے

عُذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جُوش داشتنِ کدبانو نخود را
بی بی کا چنے سے عذر کرنا اور بی بی کا چنے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی گوید وَرا کہ پیش ازیں — من چو تو بُودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اُس سے کہتی ہے کہ اِس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزا میں سے تھی

چوں بنوشیدم جہادِ آذری — پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

ل۱ ہر کہ۔ مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔ فارغ۔ انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اُس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ سگ۔ کتا پٹے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر خوش ذائقہ بنتا ہے۔

ل۲ آں نخود۔ جب چنے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔ تو دریں۔ تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے تیری ایذا رسانی اب میرے لئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اُس کو راہِ راست پر لاتا ہے۔

ل۳ تا کہ۔ یعنی اِن مصائب اور مجاہدوں کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔ آں ستی۔ اُس بی بی نے چنے سے کہا کہ میں بھی نباتی اجزا سے بنی ہوں، چوں۔ میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مُدّتے[۱] جوشیدہ اَم اندر زَمَن — مُدّتے دیگر درونِ دیگِ تن

ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے — پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

زیں دُو جوشش قوّتِ حِسّہا شُدم — رُوح گشتم پس تُرا اُستا شُدم

ان دُو جوشوں سے میں حسّوں کی طاقت بنی ہوں — میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری اُستاد بنی ہوں

درِ جمادی گفتمے زاں می رَوی — تا شَوی علم و صفاتِ معنوی

میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے منتقل ہو رہی ہے — تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شُدی تو روح پس بارِ دگر — جُوشِ دیگر کُن زحیوانی گذر

جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ — دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از خدا[۲] می خواہ تا زیں نُکتہہا — در نہ لغزی و رَسی در مُنتہا

خدا سے دعا کر، تاکہ ان نکتوں سے — لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شُدند — زاں رَسن قومے درونِ چہ شُدند

اِس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں — اِسی رسّی کے ذریعہ ایک قوم کنوئیں میں چلی گئی ہے

مر رَسن را نیست جُرمے اے عنُود — چوں تُرا سودائے سَر بالا نبُود

اے سرکش! رسّی کا کوئی قصور نہیں ہے — جبکہ تجھے ہی سر اُبھارنے کا خیال نہیں ہے

جانبِ آں عاشقِ بیخویش راں — کہ دراں مَسجد چہ کرد از امتحاں

اُس بے خود عاشق کی جانب چلا — کہ اُس نے اِس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا؟

باقی قصّۂ مہمانِ آں مسجد مہمان کُش و ثبات و صدق عَزمِ اُو

(اُس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصّہ اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ کا قصہ)

آں غریبے[۳] شہر سَر بالا طلَب — گفت می خُسپم دریں مَسجد بشب

اُس شہر کے پردیسی (عالِم) بالا کے طالب نے — کہا میں رات کو اِسی مسجد میں سوؤں گا

مَسجدا! گر کربلائے من شَوی — کعبۂ حاجت رَوائے من شَوی

اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی — تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار — تا رَسن بازی کُنم منصُور وار

اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے — تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

گر شُدید اندر نصیحت جبرئیل ؑ — می نخواہد غوث در آتش خلیل ؑ

اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل ؑ ہو — (تو) آگ میں خلیل ؑ (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

---

۱ مدّتے۔ ایک عرصہ تک خارجی مصائب اُٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ زیں۔ اِن مصائب کے بعد میرے حواسِ باطنی بیدار ہوئے ہیں اور میں صاحبِ روح بنکر تیری اُستاد بنی ہوں۔ در جماد۔ یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اِس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی۔ یعنی انسان۔ چوں شُدی۔ اب جبکہ روح بنگئی ہوں تو روحِ حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیئے۔

۲ از خدا۔ ترقیوں کے اِس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ اُن کے ذکر سے اللہ کے ساتھ اتّحادِ ذاتی تک ترقی نہ سمجھ لی جائے اِس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دُعا کر تاکہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتّحادِ ذاتی کا عقیدہ گمراہی ہے۔ زانکہ۔ جس طرح قرآن سے کچھ کج فہم گمراہ ہوتے ہیں مثنوی سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مر رَسن۔ اِس میں قرآن کا قصور نہیں بلکہ اُنکی کورِ باطنی کا قصور ہے۔

۳ آں۔ وہ مہمان اُس شہر میں مسافر تھا اور عالمِ آخرت کا طالب تھا۔ کربلا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مشہد ہے۔ ... حاجت روا۔ چونکہ اُس کا اصل مقصد فنا فی الذات تھا۔ منصور۔ حضرت حلاج کو سولی دی گئی۔ گر شُد۔ ممکن ہے یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم ؑ کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل ؑ نے آکر مدد کرنی چاہی آپ نے انکار کر دیا۔

جبرئیلا رَو کہ من افروختہ
اے جبرئیلؑ! جا کہ میں جلا ہوا

بہترم چوں[1] عُود و عنبر سُوختہ
بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

جبرئیلا[2] گرچہ یاری میکُنی
اے جبرئیلؑ! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے

چوں برادر پاسداری میکُنی
(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چابُکم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رَو ہوں

من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

جانِ حیوانی فزاید از علف
حیوانی جان، جو چارے سے بڑھتی ہے

آتشے بُود اُو چو ہیزم شد تلف
آگ ہے، وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

گر نگشتے[2] ہیزم اُو مُثمر بُدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی، تو پھلتی

تا اَبد معمور و ہم عامر بُدے
اَبد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

بادِ سوزان ست ایں آتش بداں
سمجھ لے یہ آگ، مشتعل ہوا ہے

پرتوِ آتش بُود نے عینِ آں
آگ کا پرتو ہے، نہ کہ بعینہ آگ

عینِ آتش در اثیر آمد یقیں
اصل آگ یقیناً کرۂ آتش میں ہے

پرتو و سایہ ویست اندر زمیں
زمین میں اس کا پرتو اور سایہ ہے

لاجرم پرتو نپاید ز اضطراب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائدار ہے

سُوئے معدن باز میگردد شتاب
جلد، معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

قامتِ[3] تو برقرار آمد بساز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے

سایہ اَت کوتہ دمے یک دم دراز
تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے، کبھی دراز ہے

زانکہ در پرتو نپاید کس ثبات
اس لئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے

عکسہا واگشت سُوئے اُمّہات
عکس، اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

ہیں دہاں بربند فتنہ لب کُشاد
خبردار! منہ بند کر لے فتنہ نے لب کشائی کی ہے

خُشک آر اللّٰہُ اَعلَمُ بِالرَّشاد
تغافل برت، خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے

شرق و غرب اُفتاد اندر اضطراب
مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

چوں مراتب گردِ دلہا تنگ شُد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں

ہر یکے با دیگرے در جنگ شُد
ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

[1] چوں عُود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو مہکتی ہے۔
جبرئیلا۔ جبرئیلؑ سے اس مہمان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیلؑ سے مراد خود وہ مہمان ہے۔ اے برادر۔ مہمان نصیحت کرنیوالے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹاؤ اور بڑھاؤ ہوتا ہے۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

[2] گر نگشتے۔ اگر انسانی جان آتشِ شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی منور بنے اور دوسروں کو بھی منور بنائے۔ باد۔ مولانا آتشِ غضب و شہوت کے فانی ہونے کو حسی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرۂ آتشی کا پرتو ہے پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ معدن یعنی کرۂ آتشی۔

[3] قامتِ تو۔ اس دنیا کی آگ کا آتشی کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھ لو جیسا کہ انساں کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ ہیں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف رُخ کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے عالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اسلئے جنگ و جدل میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

[۱] گفتگو بسیار شُد خاموش شُدم
مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

بیان بہت ہوگیا، میں چُپ ہوگیا
میں نے بات مان لی، میں خاموش ہوگیا

ور تو گوئی مُوجبِ فتنہ چہ بُود
باز گویم گوش کُن چُوں غم فزُود

اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟
چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں، اُسن

ذکرِ خیالِ بد اندیشیِ قاصر فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بد اندیشی کے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد
دُود و گندے آمد از اہلِ حسد

اِس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے
حاسدوں کی جانب سے دُھواں اور بدبو پیدا ہوگئی

[۲] من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد
خاطرِ سادہ دِلے را پے کند

میں اِس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی
کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

خُوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنویؒ
بہرِ محجُوباں مثالِ معنوی

اُس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے
مُنکروں کے لئے، ایک بامعنیٰ مثال

کز قرآں گر نہ بیند غیرِ قال
ایں عجب نبُود ز اصحابِ ضلال

کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں
تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نُور
غیرِ گرمی می نیابد چشمِ کُور

کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے
اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

[۳] خربطے ناگاہ از خر خانۂ
سر برُوں آورد چوں طعانۂ

گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک
طعنہ باز کی طرح سر اُبھارا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی
قصۂ پیغمبر است و پیروی

یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے
پیغمبر اور (انکی) پیروی کا قصہ ہے

نیست ذکر و بحثِ اسرارِ بلند
کہ دوانند اولیا زاں سو سمند

بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے
کہ اولیاء اُس طرف گھوڑا دوڑائیں

از مقاماتِ تبتُّل تا فنا
پایہ پایہ تا مُلاقاتِ خدا

خلوت سے فنا تک کے مقامات
درجہ بدرجہ، اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

شرح و حدِّ ہر مقام و منزلے
کہ بہ پر زو بر پرد صاحب دلے

ہر مقام اور ہر منزل کی شرح، اور حد (ہوتی)
تاکہ پروں کے ذریعہ صاحبِ دل اُس سے پرواز کرتا

---

۱ گفتگو یعنی اعتراضات اور جوابات۔ غم فزود چونکہ مجھے طبعًا بہت افسوس ہے اِس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کرلیتا کایں قصہ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

۲ من نمی رنجم۔ مجھے معترضین پر عقلًا کوئی رنج نہیں ہے لہٰذا میں جواب نہ دیتا لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جواب نہ دونگا تو معترضین کی دولتیاں سادہ دل لوگوں کو گمراہ کردیں گی۔ حکیم غزنوی، حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ محجوباں۔ وہ لوگ جو نورِ معرفت سے محروم ہیں.... کز قرآں یعنی گمراہوں کی پہنچ، محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ اُن کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور صرف گرمی کا احساس کرتی ہے۔

۳ خربطہ۔ بڑی بطخ، احمق۔ طعانہ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دوانند۔ اِس میں اصحابِ معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے۔ از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول قائم کرکے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیئے تھا اور سالک کیلئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیئے تھی۔ تبتّل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جملہ[1] سرتاسر فسانہ است و فسوں — کودکانہ قصہ بیرون و دروں
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے — اندر اور باہر سے بچکانہ قصہ

چوں کتاب اللہ بیامد ہم براں — ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
جب اللہ کی کتاب آئی، اُس پر بھی — اُن کافروں نے اِس طرح کے طعنے دیئے

کہ اساطیرست و افسانہ نژند — نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کہ پُرانی کہانیاں اور افسانہ ہے — کوئی تحقیق، اور بلند گہرائی نہیں ہے

کودکانِ خُرد فہمش می کنند — نیست جُز امرِ[2] پسند و ناپسند
اُس کو چھوٹے بچے سمجھ لیتے ہیں — (اسمیں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکرِ آدمؑ گندم و ابلیس و مار — ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار
آدمؑ، گیہوں، شیطان اور سانپ کا ذکر ہے — ہودؑ، اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ تن — ذکرِ کنعان و سرازخط تافتن
نوحؑ، کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے — کنعان اور حکم سے مُنہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ — ذکرِ قصدِ کعبہ و اصحابِ فیل
اسماعیلؑ، ذبح، اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے — کعبہ کے ارادے، اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زلفِ پُرخمش — ذکرِ یعقوبؑ و زلیخا و غمش
یوسفؑ کا ذکر ہے، انکی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے — یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا — ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا
بلقیس، اور سلیمانؑ، اور سبا کا ذکر ہے — داؤدؑ، اور زبور، اور اُوریاؑ کا ذکر ہے

ذکرِ طالوت و شعیبؑ و صومِ اُو — ذکرِ یونسؑ ذکرِ لوطؑ و قومِ اُو
طالوت اور شعیبؑ اور اُس کے روزے کا ذکر ہے — یونسؑ کا ذکر ہے، لوطؑ اور انکی قوم کا ذکر ہے

ذکرِ حملِ مریمؑ و نخل و مخاض — ذکرِ زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض
مریمؑ کے حمل، کھجور، اور دردِ زہ کا ذکر ہے — زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکرِ صالحؑ، ناقہ و تقسیمِ آب — ذکرِ ادریسؑ و مناجات و جواب
صالحؑ (انکی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے — ادریسؑ اور انکی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکرِ الیاسؑ و عُزیرؑ و موتِ اُو — ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو
الیاسؑ، اور عزیرؑ اور انکی موت کا ذکر ہے — قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

---

[1] جملہ۔ معترضین نے کہا کہ اِس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اور یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے لبریز ہے۔ چونکہ کتاب اللہ معترضین نے قرآن پر بھی اِسی طرح کے اعتراضات کئے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں اِسمیں کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔

[2] امرِ پسند۔ یعنی حلال وحرام۔ تافتن۔ یعنی اُن کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری در بلا — ذکرِ اسرائیلیاں در تیہِ لا
ایوبؑ اور مصیبت میں (اُن کے) صبر کرنے کا ذکر ہے — بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا — خلعِ نعلین و خطابات و عطا
موسیٰؑ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے — جوتے اُتارنے، اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

ذکرِ عیسیٰؑ و عروجش بر سما — ذکرِ ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
عیسیٰؑ، اور اُن کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے — ذوالقرنین، اور خضر اور ارمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خُلقِ عظیم — کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
احمدؐ کی فضیلت اور آپکے بلند اخلاق کا ذکر ہے — کہ چاند اُن کے معجزے سے دو ٹکڑے ہوگیا

ظاہرست[1] و ہر کسے پے می برد — کو بیاں کہ گم شود در وے خرد
(یہ سب) ظاہر ہے، اور ہر شخص جانتا ہے — وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہوجائیں؟

گفت اگر آساں نماید ایں بتو — اینچنیں یک سورہ گوائے سخت گو
فرمایا، اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے — اے بھاری بات کرنے والے! ایسی ایک سورت

جنیان و انسیان و اہلِ کار — گو یکے آیت ازیں آساں بیار
جن، اور انسان، اور کام کے لوگ — کہدے اِس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیر حدیث اِنَّ لِلقُراٰنِ[2] ظَہرًا وَّبَطنًا وَّلِبَطنِہٖ بَطنٌ اِلیٰ سَبعَۃِ اَبطُنٍ

اِس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اُس کے باطن کا باطن ہے، سات باطنوں تک

حرفِ قرآں را بداں کہ ظاہر ست — زیرِ ظاہر باطنے بس قاہر ست
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اُس کا) ظاہر ہیں — (اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر — خیرہ[3] گردد اندرو فکر و نظر
اُس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے — جس میں فکر و نظر حیران ہوجاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم — کہ درو گردد خردہا جملہ گم
اُس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے — کہ اُس میں تمام عقلیں گم ہوجاتی ہیں

بطنِ چارم از نبیؐ خود کس ندید — جز خدائے بے نظیر و بے ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا — لاثانی اور لاشریک خدا کے سوا

---

[1] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہوجائیں۔ گفت۔ معترضوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر مددگار ملکر ایک آیت قرآن جیسی بنالاؤ۔

[2] اِنَّ لِلقرآن۔ قرآن کا ایک تو لفظی ترجمہ اور معنی ہیں پھر اُن معنی میں معنی ہیں اِسی طرح تہ در تہ سات معنی تک یہ سلسلہ ہے اِن معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور علماء کی پہنچ ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے واضح رہے کہ اسرار و علم کے بیان میں وہی معنی معتبر ہونگے جو الفاظ قرآنی اور ظاہر کے خلاف نہوں۔

[3] خیرہ گردد۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایسے اسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ اُن میں حیران ہوجاتے تھے۔ بطنِ سوم۔ معانی کی اِس تہ میں سب کی عقلیں گم ہوجاتی ہیں بطنِ چہارم۔ معانی کی چوتھی منزل تک عقل انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

ہمچنیں تا ہفت بطن اے ذوالکرم | می شمر تو زیں حدیث[1] معتصم

اے بھلے! اِسی طرح سات باطن تک | تو اِس محفوظ حدیث سے گن لے

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں | دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں

اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ | شیطان نے آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست | کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی ست

قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے | کہ اُسکے نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

مرد را صد سال عمّ و خالِ او | یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او

سَو سال تک انسان کے چچا، اور ماموں | اُس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

بیان[2] آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السّلام بکوہہا و غارہا

اِس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السّلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے

جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ

آپ کو پوشیدہ کرنے کیلئے ہے اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ دنیا سے

جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن

بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی اور برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

آنکہ گویند اولیاء در کہ[3] بُوند | تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند

لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں ہوتے ہیں | تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلق ایشاں فرازِ صد کہ اند | گام خود بر چرخِ ہفتم می نہند

مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سَو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں | اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہ جو بُود | کو ز صد دریا و کہ آں سو بُود

تو کیوں چھپے، پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے | وہ جو سَو دریاؤں اور پہاڑوں سے اُدھر ہو

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت | کز پئش کُرّہ فلک صد نعل ریخت

اسکو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت ہے | جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان جیسے گھوڑے نے سینکڑوں نعل گرا دیئے ہیں

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں | تعزیت جامہ بپوشید آں زماں

آسمان گھوما اور اُس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا | اُس وقت اُس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

[1] حدیثِ مُعتصم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو غلطی سے محفوظ ہے۔ تو ز قرآں۔ قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھو بلکہ قرآن اُن تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ دیو محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہرِ قرآں۔ قرآن کے الفاظ اور اُن میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اُس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مرد را۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اُس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اِس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے اُن کے اوصاف تو بہرحال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دُنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کہ۔ کوہ یعنی پہاڑ۔ فرازِ صد کہ۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی اُن سے سَو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اُن کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے۔ پس۔ جبکہ اُن میں اور عوام میں سینکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دُوری ہے تو اُن کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کز پئش۔ اُن کے بلند مقام تک تو آسمان کی تگ و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا، نیلا لباس اِسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر بظاہر آں پری پنہاں بُوَد | آدمی پنہاں تر از پریاں بُوَد
اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے | آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

نزدِ عاقل زاں پری کہ مُضمَر ست | آدمی صد بار خود پنہاں تر ست
عقلمند کے نزدیک اُس پری سے جو پوشیدہ ہے | آدمی سَو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

آدمی نزدیکِ عاقل چوں خفی ست | چوں بُوَد آدمؑ کہ در غیب اُو صفی ست
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے | تو اُن آدمؑ کا کیا حال ہوگا جو عالمِ غیب کے برگزیدہ ہیں؟

تشبیہِ صورتِ اولیاء و صورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے موسیٰؑ و صورتِ فسونِ عیسیٰؑ

اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰؑ کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کرنے کی صورت

آدمی ہمچو عصائے موسیٰؑ ست | آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰؑ ست
آدمی (حضرت) موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہے | آدمی (حضرت) عیسیٰؑ کے دَم کرنے کی طرح ہے

در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین | قلبِ مومن ہست بَینَ الاِصبَعَین
عطا اور زینت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں | مومن کا دل، دو انگلیوں کے درمیان ہے

ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ اُو | کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
اُس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اُس کے سامنے | جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

تو مبیں افسونِ عیسیٰؑ حرف و صوت | آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت
(حضرت) عیسیٰؑ کے دَم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ اُس سے موت بھاگ گئی ہے

تو مبیں افسونش آں لہجاتِ پست | آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست
اُن کے دَم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ مُردہ کُودا اور بیٹھ گیا

تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت | آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت
تو اُس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانیوالا نہ دیکھ | یہ دیکھ کہ اُس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا

تو ز دوری دیدۂ چترِ سیاہ | یک قدم یا پیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دُور سے سیاہ چھتر دیکھا ہے | ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ

تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد | اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد
تو دُوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے | تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

۱؎ گر بظاہر۔ پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو اُسکے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اِس قدر تعجب خیز نہیں ہے جسقدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کیونکہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی۔ جب عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدمؑ کے اوصاف تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے

۲؎ تشبیہ۔ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت عیسیٰؑ کا پھونک مارنا سمجھو جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن اُنکے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔ در کفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کیطرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُنکو جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصائے موسیٰؑ اور دمِ عیسیٰؑ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں اسیطرح مومن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

۳؎ موت حضرت عیسیٰؑ کے پھونکنے سے مُردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت یعنی یہ نہ سمجھ کہ معمولی لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائیگی شگافت حضرت موسیٰؑ کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

تو ز دوری۔ تو نے دُور سے صرف کالا چھتر دیکھا ہے اندر گھس کر دیکھ کسقدر لشکر موجود ہے۔ گرد۔ تو نے دُور سے صرف گرد دیکھی ہے قریب جا تو اُسمیں مرد کو دیکھے گا یعنی تیری نظر صرف اوصافِ ظاہری پر ہے باطنی اوصاف کو دیکھ۔

دیدہ ہا را گردِ اُو روشن کُند — کوہہا را مردیٔ اُو بر کَند

اُس کی گرد آنکھوں کو روشن کردیتی ہے — اُس کی بہادری پہاڑوں کو اُکھاڑ دیتی ہے

چوں آمد موسیٰؑ از اقصائے دشت — کوہ طور از مقدمش رقّاص گشت

جب (حضرت) موسیٰؑ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے — اُنکی تشریف آوری سے کوہ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہٖ تعالیٰ یاجبالُ اَوِّبِی معَہٗ والطّیرُ

اللہ تعالیٰ کے قول "اے پہاڑو اور پرندو اُس کے ساتھ جوابی بنو" کی تفسیر

رُوئے داؤدؑ از فرش تاباں شُدہ — کوہہا اندر پیش نالاں شُدہ

(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اُس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا — پہاڑ اُن کے پیچھے روئے

کوہ با داؤدؑ گشتہ ہمرہے — ہر دو مُطرب مست در عشق شہے

پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے — دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یاجبالُ اَوِّبِی امر آمدہ — ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شُدہ

اے پہاڑو! جوابی بنو، کا حکم آیا — دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤدؑا تو ہجرت دیدہ — بہرِ من از ہمدماں ببریدہ

(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ! تو نے ہجر دیکھا ہے — میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریبِ فردِ بے مُونس شُدہ — آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ

اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے — تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مُطرِباں خواہی و قوّال و ندیم — کوہہا را پیشت آرد آں قدیم

تو گویّے، اور قوّال اور ہم مجلس چاہتا ہے — وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوّالی و سرنائی کُنند — جملہ پیشت بادپیمائی کُنند

تاکہ وہ (تیرے لئے) قوّالی اور شہنائی بجائیں — سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کہ را رواست — بے لب و دنداں ولی را نالہاست

تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے — تو ولی کے نالے، بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد — ہر شبے در گوشِ حسّش میرسد

اُس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ — ہر رات کو اُس کے حِس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند اُو بشنود — اے خُنک جاں کو بغیبش بگرود

ہمنشین نہیں سُنتے، وہ سُنتا ہے — وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جو اُسکی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

لہ دیدہا۔ اُن کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ اُن کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اُنکی ہمت مردانہ پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ چوں آمد حضرت موسیٰؑ کے قدوم میمنت لزوم سے کوہِ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یاجبال۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ اُن کے ہم نغمہ بنیں۔

لہ ہر دو۔ حضرت داؤدؑ اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں مبتلا ہے اور دوستوں سے جُدا ہے۔

سلہ مطرباں۔ فراق کا غم دور کرنے کے لئے محفل اور قوالی کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے، شہنائی۔ بادپیمائی چونکہ مزامیر میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اُس کے بجانے کو بادپیمائی کہا جاتا ہے۔ تابدانی۔ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں بھی نالہ ہوتا ہے جو اولیاء کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیاء کے دل کے نالوں کو اُنکے کان سُنتے ہیں اگرچہ تم نہیں سُن سکتے لیکن اُن کی اِس کیفیت پر یقین کرنا ضروری ہے۔

بنگرد[1] در نفسِ خود صد گفتگو — همنشینِ اُو نبردہ ہیچ بُو

وہ اپنے نفس میں سینکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے — (اور) اُس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دِلت — میرسد از لامکاں تا منزلت

تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب — لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا — گر بنزدیکِ تو آرد گوش را

تو سنتا ہے، وہ اُن کانوں سے نہیں سنتا — اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی — چوں مثالش دیدہ چوں نگروی

اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اُسکو نہیں سنتا ہو — جب تم نے اُسکی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا

جواب طعنہ زنندہ بر مثنوی از قصورِ فہمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگِ طاعن تو عو عو[2] میکنی — طعنِ قرآں را بروں شو می کنی

اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے — قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

ایں نہ آں شیرست کز وے جاں بری — یا ز پنجہ قہرِ اُو ایماں بری

یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے — یا اُس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا — اے گروہ جہل را گشتہ فدا

قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے — اے نادانی پر فدا، گروہ!

مر مرا افسانہ می پنداشتید — تخمِ طعن و کافری می کاشتید

تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا — طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

خود بدیدید آنکہ طعنہ می زدید — کہ شما فانی و افسانہ بُدید

تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا — کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من[3] کلامِ حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات

میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں — روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتادہ بر شُما — لیک از خورشید ناگشتہ جُدا

میں سورج کا نور ہوں، جو تم پر پڑ رہا ہے — لیکن سورج سے جُدا نہیں ہوا ہے

نک منم ینبوعِ آں آبِ حیات — تا رہانم عاشقاں را زیں ممات

یہ میں، اُس آبِ حیات کا چشمہ ہوں — تاکہ عاشقوں کو اِس موت سے نجات دیدوں

---

[1] بنگرد - اولیاء کے روحانی مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے اُن سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں۔ عالمِ غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ حسّی کانوں سے نہیں سُنا جاسکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو اُن کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو اُن کو اُن کا مُعتقِد ہو جانا چاہیئے۔

[2] عو عو۔ کتّے کے بھونکنے کی آواز۔ طعنِ قرآں۔ یعنی مثنوی جو کہ بزبانِ پہلوی قرآن ہے اُس پر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہِ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اسلئے بچاؤ کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ بروں شو۔ مخلص، گریز گاہ۔ ایچ۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا آسان بات نہیں ہے یہ صریحی کفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہونگے اور اُن کا وجود خود افسانہ بنکر رہ جائے گا۔

[3] من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذاتِ باری کے ساتھ قائم ہے۔ نورِ خورشید۔ ذاتِ خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع۔ چشمہ یعنی قرآن آبِ حیات کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جو اُس سے سیراب ہوجائیگا

گر حریصاں[1] گند از تاں نیگختے ... جرعۂ بر گورِ تاں حق ریختے

اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی ... اللہ (تعالیٰ)، تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و پندِ آں حکیم ... دل نگردانم بہر طعنِ سقیم

نہیں میں اُس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں ... ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدن کرّہ اسپ از خوردنِ آب بسببِ شخولیدن سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑک جانے کی مثال دینا

آنکہ فرمود ست او اندر خطاب ... کرّہ[2] و مادر ہمی خوردند آب

جو گفتگو میں انھوں نے فرمایا ... بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر ... بہرِ اسپاں کہ ہلا زیں آب خور

وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی ... گھوڑوں کے لئے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکرّہ می رسید ... سر ہمی برداشت و ز خور می رمید

وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا ... (وہ) سر اُٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

مادرش پرسید کاے کرّہ چرا ... می رمی ہر ساعتے زیں استقا

اُس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں ... تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کرّہ می شخولند ایں گروہ ... ز اتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ

بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں ... مجھے اِن کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جا می رود ... ز اتفاقِ نعرہ خوفم می رسد

تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہو جاتا ہے ... اُن کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بود ست ایں ... کار افزایاں[3] بدند اندر زمیں

ماں نے کہا، جب سے یہ دنیا (بنی) ہے ... فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند ... زود کایشاں ریشِ خود بر می کنند

اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر ... عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آبِ فراخ ... پیش ازاں کز ہجر گردی شاخ شاخ

وقت تنگ ہے، اور پانی تیزی سے جا رہا ہے ... اِس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

---

[1] گر حریصاں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو اُنکی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔ کے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ معترضین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اعتراضات کی طرف توجہ نہ دونگا۔ مثل۔ بچھیرے کو اُسکی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ بدک پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کرکے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آں۔ یعنی حکیم سنائی غزنوی۔

[2] کرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں۔ سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقاء۔ سیرابی حاصل کرنا۔

[3] کار افزا۔ کام کو پھیلاوے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا۔ آبِ فراخ۔ یعنی زندگی کی نہر۔ ہجر۔ یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔

شہرہ کاریزے[1] ست پُر آبِ حیات ‎ ‎ آب کش تا بر دہد از تو نبات
آبِ حیات سے بھری مشہور نہر ہے ‎ ‎ پانی ڈال، تاکہ تیرے پودے پھل دیں

آبِ خضرؑ از جوئے نطقِ اولیا ‎ ‎ می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے، خضر والا پانی ‎ ‎ ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آ جا

گر نہ بینی آب کورانہ بفن ‎ ‎ سُوئے جو آور سبو در جوئے زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا، تدبیر کے ساتھ ‎ ‎ ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست ‎ ‎ کور را تقلید باید کار بست
جب تو نے سن لیا، کہ اِس نہر میں پانی ہے ‎ ‎ اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیئے

جو فرو بر مشک آب اندیش را ‎ ‎ تا گراں بینی تو مشک خویش را
پانی میں شک کرنیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے ‎ ‎ تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

چوں گراں دیدی شوی تو مستدل ‎ ‎ رَست از تقلیدِ خشک آنگاہ دل
جب تو بھاری دیکھے گا تو صاحبِ دلیل بنجائیگا ‎ ‎ اُس وقت دل خشک تقلید سے نجات پاجائیگا

گر نہ بیند[2] کور آبِ جو عیاں ‎ ‎ لیک داند چوں سبو بیند گراں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے ‎ ‎ لیکن سمجھ لیتا ہے، جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت ‎ ‎ کایں سبک بود و گراں شد ز آب زفت
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا ‎ ‎ اس لئے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

زانکہ ہر بادے مرا در می رُبود ‎ ‎ باد می نربایدم ثقلم فزود
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی ‎ ‎ (اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا ہے

مر سفیہاں را رُباید ہر ہوا ‎ ‎ زانکہ نبود شاں گرانی و قوا
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے ‎ ‎ کیونکہ اُن میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کشتیِ[3] بے لنگر آمد مردِ شر ‎ ‎ کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے ‎ ‎ کہ مخالف ہوا سے اُس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں ‎ ‎ لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے ‎ ‎ عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

اُو مددہائے خرد چوں در ربود ‎ ‎ از خزینۂ دُرِّ آں دریائے جود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کرلیتا ہے ‎ ‎ اُس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے

ل۱ کاریز۔ بوزن خالیز پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعہ سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آبِ خضر۔ یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اُس ولی کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تعلق پیدا کرلے پھر تجھے اُسکی بزرگی کا یقین آجائیگا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اُس کو چاہیئے کہ اُس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین آجائیگا۔ آز تقلید۔ پہلے تو اس کا فعل محض دیکھا دیکھی تھا اب اُس کے دل کو یقین حاصل ہو جائیگا۔

ل۲ گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اِس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اُس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ نفسانی ہوا اُس کو نہیں اُڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بنگیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں اُنکی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا اُنکو اُڑائے پھرتی ہے۔

ل۳ کشتی۔ شیخ کا تعلق کشتی کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو بادِ مخالف کیساتھ بہنے سے روکتا ہے۔ آز عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل سے فائدہ حاصل کرے۔ آز خزینہ یعنی سخی کا قلب۔

زیں[۱] چنیں امداد دل پُر فن شود — بجہد از دل چشم ہم روشن شود
اس طرح کی مدد سے دل صاحبِ تدبیر ہو جاتا ہے — دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست — تا چو دل شد دیدہ تو عاطل ست
کیونکہ نور دل سے اِن آنکھوں میں آتا ہے — جب دل ضائع ہوگیا، تیری آنکھ بیکار ہے

دل چو بر انوارِ عقلی بر زند — زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد
جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے — وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دیتا ہے

پس بداں کآبِ مبارک ز آسماں — وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی — دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کُرّہ ہم آبِ جُو خوریم — سوئے آں وسواسِ طاعن ننگریم
ہم بھی اُس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے — اِس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیرو[۲] پیغمبرانی رہ سپر — طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمر
تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر — لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند — گوش با بانگِ سگاں کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انھوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گو کاں پاکباز و شیر مرد — اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد
پھر بتا اُس پاکباز اور شیر مرد کو — اُس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا؟ اُس نے کیا کیا؟

بقیۂ قصۂ مہمان و مسجدِ مہمان کُش
مہمان اور مہمان کو قتل کرنے والی مسجد کے قصے کا بقیہ

خفتہ[۳] در مسجد خود او را خواب کو — مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجُو
وہ مسجد میں لیٹ گیا، اُس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان، نہر میں کیسے سوئے؟

خوابِ مرغ و ماہیاں باشد ہمے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

نیم شب آوازِ باہولے رسید — کایم آیم بر سرت اے مستفید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں، میں آتا ہوں تیرے

پنج کرّت ایں چنیں آوازِ سخت — می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
اس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

---

۱ زیں چنیں۔ یہ مدد پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اُس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نورِ حسی اور نورِ باطنی کا اصالۃً تعلق دل سے ہوتا ہے اُس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اس لئے جب حرکتِ قلب بند ہو جاتی ہے تو آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ پس بداں تجلیاتِ رب کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ما چو۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اُس بچھیرے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیئے اور معترضین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیئے۔

۲ پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں نے طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بانگِ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

۳ خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اُس کو نیند نہ آئی اس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اُڑتے پرندے کی یا تیرتی مچھلی کی۔ مُستفید۔ فائدہ اُٹھانے والا۔

تفسیر آیۂ[1] وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي
اِس آیت کی تفسیر اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور اُن کے ساتھ ساجھا لگا

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُورًا
مالوں میں اور اولاد میں اور اُن سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے اُن سے شیطان مگر دھوکے کا

توچو عزمِ دیں کُنی با اجتہاد | دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے | جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مَرَو زاں سُو بیندیش اے غوی | کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اِس طرف نہ جا، سوچ لے | کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائیگا

بینوا گردی ز یاراں وابری | خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مُفلس بن جائے گا، یاروں سے چھوٹ جائیگا | ذلیل ہو جائے گا، اور پریشانی اُٹھائے گا

تو ز بیمِ بانگِ آں دیوِ لعیں | وا[2] گریزی در ضلالت از یقیں
تو اُس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے | یقین سے گمراہی میں لَوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست | راہِ دیں پویم کہ مُہلت پیشِ ماست
کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لئے ہے | دین کے راستہ پر دوڑ پڑونگا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

مرگ را بینی کہ اُو از چپ و راست | می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے، کہ وہ بائیں دائیں سے | پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتیٰ کہ آواز بلند ہوئی

باز عزمِ دیں کُنی از بیمِ جاں | مُردہ سازی خویشتن را یک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے | تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حِکَم | کہ من از خوفے نیارم پائے کم
پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے | کہ میں ڈر کی وجہ سے سُست رفتار نہ رہوں گا

باز[3] بانگے بر زند بر تو ز مکر | کہ بترس و باز گرد از تیغِ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پُکارتا ہے | کہ افلاس کی تلوار سے ڈر، اور باز آجا

باز بگریزی ز راہِ روشنی | آں سلاحِ علم و فن را افگنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے | علم، اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

سالہا اُو را بانگے بندہ | در چنیں ظُلمت نمد افگندہ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اُس کا غلام بنا ہوا ہے | ایسی ہی تاریکی میں تو مُقیم ہے

---

[1] تفسیر غیبی آواز نے اُس مہمان کو صرف ڈرایا اور اُس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی. ترجو. جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اُس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے. بینوا. دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مُفلس بن جائیگا، مُفلس کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مددگار وہ پشیمان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

[2] واگریزی. دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لَوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں لگ جاتا ہے. کہ ہلا. اور دل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آئندہ نیکی کرونگا. مرگ. پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لیکر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے مُنھ نہ موڑوں گا۔

[3] باز. شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے. باز بگریزی. انسان پھر اُس کے دھوکے میں آکر دین سے مُنھ موڑتا ہے. سالہا. سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور معصیت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے۔

هیبتِ[1] بانگِ شیاطیں خلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو

بند کردست و گرفتہ حلق را
باندھ دیا ہے، اور گلا دبا دیا ہے

تا چُناں نومید شُد جانشاں زِ نور
یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے اُن کی جان اِس طرح ناامید ہو گئی ہے

کہ روانِ کافراں زاہلِ قبور
جس طرح کہ مُردہ کافروں کی جان

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بُوَد
یہ اُس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے

ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بُوَد
تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

ہیبتِ بازست بر کبکِ نجیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے

مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب
اِس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ[2] نبُود باز صیادِ مگس
کیونکہ باز، مکھی کا شکاری نہیں ہوتا

عنکبوتاں می مگس گیرند و بس
مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذُباب
شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر

کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
دبدبہ رکھتی ہے، نہ کہ چکور اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلّہ بانِ اشقیاست
شیطانوں کی آواز، بدبختوں کی گلّہ بان ہے

بانگِ سُلطاں پاسبانِ اولیاست
شاہ کی آواز، اولیاء کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مِل جائیں

قطرہ از بحرِ خوش با بحرِ شور
میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدنِ[3] بانگِ طلسم نیم شب مہمانِ مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات میں جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصّہ آں بانگِ سخت
اب اُس سخت آواز کا قصہ سُن

کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اُس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں ترسم چوہست ایں طبلِ عید
اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے

تا دُہل ترسد کہ زخم او را رسید
ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اُس پر پڑی ہے

اَے دُہلہائے تہیِ بے قلوب
اے خالی ڈھولو، بے دِلو!

قسمتاں از عیدِ جاں شُد زخمِ چوب
جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

تا نیامیزد ـ یہ امتیاز اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ باہمی ممتاز رہیں ـــــ [3] رسیدن ـ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بعد اب اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سُنی تھی۔ اُس آواز نے اُنکو خوفزدہ نہ کیا ـ طبلِ عید ـ موت کی علامات اہل اللہ کیلئے خوشی کا سبب ہیں ـ دُہل ـ ڈھول یعنی اہلِ دنیا جو نورِ باطنی سے خالی ہیں ـ عیدِ جاں ـ یعنی موت جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہلِ دنیا کے لئے تکلیف کا سبب ہے۔

[1] ہیبت ـ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ غذاءِ روحانی کھانے دیتی ہے۔ تا چُناں ـ اُن کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہو گی ـ ایں ـ شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اِس سے بہت بڑھے ہوئے ہونگے ـ ہیبت ـ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اُس کے اثرات اِس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اُس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت لامحالہ مکڑی کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اُس سے مکھی متاثر نہیں ہے۔

[2] زانکہ ـ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو لامحالہ اُس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اُس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مکھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے ـ عنکبوت ـ تم خود بمنزلہ مکھی کے ہو اِس لئے مکڑی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے ـ بانگِ شیطان ـ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا اُن پر وہ اثر انداز ہے، مکڑی (شیطان) کی آواز کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے اِسی لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے ـ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ "بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے"

شد قیامت عید و بے دیناں دُہل — **ما چو اہلِ عید[1] خنداں ہمچو گُل**

قیامت عید ہے، اور بے دین ڈھول ہیں — ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

بشنو اکنوں ایں دُہل چوں بانگ زد — **دیگِ دولت با چگونہ می پزد**

اب سُن! اِس ڈھول نے جب آواز دی — دولت (کے شوربے) کی دیگ کس طرح پکتی ہے

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید — **گفت چوں ترسد دلم از طبلِ عید**

جب اُس ڈھول کو اُس دیدہ ور نے سُنا — اُس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے؟

گفت با خود ہیں ملرزاں دل کزیں — **مُرد جانِ بددلانِ بے یقیں**

اُس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے — بے یقین، بددلوں کی جان مری ہے

وقت آں آمد کہ حیدروار من — **مُلک گیرم یا بپردازم بدن**

وہ وقت آگیا ہے، کہ میں حیدرؓ کی طرح — ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کردوں

بر جہید و بانگ بر زد کاے کیا — **حاضرم اینک اگر مردی بیا**

وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان! — میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آجا

در زماں[2] بشکست ز آواز آں طلسم — **زر ہمی ریزید ہر سُو قسم قسم**

وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا — طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

ریخت چنداں زر کہ ترسید آں پسر — **تا نگیرد زر ز پُرّی راہِ در**

اِس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا — کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کردے

پُر شد آں مسجد ز زر ہر جائگاہ — **مرد حیراں شد ز تقدیرِ اِلٰہ**

ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی — اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مَرد حیران ہوگیا

بعد ازاں برخاست آں شیرِ عنید — **تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید**

اُس کے بعد وہ بہادر شیر اُٹھا — (اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر — **با جوال[3] و توبرہ بارِ دگر**

دفن کرتا اور سونا نکالتا — تھیلے، اور توبرے سے دوبارہ

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں — **کوریٔ و ترسانیٔ واپس خزاں**

اُس سے اُس بہادر نے خزانے بھرے — واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمد ست — **در دلِ ہر کوردونِ زرپرست**

یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے — ہر کمینے، زرپرست، اندھے کے دل میں

[1] اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانیوالے خوش ہوتے ہیں۔ بشنو۔ اِس طلسم کے ڈھول نے جب خوفناک آواز دی تو اُس ولی کو کس قدر فائدہ پہنچا۔ دیگ دولت با۔ یعنی دیگِ دولتِ شوربا۔ چگونہ۔ یعنی اہلِ عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدرؓ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حیدروار یعنی بہادرانہ۔ کیا۔ پہلوان۔

[2] در زماں۔ اُسی مہان کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زرپاشی شروع ہوگئی۔ ریخت۔ اتنا سونا برسا کہ اُس کو دروازے کا راستہ بند ہوجانے کا خیال پیدا ہوگیا۔ عَنید۔ اگر تا سے ہے تو یعنی حاضر اور مہیا ہے اور اگر نون سے عنید ہے تو سرکش اور بہادر کے معنیٰ میں ہے۔

[3] جوال۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہرے کوری۔ ایں۔ اِس قصہ میں جو سونا برسنے کی بات آئی ہے اُس سے اہلِ ظاہر اور دنیادار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اِس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

کودکاںلہ اسفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند

بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نامِ زر — آں کنند در خاطرِ کودک گذر

اُس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — کو نگردد کاسِد آمد سرمدی

بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکّہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زر ازاں زر تاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت

وہ سونا کہ اس سونے نے اُس سے رونق حاصل کی ہے — جوہر، اور چمک، اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی

وہ سونا کہ دل اُس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آجائے

شمعلہ بود آں مسجد و پروانہ او — خویشتن در باخت آں پروانہ خو

وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرّش را ولیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش

اُس نے اُس کے پر جلائے لیکن اُسکو بنا دیا — اُس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت

وہ نیک بخت حضرت موسیٰؑ کی طرح تھا — کہ اُنھوں نے اُس درخت کی جانب آگ دیکھی

چونلہ عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود

چونکہ اُن پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں بہ بینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر

اے بیٹا! جب تو مردِ خدا کو دیکھتا ہے — تو اُس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی واں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سو است

تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰؑ ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں باز بیا

وہ (حضرت) موسیٰؑ کا درخت ہے، اور پُر نور ہے — نور کہہ اُس کو نار نہ کہہ، اب آجا

تو اُسکو اُسمیں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو ز خود۔ اِس ولی میں اوصافِ بشری کا نظر آنا خود اُسکی طبیعت کا عکس ہے چونکہ وہ خود صرف اِنہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اُسکو صرف وہی نظر آتے ہیں حالانکہ وہ ولی اُنسے پاک و صاف ہوتا ہے۔ او درختِ موسیٰؑ۔ ولی کو حضرت موسیٰؑ والا درخت سمجھ جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ درحقیقت نور تھا۔ باز بیا۔ اُس ولی سے اِتصال پیدا کر تب تجھ پر اُسکی حقیقت کھلے گی۔

لہ کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہلِ دنیا اِس سونے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کروگے تو وہ ٹھیکرے مُراد لینگے اسی طرح دنیا داروں کے سامنے سونے کا ذکر کروگے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اِس سونے سے مُراد تجلیاتِ رب ہیں۔ مضروب۔ ٹھپّہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔ دل۔ دل اِس چاندی سونے سے اور حریص بنتا ہے جب اُس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اُس کو غنا حاصل ہوتی ہے۔

لہ شمع بود۔ اُس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اُس کا پروانہ تھا۔ سوخت پرّش۔ ابتداءً اُس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش۔ لیکن جب اُس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اُس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰؑ۔ اُس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس اُنھیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

لہ چوں۔ حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی بھرپور عنایتیں تھیں اُن کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار نمودار فرمایا کہ رغبت سے ادھر متوجہ ہوں۔ مردِ حق۔ جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے

نے فِطامِ ایں جہاں نارے نمُود — سالِکاں رفتند آں خود نوُر بوُد

کیا اِس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا؟ — سالِک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمعِ دیں بر می شوَد — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بوُد

بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سوُزد یار را — واں بصُورت نار و گُل زُوّار را

یہ (دنیادی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلا دیتی — وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنیوالوں کیلئے پھول ہے

ایں[۲] چو سازِ ندہ و لے سوزِ ندہ — واں گہِ وصلت دِل افروزِ ندہ

یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانیوالی ہے — اور وہ مِل جانے پر دل کو روشن کرنیوالی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ سازوار — حاضراں را نور و دُوراں را چو نار

شعلہ کی شکل ہے ساز کرنے والی پاک نور ہے — پاس والوں کیلئے نور ہے اور دُور والوں کیلئے آگ

ایں سخن را نیست پایانے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید

اِس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے — عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

مُلاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں

اُس عاشق کا صدرِ جہاں سے مِلنا

آں[۳] بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بوُد از عشق آساں آں کبد

اُس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا — وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوُئے گردوں شُدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ

اُس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی — صدرِ جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

گفت با خود در سحر گہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بوُد

اُس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا! — اُس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا؟

اُو گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمیدانست نیک

اُس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن — وہ اچھی طرح، ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شوَد — لیک صد امید در ترسش بوُد

خطاوار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے — لیکن اُس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را — آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں — جو خود ڈرے میں اُس کو کیا ڈراؤں؟

---

[۱] نے فطام۔ ایک چیز کا بظاہر نار اور حقیقتاً نور ہونا اس بات سے بھی سمجھو کہ سالِک کو ترکِ دنیا نار معلوم ہوتی ہے لیکن جب وہ راہِ سلوک پر چل پڑتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ ترکِ دنیا دراصل نور ہے۔ پس بدانکہ۔ شمعِ دین یعنی عشق روشن ہوتا ہے لیکن وہ دوسری آگوں کیطرح نہیں ہے دوسری آگیں بظاہر نور ہیں لیکن قریب ہوں تو جلا ڈالتی ہیں اور عشق کی آگ دور سے آگ ہے لیکن عاشقوں کے لئے پھول ہے۔

[۲] ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر بھلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے شکلِ شعلہ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے موافق پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اُس پر حقیقت کھلتی ہے۔

[۳] آں بخاری۔ جس طرح سے مسجد کے مہمان نے اپنے آپکو شمعِ عشق پر قربان کر کے جان دے دی تھی اسیطرح صدرِ جہاں کے اُس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمعِ عشق کا پروانہ بنا دیا تھا۔ کبد محنت مشقت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت کا سبب بن گئیں۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا او گنا ہے۔ اُسنے اپنی خطا کیطرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور نہ کیا اور ڈر کر بھاگ گیا۔

ف۱ بہرِ دیگِ سرد آذر می رَوَد
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے
نے بداں کہ جوشش از سر میرود
نہ کہ اس کے لئے جس کا اُبال اوپر سے نکلے

ایمناں را من بترسانم بحِلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں
خائفاں را ترس بردارم ز حِلم
ڈرنیوالوں کا بُردباری کے ذریعہ خوف دُور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم
پیوند، سیتا ہوں، پیوند جگہ پر لگاتا ہوں
ہر کسے را شربت اندر خوردِ ہم
ہر کسی کے لئے، مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سِرِّ مرد چوں بیخِ درخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے
زاں بروید برگہاش از چوب سخت
اُس سے اُسکے پتے اُگتے ہیں (جسطرح) سخت لکڑی سے

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا
اُس جڑ کے مناسب پتے اُگے ہیں
در درخت و در نفوس و در نُہٰا
درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

ف۲ بر فلک برہاست ز اشجارِ وفا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں
اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهٗ فِی السَّمَا
اُن کی جڑ قائم ہے، اور اُسکی شاخیں آسمان پر ہیں

چوں برُست از عشق بر بر آسماں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اُگا ہے
چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں
تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اُگے گا؟

موج می زد در دلش عفوِ گنہ
خطا کی معافی، اُس کے دل میں موجیں مارتی تھی
زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بُود
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے
نے جُدا و دُور چوں دو تن بُود
نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

متّصل نبود سفالِ دو چراغ
دو چراغوں کے دیولے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں
نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
اُن کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

ف۳ ہیچ عاشق خود نباشد وصل جُو
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے
کہ نہ معشوقش بُود جویائے اُو
جب تک کہ اُس کا معشوق اُس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کُند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے
عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کُند
معشوقوں کا عشق (اُنکو) موٹا تازہ بناتا ہے

ف۱ بہرِ دیگِ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اُسکے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے جِلم۔ غصہ حِلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ سِرِّ مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہونگی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نُہٰا۔ نُہیہ کی جمع ہے، عقل۔

ف۲ بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے اُن کے پھل آسمان پر ہیں اسلئے کہ وہ اُن درختوں میں سے ہیں جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں یہ جڑیں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ متّصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں لیکن اُن کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

ف۳ ہیچ عاشق۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدرِ جہاں کے دل کی محبت

اُس وکیل کے دل کی محبت کا اثر تھا یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو، لیکن۔ بہرحال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات چونکہ دونو پر جدا جدا ہیں عشق عاشق کو کمان بنا دیتا ہے اور معشوق کو تر و تازہ بنا تا ہے تو اس سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جَست
جب اُس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی

اندراں دل دوستی میداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اُس دل میں بھی محبت ہے

در دلِ[1] تو مہرِ حق چوں شد دوتو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی

ہست حق را بے گماں مہرے بتو
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگِ کف زدن آید بدر
ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے

از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تِشنہ می نالد کہ اے آبِ گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی

آب ہم نالد کہ کُو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے، کہ پینے والا کہاں ہے!

جذبِ[2] آب ست ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے

ما ازآنِ اُو و اُو ہم زانِ ما
ہم اُس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحِکمت در قضا و در قدر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے

کردہ مارا عاشقانِ ہمدگر
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جُملہ اجزاے جہاں زاں حکمِ پیش
اُس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء

جُفت جُفت و عاشقانِ جُفتِ خویش
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جُزوے بعالم جُفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے

راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اِسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں[3] گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید

با توام چوں آہن و آہن رُبا
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خِرد
عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے

ہر چہ اُو انداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد اُو
جب اُس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے

چوں نماند تری و نم بدہد اُو
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

بُرجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے

بُرجِ آبی تریش اندر دہد
آبی برج، اُس میں تری پیدا کرتا ہے

بُرجِ بادی ابر سوئے اُو برد
بادی برج، اُس کے جانب ابر لے جاتا ہے

تا بُخاراتِ وخم را بر کشد
یہاں تک کہ ناموافق بُخارات کو کھینچ لیتا ہے

---

[1] در دلِ تو۔ اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اُس محبت کا اثر ہے جو اُس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ ہیچ۔ تالی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جملہ اجزاء۔ دنیا کی اشیاء جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

[3] آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے، آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اُس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی۔ آسمان کے مختلف حصّے زمین کو مختلف قسم کے فائدے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے آبی برج پانی عطا کرتا ہے۔ بادی برج بادلوں کو ادھر سے ادھر لے جاتا ہے۔

بُرجِ آتش گرمیِ خورشید ازو — **ہمچو تابہ سُرخ ز آتش پشت و رُو**

آتشی بُرج کو سورج کی گرمی اُس سے ہے — توے کیطرح آگ سے (اُس کی) رُو اور پشت سُرخ ہو

ہست[1] سرگرداں فلک اندر زمن — **ہمچوں مرداں گردِ مکسب بہرِ زن**

زمانے میں آسمان سرگرداں ہے — شوہروں کی طرح، بیوی کے لئے کمائی کے گرد

ویں زمین کدبانوییہا می کُند — **بر ولادات و رضاعش می تند**

اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے — جننے اور اُس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند — **چونکہ کارِ ہوشمنداں می کُنند**

پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ — کیونکہ وہ ہوشمندوں کے کام کرتے ہیں

گرنہ[2] از ہم ایں دو دلبر می مزند — **پس چرا چوں جفت در ہم می خزند**

اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزا نہیں اُڑاتے ہیں — تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

بے زمیں کے گُل بروید و ارغواں — **پس چہ زاید ز آب و تابِ آسماں**

زمین کے بغیر گُل اور ارغوان کب اُگتا ہے؟ — آسمان کی آب و تاب سے کیا اُگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ ز نر — **تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر**

اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے — تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد — **تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد**

مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اسلئے میلان رکھا ہے — تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کرے

میلِ[3] ہر جُزوے بجُزوے ہم نہد — **ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد**

ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے — دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق — **مختلف در صورت اما اتفاق**

گلے لگانے میں رات، دن کیساتھ اسیطرح ہے — بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند — **لیک ہر دو یک حقیقت می تنند**

بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں — لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش — **از پئے تکمیلِ فعل و کارِ خویش**

ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے — اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را — **پس چہ اندر خرج آرد روزہا**

کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے — تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

---

[1] ہست سرگرداں۔ جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ ویں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کیلئے کرتی ہے۔ بچے جنتی ہے اُسکو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ ذی حس چیزوں کی طرح عمل کرتے ہیں اُن کو بھی حساس سمجھو۔

[2] گرنہ۔ ایک دوسرے سے لطف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھسے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرِ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد۔ بقاءِ عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

[3] میلِ ہر جُزوے۔ عالم کے اجزا میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن انہیں باہمی اتحاد ہے۔ کارِ خویش۔ رات اپنے کاموں کی تکمیل میں دن کی محتاج اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ زانکہ۔ انسان رات کو سوتا ہے تو اسکے قویٰ مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی

جذبِ[1] ہر عنصرے جنسِ خود را کہ در ترکیبِ آدمی محتبس شدہ بغیرِ جنس

ہر عنصر کا اپنی اُس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناؤ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاکِ تن را باز گرد ‌‌ ‌ ترکِ جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا ‌ جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

جنسِ مائی پیشِ ما اَولیٰ تری ‌ بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری
تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے ‌ بہتر ہے کہ اِس جسم کو چھوڑ دے اُس جانب اُڑ آ

گوید[2] آرے لیک من پابستہ ام ‌ گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
وہ کہتی ہے، ہاں لیکن میں پابند ہوں ‌ اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تریِ تن را بجویند آبہا ‌ کاے تری باز آ ز غربت سوئے ما
پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں ‌ کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر ‌ کہ زناری راہِ اصلِ خویش گیر
کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے ‌ کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

ہست ہفتاد و دو علت در بدن ‌ از کششہائے عناصر بے رسن
بدن میں بہتّر بیماریاں ہیں ‌ عنصروں کی بغیر رسّی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بگسلد ‌ تا عناصر ہمدگر را وا ہلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کردے ‌ تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار مُرغ[3] اند ایں عناصر بستہ پا ‌ مرگ و رنجوری و علت پا کشا
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں ‌ موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد ‌ مُرغِ ہر عنصر یقیں پرواز کرد
جب اُس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھولدیا ‌ ہر عنصر کا پرند یقیناً اُڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا ‌ ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما
اِن اصلوں اور فرعوں کی کشش ‌ ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تاکہ ایں ترکیبہا را بر درد ‌ مُرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد
تاکہ اِن بندھنوں کو توڑ دے ‌ ہر جزو کا پرندہ اصل کی جانب اُڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عجل ‌ جمعِ شاں دارد بصحت تا اجل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے ‌ موت تک اُن کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

[1] جذب۔ حیوانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو اُن کا مخزن اور معدن ہے۔ انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں اِن عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا
(چکبست)
خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی اجزاء کو اپنی طرف آجانے کی دعوت دیتا ہے۔

[2] گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اُس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اِسی جسم کا پابند ہوں۔ اَثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ ز کششہا۔ یعنی اِن چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رَسن۔ رسّی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[3] چار مُرغ۔ یہ چاروں عُنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری اُن کے پاؤں کھولدیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کرجاتے ہیں۔ اصلہا۔ یعنی چاروں کُرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عُنصر۔ حکمت۔ اِن عناصر کی پرواز کیلئے حکمتِ خداوندی موت کے وقت تک

گویدؔ اے اجزا اجل مشہود نیست | پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا موت معلوم نہیں ہے | موت سے پہلے تمہارا پھڑ پھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق | چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے | تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہوگا؟

منجذب شدنِ جاں نیز بعالمِ ارواح

جان کا بھی عالمِ ارواح کی جانب کھنچنا

گویدؔ اے اجزائے پستِ فرشیم | غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزاء | میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

مَیلِ تن در سبزہ و آبِ رواں | زاں بود کہ اصلِ او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب | اسی لئے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

مَیلِؔ جاں اندر حیات و در حی ست | زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے ست

جان کا میلان زندگی، اور حی (و قیوم) کی جانب ہے | کیونکہ اس کی اصل لامکانی جان ہے

مَیلِ جاں در حکمت ست و در علوم | مَیلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے | جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

مَیلِ جاں اندر ترقی و شرف | مَیلِ تن در کسبِ اسبابِ علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے | جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

مَیلؔ و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں | زیں یُحِبُّ را و یُحِبُّوْن را بداں

شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے | اسکو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے

گرؔ بگویم شرح ایں بیحد شود | مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

اگر میں اس کی شرح کروں لامحدود ہو جائیگی | مثنوی اَسّی سیر کا غذ ہو جائے گی

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود | جانِ مطلوبش برو راغب بود

خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہوگا | مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہوگی

آدمی حیواں نباتی و جماد | ہر مرادے عاشقِ ہر بے مراد

آدمی، حیوان، نباتات اور جماد | ہر معشوق ہر نامراد (عاشق)، کا عاشق ہے

بے مراداں بر مرادے می تنند | واں مراداں جذبِ ایشاں میکنند

نامراد (عاشق)، محبوب کا چکر کاٹتے ہیں | وہ محبوب، ان کو کھینچتے ہیں

۱ے گویدؔ۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرمادیا ہے۔ ارتفاق۔ یعنی ہر عنصر اپنے کرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود جبکہ عناصر اپنی اصل کیلئے بے چین ہیں تو روح جوکہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گویدؔ (روح) جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے مرکز سے جدا رہنا سخت ناگوار ہے مَیلِ تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزاء سے بنا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

۲ے مَیلِ جاں۔ روحِ انسانی کی اصل روحِ اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی و قیوم کیطرف ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کیطرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔ مَیل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یُحِبّ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ یعنی خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح، روحِ اعظم کیطرف مائل ہے اسیطرح روحِ اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

۳ے گر بگویم۔ یعنی اگر میں روح اور روحِ اعظم کے اتحاد کی بات کرونگا تو یہ مثنوی بہت ضخیم ہوجائے گی۔

لیک[1] میلِ عاشقاں لاغر کُند — میلِ معشوقاں خوش و بافر کُند

لیکن عاشقوں کا عشق (اُنکو) لاغر کرتا ہے — معشوقوں کا عشق اُن کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دو رُخ افروختہ — عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ

معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کردیئے ہیں — عاشق کے عشق نے اُس کی جان جلاڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز — کاہ می کوشد دراں راہِ دراز

کہربا، لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے — تنکا اُس (عشق)، میں دراز راستہ طے کرتا ہے

ایں[2] رہا کُن عشقِ آں تشنہ دہاں — تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں

اِس کو چھوڑ، اُس پیاسے کا عشق — صدرِ جہاں کے سینے میں چمک اُٹھا

دُودِ آں عشق و غمِ آتشکدہ — رفتہ در مخدوم اُو مُشفق شُدہ

اُس عشق کا دُھواں، اور بھٹی کا غم — مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہوگیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو — شرم می آید کہ وا جُوید ازو

لیکن عزت، اور فخر، اور آبرو کی وجہ سے — اُس کو شرم آتی تھی کہ وہ اُس کی جستجو کرے

رحمتش مشتاقِ آں مسکیں شُدہ — سلطنت زیں لطف مانع آمدہ

اُس کی رحمت اُس مسکین کی مشتاق ہوگئی — سلطنت اُس مہربانی سے مانع بنی

عقل[3] حیراں کایں عجب اُو را کشید — یا کشش زاں سُو بدیں جانب رسید

عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اُسکو کھینچ رہا ہے — یا کشش اِس جانب سے اُس جانب پہنچی ہے

ترک جلدی کُن کزیں ناواقفی — لب بہ بند واللہ اعلم بالخفی

بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے — ہونٹ بند کرلے اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر دمے زینساں سخن — توبہ آرم ہر زماں صد بار من

میں اِس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند (کرتا ہوں) — ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم — واں کشندہ میکشد من چوں کنم

کہ اِس بات کو میں اِس کے بعد دفن کردونگا — وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست آں کت میکشد اے مقتنی — آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی

اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟ — وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

---

[1] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جدا گانہ ہے عاشق کا عشق اُس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اُس میں حُسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اُس کے رُخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اُس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اُس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کرو اُس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اُس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اُس پر مہربان ہوگیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لئے اُسکی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدرِ جہاں کی رحمت تو اُس کی مشتاق تھی لیکن اُس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

[3] عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اِس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بندم۔ حضرتِ حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور ضرورت کا نتیجہ نکال لیں گے لہٰذا اِس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ واں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اِس امر کی وضاحت کی جائے۔ کیست۔ مجھے اِس ارادے سے روکنے والی وہی ذات ہے جو انسانوں کے پختہ عزم کو رد کردیتی ہے۔

صد عزیمت میکنی بہرِ سفر ¹
تو سفر کے لئے سَو پختہ ارادے کرتا ہے

می کشاند مر ترا جائے دِگر
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سُو آں لگام
وہ لگام کو ہر جانب اِس لئے موڑ دیتا ہے

تا خبر یابد ز فارِس اسپِ خام
تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا، سوار کو جان جائے

اسپِ زیرک سار زاں نیکو پے ست
سمجھدار گھوڑا اِس لئے عمدہ رفتار ہے

کو ہمی داند کہ فارس بر وے ست
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اُس پر سوار (موجود) ہے

او دِلت را بر دو صد سودا ببست
اُس نے تیرے دل کو دو سَو خیالات سے وابستہ کر دیا

بے مرادت کرد و پس دل را شکست
تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں شکست ² اُو بالِ آں رائے نخست
جب اُس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا

چوں نشد ہستی بال اشکن درست
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

چوں قضایش حبلِ تدبیرت شکست
جب اُس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسّی توڑ دی

چوں نشد بر تو قضائے اُو درست
تو اُس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخِ عزائم و نقضہا جہت باخبر کردنِ آدمی را ازانکہ مالک و قاہر اُوست و گاہ گاہ عزمِ اُورا فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا طمعِ اُورا بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بُوَد

ارادوں کا فسخ کرنا اور اُن کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کیلئے ہے کہ مالک اور قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اُس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا اِسلئے ہے کہ اُس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اُسکے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزمہا ³ و قصدہا در ماجرا
معاملے میں ارادے، اور قصد

گاہ گاہے راست می آید ترا
کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمعِ آں دِلت نیّت کُند
تاکہ اُس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے

بارِ دیگر نیّتت را بشکند
دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکُلّی بے مرادت داشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا

دِل شُدے نومید اَمَل کے کاشتے
دل نااُمید ہو جاتا، امید کا بیج، کب ہوتا؟

ور نکاریدے اَمَل از عُورِیش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے اُمید (کا بیج) نہ بوتا

کے شُدے پیدا بروِ مقہوریش
تو اُس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

---

¹ صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اُس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ زاں۔ اللہ تعالیٰ اِن عزائم کو اِس لئے فسخ کرتا ہے کہ لوگوں کو اُس کی معرفت حاصل ہو جائے۔ مشہور مقولہ ہے۔ عَرَفْتُ رَبِّی بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ او۔ اللہ تعالیٰ دل میں سَو ارادے پیدا فرماتا ہے پھر انھیں ناکام بھی بنا دیتا ہے۔

² چوں شکست۔ جب پہلا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اُس کو قضاءِ خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔ عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

³ عزمہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اِس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیّت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے۔ ور نکاریدے۔ اگر بالکل ارادہ کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفتِ خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقلاں[1] از بے مُرادیہائے خویش | باخبر گشتند از مولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کیوجہ سے | اپنے مولا سے باخبر ہوگئے ہیں

بے مُرادی شد قلاؤوزِ بہشت | حُفَّتِ الْجَنَّۃ شنو اے خوش سرشت
نامرادی، بہشت کا پیشرو بنی ہے | اے خوش مزاج! "جنّت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

چوں مُرادات ہمہ اِشکستہ پاست | پس کسے باشد کہ کامِ او رواست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں | تو کوئی تو ہوگا جس کا مقصود پورا ہوتا ہوگا

پس شُدند اِشکستہ پاش ایں صادقاں | لیک کو خود آں شکست عاشقاں
پس یہ سچے انسان اُسکی وجہ سے شکستہ پا ہوگئے ہیں | لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے؟

عاقلاں اِشکستہ اَش از اضطرار | عاشقاں اِشکستہ با صد اختیار
اہلِ عقل، مجبوری سے اُسکے شکستہ (پا) ہیں | عاشق سَو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش[2] بندگانِ بندی اند | عاشقانِش شکّری و قندی اند
عقلمند اُس کے قیدی غلام ہیں | اُس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِیتیا کرہًا مہارِ عاقلاں | اِیتیا طوعًا مہارِ بیدلاں
"تم دونوں جبراً آؤ" اہلِ عقل کی مُہار ہے | عاشقوں کی مُہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردن[3] پیغمبر علیہ السّلام باسیراں و تبسّم کردن و گفتن کہ

آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مُسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اُس قوم پر

عَجِبْتُ مِنْ قَوْمٍ یُجَرُّوْنَ اِلَی الْجَنَّۃِ بِالسَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ

تعجب آتا ہے جو جنّت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر[4] یکے جُوقِ اسیر | کہ ہمی بُردند و ایشاں در نفیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی | کہ وہ اُنکو لے جارہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دیدشاں در بند آں آگاہ شیر | می نظر کردند در وے زیر زیر
اُس بیدار شیر نے اُن کو قید میں دیکھا | وہ (قیدی) نیچی نظروں سے اُن (آنحضورؐ) کو دیکھ رہے تھے

تا ہمی خایید ہر یک از غضب | بر رسولِ صدق دندانہا و لب
حتّٰی کہ ہر ایک غصّے سے چبا رہا تھا | سچے رسولؐ پر دانت اور ہونٹ

اطاعت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہوکر آئے اور پھر اسلام لاکر اطاعتِ خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ زیر زیر یعنی وہ قیدی آنحضورؐ کو دُزدیدہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تاہمی۔ وہ لوگ آنحضورؐ پر غضبناک تھے۔

---

[1] عاقلاں۔ اہلِ عقل باوجود ارادے کی پختگی کے پھر محرومی سے ذاتِ خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مُرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ "جنّت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے" یعنی جنّت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گذرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اُس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مراد لامحالہ حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ خداوندی۔ پس۔ اہلِ عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسرِ نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

[2] عاقلانش۔ اہلِ عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس محرومی میں وصلِ حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَھَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا یعنی پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اُس سے اور زمین سے کہا تم دونوں فرمانبرداری کرو خوشی سے یا جبراً، یعنی اہلِ عقل کی اطاعت کرھًا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طوعًا کی مصداق ہے۔

[3] نظر کردن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ

زہرہ نے با آں غضب کے دم زنند — زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند

باوجود اُس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے — کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

می کشانندشاں مُوَکّل[1] سُوئے شہر — می بَرَد از کافرستاں شاں بقہر

سپاہی اُن کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا — اُن کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے — نے شفاعت میرسد از سَروَرے

نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ — نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالَم ہمی گویند و اُو — عالَمے را می بُرد حلق و گلو

اُس کو رحمتِ عالَم کہتے ہیں، اور وہ — ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

با ہزار انکار می رفتند راہ — زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ

وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے — شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا[2] کردیم و اینجا چارہ نیست — خود دلِ ایں مَرد کم از خارہ نیست

ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہے — خود اُس شخص کا دل، پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مَردِ کارِ الپ ارسلاں — بادو سہ عُریاں و سُست و نیم جاں

ہم ہزاروں بہادر شیر — دو تین ننگوں، سُست، اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درماندہ ایم از کجروِیست — یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست

ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے — یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری ہے

بختِ ما را بَردرید آں بختِ اُو — تختِ ما شد سرنگوں از تختِ اُو

ہمارے نصیبے کو اُس کے نصیبے نے چاک کر دیا — ہمارا تخت اُس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ اُو[3] از جادوئی گر گشت زَفت — جادوئی کردیم ما ہم چوں نَرفت

اگر اُس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے — ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیرِ ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَکُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند

اِس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہوگی، معترضین کہتے تھے

کہ از ما و محمدؐ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ

کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اُسکی فتح اور مددکر، اور وہ یہ بات اِس لئے کہتے تھے

گماں داشتند خود بر حق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمدؐ منصور شُد

کہ اُن کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلبگار محمدؐ فاتح بن گیا

[1] مُوَکّل۔ سپاہی۔ کافرستان یعنی انکا وطن۔ نے فدائے۔ آنحضورؐ اُن قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضورؐ کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمتِ عالَم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمتِ عالَم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ با ہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضورؐ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

[2] چارہا۔ ہم نے اپنی کامیابی کی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مَردِ کار۔ بہادر۔ الپ ارسلاں۔ الپ بہادر، ارسلان درندہ شیر۔ با دو سہ۔ یعنی چند بے سر و سامان کمزور لوگوں سے شکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں۔ اسکی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

[3] کارِ اُو۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر اُن کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یعنی اے مکہ والو! تم فتح مانگتے تھے دیکھتے تھے کہ جو حق پر ہو اُسکو

از بتانِ[1] و از خدا درخواستیم — کہ بکن ما را اگر ناراستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی — کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

دانکہ حق و راست ست از ما و او — نصرتش دہ نصرتِ او را بجو
ہم میں اور اُنمیں سے جو حق اور سچائی پر ہے — اُس کی مدد کر، اُس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلاۃ — پیشِ لات و پیشِ عزّیٰ و مَنات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کیئے — لات کے آگے، عزّیٰ اور مَنات کے آگے

کہ اگر حق ست او پیداش کن — گر نباشد حق زبونِ ماش کن
کہ اگر وہ برحق ہے اُس کو نمایاں کردے — (اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کردے

چونکہ وا دیدیم او منصور بود — ما ہمہ ظلمت بدیم او نور بود
جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا، کہ وہ فاتح رہا — (اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں[2] جوابِ ماست کانچہ خواستید — گشت پیدا کہ شما ناراستید
یہ ہمارے لئے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا — واضح ہوگیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش — کور می کردند و دفع از ذکرِ خویش
وہ پھر اِس خیال کو اپنے فکر سے — بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کایں تفکّر ما ہم از ادبار رُست — کہ صوابِ او شود در دل دُرست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے — تاکہ اُن کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہوگیا تو کیا ہوا؟ — زمانہ کسی کو بھی غالب کردیتا ہے

ما ہم از ایامِ بخت آور شدیم — بارہا بر روئے مظفر آمدیم
ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں — کئی بار اُس پر فتحمند ہوئے ہیں

باز[3] می گفتند اگر چہ او شکست — چوں شکستِ ما نبود او زشت و پست
وہ پھر کہتے کہ اگر اُس نے شکست (کھائی ہے) — وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ بختِ نیک او را در شکست — داد صد شادیِ پنہاں زیر دست
کیونکہ نیک نصیبے نے اُس کو شکست میں — سَو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کو بہ اشکستہ نمی مانست ہیچ — کہ نہ غم بودش دراں نے پیچ پیچ
وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا — کیونکہ اُس کو اُس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

---

[1] از بتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیش۔ لات اور منات اور عزّیٰ بتوں کے نام ہیں۔ چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

[2] ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ باز۔ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آچکے ہیں۔

[3] باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ چونکہ مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ اُن میں قوت ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ کو۔ آنحضورؐ شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چون[1] نشانِ مؤمنان مغلوبی ست — لیک در اشکستِ مؤمن خوبی ست
چونکہ مؤمنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مؤمن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مُشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از فیحِ ریحاں پُر کنی
اگر تو مُشک، اور عنبر کو توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دیگا

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر — خانہا پُر گند گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا — سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کرگند خود مُشک با سرگیں قیاس — آب را با بول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ — پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کریگا؟

سِرِّ آنکہ بے مُراد باز گشتن رسول علیہ السّلام از حدیبیہ حق تعالیٰ

اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کئے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ

لقب آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا[2] بصورت غلق بود

نے فتح کا لقب دیا کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی اور

و بمعنی فتح چنانچہ شکستنِ مُشک بظاہر شکستن ست و بمعنی

حقیقتاً فتح جیسے کہ مُشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اُس کے

درست کردن ست مُشکی اُو را و تکمیلِ فوائد اُوست

مُشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقت بر گشتِ حدیبیہ رسولؐ — در تفکر بُود و غمگین و مَلول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاں[3] اندر حقِ شمعِ رُسُل — دولت اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہُل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک — دولت نے اِنَّا فَتَحْنَا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رَو — تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے انکو پیغام آیا کہ چلے جایئے — آپ اس فتح کے رُکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست — نک فلاں قلعہ فلاں بقعہ ترا ست
اِس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں — یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپ کا ہے

---

[1] چوں نشاں۔ مسلمان کی بے سر و سامانی اس کے ایمان کی علامت ہے اور مؤمن کی شکست اس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گر تو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مُضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ فیح۔ مہک، لپٹ۔ سرگینِ خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کرید دیا جائے تو اس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کرگند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مُشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔

[2] اِنَّا فَتَحْنَا۔ مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اِسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کئے واپس آ گئے تھے یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ کے واقعات نے ثابت کر دیا تھا ـــــــ

[3] ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بُقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

۱؎ بنگر آخر چونکہ وا گردید تفت — بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھ جب وہ جلدی سے واپس آگئے — اُن کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گردِ آں دو بقعہا — شُد مُسلّم وز غنائم نفعہا

اِن دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی — فتح ہوگئے اور غنیمتوں کے سبب نفعے (ہوئے)

۲؎ ور نباشد آں تو بنگر کایں فریق — بر غم و رنج اند مفتون و عشیق

اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ — رنج و غم کے شیدا، اور فریفتہ ہیں

زہرِ خواری را چو شکر می خورند — خارِ غمہا را چو اشتر می چرند

وہ ذلّت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں — غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہرِ عینِ غم نہ از بہرِ فرج — ایں تنازل پیشِ ایشاں چوں درج

صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے — یہ تنزّل اُن کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاد اند اندر قعرِ چاہ — کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ

وہ کنوئیں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں — کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہریار — در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے — فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بود خود ہم نشیں — فوقِ گردون ست نے زیرِ زمیں

جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو — وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

۳؎ تفسیرِ حدیثِ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کہ لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی یُوْنُسَ بْنِ مَتّٰی

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث کی تفسیر کہ مجھے یُونس بن متّٰی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبرؐ کہ معراجِ مرا — نیست بر معراجِ یونسؑ اجتبا

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری معراج — یونسؑ کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب — زانکہ قربِ حق برونست از حسیب

(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور اُن کا مقام پستی میں ہے — کیونکہ اللہ (تعالےٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالاتر ہے

قرب نے بالا نہ پستی رفتن ست — قربِ حق از حبسِ ہستی رستن ست

قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے — اللہ کا قرب، وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

۱؎ بنگر - بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اُن کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ اُن کو حدیبیہ کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے. بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوہ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔

حدیبیہ کا واقعہ ۶ھ کا ہے البتہ اِن میں سے کچھ لوگ خیبر میں جاکر آباد ہوگئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

۲؎ ور نباشد - اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اسکے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہرِ غم - یعنی غم اُن کو اِس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعرِ چاہ - ذلّت انکو اسقدر پیاری ہوتی ہے کہ اُسکے زوال اور تختِ شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری - یہ لوگ فقر میں شہنشاہی اور خزاں میں بہار کے لُطف اُٹھاتے ہیں۔ ہر کجا جبکہ کنوئیں کی گہرائی میں انکو معیت حق حاصل ہے تو وہ اسمان کی بلندی سے بہتر ہے —

۳؎ تفسیر - اِس حدیث کی تفسیر سے مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیتِ حق ہے اونچائی نیچائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے۔ معراجِ یونسؑ - حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی - آنحضرت حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قربِ حق - قربِ حق حاصل ہوتے ہوئے اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں۔ قرب - اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ ترکِ ہستی سے ہوتا ہے

نیست را چہ جائے بالا است و زیر — نیست را نے زود و نے دور است و دیر

فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نیچائی — فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست — غرۂ ہستی چہ دانی نیست چیست

اللہ کے خزانہ کا کارخانہ، فنائیت میں ہے — تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے؟

حاصل ایں شکستِ ایشاں اے کیا — می نماند ہیچ با شکستِ ما

خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! اُن کی شکست — ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

آنچناں شاد اند در ذُل و تلف — ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف

وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں — جس طرح ہم اقبالمندی اور بڑائی میں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اوست — فقر و خواری افتخارست و علوست

پوری بے سروسامانی کا سامان اُس کی جاگیر ہے — فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

آں یکے گفت ار چناں است آں فرید — چوں نخندید او چو ما را بستہ دید

ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے — تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اُس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

چونکہ او مبدل شدست و شادیش — نیست زیں زندان و زیں آزادیش

جبکہ اُس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اُس کی خوشی — اِس قید اور اِس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد — چوں ازیں فتح و ظفر پر باد شد

تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے؟ — اِس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

شاد شد جانش کہ بر شیرانِ نر — یافت آساں نصرت و دست و ظفر

اُس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر — آسانی سے فتح اور قابو، اور ظفر پالی

پس بدانستیم کو آزاد نیست — جز بدنیا دلخوش و دلشاد نیست

تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے — دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آں جہاں — بر بد و نیک اند مشفق مہرباں

ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اُس جہان والے — اچھے اور برے پر شفیق اور مہربان ہیں

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں — آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں

وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے — وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

تا موکل نشنود در ما جہد — ایں سخن در گوشِ آں سلطاں نہد

تاکہ سپاہی نہ سن لے (اور) ہم پر کود پڑے — یہ بات اُس بادشاہ کے کان میں رکھدے

۵۱ نیست۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ۔ فنائیت کے بعد اسرارِ خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل۔ یہاں سے پھر اُن قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے اُنھوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے۔ آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ۔ بے سرسامانی اُن کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

۵۲ آں یکے۔ آنحضورؐ کی فنائیت پر اس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقامِ فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مُقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر اُن میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور انکی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہیں۔

۵۳ شاد شد۔ یقیناً انکی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شیروں پر انھوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیا دار ہیں۔ اہل آں جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا

آگاہ شدنِ پیغمبر علیہ السّلام از طعنِ ایشاں بر شماتتِ او[۱]

خوشی پر اُن کی طعنہ زنی سے آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مُوکّل ایں سُخن ‎ ‎ رفت در گوشے کہ بُد آں من لدُن

اگرچہ اُس سپاہی نے یہ بات نہ سُنی ‎ ‎ اُس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

بُوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید ‎ ‎ آنکہ حافظ بُود یعقوبؑش شنید

(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی ‎ ‎ اُس نے جو محافظ تھا، اُس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں ‎ ‎ نشنوند آں سرِّ لوحِ غیب داں

وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر ‎ ‎ غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ ‎ ‎ آمدہ سرّ گردِ اُو گرداں شدہ

محمدؐ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں ‎ ‎ راز آیا (اور) اُس نے اُن کے گرد چکر لگائے

آں[۲] خورد حلوا کہ روزیش ست باز ‎ ‎ آں نہ کانگشتانِ اُو باشد دراز

حلوا وہ کھاتا ہے، جس کی روزی کشادہ ہو ‎ ‎ نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

نجمِ ثاقب گشتہ حارسِ دیوراں ‎ ‎ کہ بہِل دُزدی ز احمدؐ سرِّستاں

ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا بنا ‎ ‎ کہ چوری چھوڑ، احمدؐ سے راز حاصل کر

اے دویدہ سوئے دُکاں از پگاہ ‎ ‎ ہیں بمسجد رَو بجو رزقِ از الٰہ

اے صبح سے دکان کی جانب دوڑتے ہوئے! ‎ ‎ خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم کردنِ رسول علیہ السّلام ضمیرِ آں اسیراں را[۳]

آنحضور علیہ السّلام کا اُن قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفتِ شاں را فہم کرد ‎ ‎ گفت آں خندہ نبُودم از نبرد

پس رسولؐ اُن کی وہ گفتگو سمجھ گئے ‎ ‎ فرمایا وہ میرا ہنسنا، جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

مُردہ اند ایشاں و پوسیدہ فنا ‎ ‎ مُردہ کُشتن نیست مردی پیشِ ما

وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں ‎ ‎ مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف ‎ ‎ چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف

وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے ‎ ‎ جب میں میدانِ جنگ میں قدم جمالوں

آنگہے کازاد بُودید و مکیں ‎ ‎ من شما را بستہ می دیدم چنیں

جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے ‎ ‎ میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

۱ آگاہ۔ آنحضورؐ نے اُن کی یہ خفیہ باتیں سُن لیں اِس لئے کہ آپ کے کان اِس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بوئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متّصف ہو جاتے ہیں حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اُس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لئے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچکر بھی نہیں سُن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سُن لیتے تھے۔

۲ آں خورد۔ یعنی حلاوت درازی سے نہیں ملتا ہے مقدر سے ملتا ہے یہی حال اسرارِ خداوندی کا ہے۔ نجمِ ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کیلئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے اُن پر ٹوٹتے ہیں اور وہ اُن کو بھگا دیتے ہیں۔ ز احمدؐ اسرارِ خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دُکان نہیں ہے لہٰذا اُس سے روزی مانگو۔

۳ فہم کرد یعنی آنحضورؐ کو بطور وحی کے اُن کی گفتگو کا علم ہو گیا۔ نبرد یعنی میں جنگ کے معاملہ میں نہیں مسکرا رہا تھا۔ مُردہ۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کونسی بہادری ہے کہ اُس پر خوشی کی جائے۔ کازاد یعنی جبکہ وہ جنگی قیدی نہ تھے اور اپنے وطنوں میں مقیم تھے۔

اے بنازیدہ بملک و خانداں ۱ | نزدِ عاقل اشترے بر نردباں

اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں | (یہ) عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد از بام طشت | پیشِ چشمم کُلِّ آتِ آت گشت

جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے | ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ می بینم عیاں | بنگرم در نیست شی بینم عیاں

میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں | میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم ۲ سِرِ عالمے بینم نہاں | آدمؑ و حواؑ نرستہ از جہاں

میں عالمِ غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں | جبکہ آدمؑ اور حواؑ دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شما را وقتِ ذراتِ الست | دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

میں نے تمھیں، الست کی چیونٹیوں کے وقت | پا بزنجیر، اور اوندھا، اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ آسمانِ بے عمد | آنچہ دانستہ بُدم افزوں نشد

بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں | جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شما را سرنگوں می دیدہ ام | پیش ازاں کز آب و گل بالیدہ ام

میں نے تمھیں اوندھا دیکھا ہے | اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی ہے

نو ندیدم تا کنم شادی بداں | ایں ہمی دیدم دراں اقبالِ تاں

میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں | یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستہ ۳ قہرِ خفی وانگہ چہ قہر | قند می خوردید در وے درج زہر

مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟ | تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں چنیں قندے پُر از زہر ار عدو | خوش بنوشد چیست حسد آید برو

اگر دشمن، زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر | خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

با نشاط آں زہر می کردید نوش | مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش

تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے | تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں | تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں

میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں | کہ فتحمند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مُردار رخیص | بر چنیں مُردار چوں باشم حریص

یہ دنیا مُردار ہے، اور سستا مُردار | ایسے مُردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

---

۱ اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر لٹکنا۔ نقشِ تن۔ جب کہ میں جسم کی مادیت سے آزاد ہو گیا ہوں ہر آنیوالے واقعہ کو اسطرح دیکھ لیتا ہوں جیسے کہ وہ میرے سامنے ہے۔ بنگرم۔ انگور سے بننے والی شراب کو اس کے کچے خوشہ میں دیکھ لیتا ہوں۔ کسی چیز کے معدوم ہونے کی حالت میں اسکے وجود کو دیکھ لیتا ہوں۔

۲ بنگرم۔ پہلے اشعار میں ہونے والی باتوں کے بارے میں علم کی وسعت کا بیان تھا اس شعر میں گزشتہ واقعات پر علم کی وسعت کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدمؑ کی پشت سے آپکی اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکالکر انسے عہدِ الست لیا گیا تھا میں نے اسیوقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اسمیں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شما۔ میں نے اپنے عالمِ ناسوت میں آنے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔ نو ندیدم۔ تمہاری شکست میرے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے جس پر میں خوش ہوں۔

۳ بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہرِ الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جسکو تم مہر سمجھتے ہو۔ ایں چنیں۔ اگر کسی کا دشمن وہ شکر کھائے جسمیں زہر ہو تو پھر حسد کا کوئی موقع نہیں ہے۔ مرگ۔ تمہاری روحانی موت نے تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد ملک گیری کیلئے

سگ[۱] نیَم تا پُرچمِ مُردہ کَنَم — عیسیئم آیم کہ تا زندش کُنم
میں کتّا نہیں ہوں کہ مُردار کی دُم کے بال نوچوں — میں عیسیٰؑ ہوں (اِسلئے) آیا ہوں تاکہ اُسکو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک — تا رَہانم مر شُمارا از ہلاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے — تاکہ تمھیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بَشَر — تا مرا باشد کرّ و فرّ و حَشَر
میں انسانوں کے گلے اِس لئے نہیں کاٹتا ہوں — کہ میرے لئے شان وشوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا — زاں گلوہا عالمے یابد رہا
میں چند انسانوں کا گلا اِس لئے کاٹتا ہوں تاکہ — اِن گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[۲] پروانہ وار از جہلِ خویش — پیشِ آتش می کُنید ایں حملہ کیش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح — آگ پر اِس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست — از در افتادن در آتش با دو دست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں — دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید — تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا — تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدّ جدِ می خواندید — سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے — اژدھوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر[۳] می کردید و اندر عینِ قہر — خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں — تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

بیانِ آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہورست و در عینِ منصوری ماسور
اِس کا بیان کہ سرکش عین غلبہ میں مغلوب ہے، اور عین فتحمندی میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زر کَشید — اُو دراں مشغول خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا — وہ اُس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے — کے بر و والی حَشَر انگیختے
اگر وہ اُس وقت، خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا — تو حاکم، اُس پر کب قیامت برپا کرتا؟

ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اُس سے مغلوب ہو۔ بیانِ۔ اِس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ چور خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اُس میں خود اُس کی مغلوبیت تھی۔ ماسور۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اُس سے ملنے آگیا۔ بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی سزا سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

۱ سگ نیم۔ کتّا مُردار کھاتا ہے۔ پرچم۔ دُم کے بال۔ عیسئ ہو۔ میرا کام لوگوں کو حیاتِ ابدی عطا کرنا ہے۔ زاں۔ میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کیلئے ہے۔ تا مرا۔ میں اپنی شان وشوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گلوئے چند۔ مفسدین کو ختم کرکے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

۲ گر شما۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلِی کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیْهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهٗ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیْهَا فَاَنَا آخِذٌ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُوْنَ فِیْهَا یعنی میری مثال، اُس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور اُن جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں اُسمیں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنیوالے نے اُن کو روکنا شروع کر دیا اور وہ اُس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اُس میں گھسے پڑتے ہو۔ آنکہ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو اژدھے کے منہ میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

۳ قہر می کردید یعنی تمہارا

قاہری[1] دزد مقہوریش بود — **زانکہ قہر او سرِ او را ربود**
چور کا غلبہ اُس کی مغلوبیت تھی — اِس لئے کہ اُس کے غلبہ نے اُس کا سر اڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ او شود — **تا رسد والی و بستاند قود**
خواجہ پر غلبہ، اُس کا جال بن جاتا ہے — حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ — **در نبرد و غالبی آغشتۂ**
اے وہ کہ تو مخلوق پر غالب آگیا ہے! — جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد منہزم کردست شاں — **تا ترا در حلقہ می آرد کشاں**
اُس نے قصداً اُن کو پسپا کیا ہے — تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں[2] عناں در کش پئے ایں منہزم — **در مراں تا تو نگردی منخزم**
اِس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام — نہ چلا تاکہ تو نکٹا نہ بن جائے

چوں کشانندت بدیں شیوہ بدام — **حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام**
جب تجھے اِس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے — اِس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھیگا

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد — **چوں دریں غالب شدن دید او فساد**
اِس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟ — جبکہ اِس غالب آنے میں اُس نے تباہی دیکھی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش — **کہ خدایش سُرمہ کرد از کحلِ خویش**
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے — کیونکہ خدا نے اپنے سُرمے سے اُسکے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں — **اہلِ جنّت در خصومتہا زبوں**
پیغمبرؐ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں — جنّتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمال[3] حزم و سوء الظنِّ خویش — **نے ز نقص و بد دلی و ضعفِ کیش**
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے — نہ (عقل) نقصان اور بُزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ دادن شنیدہ در کموں — **حکمتِ لولا رجالٌ مؤمنون**
غلبہ دینے (کے بارے) میں درپردہ سُنے ہوئے تھے — لولا رجالٌ مؤمنون کی حکمت

---

[1] قاہری۔ چور کا خواجہ پر غالب آنا ہی اُس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سر او۔ چور نے خواجہ کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں حاکم نے اُس کو قتل کرادیا۔ قود۔ قصاص، جان کے بدلے میں جان لینا۔ آں کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً کفار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر جال میں آپھنسیں۔ چیرہ۔ غلبہ۔ قاصد۔ یعنی قصداً۔ منہزم۔ پسپا۔

[2] ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اُس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیے۔ منخزم۔ سرنگوں، نک کٹا۔ چوں۔ جب غلبہ کا دھوکہ دیکر تجھے میدان میں لے آئینگے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔ عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سُرمہ۔ فنون۔ ہنرمندیاں۔ زبون۔ حدیث شریف ہے۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ یعنی کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ نہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی ہو وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اُسکی قسم ضرور پوری کردیگا۔

[3] از کمال۔ اہلِ جنّت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے اعمال سے بدظنی کی بنا پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کی وجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونے سے اہلِ جنّت کی کمزوری اِن وجوہ سے نہیں ہے۔ در فرہ۔ حدیبیہ کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفارِ مکہ کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْھُمْ اَنْ تَطَـُٔوْھُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اور اگر (شہر مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کے حال سے واقف نہ تھے اور تم اِن کو پامال کر ڈالتے اور نادانستہ تم کو اُن کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی معاملہ طے کر دیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اِس حکمت سے لڑائی نہ ہونے دی کہ خدا اس عرصہ میں جسکو چاہے اپنی رحمت (اسلام) میں داخل کرے۔ اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں کو ٹل گئے ہوتے تو اہلِ مکہ کو جس جس نے کفر کیا سبکو ہی دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ کموں۔ پردہ، چھپنے کی جگہ۔

دست کوتاہی ز کُفّارِ لعین
ملعون کفّار سے ہاتھ روکنا

فرض شد بہرِ خلاص[1] مومنین
مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو

کَفَّ اَیدِیکُم تمامت زاں بداں
"اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا" پورا اس سے سمجھ لے

نیز[2] اندر غالبی ہم خویش را
غلبے میں بھی اپنے آپ کو

دید او مغلوب دامِ کبریا
اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ آمد خطاب
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا

گم شد او وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
تو وہ فنا ہو گیا، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

زاں نمی خندم من از زنجیرتاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں

کہ بگردم ناگہاں شبگیرتاں
کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر و غُل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کے ساتھ

می کَشَمتاں سوئے سروستان و گل
میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گُل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتشِ بے زینہار
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے

بستہ می آریمتاں تا سبزہ زار
تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے

می کَشَمتاں تا بہشت جاوِداں
ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر[3] مقلِّد را دریں رہ نیک و بد
ہر مقلّد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے

ہمچناں بستہ بحضرت می کشد
اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ در زنجیرِ بیم و ابتلا
سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں

می روند ایں رہ بغیرِ اولیا
اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کَشند ایں راہ را پیکار وار
اس راستہ پر جنگی طریقہ پر کھینچتے ہیں

جز کسانے واقف از اسرارِ کار
سوائے اُن کے جو کام کے بھیدوں کے واقف ہیں

جہد کُن تا نورِ تو رخشاں شود
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اٹھے

تا سلوک و خدمتت آساں شود
تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے۔

[1] خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے بچاؤ کے لئے جو مکہ میں مقیم تھے۔ کَفَّ۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے۔ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پیچھے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک دیا اور اُس وقت جو کچھ تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔

[2] نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضورؐ اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مَا رَمَیتَ۔ جنگِ بدر میں جبکہ آنحضورؐ نے ایک مٹھی مٹی پھینکی اور اُس سے کُفّار مغلوب ہوئے تو اُس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ یعنی جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے نہ تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے۔ بخندم۔ میں تو اس لئے ہنستا تھا کہ میں تمہیں قید کرکے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔

[3] ہر مقلّد۔ جب توفیق شاملِ حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو بخوشی یا جبراً راہِ راست پر لے آتی ہے۔ جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہِ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ اپنی خوشی اور بصیرت سے راہِ راست پر چلتے ہیں۔ پیکار وار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرتِ قلبی اور نورِ باطن حاصل ہو گیا ہے۔ جہد کُن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اسکو نورِ باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہِ ہدایت اسکے لئے آسان ہو جاتی ہے۔

کودکاں[1] را می بری مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبرًا لے جاتا ہے

زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

چوں شود واقف بمکتب می دود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہو

جانش از رفتن شگفتہ می شود
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

می رود کودک بمکتب پیچ پیچ
بچہ مکتب میں پیچ وتاب سے جاتا ہے

چوں ندید از مزدِ کارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے

انگہے بیخواب گردد شب چو دزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

جہد کن تا مزدِ طاعت در رسد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے

بر مطیعاں انگہت آید حسد
تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

اِیْتِیَا کَرْھًا مقلِّد گشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبرًا آؤ" ہے

اِیْتِیَا طَوْعًا صفا بسرشتہ را
خلوص کی سرشت والوں کیلئے تم دونوں رضامندی سے آؤ ہے

ایں محبِّ حق ز بہرِ[2] علّتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے

واں دگر را بے غرض خود خلّتے
اُس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

ایں محبّ دایہ لیک از بہرِ شیر
یہ انّا کا عاشق ہے، لیکن دودھ کی خاطر

واں دگر دل دادہ بہرِ ایں ستیر
وہ دوسرا اُس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

طفل را از حسنِ اُو آگاہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے

غیرِ شیر اُو را از و دلخواہ نے
اس کے دودھ کے علاوہ اسکو کچھ مرغوب نہیں ہے

واں دگر خود عاشقِ دایہ بود
دوسرا خود انّا کا عاشق ہوتا ہے

بے غرض در عشق یک رایہ بود
بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

پس[3] محبِّ حق باُمّید و بترس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست

دفترِ تقلید می خواند بدرس
تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

واں محبِّ حق ز بہرِ حق کجاست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟

کہ ز اغراض و ز علّتہا جداست
جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

گر چنیں و گر چناں چوں طالب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلبگار ہے

جذبِ حق اُو را سوئے حق جاذب ست
اللہ (تعالیٰ) کی کشش اسکو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

---

[1] کودکاں۔ مقلد بچوں کی طرح ہیں جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے۔ چوں شود۔ بچے کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب کے جانے کی خوشی میں اُس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔ تا مزد۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادتگزاروں کو دیکھ کر رشک کرنے لگتا ہے۔ ایتیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہلِ صفا کی اطاعت دل وجان سے ہے۔

[2] زبہرِ علتے۔ مقلد کی عبادت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محب۔ عام انسان کی مثال اُس بچے کی سی ہے جو انّا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد عورت کے عشق کی بنیاد پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔

[3] پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔ واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور اُن کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا منوّر دل والا، اللہ ہی کی کشش اُس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

گر محبِّ حق بود لِغَیرِہٖ — کے ینال دائماً من خیرہٖ

خواہ ماسوئی (اللہ) کے لئے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اُس کی خیر حاصل کرے

یا محبِّ حق بود لعینہٖ — لا سواہ خائفاً من بینہٖ

یا اُس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اُس کے سوئی سے نہیں اُسکے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سرست — ایں گرفتاری دل زاں دلبرست

دونوں کی جستجوئیں اُسی کی جانب سے ہیں — یہ دل کی مجبوری اُسی دلبر کی جانب سے ہے

جذبِ معشوق عاشق را من حیث لا یعلمہ العاشق ولا یرجوہ

معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اس طریقہ پر کہ عاشق نہ اُس کو جانتا ہے اور نہ اُس کی امید رکھتا ہے

ولا یخطر ببالہٖ ولا یظہر من ذلک الجذب اثر فی العاشق

اور نہ اُس کے دل میں آتا ہے اور اس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے

الا الخوف الممزوج بالیاس مع دوام الطلب

سوائے خوف سے ملی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں — گر نبودے جذب آں عاشق نہاں

ہم یہاں آگئے کہ صدرِ جہاں میں — اگر اُس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

ناشکیبا کے بُدے اُو از فراق — کے دواں باز آمدے سوئے وثاق

وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟ — وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر — میلِ عاشق با دو صد طبل و نفیر

معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے — عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کیساتھ ہے

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار — لیک عاجز شد بخاری زانتظار

عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے — لیکن بخاری انتظار میں عاجز آگیا ہے

ترک آں کردیم کو در جستجوست — تا کہ بیش از مرگ بیند روئے دوست

ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے — تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رہد از مرگ و یابد او نجات — زانکہ دیدِ دوست ست آبِ حیات

تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کرلے — کیونکہ دوست کا دیدار آبِ حیات ہے

ہر کہ دیدِ او نباشد دفعِ مرگ — دوست نبود کہ نہ میوش ست نہ برگ

جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو — وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اُسپر پھل ہیں نہ پتے

۱ گر۔ خواہ وہ عشق میں مقلد ہے اور اسکی جنت کا اُمیدوار بنکر اُس کا عاشق بنا ہے خواہ اُس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

۲ جذبِ معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اُس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آمدیم جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنو اُس بخاری کے لئے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچتا۔

۳ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔ یک حکایت۔ اس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اُس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا رہد معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اُس کے بعد موت نہیں آسکتی۔ ہر کہ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ دراصل معشوق ہی نہیں ہے۔

کار[۵۱] آں کار ست اے مشتاقِ مست — کاندراں کار ار رسد مرگت خوش ست

اے مست مشتاق ! کام تو دراصل وہ ہے — کہ اس کام میں اگر تجھے موت آجائے تو بہتر ہو

شُد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں — آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں

اے جوان ! ایمان کی سچائی کی علامت ہے — کہ تجھے اُس میں مرجانا اچھا لگے

گر نشُد ایمانِ تو اے جاں چنیں — نیست کامل رَو بجو اکمالِ دیں

اے جان ! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے — تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل چاہ

ہر کہ اندر کارِ تو شُد مرگِ دوست — بر دل تو بے کراہت دوست اوست

جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو — کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں[۵۲] کراہت رفت آں خود مرگ نیست — صُورتِ مرگ ست و نقلاں کردنیست

جب ناگواری ختم ہوگئی تو وہ موت ہی نہیں ہے — بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) منتقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شُد — پس دُرست آمد کہ مُردن دفع شُد

جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی — تو ثابت ہوگیا، کہ موت دفع ہوگئی

دوست حق ست و کسے کش گفت او — کہ توئی آن من و من آنِ تو

دوست اللہ ہے اور وہ جسکو اُس اللہ نے کہدیا ہے — کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوش دار اکنوں کہ عاشق میرسد — بستہ عشق اُو را بحبلٍ مِّن مَّسَد

اب سُن ، کہ عاشق پہنچتا ہے — عشق نے اسکو مونج کی رسّی سے باندھا ہے

رسیدنِ بُخاری عاشق در بندگی صدرِ جہاں

عاشق بُخاری کا صدرِ جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں[۵۳] بدید اُو چہرۂ صدرِ جہاں — گوئیا پرید ش از تن مُرغِ جاں

جب اُس نے صدرِ جہاں کا چہرہ دیکھا — گویا اُس کے جسم سے مُرغِ جاں پرواز کرگیا

ہمچو چوبِ خشک افتاد آں تنش — سر د شُد از فرق سر تا ناخنش

اُس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا — سر کی مانگ سے اُسکے ناخن تک ٹھنڈے پڑگئے

ہرچہ کردند از بخور و از گلاب — نے بجنبید و نے آمد در خطاب

انھوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا — وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کار نابد در بخارا ہر بخور — جز کہ بُوئے آں شہِ با فر و نور

بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی — اِس پُرشوکت اور مُنوّر شاہ کی خوشبو کے علاوہ

---

۵۱ کار۔ عشق کا صحیح کارنامہ تو یہی ہے کہ اُس میں موت آجائے۔ نشد۔ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اُس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔ گر نشد۔ اگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اُس کی تکمیل کرنی چاہیے۔ ہر کہ۔ تم اپنا صحیح دوست اُسی کو سمجھوگے جو تمہارے لئے جان دیدے۔

۵۲ چوں کراہت۔ جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہوجائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقلِ مکانی ہے۔ مردن دفع شُد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے جب ناگواری ختم ہوگئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنیٰ میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔ حَبْلٌ مِّن مَّسَد۔ مونج کی رسّی۔

۵۳ چوں بدید۔ جب اُس بُخاری عاشق نے صدرِ جہاں کو دیکھا تو بے حِس و حرکت ہوگیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑگیا۔ ہرچہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہوئیں۔ کار نابد۔ عاشق تو بُوئے معشوق سے ہوش میں آتا ہے۔

شاہ چوں دید آں مزعفر روئے او — پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
بادشاہ نے جب اُس کا زعفرانی چہرہ دیکھا — تو اُس کی جانب سواری سے اُتر آیا

گفت عاشق دوست جوید تیز و تفت — چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت
بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے — جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی و حق آنست کو — چوں بیاید از تو نبود تارِ مو
تو اللہ کا عاشق ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ — جب آئے تو تیرے بدن کا بال (بھی) نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیشِ آں نظر — عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر
اُسکی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سیکڑوں فانی ہیں — اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایہ و عاشقی بر آفتاب — شمس آید سایہ لا گردد شتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے — سورج نکلتا ہے، تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور — نہ ستارہ ماند و نہ شب اثر
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا — نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل چونکہ عشق آید دروں — عقل رختِ خویش اندازد بروں
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آجاتا ہے — عقل اپنا بوریہ بستر باہر لا ڈالتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دو چار — گشت آہو بیخبر افتاد زار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا — تو ہرن بیہوش ہو کر بحالتِ زار گرا

ہمچو زورِ پشہ پیشِ تند باد — فہم کن واللہ اعلم بالسداد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل — سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

دادخواستنِ پشہ از دست باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام
مچھر کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ — وز سلیمانؑ گشت پشہ داد خواہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا — اور مچھر نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری — بر شیاطین و آدمی زاد و پری
کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں — شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست — کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں — وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

لہ شاہ۔ صدرِ جہاں نے جب اُس کی یہ حالت اور اُس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اُتر کر اُس کے پاس آ گیا۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈھتا ہے اور اُس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ حقی۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ اپنی اس فنا کو بھی کچھ نہ سمجھ وہاں ہزاروں فانی ہیں۔

لہ سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی ہے سایہ ہو اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائیگا۔ چونکہ۔ محبوب سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے، سورج کے نمودار ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ از درِ دل۔ عشق کا تقاضہ ہے جنون، جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زورِ۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔

لہ داد۔ اِس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔ حدیقہ باغ۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ کی جن وانس پر حکومت تھی اور ہوا بھی اُن کے حکم کے تابع تھی۔ کیست۔ تفصیل مشکل ہے، مختصر یہ ہو کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

داد[1] دِہ مارا کہ بس زاریم ما — بے نصیب از باغ و گلزاریم ما

ہمارا انصاف کیجئے، کیونکہ ہم عاجز ہیں — ہم باغ، اور چمن سے بے نصیب ہیں

مُشکلاتِ ہر ضعیفے از تو حل — پشّہ باشد در ضعیفی خود مَثَل

ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں — مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شُہرۂ ما در ضعیف و اشکستہ پَری — شُہرۂ تو در لُطف و مسکین پَروَری

ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے — آپکی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباقِ قُدرت مُنتہی — مُنتہی ما در کمی و گمرہی

اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں — ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دِہ ما را ازیں غم کُن جُدا — دستگیر اے[2] دستِ تو دستِ خُدا

ہمارا انصاف کیجئے اس غم سے جُدا کر دیجئے — اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دستگیری کیجئے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جُو — داد و انصاف از کہ میخواہی بگو

تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب! — بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ برُوت — ظلم کرد و خراشیدہ است رُو

وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے — ظلم کیا ہے اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست — کو نہ اندر حبس و در زنجیرِ ماست

تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے — جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مُرد — پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش بُرد

جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا — تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں[3] بر آمد نور ظلمت نیست شُد — ظلم را ظلمت بُود اصل و عضد

جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی — ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نِک شیاطیں کسب و خدمت میکنند — دیگراں بستہ باصفادند و بند

یہ شیاطین کام، اور خدمت کرتے ہیں — دوسرے بیڑیوں، اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصلِ ظلمِ ظالماں از دیو بُود — دیو در بندست استم چوں نمُود

ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی — شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

مُلک زاں داد است ما را کُن فکاں — تا ننالد خلق سُوئے آسماں

(خدا کی قدرت) کُن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے — تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

[1] داد۔ مچھر نے ہوا کے ظلم کی یہ تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ و گلزار میں نہیں ٹھیرنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہر مرتبہ یعنی آپ کو ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔

[2] اے دستِ تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ بادِ بروت۔ غرور، تکبر۔ کو نہ۔ حضرت سلیمانؑ نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

[3] چوں۔ عدل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ نِک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمانؑ کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہیں وہ قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کن فکان۔ یعنی امرِ خداوندی۔

تا ببالا برنیاید دودہا[1] — تا نگردد مضطرب چرخ و سُہا

تاکہ دُھویں اوپر نہ جائیں — تاکہ آسمان اور سُہا پریشان نہ ہوں

تا نہ لرزد عرش از نالۂ یتیم — تا نگردد از ستم جانے سقیم

تاکہ یتیم کی فریاد سے، عرش نہ لرزے — تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے — تا نیاید بر فلکہا یاربے

اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے — تاکہ "یارب" کی آواز آسمان پر نہ جائے

منگر اے مظلوم سوئے آسماں — کآسمانی شاہ داری در زماں

اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ — کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

گفت[2] پشّہ دادِ من از دستِ باد — کو دو دستِ ظلم برما برکشاد

مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے — جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں

ما ز ظلم او بہ تنگی اندریم — با لبِ بستہ از و خوں می خوریم

ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں — خاموشی کے ساتھ اُس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

ظلمِ او برما صریح ست و عیاں — نیست مارا چارہ کردن جز بیاں

اُس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے — سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

دادِ ما و انصافِ ما بستاں ازو — اے کریم عادلِ اکرام خو

اُس سے ہمارا عدل اور انصاف لیجیئے — اے شریف مزاج، کریم، منصف

امر کردنِ سلیمان علیہ السّلام پشّہ متظلم[3] را باحضارِ خصم بدیوانِ حکم

مظلوم مچھر کو حضرت سلیمان علیہ السّلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو کچہری میں حاضر کرے

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا دوی — امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی

پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے — تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیئے

حق بمن گفتست ہاں اے دادور — مشنو از خصمے تو بے خصمے دگر

اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار! اے منصف — کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات سننا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور — حق نیاید پیشِ حاکم در ظہور

جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آجائیں — حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

[1] دودہا۔ یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تا نگردد۔ مظلوم کی آہ سے ملاءِ اعلیٰ مضطرب ہوجاتا ہے۔ عرش۔ مظلوم کی آہ عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مذہب۔ یعنی قانونِ انصاف۔ یاربے۔ یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہِ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خوں۔ یعنی اپنا خونِ جگر پیتے ہیں۔ صریح۔ اِس ظلم کے ثبوت کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] متظلم۔ ظلم سہنے والا، فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ دوی۔ بھنبھناہٹ۔ مشنو۔ یعنی مدعی کا بیان مدعا علیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیئے۔ تا نیاید۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے۔

خصم[1] تنہا گر برآرد صد نفیر — ہاں وہاں بے خصم قولِ اُو مگیر

ایک فریق اگر سَو چیخ پُکار کرے — خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اُس کی بات

من نیارم رُو ز فرماں تافتن — خصمِ خود را رَو بیاور سُوئے من

میں (اللہ کے) حکم سے مُنھ نہیں موڑ سکتا — جا، اپنے مُدعیٰ علیہ کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست بُرہانِ درست — خصمِ من باد ست و اُو در حُکمِ تست

اُس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے — میرا مُدعیٰ علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا — پشّہ افغاں کرد از ظلمت بیا

اُن شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا! — مچھر نے تیرے مظالم کی شکایت کی ہے، آجا

ہیں مقابل شو بخصمت رُوبرو — پاسخش گو و بکن دفعِ عدو

خبردار اپنے مُدعی کے روبرو مقابل ہوجا — اُس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

باد چوں بشنید آمد تیز تیز — پشّہ بگرفت آں زماں راہِ گریز

ہوا نے جب سُنا وہ بہت تیز آئی — اُس وقت مچھر نے راہِ فرار اختیار کی

پس[2] سلیمانؑ گفت اے پشّہ کُجا — باش تا بر ہر دو رانم من قضا

(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟ — ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست — خود سیاہ ایں روزِ من از دُودِ اوست

اُسنے کہا اے شاہ! اُسکے وجود سے میری موت ہے — میرا یہ دن اُس کے دھویں سے کالا ہے

اُو چو آمد من کجا یابم قرار — کو برآرد از نہادِ من دمار

جب وہ آ گئی، میں کہاں ٹھہروں؟ — کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جُویائے درگاہِ خدا — چوں خدا آید شود جوئندہ لا

اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا — جب خدا آجاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہ[3] آں وصلت بقا اندر بقاست — لیک زاوّل آں بقا اندر فناست

اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے — لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بُود جُویائے نُور — نیست گردد چوں کُند نورش ظہور

وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں — فنا ہو جاتے ہیں جب اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے

عقل کے ماند چو باشد سَردہ اُو — کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اُسکو وجود میں لانیوالا موجود ہو — اُس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

---

[1] خصم۔ مُدعا علیہ کی غیر حاضری میں مُدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ من نیارم۔ چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مُدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مچھر نے حضرت سلیمانؑ کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مُدعا علیہ آپ کے زیرِ فرمان ہے اُس کو حاضری کا حکم دیجئے۔ بانگ زد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو طلب کر لیا۔ راہِ گریز۔ جب ہوا تیزی سے چلی مچھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے مچھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جاسکے۔ بود اُو۔ اُس کا وجود۔ دُودِ اُو یعنی اُس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔ ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود مچھر کی فنا ہے اسی طرح وصلِ حق واصل کی فنا ہے۔

[3] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اُس سے پہلے مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔ سَردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ ذاتِ باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

هالکِ آمد پیش وجہش ہست و نیست [۱] | ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
اُس کی ذات کے سامنے "فانی" فانی اور باقی ہر | عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خردہا شد ز دست | چوں قلم اینجا رسیدہ شد شکست
اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں | جب قلم اِس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختنِ معشوق عاشقِ بیہوش خود را تا بہوش باز آید
معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آجائے

باز گردم جانبِ صدرِ جہاں | در نوازش عاشقِ خود را نہاں
میں پھر صدرِ جہاں کی طرف پلٹتا ہوں | جو درپردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سر نہاد اندر کنار | بر رخش می کرد اشکِ زر نثار
اُس کا سَر اٹھایا، گود میں رکھا | اُس کے چہرے پر تَر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید از بیہشی اش در بیاں | اندک اندک از کرم صدرِ جہاں
اُس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا | صدرِ جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ زد در گوشِ اُو شہ کاے گدا [۲] | زر نثار آوردمت دامن گشا
شاہ نے اُس کے کان میں کہا، اے فقیر! | میں تیرے اوپر نچھاور کرنیکو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جانِ تو کاندر فراقم می طپید | چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی | جب میں اُسکی پناہ کیلئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد | با خود آ از بیخودی و باز گرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے | بے ہوشی سے ہوش میں آجا، اور لوٹ آ

مُرغ خانہ اُشترے را بے خرد [۳] | رسمِ مہمانش بخانہ می برد
گھریلو مرغا، بے عقلی سے ایک اونٹ | مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

چوں بخانہ مُرغ اشتر پا نہاد | خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد
جب مرغ کے دڑبے پر اونٹ نے پاؤں رکھا | دڑبہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مُرغ ست عقل و ہوشِ ما | ہوش صالحؑ طالبِ ناقہ خدا
ہماری عقل، اور ہوش مُرغ کا دڑبہ ہے | ہوش (حضرت) صالحؑ ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

خانۂ مُرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ ہوش صالحؑ۔ ہوش کی مثال حضرت صالحؑ کی سی ہے جس نے اللہ کی ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا ... گھاس پانی سب ختم کر دیا تھا۔

[۱] ہالکِ آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اُس کو بقا باللہ حاصل ہے اسلئے موجود ہے اُس ہالک میں ہستی اور نیستی کا اجتماع حیران کن ہے۔ اَندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمتِ باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدرِ جہاں درپردہ اُس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اُس بیہوش کے رُخساروں پر صدرِ جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔ می کشید اُس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔

[۲] بانگ زد۔ صدرِ جہاں نے اس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔ جانِ تو در فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔

[۳] مُرغ۔ مولانا اب اِس قِصّہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اُس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشقِ خداوندی میں مبتلا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مُرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اُس اونٹ نے اُس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشقِ الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو

ناقہ چوں سر کرد[۵۱] در آب و گلش — نے گِل آنجا ماند و نے جان و دلش

جب اُس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر اُبھارا — نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اُس کی جان اور دل

کرد فضلِ عشق انساں را فضول — زیں فزوں جوئی ظلوم ست و جہول

عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا — اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہل ست او واندریں مشکل شکار — می کشد خرگوش شیرے در کنار

وہ اِس مشکل شکار (کے معاملے) میں جاہل ہے — خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را

وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟ — اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود — ظلم بیں کز عدلہا گو می برد

وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہے — ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

جہلِ او مر علمہا را اوستاد — ظلمِ او مر عدلہا را رشاد

اُس کی نادانی، علموں کی اُستاد ہے — اُس کا ظلم، انصافوں کے لئے ہدایت ہے

دستِ او بگرفت[۵۲] کایں رفتہ دمش — آنگہے آید کہ من دم بخشمش

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا کہ اُس کا گیا ہوا سانس — اُس وقت آئیگا جب میں اُسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن — جانِ من باشد کہ رُو آرد بمن

جب وہ مُردہ جسم میرے ذریعے سے زندہ ہوگا — وہ میری جان ہوگی جو میری طرف متوجہ ہو گی

من کنم او را ازیں جاں محتشم — جاں کہ من بخشم ببیند بخششم

میں اُسے اِس جان سے معزز بناؤں گا — جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

جانِ نامحرم نہ بیند روئے دوست — جز ہماں جاں کاصلِ او از کوئے اوست

نامحرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی — سوائے اُس جان کے جسکی اصل اُسکے کوچے کی ہو

در دمم[۵۳] قصاب وار ایں دوست را — تا ہلد آں مغزِ نغزش پوست را

میں قصاب کی طرح اِس دوست میں پھونک بھرتا ہوں — تاکہ اُس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

گفت اے جانِ رمیدہ از بلا — وصل را ما در کشادیم الصلا

اُس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان — ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے دعوت ہے

---

۵۱ کرد۔ قرآن پاک میں ہے۔ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انھوں نے اسکو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ...... انسان نے اُس امانت کو اُٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔ مولانا نے اِس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشقِ الٰہی مراد لیا ہے۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اُس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشقِ الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں تھامنے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشقِ الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

۵۲ دستِ او۔ صدر جہاں نے اُس بیہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اُس کا سانس تب لوٹیگا جب میں اُس کو سانس عطا کروں گا۔ چوں۔ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہوگا تو پھر اسکی روح میری طرف متوجہ ہوگی۔ بخششم۔ میری عطا کردہ جان میں میری اعلیٰ بخشش قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ جانِ نامحرم۔ اُس کی پہلی جان نامحرم تھی وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

۵۳ در دمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جُدا ہو جائے، صدر جہاں نے کہا میں بھی اِس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائش بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدر جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔

اے[1] خودِ ما بیخودی و مستیت
اے ! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

اے زہستِ ما ہمارہ ہستیت
اے ! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ

راز ہائے کہنہ میگویم شنو
پُرانے راز کہتا ہوں ، سُن

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گریز کرتے ہیں

بر لبِ جُوئے نہاں بر می دمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اُگتی ہے

گوشِ[2] بے گوشی دریں دم بر کشا
بے گوشی کے کان اِس بات میں کھول

بہر رازِ یفعل اللّٰہ ما یشا
اِس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سُننی شروع کی

اندک اندک مُردہ جُنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

نے کم از خاک ست کز عشوۂ صبا
وہ مٹی سے گیا گذرا نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے

سبزہ پوشد سر بر آرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے ، عدم سے سر اُبھارتی ہے

کم ز آب نطفہ نبود کز خطاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ (اللہ کے) حکم سے

یوسفاں زایند رُخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

کم ز[3] بادے نے کہ شد از امرِ کُن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کُن کے حکم سے بن گئی

در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے

گلستاں شد بر خلیلِ خوش کلام
خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

کم ز چوبے نیست در دفعِ عدو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کیلئے

گشت اژدرہائے مُنکر ز امرِ ہو
اللہ کے حکم سے وہ خوفناک ، اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز وِلاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جسنے ولادت کے طریقہ پر

ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد
اُس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایۂ عدم
اِس سب کو چھوڑ ، کیا عدم کی مادہ نے

عالمے زاد و بزاید دمبدم
عالم کو نہیں جنا ، اور دمبدم جن رہی ہے

بر جہید و بر طپید و شاد شاد
وہ کودا اور اُچھل پڑا ، اور خوشی خوشی

یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
اُس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

---

[1] اے خودِ ما - تیری مستی اور بیہوشی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے - با تو - اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں - زانکہ - لیکن یہ اسرار مادی ہونٹوں سے نہیں سُنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں -

[2] گوش - اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں - یفعل - یعنی مشیتِ خداوندی کے اسرار — جنبیدن - یعنی یہ خوشخبری سُنکر مُردے میں جان پڑنے لگی - نے کم - بہر حال یہ مدہوش عاشق مٹی سے تو گیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے تو اُس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی — کم ز آب نطفہ - نطفہ ، منی ، بحکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے -

[3] کم ز بادے - مشہور ہے کہ پرندوں میں مذکر کی ہوا مؤنث کے رحم میں پہنچتی ہے جس سے انڈا بنتا ہے - کم ز نارے - آگ نبی آواز سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنی - کم ز چوبے - ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بنا - کم ز سنگ - کرشمۂ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پیدا ہو گئی - زیں ہمہ - ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آگیا - بر جہید - غرضکہ صدرِ جہاں کے کرشمہ سے

بشگفید از روئے اُو و شاد شُد
وہ اُس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہوگیا

دَر وصال از بندِ ہجر آزاد شُد
وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہوگیا

باخویش آمدنِ عاشقِ بیہوش و رُوئے باز آوردن به ثنا و شُکرِ معشوق

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف اور شکر کی طرف متوجہ ہونا

گفت[1] اے عنقائے حق جاں را مطاف
بولا اے خدائی عنقا! جو جان کی طواف گاہ ہے

شُکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آگیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل!

اے تو عشقِ عشق وَ اے دلخواہِ عشق
اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

اوّلیں خلعت کہ خواہی دادنم
سب سے پہلی خلعت، جو آپ مجھے دیں

گوش خواہم کہ نہی بر رُوزنم
میں چاہتا ہوں، کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

گرچہ میدانی بصفوتِ حالِ من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا حال جانتے ہیں

بندہ پرور گوش کُن اقوالِ من
بندہ پرور! میری باتیں (بھی) سن لیجئے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید
اے یکتا صدر! لاکھوں بار

زآرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
(آپکے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

آں سمیعی[2] تو و آں اصغائے تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا

واں تبسمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا

عشوۂ جانِ بداندیشِ مرا
میری بداندیش جان کے مکر کو (سننا)

قلبہائے[3] من کہ آں معلوم تست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے

پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

بہر گستاخے و شوخِ غرّہ
ایک گستاخ، اور شوخ بہکے ہوئے کیلئے

حلمہا در پیشِ حلمت ذرّہ
بہت سی بُردباریاں آپکی بُردباری کے سامنے ذرہ ہیں

اوّلاً بشنو کہ چوں ماندم زِ شست
اوّلاً سنیئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا

اوّل و آخر بپیشِ من بجست
تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

---

[1] گفت۔ اُس مدہوش نے ہوش میں آکر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لئے عنقا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آگئی۔ مطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔ خلعت۔ شاہی عطیہ کا لباس۔ انعام۔ روزن یعنی منہ کا سوراخ۔ صفوت یعنی قلب کی صفائی۔ زآرزوے یعنی اس آرزو میں بیہوش ہوا ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد و غم سنا سکوں۔

[2] آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اِس لئے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں۔ اصغاء۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔ عشوہ۔ میری ناقص جان جو مکر کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اُس کو سن لیتے تھے۔

[3] قلبہائے۔ مصنوعی احوال آپ کو سناتا تھا آپ انکو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ حلمہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بُردباری برتتے تھے کہ اُس پر سینکڑوں بُردباریاں قربان ہیں۔ اوّلاً۔ بخاری صدرِ جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اوّل یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بیخبر ہوگیا۔

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ ودود[1] ۔۔۔ کہ بسے جُستم ترا ثانی نبود

دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر! کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ اَم ۔۔۔ گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ اَم

تیسرے، جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکل گیا ہوں گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ ۔۔۔ می ندانم خامسہ از رابعہ

چوتھے، جب میرا کھیت جل گیا میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں ۔۔۔ از حواسِ خمسہ بُودم در زیاں

پانچویں، اے صدرِ جہاں! تیرے فراق میں میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے روئے تو ۔۔۔ گوئیا بارید بر من غم دو تو

چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے گویا مجھ پر دُہرا غم برسا

سابع از ثامن ندانم ضالہ[2] اَم ۔۔۔ خوں ہمی گرید فلک از نالہ اَم

مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا ۔۔۔ پے بری باشد یقیں از چشمِ ما

زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے کھوج لگا لیجئے، وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہوگا

گفتِ من رعد است ویں بانگ و حنین ۔۔۔ ز ابر خواہد تا ببارد بر زمیں

میری گفتگو، اور یہ آواز اور رونا، کڑک ہے وہ ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

من میانِ گفت و گریہ می تنم ۔۔۔ یا بگریم یا بگویم چوں کُنم

میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟

گر بگویم فوت می گردد بُکا ۔۔۔ ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا

اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟

می فتد[3] از دیدہ خونِ دِل شہا ۔۔۔ بیں چہ افتاد ست از دیدہ مرا

اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے دیکھ، آنکھوں سے مجھ پر کیا اُفتاد پڑی ہے؟

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف ۔۔۔ کہ برو بگریست ہم دوں ہم شریف

یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا کہ اُس پر رذیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں بر آمد ہائے وہُو ۔۔۔ حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ او

اُس کے دل سے ایسی ہائے وہُو نکلی کہ بخارا والوں نے اُس کے گرد حلقہ کر لیا

[1] وَدُود۔ دوست۔ ثالثِ ثلاثہ۔ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامساً۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[2] ضالہ۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اُس نے کہا کہ میری بات اور آہ و بکا بمنزلہ کڑک کے ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔ من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکوے سے محروم ہو جاتا ہوں، شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔

[3] می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ۔

خیرہ[۱] گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند — مرد و زن خرد و کلاں حیراں شدند

بہت بولتے ہوئے، بہت روتے ہوئے، بہت ہنستے ہوئے — مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز — مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز

شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے، اُس جیسا ہو گیا — قیامت کی طرح مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے

آسماں میگفت آں دم با زمیں — گر قیامت را ندیدستی ببیں

اُس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا — اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشقست و چہ حال — کہ فراق او عجب تر یا وصال

عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے — کہ اُس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل

چرخ[۲] بر خواندہ قیامت نامہ را — تا مجرہ بر دریدہ جامہ را

آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے — کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

با دو عالم عشق را بیگانگی — اندرو ہفتاد و دو دیوانگی

عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے — اُس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا حیرتش — جان سلطانان جاں در حسرتش

وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اُسکی حیرانی کھلی ہوئی ہے — جان کے شہنشاہوں کی جان اُسکی حسرت میں ہے

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او — تخت شاہاں تختہ بندی پیش او

بہتر ملتوں کے علاوہ اُس کا مذہب ہے — اُس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطرب[۳] عشق ایں زند وقت سماع — بندگی بند و خداوندی صداع

عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے — غلامی قید، اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم — در شکستہ عقل را آنجا قدم

تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے — وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

بندگی و سلطنت معلوم شد — زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد

غلامی اور حکومت (اگر) محسوس ہوئی — اِن دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

---

۳ مطرب عشق۔ عشق کی یہ صدا ہے کہ غلامی اُس کے لئے قید ہے اور آقائی اُس کے لئے دردِ سر ہے۔ پس۔ ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں اب اگر عشق خداوندی ہو تو اُس کی صفات کو اُس پر قیاس کر لو لیکن اس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہذا قیاس بھی نہ کر سکوگے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تختِ سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لئے پردہ اور حجاب ہیں عشق اُن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

۱ خیرہ۔ اب اُس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا، ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اُس کی یہ حالتِ زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا۔ رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مختلط ہو جائیں گے۔ آسماں۔ آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو یہ اس کا نمونہ ہے دیکھ لے۔ کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔

۲ چرخ۔ آسمان، قیامت کا بیان پڑھ کر اس حادثے پر اُس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرہ۔ کہکشاں۔ با دو عالم۔ یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کئے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہے عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیاء باوجود اپنی بلندیوں کے اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے۔ تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسایا جاتا تھا۔

[۱] کاشکے مستی زبانے داشتے
کاش عشق زبان رکھتا
تا ز مستاں پردہا برداشتے
تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازاں
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے
پردۂ دیگر برو بستی بداں
سمجھ لے اس پر ایک دوسرا پردہ تونے ڈال دیا

آفتِ ادراکِ آں قال ست و حال
اس (عشق) کے علم کیلئے قول اور حال تباہی ہے
خوں بخوں شستن محال ست و محال
خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

من [۲] چو با سودائیانش محرمم
میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم (راز) ہوں
روز و شب اندر قفص در می دمم
دن، رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت مست و بیخود و آشفتۂ
تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے
دوش اے جاں بر چہ پہلو خفتۂ
اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں و ہاں ہشدار بر ناری دمے
خبردار، خبردار! سانس نہ لے
اولا بر جہ طلب کن محرمے
پہلے اٹھ، کسی محرم (راز) کو تلاش کر

عاشق و مستی و بکشادہ زباں
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے ہے
اللہ اللہ اشترے بر نردباں
اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں [۳] ز راز و نازِ او گوید زباں
جب زباں اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے
یا جمیل الستر خواند آسماں
آسمان پکارتا ہے، اے عمدہ پردہ پوشی کرنیوالے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر ست
پردہ پوشی کیسی، اون اور روئی میں آگ ہے
تا ہمی پوشیش او پیدا تر ست
کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے راز کو چھپاؤں
سر بر آرد چوں علم کاینک منم
وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

رغم انفم گیر دم ناگہ دو گوش
وہ (عشق) میری رسوائی کیلئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے
کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش
اے بد دماغ! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے، چھپا

---

[۱] کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کرسکتا اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کرسکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گنتا ہے اس سے اس کی معرفت کی بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ آفت۔ انسان کا قول وفعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔

[۲] من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرم راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسی رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کرکے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال ہیں جو شب کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آریٔ بعض نسخوں میں نا وردمے ہے۔ عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان چلاتا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے۔

[۳] چوں۔ جب میری زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر۔ عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم۔ جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر ابھارتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کیلئے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔ رغم انف۔ ناک کا خاک آلودہ ہونا، ذلیل ہونا۔

گویمش رَو گرچہ بر جوشیدۂ[۱] ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

میں اس سے کہتا ہوں جا، تو اگرچہ جوش میں ہے تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوسِ خُنب ست ایں تنم چوں مے اندر بزم خنبک میزنم

وہ کہتا ہے، کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مُقید ہے شراب کی طرح مجلس میں، ہتھیلیاں بجاتا ہوں

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو تا نیاید آفتِ مستی برو

میں اُس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (چھپ جا) تاکہ اُس پر مستی کی مصیبت نہ آجائے

گوید از جامِ لطیف آشامِ من یارِ روزم تا نمازِ شام من

وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں[۲] بیاید شام و دُزدد جامِ من گویمش دادہ کہ نامد شامِ من

جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائیگی میں اُس سے کہونگا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

زاں عرب بنہاد نامِ مے مُدام زانکہ سیری نیست مے خور را مُدام

اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مُدام رکھا ہے کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را اُو بُود ساقی نہاں صِدّیق را

عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجُوئی تو بتوفیقِ حَسَن بادہ آبِ جاں بُود ابریق تَن

جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا تو شراب روح کیلئے آبِ حیات، اور جسم جام بنجائیگا

چوں[۳] بیفزاید مے توفیق را قُوّتِ مے بشکند ابریق را

جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے شراب کی تیزی جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد ساقی و ہم مست آب خُود بگو اللہ اَعلم بالصّواب

پانی ساقی بنجاتا ہے اور پانی ہی مست بنجاتا ہے خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

۱ گویمش۔ میں اُس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آگیا ہے آپ اِس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجئے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اُس شراب کی سی ہے جو مٹکے میں مُقید ہے اور اُس کے آثار سرِ محفل نہیں ہیں میں بھی روح میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خُنب۔ خُم۔ گویمش۔ میں اُس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائیگی اور مجھ پر مصیبت آجائیگی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اُس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام۔ یعنی موت کا وقت۔

۲ چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا وہ شام کے بعد جُدا ہو جائیگا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جُدا کرنے لگےگا تو میں اُس سے کہونگا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھ سے جام

نہ چرا۔ زاں عرب۔ شراب کو عربی زبان میں مدام کہا جاتا ہے اُسکی وجہ یہ ہے کہ شرابی اُس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اُس کی ہمیشگی کا خواہشمند رہتا ہے تو جب شرابِ ظاہری کی یہ صورت ہے تو شرابِ عشق سے کیسے سیری ہوسکتی ہے۔ مُدام۔ ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لئے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجُوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی جستجو کرے گا تو وہ تیری رُوح کے لئے آبِ حیات کا کام کریگا اور تیرا بدن اُس کیلئے جام بنجائیگا ۔۔۔۔ ۳ چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دیدیتا ہے تو پھر ابریقِ بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائقِ جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

پرتوِ[1] ساقی ست کاندر شیرہ رفت — شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت

ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنیٰ بپرس آں خیرہ را — کہ چنیں کے دیدہ بودی شیرہ را

اِس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر — تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا؟

بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست — آنکہ با گردندہ گردانندہ ہست

بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیشِ نظر ہے — کہ گھومنے والے کے لئے، (کوئی) گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشق درازہجرِ بسیار امتحاں

لمبے ہجر والے، بہت، امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنوں بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز، بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست — می نداد ش روزگارِ وصل دست

بے دل، اور پریشان تیز دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ اُس کے ہاتھ نہ آتا تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمیں — خود[2] چرا دارد ز اوّل عشق کیں

اُس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — (نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اوّل چرا خونی بود — تا گریزد آنکہ بیرونی بود

عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیشِ زن — آں رسول از رشک گشتے راہزن

جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد، رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوئے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

اگر اُس کا منشی عورت کو لکھتا — اُس (عورت) کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سُناتا

ور[3] صبا را پیک کردے در وفا — از غبارے تیرہ گشتے آں صبا

اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ صبا، غبار سے کالی پڑ جاتی

رقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے — پرِ مرغ از تفِ رقعہ سوختے

اگر وہ خط پرند کے پَروں پر سیتا — خط کی گرمی سے پرند کے پَر جل جاتے

کے ذریعہ پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط بھیجتا تو سوزش سے کبوتر کے پَر جل جاتے۔

---

[1] پرتو۔ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اُس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں۔ بے تفکر۔ ہر انسان کھلے طور پر جانتا ہے کہ کوئی کام کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ حکایت۔ اِس قصہ سے بھی یہ بتانا ہے کہ اسباب میں سببیت بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اُس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔ بس شکنجہ۔ عشق نے اُس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔

[2] خود چرا۔ عشق عاشق کو اِس لئے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنالے اور نااہل اُس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اُس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ اگر وہ پیامِ محبت تحریر کرا کر بھیجتا تو اُس معشوقہ کا منشی اُس کو غلط پڑھ کر سناتا۔

[3] ور صبا۔ اگر وہ صبا

راہہائے چارہ را غیرت ببست ۱
تدبیر کے راستے، غیرت نے بند کر دیئے

لشکرِ اندیشہ را رایت شکست
سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بُود اوّل مونسِ غم، انتظار
پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا

آخرش بشکست کہ ہم انتظار
آخر میں وہ درہم برہم ہوگیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست
کبھی وہ کہتا، کہ یہ لاعلاج مرض ہے

گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست
کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی زو برآوردے سرے ۲
کبھی ہستی اُس میں سر اُبھارتی

گاہ او از نیستی خوردے برے
کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں بر شدے
کبھی اُس کی فریاد، آسمان پر پہنچتی

گر خیالِ دلبرش ہمدم بُدے
کبھی معشوق کا خیال اُس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بر وے سرد گشتے ایں نہاد
جب یہ مزاج، اُس پر ٹھنڈا پڑ جاتا

جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

چونکہ با بے برگیِ غربت بساخت
جبکہ مسافرت کی بے سروسامانی سے اُسنے ساز کیا

برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت
بے سروسامانی کا سامان اُس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیکاہ شُد
اُس کی فکر کے خوشے بغیر تنکے کے ہوگئے

شبرواں را رہنما چوں ماہ شُد
وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہوگیا

اے بسا طوطیِ گویائے خمش ۳
بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں

اے بسا شیریں روان رُو ترش
بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رَو بگورستاں دمے خامش نشیں
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ

آں خموشانِ سخن گو را ببیں
اُن بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں
لیکن اگر تو اُن کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے

نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں
اُن کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحمِ زندگاں یکساں بُود
زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے

آں یکے غمگیں دگر شاداں بُود
(لیکن) ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

ہیں، جو حقیقی ولی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً ان میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم۔ مُردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔

۱ راہہائے۔ غرضیکہ کوئی سبب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہوگئے تھے۔ بُود۔ پہلے اُس کیلئے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہوگیا اور اُسپر بالکل مایوسی طاری ہوگئی۔ گاہ گفتے۔ کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدارِ زندگی ہے۔

۲ گاہ ہستی۔ کبھی اُس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خواہشات پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ۔ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔ چونکہ۔ اب بے سروسامانی اُس کے لئے موجب راحت بن گئی تھی۔ خوشہائے۔ جبکہ اُس کا عشق خواہشات کے خس وخاشاک سے پاک ہوگیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بنگیا۔

۳ اے بسا۔ مولانا اہل اللہ اور مدعیانِ ولایت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے وہ لوگ کہ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش اور تروتازہ ہے بظاہر ترش رو

تو چه دانی[۱] تا ننوشی قالِ شاں — زانکه پنہان ست بر تو حالِ شاں
تو کیا سمجھے جب تک اُن کی بات نہ سُن لے — کیونکہ تجھ پر اُن کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے و ہوئے را — کے بہ بینی حالتِ صد توے را
تو زبان سے ہائے وہو کو سُن لیتا ہے — تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے؟

نقشِ ما یکساں بضدہا متصف — خاک ہم یکساں رواں شاں مختلف
ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں — مٹی بھی یکساں ہے، اُن کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا — آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں — ایک درد سے بھری ہے اور ایک ناز (نخرے) سے (بھری ہے)

بانگِ اسپاں[۲] بشنوی اندر مصاف — بانگِ مرغاں بشنوی اندر مطاف
میدانِ جنگ میں، تو گھوڑوں کی آواز سُنتا ہے — چکر کاٹنے میں، تو پرندوں کی آواز سُنتا ہے

آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط — آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
ایک دشمنی سے ہے، اور دوسری تعلق کی وجہ سے — ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہر کہ دور از حالتِ ایشاں بود — پیشش آں آوازہا یکساں بود
جو اُن کے احوال سے دُور ہو — اُس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جنبد از زخمِ تبر — واں درختِ دیگر از بادِ سحر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے — دوسرا درخت، صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم ز دیگِ مُردہ ریگ — زانکہ سر پوشیدہ میجوشید دیگ
میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا — کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوش[۳] و نوشِ ہر کست گوید بیا — جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آجا — سچائی کا جوش، اور ملمع سازی، اور ریا کا جوش

گر نداری دیدہائے رُو شناس — رو دماغے دست آور بُو شناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے — جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بر آں گلشن تند — چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند
وہ دماغ جو اُس چمن سے تعلق رکھے — یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

---

۱ تو چہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔ بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہر اصل حالت کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں۔ لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ ہمچنیں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہونگی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد اور ناز کی وجہ سے فرق ہے۔

۲ بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن اُن آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھیگا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب بادِ صبا ہے۔ بس غلط۔ سر پوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

۳ جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گر نداری۔ اگر اُن میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحبِ بصیرت سے مشورہ کرے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لئے اُس آدمی کا سہارا لے جو اُس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نور دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔

ہینؔ[1] بگو احوالِ آں خستہ جگر ۔۔۔ کز بخاری دور ماندیم اے الیسر

خبردار! اُس خستہ جگر کے احوال بتا ۔۔۔ کیونکہ اے لڑکے! ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ عاشق معشوق را و بیان آنکہ جوئندہ یابندہ بود کہ مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ، صَدَقَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

عاشق کا معشوق کو پالینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اُس نے اُس کو پالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرّہ کے وزن کی نیکی کرتا ہے، وہ اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرّہ برابر شر کریگا وہ اسکو دیکھے گا

کاں جواں در جستجو بُد ہفت سال ۔۔۔ از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

وہ جوان سات سال تلاش میں رہا ۔۔۔ وصل کے خیال سے خیال کیطرح ہوگیا

سایۂ حق بر سرِ بندہ بُود ۔۔۔ عاقبت جوئندہ یابندہ بُود

بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے ۔۔۔ انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ۔۔۔ عاقبت زاں در بروں آید سرے

پیغمبرؐ نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائیگا ۔۔۔ انجام کار اُس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوںؔ[2] نشینی بر سرِ کوئے کسے ۔۔۔ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا ۔۔۔ انجام کار کسی کا چہرہ دیکھے گا

چوں ز چاہے میکنی ہر روز خاک ۔۔۔ عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جب تو کنویں سے روز مٹی نکالے گا ۔۔۔ انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جُملہ دانند ایں اگر تو نگروی ۔۔۔ ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے ۔۔۔ جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگؔ[3] بر آہن زدی آتش بجست ۔۔۔ ایں بباشد ورنہ باشد نادرست

تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی ۔۔۔ یہی ہوگا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات ۔۔۔ ننگرد عقلش مگر در نادرات

جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے ۔۔۔ اُس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

ف۱ ہینؔ۔ اِس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دُور جا پڑے اب اُس کا ذکر کرنا چاہیئے۔ یافتن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ اسبابِ ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالمِ اسباب میں بھی پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں خیال۔ یعنی اُس کا وجود ایک خیالی چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

ف۲ چوںؔ۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اُس کے کوچے پر دھرنا دیدوگے تو ضرور اُس کا دیدار کرلوگے۔ چاہے۔ مٹی کھودتے رہوگے تو کنویں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔ جملہ۔ تمام دنیا کا یہ عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

ف۳ سنگؔ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اُس سے آگ پیدا ہو جائیگی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہ سنتِ الٰہی کو پیشِ نظر نہیں رکھتے نادرالوقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کاں[1] فلاں کس کِشت کرد و بر نداشت
کہ اُس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا
واں صدف برد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بَلعمِ باعور و ابلیسِ لعین
بلعم باعور، اور ملعون شیطان
سُود نامد شاں عبادتہا و دِیں
اُن کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں[2] انبیاء و رہبراں
لاکھوں نبی، اور راہبر
ناید اندر خاطرِ آں بدگماں
اُس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دُو را گیرد کہ تاریکی دہد
اِن دو کو اُس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں
دَر دلش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اسکے علاوہ کیا رکھے؟

بس کسا کہ ناں خورد دل شاد او
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دِلی سے روٹی کھاتے ہیں
مرگ اُو گردد بگیرد در گلو
وہ اُن کی موت بنتی ہے (اور) اُن کا گلا پکڑتی ہے

پس توائے ادبار رُو ہم ناں مخور
تو، اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا
تا نیُفتی ہمچو اُو در شور و شر
تاکہ اُس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق ناں ہا می خورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں
زور می یابند و جاں می پرورند
طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں[3] نادر کجا افتادۂ
تو اُس نادر میں کیوں گھس گیا؟
گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ
اگر تو محروم، اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں پُر آفتاب و نورِ ماہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہے
تو بہشتہ سر فرو بُردہ بچاہ
تو سر کو لٹکائے ہوئے کنوئیں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟
سر زچہ بردار و بنگر اے دَنی
اے کمینے! کنوئیں سے سر اُٹھا، اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا
تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
جب تک تو کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چہ رہا کن رَو بایوان و کروم
کنوئیں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا
کم ستیز اینجا بداں کالّج[4] شُوم
یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے جھگڑالوپن بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی
در فلاں سال و ملخ کِشتش نخورد
فلاں سال میں اور ٹڈی اُس کی کھیتی کھا گئی

---

[1] کاں ۔ نادر باتوں کی یہ مثالیں اُن کے پیشِ نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اُس کو کچھ نہ ملا۔ اُس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اُس میں موتی نہ نکلا، بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

[2] صد ہزاراں ۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیاء اور اولیاء کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے اُن کو کتنے بڑے رُتبے ملے۔ ایں دُو ۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اُس کی بدبختی کی علامت ہے۔ بس کسا ۔ نادر اتفاقات کی مثالیں لاکر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا ہے کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔

[3] تو بداں ۔ نادر الوقوع حادثوں کو پیشِ نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔ ایں جہاں ۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنوئیں میں منھ جھکائے اُن کا انکار کرتا رہے۔ جملہ عالم ۔ اُس کے لئے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اُس سے محروم ہے۔ اللّج شوم ۔ کج بحثی اور جھگڑالوپن بدبختی کی دلیل ہے۔

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست — پس چرا افشانم ایں گندم ز دست

تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے — میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

ہیں[۵۱] مکن استیزہ رو رو کار کن — با توکل کشت کن بشنو سخن

خبردار، جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر — توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سُن لے

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد — آنچناں کو بر نخیزد تا ابد

جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے — اِس طرح کہ قیامت تک نہیں اُٹھ سکتا

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را — پُر کند کوری تو انبار را

اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا — وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھر لے گا

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں — جانب احوال آں عاشق جواں

تھوڑی دیر کے لئے اِس بیان سے گذر جا پھر چل — اُس جوان عاشق کے احوال کی جانب

چوں درے میکوفت او از سلوتے — عاقبت دریافت روزے خلوتے

جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا — انجام کار اُس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت حاصل کرلی

جست از بیم عسس او شب بباغ — یار خود را یافت با شمع و چراغ

وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا — اُس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پالیا

گفت[۵۲] سازندہ سبب را آں نفس — اے خدا تو رحمتے کن بر عسس

اُس وقت اُس نے مسبب الاسباب سے کہا — اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

ناشناسا تو سببہا کردہ — از در دوزخ بہشتم بردہ

نامعلوم کو تو نے سبب بنا دیا — تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لیگیا

بہر آں کردی سبب ایں کار را — تا ندارم خوار من یک خار را

تو نے اِس لئے (اُس کو) اُس کام کا سبب بنایا — تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

در شکست[۵۳] پائے بخشد حق پرے — ہم ز قعر چاہ بکشاید درے

اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت (کرتا ہے) — کنوئیں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود — چوں حقیقت بنگری رحمت بود

وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے — جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

۵۱ ہیں۔ انسان کو کچھ بھی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیئے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیئے یقیناً وہ اُس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اس طرح اوندھے مُنہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔ زیں بیاں یعنی انسان کو اُس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری، خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی۔ عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لئے گھس گیا وہاں اُس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔

۵۲ گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لئے اُس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ ناشناسا۔ غیر معروف، نامعلوم۔ دوزخ۔ یعنی فراق بہشت۔ یعنی وصال۔ بہر آں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہو سکتی ہے۔

۵۳ در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا پر حاصل ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے حصول کا سبب بنا دیتا ہے کنوئیں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہر چہ۔ قرآن پاک میں ہے عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

تو مبیںؔ[1] کہ بر درختی یا بچاہ | تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ
یہ نہ دیکھ، کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے | تو مجھے دیکھ، میں راستے کی کنجی ہوں

گر تو خواہی باقیِ ایں گفتگو | اے اخی در دفترِ چارم بجو
اگر تو اِس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے | اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کرے

قد تمّ الدفتر الثالث من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنویؒ

خطاط
منظور الدین - ۳۶۵ ٹیا محل، دہلی

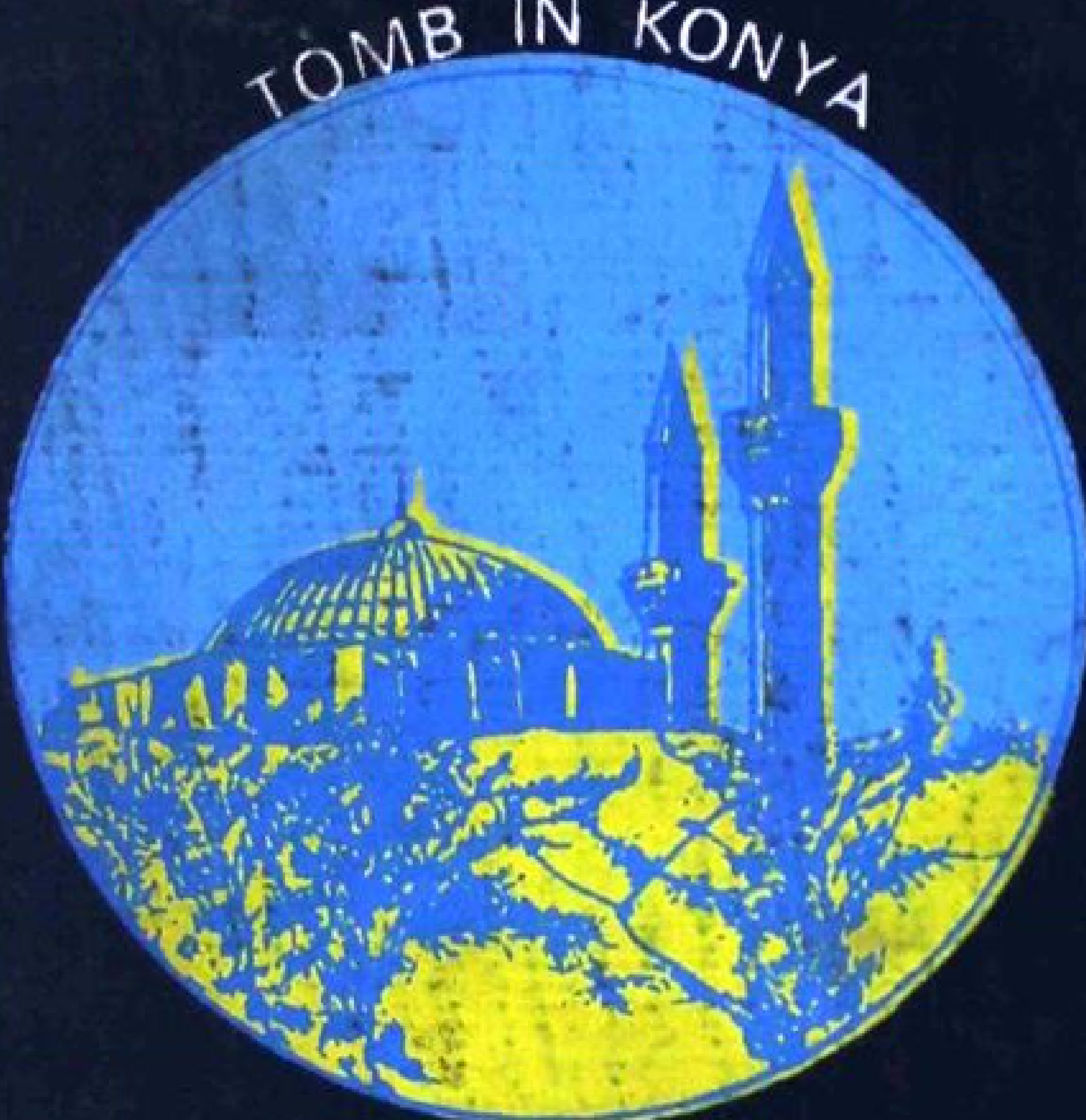
[1] تو مبیں - یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ منم تمام راستوں کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالےٰ ہے۔ گر تو خواہی - اب اُس عاشق کا بقیہ قصہ دفترِ چہارم میں مذکور ہوگا۔

MATHNAWI RUMI

TRANSLATED BY
QAZI SAJJAD HUSAIN

PRINCIPAL
MADRESA-E-ALIA
FATEHPURI, DELHI

Published by:
SABRANG
KITAB GHAR
Delhi-6



MATHNAWI RUMI

TRANSLATED BY
QAZI SAJJAD HUSAIN

Published by:
SABRANG KITAB GHAR
Delhi-6